تفہیم الاحادیث

تفہیم القرآن اور مولانا مودودیؒ کی دوسری تحریروں میں مذکور
احادیث اور فقہی احکام ومسائل کی ترتیب وتخریج

جلد ہشتم

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ترتیب و تخریج
مولانا عبدالوکیل علوی

ترتیب

قرآنیات

فصل: ۱ فضائلِ قرآن

فصل: ۲ قرآن مجید کی سورتوں کے فضائل

فصل: ۳ دم اور مسنون تعوّذات

فصل: ۴ سجود القرآن

فصل: ۵ جمع و تدوینِ قرآن

متفرقات

فصل:۱ حدود حلال وحرام

فصل:۲ بدعت

فصل:۳ دورِ جاہلیت کی یادگاریں

فصل:۴ علم اور علماء

فصل:۵ اصحابی کالنجوم

فصل:۶ بھلائی صرف بھلائی سے آتی ہے

فصل:۷ انبیاء علیہم السّلام

فصل:۸ پیشین گوئیاں اور معجزۂ شق القمر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند باتیں

قارئین محترم کی خدمت میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے فکر و قلم کے شاہ کار تفہیم الاحادیث کا زیرنظر حصہ پیش کرتے ہوئے ہمیں یک گونہ خوشی و مسرت محسوس ہو رہی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اس عنایت کے لیے اس کے بے حد شکرگزار ہیں کہ اس نے ہمیں اکیسویں صدی کے بالکل آغاز میں اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات و فرمودات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب پیش کرنے کی توفیق بخشی۔ ہمیں یقین ہے کہ ملت اسلامیہ ہند کی طرف سے مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز کی اس پیش کش کا خیر مقدم کیا جائے گا اور حدیث کے اس مبارک سلسلے کو تمام انسانوں تک پہنچانے اور انھیں پیغام رسولؐ سے روشناس کرانے میں مکتبے کے ساتھ بھرپور تعاون کا مظاہرہ ہوگا۔

تفہیم الاحادیث مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کوئی مستقل تصنیف نہیں، بلکہ یہ ان احادیث کا مجموعہ ہے، جو مولانا محترم نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ''تفہیم القرآن'' اور بعض دوسری تصانیف میں حسب موقع نقل کی ہیں۔

صورت واقعہ یہ ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جس نہج پر اپنی مقبول عام تفسیر ''تفہیم القرآن'' کی چھے۶ جلدیں تحریر کی تھیں، بالکل اسی نہج پر وہ احادیث پر بھی کام کرنے کا عزم مصمّم کر چکے تھے۔ نہ صرف عزم مصمم کر چکے تھے، بلکہ انھوں نے اس کام کے لیے ایک ابتدائی خاکہ بھی تیار کر لیا تھا ـــــ لیکن اچانک وہ بیمار ہو گئے، پھر بیماری کا یہ سلسلہ اتنا طویل ہوتا گیا کہ انھیں اس سے نجات ہی نہ مل سکی۔ اسی بیماری میں ان کی مہلتِ عمر بھی ختم ہو گئی۔ اس کے بعد یہ کام التوا میں پڑ گیا۔ وفات کے کافی دنوں کے بعد مولانا محترم کے رفیق خاص مولانا خلیل احمد حامدیؒ ڈائریکٹر ادارۂ معارف اسلامی منصورہ کو اس کام کی فکر لاحق ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے ذمے داروں اور دوسرے ارباب علم و دانش کے مشوروں سے علوم اسلامیہ اور عربی ادب کے فاضل مشہور عالم و محقق مولانا عبدالوکیل علوی کو یہ ذمّے داری تفویض کی کہ وہ تفہیم القرآن اور دوسری تصانیف کی مدد سے مولانا محترم کے بنائے ہوئے خاکے میں رنگ بھریں۔ چنانچہ مولانا موصوف نے پورے کام کا از سر نو خاکہ تیار کیا اور ضروری کتب فراہم کر کے کام کا آغاز کر دیا۔

مولانا عبدالوکیل علوی کا نام تحریکی حلقے کے لیے غیر معروف و اجنبی نہیں ہے۔ وہ عربی ادب کے مایۂ ناز فاضل، اسلامی علوم کے ذہین عالم اور صاحب طرز اہل قلم کی حیثیت سے تعارف رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے مولانا مودودیؒ کی تصانیف کی مدد سے وہ متعدد ترتیبی و تخریجی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ سیرت سرور عالمؐ کی دو جلدیں ان کی ترتیبی و تخریجی صلاحیتوں کی بہترین نمایندگی کرتی ہیں۔

مولانا عبدالوکیل علوی نے اس کام میں کتنا وقت صرف کیا ہے، اور انھوں نے احادیث کی چھان بین یا ترتیب و تخریج میں کتنی عرق ریزی اور دقّتِ نظر سے کام لیا ہے، یہ سب بتانے کی ضرورت نہیں۔ پڑھنے والے خود ہی اس کا ادراک کرلیں گے۔ ’’مشک آنست کہ خود بہ بوید نہ کہ عطار بگوید‘‘ اصلی مشک خود اپنی مہک سے پہچان لیا جاتا ہے، اس کے لیے کسی عطار کی تعریف و توصیف کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز کی اس کوشش کو شرفِ قبول سے نوازے، تمام انسانوں کے لیے اِسے نفع بخش بنائے اور اس کی تیاری میں جن رفقاء اور کارکنوں نے حصہ لیا ہے، انھیں حدیثِ رسولؐ کی خدمت کی برکات سے سرفراز کرے۔

ناشر

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی

عرض مرتب

الحمد للہ تفہیم الاحادیث کے جس کارِ عظیم کو آج سے چند سال قبل شروع کیا تھا، اسے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے ۔ یہ سعادت محض خالق ارض وسما کے فضل وکرم اور اس کی توفیق خاص کی مرہون منت ہے، ورنہ ایں سعادت بہ زور بازو نیست۔ حقیقت یہ ہے کہ بڑے کٹھن مراحل سے گزر کر ساحل تکمیل تک پہنچنے کی اپنی حد تک ایک کاوش کی ہے۔

جب یہ کام شروع کیا گیا تب اندازہ ہوا کہ ایک ٹھوس علمی وتحقیقی کتاب اپنی طرف سے مدون ومرتب کرنے کے مقابلے میں مولانا محترم رحمتہ اللہ علیہ کے پورے ذخیرۂ کتب میں سے عبارتیں نکال کر کوئی کتاب ترتیب دینے کا کام کتنا محنت طلب ہے۔ تفہیم القرآن کی چھے جلدوں کے ساتھ ساتھ مولانا کے وسیع لٹریچر کو ایک خاص نقطہ نظر سے پڑھنا، تمام احادیث کے متون، تراجم، تشریحات اور فقہی مسائل کی الگ الگ نشان زدگی، پھر اس کی تشریح کے لیے مفید مطلب مناسب و موزوں عبارات پر نشان لگانا، ان کی نقول تیار کرنا اور سب سے آخر میں ان کی بہ اعتبارِ ابواب وفصول ترتیب اور ان کی عنوان بندی، یہ سارا کام اتنا صبر آزما تھا کہ بار بار دامن ہمت تار تار ہوجانے کا اندیشہ لاحق ہوتا رہا۔ مگر ایسے مواقع پر فضل ایزدی نے ڈھارس بندھائی اور کام جاری رہا۔ الحمد للہ آج اس کاوش اور سعی وجہد کا ثمرہ آپ کے سامنے ہے۔

تالیف وتدوین کا یہ کام اپنی نوعیت اور اہمیت کے اعتبار سے جتنا اہم اور عظیم ہے، اپنے حجم کے لحاظ سے اُسی قدر ضخیم بھی۔ مولانا کی تصانیف میں سے انتخاب کرکے جو مواد نقل کیا گیا، وہ سیکڑوں نہیں بل کہ ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں وہ تمام احادیث جمع کی گئی ہیں، جنھیں مولانا محترم نے اپنے پورے لٹریچر میں استعمال کیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اسے نقل کرنے سے پہلے پورے کا پورا لٹریچر ایک خاص نقطہ نظر سے پڑھا گیا، مفید مطلب عبارات پر نشان لگایا گیا اور واضح کیا گیا کہ یہ حدیث کا متن ہے اور یہ اس کا ترجمہ وتشریح۔ جن احادیث سے فقہی مسائل استنباط کیے گئے، ان پر الگ نشان لگایا گیا، متنِ حدیث کی بجائے کہیں محض ترجمہ ملا تو اسے بھی نکال لیا گیا۔

اس کام کی تکمیل پر کس قدر محنت کی گئی یا کتنی عرق ریزی سے یہ کام انجام پایا؟ اس کا صحیح اندازہ صرف انہیں کو ہوسکتا ہے، جنھوں نے کبھی اس وادیٔ پر خار میں قدم رکھا ہو۔ مولانا محترم نے زیادہ تر مقامات پر احادیث نقل کرتے وقت صرف اتنا کہہ دیا ہے کہ فلاں حدیث بخاری ومسلم میں ہے یا متفق علیہ یا ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے۔ اسی طرح احادیث کی دوسری کتب کے حوالے بھی دیے ہیں، مگر بخاری ومسلم نے اس حدیث کو کس کتاب میں، کس فصل یا باب میں اور کس عنوان کے تحت یا کتاب کے کس صفحے پر روایت کیا ہے؟ اس کا التزام کم ہی کیا جاسکا ہے۔ پھر مولانا محترم نے اکثر

مقامات پر حدیث کا صرف اتنا ہی جز نقل کیا ہے جتنا انہیں اس مقام کے لحاظ سے استشہاد کے لیے مطلوب تھا۔ پوری حدیث نقل نہیں کی اور پوری سند تو بہت ہی کم نقل ہو سکی ہے۔

اس نقل شدہ مواد کو ایک مفید کتاب کی صورت میں مرتب و مدون کرنے کے لیے ان تمام نقل شدہ احادیث کی سندیں شامل کی گئیں۔ جہاں حدیث کا ایک جزو استعمال کیا گیا، وہ پوری حدیث مع سند نقل کی گئی تا کہ قاری یہ جان سکے کہ یہ کس حدیث کا جزو ہے یا کس محدث نے اپنی کس کتاب اور اس کتاب کے کس باب یا فصل میں اور کس عنوان کے تحت روایت کیا ہے وغیرہ اور حدیث کے بارے میں محدث کی محدثانہ رائے کہ یہ حدیث کس درجے کی ہے، صحیح، حسن یا ضعیف وغیرہ بھی درج کی گئی ہے۔ مزید برآں ایسی احادیث بھی شامل کی گئی ہیں، جو ان کے مفہوم کی تائید کرتی ہیں، جنہیں مویدات کہہ سکتے ہیں۔ اس مفید اضافے سے اصل مواد کی ضخامت تو واقعۃً بڑھ گئی مگر فوائد میں بے حساب اضافہ بھی ہوا ہے۔

حدیث کی تخریج کے لیے جو اصول پیش نظر رکھا گیا ہے وہ یہ ہے:

سب سے پہلے حدیث کو (بخاری و مسلم) میں تلاش کیا گیا۔ اگر وہ ان میں مل گئی اور دونوں کے الفاظ بھی یکساں ملے تو اس صورت میں سند اور متن حدیث صحیح بخاری کا لیا گیا اور حوالے میں متفق علیہ درج کیا گیا ہے۔ اگر صحیحین کی روایت میں معنوی یکسانی تو موجود ہے مگر لفظی اختلاف ہے تو اس صورت میں بھی سند اور متن حدیث صحیح بخاری کا لیا گیا ہے اور صحیح مسلم کا اختلاف اور فرق الگ سے واضح کر دیا گیا ہے۔ اگر مولانا محترم نے خود ہی صحیح مسلم کی روایت لی ہے تو پھر اصل متن اسی روایت کو قرار دیا گیا ہے اور صحیح بخاری کی روایت میں جو اختلاف ہے، اسے واضح کر کے اس کا حوالہ دیا ہے اور اگر مولانا نے صحیحین کے علاوہ باقی کتب اربعہ یعنی سنن ابی داؤد، ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں سے کسی کا حوالہ دیا ہے اور وہ حدیث صحیحین میں سے کسی ایک میں بھی قدرے لفظی اختلاف یا فرق کے ساتھ موجود ہے تو اس صورت میں اصل ماخذ بیان کرنے کے بعد صحیحین کا حوالہ اور فرق و اختلاف بھی درج کرنے کی محتاط کوشش کی گئی ہے۔ اگر کوئی حدیث صحیحین میں نہ ملی تو پھر ابوداؤد کی روایت کو ترجیحاً نقل کیا گیا ہے۔ اگر ابوداؤد اور دیگر کتب میں بھی کوئی حدیث موجود ہے تو اصل متن کے طور پر ابوداؤد کی روایت درج کی گئی ہے اور باقی ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ اور دیگر کتب کے حوالے درج کیے گئے ہیں۔ حوالوں کے بارے میں میری یہ کوشش رہی ہے کہ حتی الوسع ایک حدیث کے زیادہ سے زیادہ ممکن الحصول ماخذ و مصادر درج کیے جائیں۔ اصل کتب ماخذ جتنی مجھے دستیاب ہو سکیں، ان سب کے حوالے دینے کی بساط بھر کوشش کی ہے۔ تخریج مواد، اس کو نقل کرنے، عبارات پر اعراب لگانے اور اضافہ شدہ عربی عبارات کا ترجمہ کرنے کے بعد نقل شدہ مواد کی روشنی میں اسے ایک کتابی صورت میں لانے کے لیے اس کی پہلے ابواب بندی کی گئی اور پھر انہیں فصول اور مختلف عناوین کے تحت تقسیم کیا گیا، پھر ذیلی عنوانات قائم کیے گئے۔ بعد ازاں حوالے جات اور احادیث کے نمبر لگائے گئے اور ان حوالوں کو اپنے اپنے مقام پر درج کیا گیا تا کہ قاری کو اگر کسی عبارت کے اصل ماخذ کی ضرورت محسوس ہو تو وہ بغیر کسی دشواری اور پریشانی کے اصل ماخذ سے رجوع کر سکے۔

آخر میں بارگاہِ رب العزت میں دست بہ دعا ہوں کہ اس کام کو اللہ تعالیٰ کے حضور شرف قبول حاصل ہو اور یہ مولانا محترم کے لیے بلندی درجات کا باعث بنے۔

وما توفیقی الا باللہ

خاکسار

عبدالوکیل علوی

قرآنیات

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ
وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ (الحشر:۷)

’’جو کچھ رسُول ؐ تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے تم کو
روک دے اس سے رُک جاؤ۔‘‘

فصل:۱

فضائل قرآن

قرآن مجید کی عظمت اور آفاقیت

مجید کا لفظ عربی زبان میں دو معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ایک بلند مرتبہ، باعظمت، بزرگ اور صاحبِ عزّت و شرف۔ دوسرے کریم، کثیر العطا، بہت نفع پہنچانے والا۔ قرآن کے لیے یہ لفظ ان دونوں معنوں میں استعمال فرمایا گیا ہے۔ قرآن اس لحاظ سے عظیم ہے کہ دُنیا کی کوئی کتاب اس کے مقابلے میں نہیں لائی جاسکتی۔ اپنی زبان اور ادب کے لحاظ سے بھی وہ معجزہ ہے اور اپنی تعلیم اور حکمت کے لحاظ سے بھی معجزہ۔ جس وقت وہ نازل ہوا تھا اُس وقت بھی انسان اُس کے مانند کلام بنا کر لانے سے عاجز تھے اور آج بھی عاجز ہیں۔ اس کی کوئی بات کسی زمانے میں غلط ثابت نہیں کی جاسکی ہے نہ کی جاسکتی ہے۔ باطل نہ سامنے سے اس کا مقابلہ کرسکتا ہے نہ پیچھے سے حملہ آور ہوکر اسے شکست دے سکتا ہے۔ اور اس لحاظ سے وہ کریم ہے کہ انسان جس قدر زیادہ اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرے اسی قدر زیادہ وہ اس کو رہنمائی دیتا ہے اور جتنی زیادہ اس کی پیروی کرے اتنی ہی زیادہ اسے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں حاصل ہوتی جاتی ہیں۔ اس کے فوائد ومنافع کی کوئی حد نہیں ہے جہاں جاکر انسان اس سے بے نیاز ہوسکتا ہو یا جہاں پہنچ کر اس کی نفع بخشی ختم ہوجاتی ہو۔

قرآن دنیا کی واحد کتاب ہے جس نے نوعِ انسانی کے افکار، اَخلاق، تہذیب اور طرزِ زندگی پر اتنی وسعت، اتنی گہرائی اور اتنی ہمہ گیری کے ساتھ اثر ڈالا ہے کہ دُنیا میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی ہے۔ پہلے اس کی تاثیر نے ایک قوم کو بدلا اور پھر اس قوم نے اُٹھ کر دُنیا کے ایک بہت بڑے حصے کو بدل ڈالا۔ کوئی دوسری کتاب ایسی نہیں ہے جو اس قدر انقلاب انگیز ثابت ہوئی ہو۔ پھر یہ کتاب صرف کاغذ کے صفحات پر لکھی نہیں رہ گئی ہے بلکہ عمل کی دُنیا میں اس کے ایک ایک لفظ نے خیالات کی تشکیل اور ایک مستقل تہذیب کی تعمیر کی ہے۔ ۱۴ سو برس سے اس کے ان اثرات کا سلسلہ جاری ہے، اور روز بروز اس کے یہ اثرات پھیلتے جارہے ہیں۔

جس موضوع سے یہ کتاب بحث کرتی ہے وہ ایک وسیع ترین موضوع ہے، جس کا دائرہ ازل سے ابد تک پوری کائنات پر حاوی ہے۔ وہ کائنات کی حقیقت اور اس کے آغاز وانجام اور اس کے نظم وآئین پر کلام کرتی ہے۔ وہ بتاتی ہے کہ اس کائنات کا خالق اور ناظم ومدبّر کون ہے، کیا اس کی صفات ہیں، کیا اس کے اختیارات ہیں، اور وہ حقیقتِ نفسُ الامری کیا ہے جس پر اُس نے یہ پورا نظامِ عالم قائم کیا ہے۔ وہ اس جہان میں انسان کی حیثیت اور اس کا مقام ٹھیک ٹھیک مشخص کرکے بتاتی ہے کہ یہ اس کا فطری مقام اور یہ اس کی پیدائشی حیثیت ہے جسے بدل دینے پر وہ قادر نہیں ہے۔ وہ بتاتی ہے کہ اس مقام

اور حیثیت کے لحاظ سے انسان کے لیے فکر و عمل کا صحیح راستہ کیا ہے جو حقیقت سے پوری مطابقت رکھتا ہے۔ اور غلط راستے کیا ہیں جو حقیقت سے متصادم ہوتے ہیں۔ صحیح راستے کے صحیح ہونے اور غلط راستوں کے غلط ہونے پر وہ زمین و آسمان کی ایک ایک چیز سے، نظام کائنات کے ایک ایک گوشے سے، انسان کے اپنے نفس اور اس کے وجود سے اور انسان کی اپنی تاریخ سے بے شمار دلائل پیش کرتی ہے۔ اس کے ساتھ وہ یہ بھی بتاتی ہے کہ انسان غلط راستوں پر کیسے اور کن اسباب سے پڑتا رہا ہے اور صحیح راستہ، جو ہمیشہ سے ایک ہی تھا اور ایک ہی رہے گا، کس ذریعے سے اس کو معلوم ہو سکتا ہے اور کس طرح ہر زمانے میں اس کو بتایا جاتا رہا ہے۔ وہ صحیح راستے کی طرف نشان دہی کر کے ہی نہیں رہ جاتی بلکہ اس راستے پر چلنے کے لیے ایک پورے نظام زندگی کا نقشہ پیش کرتی ہے جس میں عقائد، اخلاق، تزکیۂ نفس، عبادات، معاشرت، تہذیب، تمدن، معیشت، سیاست، عدالت، قانون، غرض حیاتِ انسانی کے ہر پہلو سے متعلق ایک نہایت مربوط ضابطہ بیان کر دیا گیا ہے۔ مزید برآں وہ پوری تفصیل کے ساتھ بتاتی ہے کہ اس صحیح راستے کی پیروی کرنے اور ان غلط راستوں پر چلنے کے کیا نتائج اس دنیا میں ہیں اور کیا نتائج دنیا کا موجودہ نظام ختم ہونے کے بعد ایک دوسرے عالم میں رونما ہونے والے ہیں۔ وہ اس دنیا کے ختم ہونے اور دوسرا عالم برپا ہونے کی نہایت مفصل کیفیت بیان کرتی ہے، اس تغیر کے تمام مراحل ایک ایک کر کے بتاتی ہے، دوسرے عالم کا پورا نقشہ نگاہوں کے سامنے کھینچ دیتی ہے، اور پھر بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہے کہ وہاں انسان کیسے ایک دوسری زندگی پائے گا۔ کس طرح اس کی دنیوی زندگی کے اعمال کا محاسبہ ہو گا، کن اُمور کی اس سے باز پُرس ہو گی، کسی ناقابل انکار صورت میں اُس کا پورا نامۂ اعمال اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا، کیسی زبردست شہادتیں اس کے ثبوت میں پیش کی جائیں گی، جزا اور سزا پانے والے کیوں جزا اور سزا پائیں گے، جزا پانے والوں کو کیسے انعامات ملیں گے اور سزا پانے والے کس کس شکل میں اپنے اعمال کے نتائج بھگتیں گے۔ اس وسیع مضمون پر جو کلام اس کتاب میں کیا گیا ہے وہ اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس کا مصنف کچھ صُغریٰ کبریٰ جوڑ کر چند قیاسات کی ایک عمارت تعمیر کر رہا ہے، بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ اس کا مصنّف حقیقت کا براہِ راست عِلم رکھتا ہے، اس کی نگاہ ازل سے ابد تک سب کچھ دیکھ رہی ہے۔ تمام حقائق اس پر عیاں ہیں، کائنات پوری کی پوری اس کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح ہے، نوعِ انسانی کے آغاز سے اس کے خاتمہ تک ہی نہیں بلکہ خاتمہ کے بعد اس کی دوسری زندگی تک بھی وہ اس کو بیک نظر دیکھ رہا ہے اور قیاس و گمان کی بنا پر نہیں بلکہ عِلم کی بنیاد پر انسان کی رہ نمائی کر رہا ہے۔ جن حقائق کو علم کی حیثیت سے وہ پیش کرتا ہے ان میں سے کوئی ایک بھی آج تک غلط ثابت نہیں کیا جا سکا ہے۔ جو تصورِ کائنات و انسان وہ پیش کرتا ہے وہ تمام مظاہر اور واقعات کی مکمل توجیہ کرتا ہے اور ہر شعبۂ علم میں تحقیق کی بنیاد بن سکتا ہے۔ فلسفہ و سائنس اور علومِ عمران کے تمام آخری مسائل کے جوابات اس کے کلام میں موجود ہیں اور ان سب کے درمیان ایسا منطقی ربط ہے کہ ان پر ایک مکمّل، مربوط اور جامع نظامِ فکر قائم ہوتا ہے۔ پھر عملی حیثیت سے جو رہ نمائی اس نے زندگی کے ہر پہلو کے متعلق انسان کو دی ہے وہ صرف انتہائی معقول اور انتہائی پاکیزہ ہی نہیں بلکہ ۱۴ سو سال سے رُوئے زمین کے مختلف گوشوں میں بے شمار انسان بالفعل اس کی پیروی کر رہے ہیں اور تجربے نے اس کو بہترین ثابت کیا ہے۔ کیا اس شان کی کوئی انسانی تصنیف دنیا میں موجود ہے یا کبھی موجود رہی ہے جسے اس کتاب کے مقابلے میں لایا جا سکتا ہو؟ (تفہیم القرآن سے اقتباسات)

قرآن حجت ہے

۱-اَلْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَکَ اَوْ عَلَیْکَ۔

”قرآن تمہارے حق میں حجت ہے یا تمہارے خلاف حجت ہے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: نَا حِبَّانُ بْنُ هِلَالٍ، قَالَ: نَا اَبَانٌ، قَالَ: نَا یَحْیٰ: اَنَّ زَیْدًا حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا سَلَّامٍ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِیْ مَالِکٍ الْاَشْعَرِیِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِیْزَانَ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ اَوْ تَمْلَاُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ وَالصَّلَاةُ نُوْرٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِیَاءٌ وَالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَکَ أَوْ عَلَیْکَ کُلُّ النَّاسِ یَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْ مُوْبِقُهَا۔ (۱)

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعری سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے طہارت نصف ایمان ہے۔ اور الحمد للہ کہنے کا اجر وثواب ترازو کو بھر دے گا اور سبحان اللہ والحمد للہ کہنا ترازو کو بھر دے گا یا فرمایا کہ یہ دونوں آسمان وزمین کے مابین جگہ کو پُر کر دیں گے (اگر ان کا ثواب جسم کی شکل فرض کرلیا جائے) نماز نور ہے اور صدقہ برہان ودلیل ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے حق میں حجت ہے یا تیرے خلاف حجت ہے۔ ہر انسان صبح کو اٹھتا ہے تو اپنے آپ کو فروخت کرنے والا ہوتا۔ (بایں طور کہ نیک عمل کر کے عذابِ الٰہی سے اپنے آپ کو) آزاد کرنے والا ہوتا ہے یا بُرے اعمال کر کے اسے تباہ وبرباد کرنے والا ہوتا ہے۔

تشریح: رسول اللہ ﷺ نے اس ایک چھوٹے سے فقرے میں بے نظیر بات ارشاد فرمائی ہے۔ اگر ایک آدمی قرآن مجید کی پیروی کرے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ بات پیش کرسکتا ہے کہ میں نے آپ ہی کے کلام کے مطابق عمل کیا ہے۔ یہ سب سے بڑی حجت اس کے حق میں ہوسکتی ہے اور اس کی بنا پر اس کی بخشش کا ہونا یقینی ہوسکتا ہے کیوں کہ اس نے اللہ کی کتاب کی پیروی کی۔ لیکن اگر کسی کے پاس کتاب الٰہی موجود ہو اور اس کے بعد وہ اس سے منہ موڑے اور اس کے خلاف عمل کرے تو کتابِ الٰہی اس کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوگی۔ دُنیا کا کوئی دوسرا شخص تو یہ عذر پیش کرسکتا ہے کہ آپ کا کلام ہم تک نہیں پہنچا تھا لیکن ہم مسلمان تو یہ نہیں کہہ سکتے۔ ہم تو دعویٰ کر رہے ہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ ہمارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول تھے اور انہوں نے ہی یہ کتاب ہم تک پہنچائی، اس لیے ہمارے سامنے کوئی راہِ فرار نہیں رہتی، نہ کوئی حجت رہ جاتی ہے۔ اگر ہم اس کے خلاف عمل کریں تو ہمارے اوپر مقدمہ ثابت ہو جاتا ہے۔ ہم خدا کے سامنے اس بات کی کوئی جواب دہی نہیں کرسکتے، کہ ہم قرآن سے مُنہ موڑ کر کسی کی لال کتاب اور کسی کی کالی کتاب کی طرف کیوں دوڑتے پھرتے تھے۔ (قرآن سرچشمۂ ہدایت، ص: ۴)

جو لوگ قرآن کو اپنا رہنما اور اپنے لیے کتاب آئین مان لیں ان کے لیے تو یہ خدا کی رحمت اور ان کے تمام ذہنی، نفسانی، اخلاقی اور تمدّنی امراض کا علاج ہے، مگر جو ظالم اسے رد کر کے اور اس کی رہنمائی سے منہ موڑ کر اپنے اوپر آپ ظلم کریں

ان کو یہ قرآن اس حالت پر بھی نہیں رہنے دیتا جس پر وہ اس کے نزول سے یا اس کے جاننے سے پہلے تھے، بلکہ یہ انہیں اُلٹا اس سے زیادہ خسارے میں ڈال دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک قرآن آیا نہ تھا یا جب تک وہ اس سے واقف نہ ہوئے تھے، ان کا خسارہ محض جہالت کا خسارہ تھا۔ مگر جب قرآن ان کے سامنے آگیا اور اس نے حق اور باطل کا فرق کھول کر رکھ دیا تو ان پر خدا کی حجت تمام ہوگئی۔ اب اگر وہ اسے رد کر کے گمراہی پر اصرار کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ جاہل نہیں بلکہ ظالم اور باطل پرست اور حق سے نفور ہیں۔ اب ان کی حیثیت وہ ہے جو زہر اور تریاق، دونوں کو دیکھ کر زہر انتخاب کرنے والے کی ہوتی ہے، اب اپنی گمراہی کے وہ پورے ذمے دار اور ہر گناہ جو اس کے بعد وہ کریں اس کی پوری سزا کے مستحق ہیں۔ یہ خسارہ جہالت کا نہیں بلکہ شرارت کا خسارہ ہے جسے جہالت کے خسارے سے بڑھ کر ہی ہونا چاہیے۔ یہی بات نبیؐ نے (مندرجہ بالا نہایت مختصر جملے میں بلاغت سے) بیان کی ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۲، بنی اسرائیل حاشیہ: ۱۰۲)

اللہ کا کلام دوسرے کلاموں سے اُسی طرح افضل ہے جس طرح خود اللہ تعالیٰ

۲- عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ وَ ذِکْرِیْ عَنْ مَسْأَلَتِیْ اَعْطَیْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِی السَّائِلِیْنَ، وَ فَضْلُ کَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰی خَلْقِهٖ۔ (رواہ الترمذی والدارمی والبیہقی)

''حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن مجید (کے مطالعہ) نے میرا ذکر کرنے اور مجھ سے دعا مانگنے سے روک رکھا ہو میں اُس کو وہ افضل ترین چیز دوں گا جو دعا مانگنے والوں کو دیتا ہوں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ کے کلام کی فضیلت باقی تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسی اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، نَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ الْعَبْدِیُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ اَبِیْ یَزِیْدَ الْهَمْدَانِیُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَیْسٍ، عَنْ عَطِیَّةَ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ وَ ذِکْرِیْ عَنْ مَسْأَلَتِیْ اَعْطَیْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِی السَّائِلِیْنَ، وَ فَضْلُ کَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰی خَلْقِهِ الحدیث۔ (۲)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید پڑھنے میں اس طرح مشغول رہا کہ اُسے اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے دوسرے اذکار و اَوراد مثلاً (سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) وغیرہ پڑھنے کی فرصت نہیں ملی، یہاں تک کہ دعا مانگنے کا بھی وقت نہیں ملا تو اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ جو بڑی سے بڑی چیز وہ دعا مانگنے والے کو دیتا ہے وہ اُس شخص کو اس کے دعا مانگے بغیر صرف قرآن پڑھنے کی برکت سے عطا کرے گا۔

یہ حدیثِ قدسی ہے۔ حدیث قدسی وہ ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان کیا ہو کہ اللہ تعالیٰ ایسا فرماتا ہے۔

حدیثِ قدسی اور قرآن میں فرق یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اور اس کے مضامین بھی۔ ان کے نازل ہونے کے بعد ان کو کتاب اللہ کا جز بنالیا جاتا تھا، چناں چہ جبریل علیہ السلام جب قرآن لاتے تھے تو رسول اللہ ﷺ کو یہ بتادیتے تھے کہ یہ قرآن کی آیت ہے اور اس کا محل فلاں آیت سے پہلے اور فلاں کے بعد ہے۔ اس کے برعکس حدیثِ قدسی میں الفاظ تو رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہیں لیکن معنی وہ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے دل پر القا کیے ہوں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیثِ قدسی میں الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں لیکن ان کو قرآن کا جز بنانا مقصود نہیں ہوتا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے متعدد دعائیں رسول اللہ ﷺ کو سکھائی ہیں۔ نماز میں جو اذکار پڑھے جاتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ سب اس غرض کے لیے نہیں تھے کہ انہیں قرآن کا جُز بنایا جائے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الٰہی الفاظ میں کوئی مضمون آتا تھا تو واضح طور پر یہ بتادیا جاتا تھا کہ یہ قرآن میں شامل کرنے کے لیے نازل کیا گیا ہے۔

یہ حدیث قدسی **اُعْطِی السَّائِلِیْنَ** پر ختم ہوجاتی ہے اب رسول اللہ ﷺ خود فرماتے ہیں کہ اللہ کے کلام کی فضیلت تمام کلاموں پر ویسی ہی ہے جیسی خود اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر ہے۔ جب یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو یہ مخلوق کے کلام سے اتنا ہی افضل ہے جتنا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے افضل ہے۔ اُوپر کے قول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا اضافہ اس لیے فرمایا کہ قرآن کے ماسوا مختلف اذکار و اَوراد کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا جو بھی ذکر کیا جاتا ہے اس کا واسطہ انسانی کلام ہے خدا کا کلام نہیں ہے۔ اور انسانی کلام خواہ کتنا ہی افضل اور اعلیٰ ہو وہ اللہ کے کلام کے مقابلے میں تو فروتر ہی ہوگا۔ اللہ کے کلام کو اس پر وہی برتری حاصل ہے جو اس کو اپنی مخلوق پر ہے۔ اس لیے جتنا وقت بھی تم نے اللہ کے کلام کو پڑھنے میں صرف کیا وہ بڑے قیمتی کام میں صرف ہوا کوئی وظیفہ پڑھتے یا دعا مانگتے تو اپنا وقت کمتر درجے کا کام میں صرف کرتے۔ اس طریقے سے رسول اللہ ﷺ نے یہ واضح فرمادیا کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے یا دعا مانگنے کے بجائے اپنا وقت قرآن ہی پڑھنے میں صرف کررہا ہو تو اسے وہ سب کچھ کیوں ملتا ہے جو دعا مانگنے والوں کو ملتا ہے۔

کیسی حالت میں قرآن کو چھونا جائز نہیں

۳- لَا یَمَسُّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا طَاهِرٌ۔

’’کوئی شخص قرآن کو نہ چھوئے مگر طاہر۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنِیْ یَحْیٰ عَنْ مَالِکٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ حَزْمٍ، اَنَّ فِی الْکِتَابِ الَّذِیْ کَتَبَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ : (اَنْ لَّا یَمَسَّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا طَاهِرٌ) (۳)

۴- حضرت علیؓ کی روایت جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ’’**اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ یَکُنْ یَحْجِزُهٗ عَنِ الْقُرْاٰنِ شَیْءٌ لَیْسَ الْجَنَابَةَ**‘‘ ’’رسول اللہ ﷺ کو کوئی چیز قرآن کی تلاوت سے نہ روکتی تھی سوائے جنابت کے۔‘‘ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

تخریج: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلِمَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰی عَلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَا وَ رَجُلَانِ. رَجُلٌ مِّنَّا وَ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ اَسَدٍ

اَحْسَبُ، فَبَعَثَهُمَا عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجْهًا وَ قَالَ: اِنَّكُمَا عِلْجَانِ فَعَالِجَا عَنْ دِيْنِكُمَا، ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ الْمَخْرَجَ، ثُمَّ خَرَجَ فَدَعَا بِمَآءٍ فَاَخَذَ مِنْهُ حَفْنَةً فَتَمَسَّحَ بِهَا ثُمَّ جَعَلَ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ، فَاَنْكَرُوْا ذٰلِکَ، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَيُقْرِئُنَا الْقُرْاٰنَ وَ يَاْكُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ وَلَمْ يَكُنْ يَحْجُبُهُ اَوْ قَالَ يَحْجِزُهُ عَنِ الْقُرْاٰنِ شَیْءٌ لَيْسَ الْجَنَابَةَ۔ (٤)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن سلمہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں اور دو اور آدمی حضرت علیؓ کے پاس گئے۔ حضرت علیؓ نے ہمارے ایک آدمی اور بنی اسد کے ایک آدمی کو ایک طرف بھیجا اور فرمایا کہ تم دونوں توانا وقوی آدمی ہو۔ اپنے دین کے لیے دفاع کرو اپنے زور اور قوت وطاقت کے ذریعہ، بعد ازاں حضرت علیؓ قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ واپس آ کر پانی طلب فرمایا، ایک چلو پانی لے کر اپنے چہرے پر ملا۔ اس کے بعد قرآن پڑھنے لگے، لوگوں نے اسے ناپسند کیا تب حضرت علیؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء سے فارغ ہو کر ہمیں قرآن پڑھاتے تھے، ہمارے ساتھ گوشت تناول فرمایا کرتے تھے۔ جنابت کے ماسوا کوئی دوسرا امر آپ کو اس سے نہ روکتا تھا۔

۵– ابن عمرؓ کی روایت جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لَا تَقْرَءُ الْحَائِضُ وَالْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْاٰنِ** ”حائضہ اور جنبی قرآن کا کوئی حصہ نہ پڑھے۔“ (ابوداؤد، ترمذی)

تخریج: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ قَالَا: نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ مُوْسٰى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَ: لَا تَقْرَءُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ (٥)

تشریح: امام مالکؒ نے مؤطا میں عبد اللہ بن ابو بکر محمد بن عمرو بن حزم کی یہ رائے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو تحریری احکام عمرو بن حزم کے ہاتھ یمن کے رؤساء کو لکھ کر بھیجے تھے ان میں ایک حکم یہ بھی تھا کہ ”کوئی شخص قرآن کو نہ چھوئے مگر طاہر۔ یہی بات ابو داؤد نے مراسیل میں امام زُہری سے نقل کی ہے کہ انہوں نے ابو بکر محمد بن عمرو بن حزم کے پاس رسول اللہ ﷺ کی جو تحریر دیکھی تھی اس میں یہ حکم بھی تھا۔

بخاری کی روایت جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم ہرقل کو جو نامۂ مبارک بھیجا تھا اس میں قرآن مجید کی یہ آیت بھی لکھی ہوئی تھی ”**يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ**...(آل عمران:٦٤)

صحابہؓ اور تابعین کے مسالک

صحابہؓ اور تابعین سے اس مسئلے میں جو مسالک منقول ہیں وہ یہ ہیں:

حضرت سلمان فارسیؓ وضو کے بغیر قرآن پڑھنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، مگر ان کے نزدیک اس حالت میں قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہ تھا۔ یہی مسلک حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا بھی تھا اور حضرت حسن بصری اور

ابراہیم نخعی بھی وضو کے بغیر مصحف کو ہاتھ لگانا مکروہ سمجھتے تھے۔ (احکام القرآن للجصّاص) عطاء اور طاؤس اور شعبی اور قاسم بن محمد سے بھی یہی بات منقول ہے (المُغنی لابن قُدامه) البتہ قرآن کو ہاتھ لگائے بغیر اس میں دیکھ کر پڑھنا، یا اس کو یاد سے پڑھنا ان سب کے نزدیک بے وضو بھی جائز تھا۔

جنابت اور حیض ونفاس کی حالت میں قرآن پڑھنا حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت حسن بصری، حضرت ابراہیم نخعی اور امام زہریؒ کے نزدیک مکروہ تھا۔ مگر ابن عباسؓ کی رائے یہ تھی اور اسی پر ان کا عمل بھی تھا کہ قرآن کا جو حصہ پڑھنا آدمی کا معمول ہو وہ اسے یاد سے پڑھ سکتا ہے۔ حضرت سعید بن المسیّب اور سعید بن جبیر سے اس مسئلے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا، کیا قرآن اس کے حافظہ میں محفوظ نہیں ہے؟ پھر اس کے پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ (المغنی اور المحلّٰی لابن حزم)

فقہاء کے مسالک

فقہاء کے مسالک اس مسئلے میں حسب ذیل ہیں:

مسلک حنفی کی تشریح امام علاء الدین الکاسانی نے بدائع الصنائع میں یوں کی ہے:

”جس طرح بے وضو نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اُسی طرح قرآن مجید کو ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں۔ البتہ اگر وہ غلاف کے اندر ہو تو ہاتھ لگایا جا سکتا ہے۔ غلاف سے مراد بعض فقہاء کے نزدیک جلد ہے اور بعض کے نزدیک وہ خریطہ یا لفافہ یا جُزدان ہے جس کے اندر قرآن رکھا جاتا ہے اور اس میں سے نکالا بھی جا سکتا ہے۔ اسی طرح تفسیر کی کتابوں کو بھی بے وضو ہاتھ نہ لگانا چاہیے، نہ کسی ایسی چیز کو جس میں قرآن کی کوئی آیت لکھی ہوئی ہو۔ البتہ فقہ کی کتابوں کو ہاتھ لگایا جا سکتا ہے اگرچہ مستحب یہی ہے کہ ان کو بھی بے وضو ہاتھ نہ لگایا جائے، کیوں کہ ان میں بھی آیات قرآنی بطورِ استدلال درج ہوتی ہیں۔ بعض فقہائے حنفیہ اس بات کے قائل ہیں کہ مصحف کے صرف اس حصے کو بے وضو ہاتھ لگانا درست نہیں ہے جہاں قرآن کی عبارت لکھی ہوئی ہو، باقی رہے حواشی تو خواہ وہ سادہ ہوں یا ان میں بطور تشریح کچھ لکھا ہوا ہو، ان کو ہاتھ لگانے میں مضائقہ نہیں۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ حواشی بھی مصحف ہی کا ایک حصہ ہیں۔ رہا قرآن پڑھنا، تو وہ وضو کے بغیر جائز ہے۔“ فتاویٰ عالمگیری میں بچوں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، تعلیم کے لیے قرآن مجید بچوں کے ہاتھ میں دیا جا سکتا ہے خواہ وہ وضو سے ہوں یا بے وضو۔

مسلک شافعیؒ کو امام نووی نے المنہاج میں اس طرح بیان کیا ہے۔ ”نماز اور طواف کی طرح مصحف کو ہاتھ لگانا اور اس کے کسی ورق کو چھونا بھی وضو کے بغیر حرام ہے۔ اسی طرح قرآن کی جلد کو چھونا بھی ممنوع ہے اور اگر قرآن کسی خریطے، غلاف یا صندوق میں ہو، یا درس قرآن کے لیے اسی کا کوئی حصہ تختی پر لکھا ہوا ہو تو اس کو بھی ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ البتہ قرآن کسی کے سامان میں رکھا ہو، یا تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہوا ہو، یا کسی سکّہ میں اس کا کوئی حصہ درج ہو تو اسے ہاتھ لگانا حلال ہے، بچہ اگر بے وضو ہو تو وہ بھی قرآن کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور بے وضو آدمی اگر قرآن پڑھے تو لکڑی یا کسی اور چیز سے وہ اس کا ورق پلٹ سکتا ہے۔

مالکیہ کا مسلک جو الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں نقل کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء کے ساتھ وہ اس امر میں متفق ہیں کہ مصحف کو ہاتھ لگانے کے لیے وضو شرط ہے۔ لیکن قرآن کی تعلیم کے لیے وہ استاد اور شاگرد دونوں کو اس سے مستثنیٰ کرتے

ہیں۔ بلکہ حائضہ عورت کے لیے بھی وہ بغرضِ تعلیم مصحف کو ہاتھ لگانا جائز قرار دیتے ہیں، ابن قدامہ نے المغنی میں امام مالک کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جنابت کی حالت میں تو قرآن پڑھنا ممنوع ہے، مگر حیض کی حالت میں عورت کو قرآن پڑھنے کی اجازت ہے، کیوں کہ ایک طویل مدت تک اگر ہم اسے قرآن پڑھنے سے روکیں گے تو وہ بھول جائے گی۔

حنبلی مذہب کے احکام جو ابن قُدامہ نے نقل کیے ہیں یہ ہیں کہ ''جنابت کی حالت میں اور حیض و نفاس کی حالت میں قرآن یا اس کی کسی پوری آیت کو پڑھنا جائز نہیں ہے البتہ بسم اللہ، الحمد للہ وغیرہ کہنا جائز ہے، کیوں کہ اگر چہ یہ بھی کسی نہ کسی آیت کے اجزا ہیں، مگر ان سے تلاوتِ قرآن مقصود نہیں ہوتی۔ رہا قرآن کو ہاتھ لگانا، تو وہ کسی حال میں وضو کے بغیر جائز نہیں۔ البتہ قرآن کی کوئی آیت کسی خط یا فقہ کی کسی کتاب، یا کسی اور تحریر کے سلسلے میں درج ہو تو اسے ہاتھ لگانا ممنوع نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن اگر کسی چیز میں رکھا ہوا ہو تو اسے وضو کے بغیر اٹھایا جا سکتا ہے۔ تفسیر کی کتابوں کو ہاتھ لگانے کے لیے بھی وضو شرط نہیں ہے۔ نیز بے وضو آدمی کو اگر کسی فوری ضرورت کے لیے قرآن کو ہاتھ لگانا پڑے تو وہ تیمّم کر سکتا ہے۔'' الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں مسلک حنبلی کا یہ مسئلہ بھی درج ہے کہ بچوں کے لیے تعلیم کی غرض سے بھی وضو کے بغیر قرآن کو ہاتھ لگانا درست نہیں ہے اور یہ ان کے سرپرستوں کا فرض ہے کہ وہ قرآن ان کے ہاتھ میں دینے سے پہلے انہیں وضو کرائیں

ظاہریہ کا مسلک یہ ہے کہ قرآن پڑھنا اور اس کو ہاتھ لگانا ہر حال میں جائز ہے خواہ آدمی بے وضو ہو یا جنابت کی حالت میں ہو یا عورت حیض کی حالت میں ہو۔ ابن حزم نے **اَلْمُحَلّٰی** (جلد اوّل، صفحہ ۷۷ تا ۸۴) میں اس مسئلے پر مفصّل بحث کی ہے جس میں انہوں نے اس مسلک کی صحت کے دلائل دیے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ فقہاء نے قرآن پڑھنے اور اس کو ہاتھ لگانے کے لیے جو شرائط بیان کی ہیں ان میں سے کوئی بھی قرآن و سنت سے ثابت نہیں ہے۔

(**لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ**) (دراصل) تردید ہے کفّار کے اُن الزامات کی جو وہ قرآن پر لگایا کرتے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو کاہن قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کلام آپ پر جن اور شیاطین اِلقا کرتے ہیں۔ اس کا جواب قرآن مجید میں متعدد مقامات پر دیا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ شعراء میں ارشاد ہوا ہے **وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ o وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ o اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ** ''اس کو لے کر شیاطین نہیں اترے ہیں، نہ یہ کلام ان کو سجتا ہے اور نہ وہ ایسا کر ہی سکتے ہیں۔ وہ تو اس کی سماعت تک سے دور رکھے گئے ہیں'' (آیات ۲۱۰ تا ۲۱۲) اسی مضمون کو یہاں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ ''اسے مطہّرین کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا''، یعنی شیاطین کا اسے لانا، یا اس کے نزول کے وقت اس میں دخل انداز ہونا تو درکنار، جس وقت یہ لوحِ محفوظ سے نبیؐ پر نازل کیا جاتا ہے اُس وقت مطہرین، یعنی پاک فرشتوں کے سوا کوئی قریب پھٹک بھی نہیں سکتا۔ فرشتوں کے لیے مطہرین کا لفظ اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر قسم کے ناپاک جذبات اور خواہشات سے پاک رکھا ہے۔

اس آیت کی یہی تفسیر انس بن مالکؓ، ابن عباسؓ، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، قتادہ، ابو العالیہ، سدّی، ضحّاک اور ابن زید نے بیان کی ہے، اور نظمِ کلام کے ساتھ بھی یہی مناسبت رکھتی ہے۔ کیوں کہ سلسلۂ کلام خود یہ بتا رہا ہے کہ توحید اور آخرت کے متعلق کفارِ مکہ کے غلط تصوّرات کی تردید کرنے کے بعد اب قرآن مجید کے بارے میں اُن کے جھوٹے گمانوں کی

تردید کی جا رہی ہے اور مواقع نجوم کی قسم کھا کر یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ ایک بلند پایہ کتاب ہے، اللہ تعالیٰ کے محفوظ نوشتے میں ثبت ہے جس میں کسی مخلوق کی دراندازی کا کوئی امکان نہیں، اور نبی پر ایسے طریقے سے نازل ہوتی ہے کہ پاکیزہ فرشتوں کے سوا کوئی اسے چھو تک نہیں سکتا۔

بعض مفسّرین نے اس آیت میں لا کو نہی کے معنی میں لیا ہے اور آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ''کوئی ایسا شخص اسے نہ چھوئے جو پاک نہ ہو'' یا ''کسی ایسے شخص کو اسے نہ چھونا چاہیے جو ناپاک ہو'' اور بعض دوسرے مفسّرین اگرچہ لا کو نفی کے معنی میں لیتے ہیں اور آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ ''اس کتاب کو مطہرین کے سوا کوئی نہیں چھوتا''، مگر ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ نفی اسی طرح نہی کے معنی میں ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ **اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ** ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا'' اس میں اگرچہ خبر دی گئی ہے کہ مسلمان مسلمان پر ظلم نہیں کرتا، لیکن دراصل اس سے یہ حکم نکلتا ہے کہ مسلمان مسلمان پر ظلم نہ کرے۔ اسی طرح اس آیت میں اگرچہ فرمایا یہ گیا ہے کہ پاک لوگوں کے سوا قرآن کو کوئی نہیں چھوتا، مگر اس سے حکم یہ نکلتا ہے کہ جب تک کوئی شخص پاک نہ ہو، وہ اس کو نہ چھوئے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تفسیر آیت کے سیاق وسباق سے مطابقت نہیں رکھتی، سیاق وسباق سے الگ کر کے تو اس کے الفاظ سے یہ مطلب نکالا جا سکتا ہے، مگر جس سلسلۂ کلام میں یہ وارد ہوئی ہے اس میں رکھ کر اسے دیکھا جائے تو یہ کہنے کا سرے سے کوئی موقع نظر نہیں آتا کہ ''اس کتاب کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہ چھوئے۔'' کیوں کہ یہاں تو کفار مخاطب ہیں اور ان کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ اللہ رب العالمین کی نازل کردہ کتاب ہے، اس کے بارے میں تمہارا یہ گمان قطعی غلط ہے کہ اسے شیاطین نبیؐ پر القا کرتے ہیں۔ اس جگہ یہ شرعی حکم بیان کرنے کا آخر کیا موقع ہو سکتا تھا کہ کوئی شخص طہارت کے بغیر اس کو ہاتھ نہ لگائے؟ زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ آیت یہ حکم دینے کے لیے نازل نہیں ہوئی ہے مگر فحوائے کلام اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کتاب کو صرف مطہرین ہی چھو سکتے ہیں، اُسی طرح دنیا میں بھی کم از کم وہ لوگ جو اس کے کلامِ الٰہی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، اسے ناپاکی کی حالت میں چھونے سے اجتناب کریں۔ (تفہیم القرآن ج ۵، الواقعہ حاشیہ: ۳۹)

قرآن سب سے بڑی دولت ہے

۶- عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَھْلِہٖ اَنْ یَّجِدَ فِیْہِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ، قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: فَثَلَاثُ آیَاتٍ یَّقْرَأُ بِھِنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِہٖ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ۔ (رواہ مسلم)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ جب وہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جائے تو وہ دیکھے کہ اس کے ہاں تین حاملہ، بڑی جسیم اور فربہ اُونٹنیاں کھڑی ہیں؟ ہم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ، ہم یہ چاہتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ تین آیتیں، جو تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں پڑھے، یہ اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہیں کہ وہ اپنے گھر پر تین ایسی حاملہ جسیم اور فربہ اُونٹنیاں پائے۔''

تخریج: حَدَّثَنا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، وَ اَبُوْ سَعِیْدٍ الْاَشَجُّ، قَالَا: نَا وَکِیْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ اَنْ یَّجِدَ فِیْهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ، قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: فَثَلَاثُ آیَاتٍ یَّقْرَاُ بِهِنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ۔ (٦)

تشریح: بڑی جسیم اور حاملہ اونٹنی عربوں کے نزدیک بہترین مال تھا۔ اس لیے نبی ﷺ نے اس سے مثال دی کہ اگر تم نماز میں قرآن کی تین آیتیں پڑھو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تمہارے گھر پر مفت کی تین اونٹنیاں آ کھڑی ہوں۔

اس مثال سے رسول اللہ ﷺ نے اہلِ ایمان کے ذہن نشین یہ بات کرائی کہ قرآن ان کے لیے کتنی بڑی رحمت ہے اور قرآن کی شکل میں کتنی بڑی دولت ان کے ہاتھ آئی ہے۔ انہیں اس بات کا احساس دلایا گیا کہ ان کے نزدیک جو بڑی سے بڑی دولت ہو سکتی ہے، یہ قرآن اور اس کی ایک ایک آیت اس سے زیادہ بڑی دولت ہے۔

قرآن دُنیا اور آخرت میں سربلندی کا ذریعہ

۷- عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ بِهٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَ یَضَعُ بِهٖ اٰخَرِیْنَ۔ (رواہ مسلم)

”حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے سے کچھ لوگوں کو اُٹھائے گا اور کچھ لوگوں کو گرائے گا۔“

تخریج: حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: نَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ، اَنَّ نَافِعَ بْنَ عَبْدِ الْحَارِثِ لَقِیَ عُمَرَ بِعُسْفَانَ وَکَانَ عُمَرُ یَسْتَعْمِلُهٗ عَلٰی مَکَّةَ۔ فَقَالَ: مَنِ اسْتَعْمَلْتَ عَلٰی اَهْلِ الْوَادِیْ؟ فَقَالَ: ابْنُ اَبْزٰی، قَالَ: وَ مَنِ ابْنُ اَبْزٰی؟ قَالَ: مَوْلًی مِنْ مَوَالِیْنَا، قَالَ: فَاسْتَخْلَفْتَ عَلَیْهِمْ مَوْلًی؟ قَالَ: اِنَّهٗ قَارِیٌٔ لِکِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَ اِنَّهٗ عَالِمٌ بِالْفَرَائِضِ، قَالَ عُمَرُ: اَمَا اِنَّ نَبِیَّکُمْ ﷺ قَدْ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ بِهٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَ یَضَعُ بِهٖ اٰخَرِیْنَ۔ (۷)

تشریح: مراد یہ ہے کہ جو لوگ اس کتاب کو لے کر کھڑے ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ اُنہیں ترقی دے گا اور دنیا اور آخرت دونوں میں سربلند کرے گا۔ لیکن جو لوگ اس کتاب کو لے کر بیٹھ رہیں گے اور اس کے مطابق عمل نہیں کریں گے یا اس کتاب کو رد کر دیں گے اللہ تعالیٰ ان کو گرا دے گا۔ ان کے لیے نہ دنیا کی سربلندی ہے اور نہ آخرت کی سرخروئی۔

قرآن مجید قیامت کے روز شفیع بن کر آئے گا

۸- عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: اِقْرَاُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ یَاْتِیْ یَوْمَ

الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِاَصْحَابِهٖ، اِقْرَاُو الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَ سُوْرَةَ اٰلِ عِمْرَانَ فَاِنَّهُمَا تَاْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ كَاَنَّهُمَا غَيَابَتَانِ اَوْ كَاَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِهِمَا، اِقْرَاُوا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَ تَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ۔ (رواہ مسلم)

’’حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے قرآن مجید پڑھا کرو کیوں کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفیع (سفارش کرنے والا) بن کر آئے گا۔ دو چمکتی ہوئی روشن سُورتیں البقرہ اور آلِ عمران پڑھا کرو۔ کیوں کہ یہ دونوں قیامت کے روز اس طرح سے آئیں گی جیسے کہ وہ چھتریاں ہیں یا سایہ کرنے والے بادل ہیں یا پرندوں کے دو جھنڈ ہیں جو پر پھیلائے ہوئے ہوں۔ وہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے حجت پیش کرنے والی ہوں گی۔ سورۃ البقرہ پڑھا کرو کیوں کہ اس کا اختیار کرنا برکت ہے اور اس کا چھوڑ دینا حسرت ہے اور باطل پرست اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنِی الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْحُلْوَانِیُّ قَالَ: نَا اَبُوْ تَوْبَةَ، وَ هُوَ الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: نَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِی ابْنُ سَلَّامٍ، عَنْ زَيْدٍ، اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَلَّامٍ، يَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیُّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، يَقُوْلُ: اِقْرَؤُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ يَاْتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِاَصْحَابِهٖ، اِقْرَاُو الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَ سُوْرَةَ اٰلِ عِمْرَانَ فَاِنَّهُمَا تَاْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ كَاَنَّهُمَا غَيَابَتَانِ اَوْ كَاَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِهِمَا، اِقْرَاُوا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَ تَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ۔ (۸)

تشریح: اس حدیث میں پہلی بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ قرآن مجید پڑھا کرو کیوں کہ وہ قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفیع بن کر آئے گا۔ شفیع بن کر آنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ انسانی شکل میں کھڑا ہو کر سفارش کرے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے دنیا میں قرآن پڑھا اور اس کے مطابق اپنی زندگی کی اصلاح کی تو اس کا یہ عمل آخرت میں اس کی شفاعت کا موجب بنے گا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ بات پیش ہو گی کہ اس بندے نے آپ کی کتاب پڑھی تھی۔ اس کے دل میں ایمان تھا جس کی بنا پر اُس نے اس کتاب کی طرف رجوع کیا تھا اور اس کے پڑھنے میں اپنا وقت صرف کیا تھا۔ اس نے اس سے احکام معلوم کرنے اور ہدایات حاصل کرنے اور پھر اپنی زندگی کو ان کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی تھی۔ یہ ساری چیزیں اس نے ایمان ہی کی بنا پر تو کی تھیں۔ اس لیے اپنے اس بندے کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کیجیے اور اسے اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے نوازیے۔

دوسری چیز حضورؐ نے یہ ارشاد فرمائی کہ قرآن مجید کی دو نہایت روشن سورتیں یعنی البقرہ اور آل عمران پڑھا کرو۔ ان کو جس بنا پر روشن سورتیں فرمایا گیا وہ یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں کے اندر اہلِ کتاب اور مشرکین پر حجت تمام کردی گئی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کو بھی ان سورتوں میں ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے بارے میں پوری پوری ہدایات دے دی گئیں، ان کی جنگ کے بارے میں بھی، ان کی صلح کے بارے میں بھی، ان کے نظامِ اقتصاد کے بارے میں بھی اور ان کے نظامِ اخلاق کے متعلق بھی۔ غرض ان دونوں سورتوں میں قرآن مجید کی ساری تعلیمات بڑی حد تک بیان ہوگئی ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ یہ دو روشن سورتیں پڑھا کرو۔ قیامت کے روز یہ اس طرح آئیں گی جیسے کوئی چھتری یا بادل ہو یا جیسے پرندوں کے جھنڈ ہوں جو اپنے پر پھیلائے ہوئے ہوں، اور یہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے حجت پیش کرنے والی اور ان کی حمایت کرنے والی ہوں گی، قیامت کے روز جب کہ کسی کے لیے سایہ نہ ہوگا یہ سورتیں اُس بندۂ مومن کے لیے سایہ بنی ہوئی ہوں گی جو دنیا میں ان کی تلاوت کرتا رہا اور ان سے احکام معلوم کرکے ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس طرح یہ سورتیں آدمی کو قیامت کے روز کی سختیوں سے بچانے والی ہوں گی۔

پھر خاص طور پر سورہ بقرہ کے متعلق فرمایا کہ جو شخص اسے پڑھتا ہے اس کے لیے اس کا پڑھنا باعثِ برکت ہے اور جو اسے چھوڑتا ہے اس کا چھوڑنا اس کے لیے باعثِ حسرت ہے۔ وہ شخص قیامت کے روز افسوس کرے گا کہ دنیا میں اتنی بڑی نعمت سورۂ بقرہ کی شکل میں اس کے پاس آئی تھی۔ مگر اُس نے اس سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا، اس کی کچھ قدر نہ کی۔ پھر فرمایا کہ باطل پرست لوگ اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مراد یہ ہے کہ جس شخص کے اندر ذرہ برابر بھی باطل پرستی موجود ہوگی وہ اس سورہ کو برداشت نہیں کر سکے گا کیوں کہ اس کے اندر اوّل سے لے کر آخر تک ایسے باطل شکن مضامین بیان کیے گئے ہیں کہ کوئی باطل پرست اس سورت کا تحمل نہیں کرسکتا۔

قرآن ہر زمانے کے فتنوں سے بچانے والا ہے

۹- عَنِ الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ قَالَ مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ يَخُوضُوْنَ فِي الْاَحَادِيْثِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَلِيٍّ فَقُلْتُ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَلَا تَرٰى اَنَّ النَّاسَ قَدْ خَاضُوْا فِي الْاَحَادِيْثِ قَالَ: وَ قَدْ فَعَلُوْهَا؟ قُلْتُ نَعَمْ۔ قَالَ اَمَا اِنِّيْ قَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ، قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ، فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَ خَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَ حُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ، هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ، مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَ مَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ، وَ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَ هُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَ هُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ، هُوَ الَّذِيْ لَا تَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِيْ عَجَائِبُهٗ، هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ، مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ وَ مَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ وَ مَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ وَ مَنْ دَعَا اِلَيْهِ هَدٰى اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

(رواه الترمذی والدارمی)

''حضرت حارثؒ اعور بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں (کوفے کی) مسجد میں لوگوں کے پاس سے گزرا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ لایعنی باتوں میں مشغول ہیں۔ میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے انہیں اس چیز کی خبر دی (کہ لوگ اس طرح مسجد میں بیٹھے ہوئے فضول باتیں کررہے ہیں) حضرت علیؓ نے فرمایا: کیا لوگ واقعی ایسا کررہے ہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ''خبردار رہو! عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے'' میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ، اس سے بچنے کی صورت کیا ہوگی؟'' حضورؐ نے ارشاد فرمایا کتابُ اللہ۔ اس میں اس چیز کی خبر بھی ہے کہ تم سے پہلے کی قوموں پر کیا گزری، اور اس بات کی خبر بھی ہے کہ تمہارے بعد میں آنے والوں پر کیا گزرے گی، اور اس چیز کا ذکر بھی ہے کہ تمہارے معاملات کے درمیان فیصلہ کرنے کی صورت کیا ہے۔

یہ قرآن ایک سنجیدہ اور فیصلہ کن کلام ہے، کوئی مذاق کی چیز نہیں ہے۔ جو کوئی ظالم و جبار شخص اس قرآن کو چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو کچل کر رکھ دے گا اور جس نے اسے چھوڑ کر کسی اور جگہ سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی اللہ اسے گمراہ کردے گا اور یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے اور یہ حکیمانہ نصیحت ہے، اور یہی سیدھا راستہ ہے۔ یہ قرآن وہ چیز ہے کہ تخیلات اسے غلط راستے پر نہیں لے جاسکتے اور زبانیں اس میں کسی قسم کی آمیزش نہیں کرسکتیں اور علماء کبھی اس سے سیر نہیں ہوسکتے اور خواہ اس کو کتنا ہی پڑھیں یہ پُرانا نہیں ہوتا اور اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ یہ قرآن ایسی چیز ہے کہ جب جنوں نے اس کو سُنا تو وہ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ ''ہم نے ایک بڑا ہی عجیب قرآن سنا ہے جو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس لیے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں۔'' جو شخص قرآن کے مطابق بات کرے گا وہ سچی بات کرے گا اور جو اس کے مطابق عمل کرے گا یقیناً اجر پائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا ضرور عدل کا فیصلہ کرے گا اور جو لوگوں کو اس کی پیروی کی دعوت دے گا وہ سیدھے راستے کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرے گا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ الْجُعْفِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ حَمْزَةَ الزَّيَّاتَ عَنْ اَبِى الْمُخْتَارِ الطَّائِيِّ، عَنِ ابْنِ اَخِى الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ، عَنِ الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ، قَالَ: مَرَرْتُ فِى الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ يَخُوْضُوْنَ فِى الْاَحَادِيْثِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَلِيٍّ فَقُلْتُ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَلَا تَرٰى اَنَّ النَّاسَ قَدْ خَاضُوْا فِى الْاَحَادِيْثِ قَالَ: وَ قَدْ فَعَلُوْهَا؟ قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ اَمَا اِنِّى قَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ، قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ، فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَ خَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَ حُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ، هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ، مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَ مَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِىْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ، وَ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَ هُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَ هُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ، هُوَ الَّذِىْ لَا تَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِىْ عَجَائِبُهُ، هُوَ الَّذِىْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا

قُرْاٰنًا عَجَبًا یَھْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ، مَنْ قَالَ بِہٖ صَدَقَ وَ مَنْ عَمِلَ بِہٖ اُجِرَ وَ مَنْ حَکَمَ بِہٖ عَدَلَ وَ مَنْ دَعَا اِلَیْہِ ھَدٰی اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

تمام روایات بیان کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں خُذْھَا اِلَیْکَ یَا اَعْوَرُ۔ پھر فرماتے ہیں:

ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ حَمْزَۃَ الزَّیَّاتِ وَ اِسْنَادُہٗ مَجْھُوْلٌ وَ فِیْ حَدِیْثِ الْحَارِثِ مَقَالٌ۔ (۹)

تشریح: اس حدیث میں نبی ﷺ نے قرآن مجید کی اولین خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے کہ اس میں گزشتہ قوموں کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ جن قوموں نے بھلائی کی روش اختیار کی ان کی اس روش کا کیا نتیجہ برآمد ہوا اور جن قوموں نے سیدھی راہ اختیار نہ کی ان کا کیا انجام ہوا۔ اسی طرح یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آئندہ غلط راستے پر چلنے والوں کا کیا انجام ہونا ہے اور صحیح راستے پر چلنے والوں کے لیے کیا بھلائی مقدر ہے۔ مزید برآں اس میں یہ بات بھی سمجھا دی گئی ہے کہ اگر کبھی تمہارے درمیان اختلافات رُونما ہوں تو ان کا فیصلہ کس طرح کیا جانا چاہیے۔

☆ **ھُوَ الْفَصْلُ** کے معنی یہ ہیں کہ قرآن مجید دوٹوک اور فیصلہ کن بات کہتا ہے اور پوری سنجیدگی کے ساتھ کہتا ہے۔ اس میں کوئی ایک بات بھی بطورِ مذاق نہیں کہہ دی گئی ہے کہ اس کے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی فرق واقع نہ ہوتا ہو۔

پھر فرمایا کہ جو شخص قرآن کو چھوڑ کر کسی اور جگہ سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اللہ اسے گمراہ کر دے گا۔ مراد یہ ہے کہ اس کتاب کے سوا اب اور کسی جگہ سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ اگر کسی دوسرے ذریعے کی طرف رجوع کرو گے تو سوائے گمراہی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

☆ فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کی رسی ہے، یعنی یہ بندوں اور خدا کے درمیان تعلق کا واحد ذریعہ ہے۔ اگر کسی نے اس کو تھاما تو خدا سے اس کا تعلق قائم ہو گیا اور اگر اس کو چھوڑ دیا تو خدا سے اس نے اپنا تعلق کاٹ لیا۔

☆ قرآن کے حکیمانہ نصیحت ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ ایک ایسی نصیحت ہے جو سراسر حکمت اور دانائی پر مبنی ہے۔

☆ فرمایا گیا کہ قرآن وہ چیز ہے جسے تخیلات غلط راستے پر نہیں لے جا سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن کو اپنا رہنما بنا لے، اس سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرے اور زندگی میں پیش آنے والے مسائل و معاملات میں اسی کی طرف رجوع کرے تو پھر اسے نہ اس کے اپنے تخیلات بھٹکا سکتے ہیں اور نہ دوسروں کے خیالات گمراہ کر سکتے ہیں۔ البتہ اگر ایک آدمی پہلے سے بعض تخیلات کو اپنے ذہن میں راسخ کر چکا ہو، اور یہی نہیں بلکہ قرآن کو بھی ان کے مطابق ڈھالنا چاہتا ہو تو اس صورت میں اس کے لیے ان تخیلات سے بچاؤ کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ ہاں اگر ایک شخص خلوصِ دل کے ساتھ قرآن ہی سے رہنمائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ فیصلہ کر کے بیٹھتا ہے کہ جو کچھ یہاں ملے گا وہ اسے مانے گا اور جو کچھ یہاں نہیں ملے گا وہ اسے نہیں مانے گا تو ایسے شخص کو نہ اپنے تخیلات بھٹکائیں گے اور نہ دوسروں کے افکار گمراہ کر سکیں گے۔

☆ پھر ارشاد ہوا کہ زبانیں اس قرآن میں کسی طرح کی آمیزش نہیں کر سکتیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا محفوظ کر دیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس کے اندر کسی انسانی کلام کی آمیزش کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکے گا۔

☆ یہ واقعہ ایک صریح معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے جب یہ بات ارشاد فرمائی تھی تو اُس وقت یہ کلام ابھی پیش ہی کیا گیا تھا لیکن آج تقریباً چودہ سو برس گزر چکے ہیں اور کوئی شخص آج تک اس کے اندر کسی طرح کا ردو بدل نہیں کر سکا۔ اُس وقت تو خدا اور اس کے رسولؐ کے سوا اس بات کو کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا کہ قرآن میں کسی طرح کی آمیزش نہیں ہو سکے گی، اور یہ بات بہر حال پیشگی علم کی بنا پر کہی گئی تھی، لیکن آج یہ بات صدیوں کے تجربے سے ثابت ہو چکی ہے کہ جو کچھ کہا گیا تھا وہ فی الواقع حق تھا اسی چیز کا نام معجزہ ہے۔

☆ فرمایا کہ علماء کبھی اس سے سیر نہیں ہو سکتے۔ یعنی ایک عالم، قرآن کو پڑھنے، سمجھنے اور اس پر غور و فکر کرنے میں اپنی عمر گزار دے گا لیکن کبھی اس سے سیر نہیں ہو سکے گا۔ اس پر کوئی وقت ایسا نہیں آئے گا جب وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ قرآن سے اسے جو کچھ سمجھنا تھا وہ سب کچھ اس نے سمجھ لیا اور اب اسے مزید کسی علم کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ آج تک کبھی کسی عالم کی زبان پر یہ بات نہیں آئی ہے کہ اب میں قرآن سے سیر ہو چکا ہوں، اب اس میں مزید کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو مجھے حاصل کرنی ہو۔

☆ پھر فرمایا کہ قرآن کو خواہ کتنا ہی پڑھو یہ پُرانا نہیں ہوتا۔

آپ کسی اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبے کی کتاب کو بھی زیادہ سے زیادہ دو چار یا حد سے حد دس بیس مرتبہ پڑھیں گے بالآخر اکتا جائیں گے، لیکن قرآن وہ کتاب ہے کہ عمر بھر اور بار بار پڑھی جانے کے باوجود طبیعت اس سے نہیں بھرتی۔ خصوصاً سورۂ فاتحہ تو دن میں لگ بھگ پچاس مرتبہ پڑھی جاتی ہے لیکن معاذ اللہ کبھی کسی کے دل میں یہ بیزاری پیدا نہیں ہوتی کہ کب تک وہ ایک ہی چیز کو دہراتا رہے۔ لاریب یہ اِس کلام کا معجزہ ہے اور اس کی غیر معمولی خوبی کا ایک نشان۔

☆ ارشاد ہوا کہ قرآن کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ آدمی کی عمر قرآن مجید کو پڑھتے، اس پر غور کرتے اور تحقیق کرتے گزر جاتی ہے لیکن اس کے عجائب ختم ہونے میں نہیں آتے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی چالیس چالیس اور پچاس پچاس برس کے مطالعے کے بعد کسی وقت قرآن کو کھول کر پڑھتا ہے تو کوئی آیت ایسی سامنے آتی ہے جسے پڑھ کر وہ محسوس کرتا ہے کہ گویا آج پہلی مرتبہ پڑھی ہے۔ کوئی ایسا مضمون اس سے نکلتا ہے جو عمر بھر کے مطالعے میں بھی نہیں نکلتا۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ اس کے عجائب کبھی ختم نہ ہوں گے۔

☆ قرآنِ مجید کو سُن کر جنوں کے ایمان لانے کا واقعہ سورۂ جن اور احقاف میں بیان ہوا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ ایسا مؤثر کلام ہے کہ انسان تو انسان جن بھی اگر اس کلام کو ضد، تعصّب اور ہٹ دھرمی سے الگ ہو کر کھلے دل سے سنیں تو وہ بھی اس بات کی شہادت دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہ قرآن راہِ راست کی طرف رہ نمائی کرتا ہے اور صرف اُسی پر ایمان لا کر راہِ ہدایت مل سکتی ہے۔

قرآن مجید کی ان تمام صفات کی بنا پر نبی ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ آئندہ زمانے میں جو فتنہ آنے والا ہے اس سے بچانے والی چیز سوائے قرآن کے اور کوئی نہیں ہوگی، اور اس بات کی وضاحت فرمادی کہ قرآن کی کیا خصوصیات اور کیا کمالات ہیں جن کی بنا پر یہ قیامت تک انسان کو ہر فتنے سے بچاتا رہے گا۔

قرآن کو اُخروی فلاح کا ذریعہ بناؤ

۱۰-عَنْ عَبِيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ وَ كَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يٰٓاَهْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَآءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ اَفْشُوْهُ وَ تَغَنَّوْا وَ تَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تُعَجِّلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

''حضرت عبیدہ ملیکیؒ جو ایک صحابیؓ ہیں، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اہلِ قرآن (مراد ہے قرآن پڑھنے والو) قرآن کو تکیہ مت بنالو بلکہ اس کی تلاوت کرو جس طرح کہ اس کی تلاوت کرنے کا حق ہے، رات اور دن کے اوقات میں، اور اسے علانیہ پڑھو، خوش آوازی کے ساتھ پڑھو، اور جو کچھ مضامین اس میں ہیں ان پر غور کرو، اُمید ہے تمہیں فلاح نصیب ہوگی، اور اس کا ثواب جلدی حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو، کیوں کہ (آخرت میں) اس کا ثواب لازماً ہے۔''

تخریج: وَ فِيْمَا اَنْبَأَنِىْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ الْعَكْبَرِىَّ اَخْبَرَهُمْ اَنَا اَبُو الْقَاسِمِ الْبَغَوِيُّ، ثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْاَقْطَعِ، ثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ اَبِىْ مَرْيَمَ، حَدَّثَنِى الْمُهَاجِرُ بْنُ حَبِيْبٍ عَنْ عَبِيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يٰٓاَهْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَآءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ اَفْشُوْهُ وَ تَغَنَّوْا وَ تَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَلَا تُعَجِّلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا۔ (۱۰)

تشریح: فرمایا کہ قرآن کو تکیہ نہ بنالو۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن کو تکیے کی جگہ رکھ کر نہ سویا کرو بلکہ اس کا یہ مفہوم بعد کے فقرے سے سامنے آتا ہے کہ قرآن سے غفلت نہ برتو، صبح وشام اس کی تلاوت کرو۔ اس کا ذکر عام کرو اور اس کے مضامین میں غور وفکر کرو۔ یہ حال نہ ہو کہ قرآن آپ کے پاس موجود ہو لیکن آپ غفلت میں پڑے رہیں اور کبھی نظر اٹھا کر بھی اس کی طرف نہ دیکھیں اور اس سے رہ نمائی حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔

پھر فرمایا کہ قرآن کا ثواب جلدی سے (یعنی اس دنیا میں) حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو، اگر چہ اس کا ثواب یقیناً ہے۔ مراد یہ ہے کہ چاہے اس دنیا میں اس کا ثواب تمہیں نہ ملے لیکن اس کا ثواب بہر حال ہے جو آخرت میں لازماً ملنا ہے۔ دنیا میں بھی اگر چہ اس کا ثواب کبھی نہ کبھی ملتا ہے لیکن تم اسے دنیوی ثواب کی خاطر نہ پڑھو بلکہ اُخروی ثواب کی خاطر پڑھو۔ دنیا میں تو قرآن کی وجہ سے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمہیں دشمنانِ دین کی سختیوں کا نشانہ بننا پڑے لیکن آخرت میں یہ تمہارے لیے بہترین توشہ ثابت ہوگا اور وہاں کا اجر ضائع نہیں ہوسکتا۔

عاملِ قرآن کے والدین کو ایک روشن تاج پہنایا جائے گا

۱۱- عَنْ مُعَاذِ ۣالْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ وَ عَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ

وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهُ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا۔ (رواہ احمد و ابو داؤد)

”حضرت معاذ جہنیؓ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے قیامت کے روز اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی ایسی ہو گی کہ اگر سورج بھی تمہارے گھروں میں اُتر آئے تو وہ اس کی روشنی سے عمدہ ہو گی۔ پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ جو شخص خود قرآن کے مطابق عمل کرنے والا ہے اس کی شان کیا ہو گی۔“

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ، عَنْ زَبَّانَ بْنِ فَائِدٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ وَ عَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهُ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا۔ (۱۱)

تشریح: یہاں ان والدین کا ذکر نہیں ہے جو اپنی اولاد کو قرآن پڑھنے سے روکتے ہیں اور قرآن پڑھنے والے بچے سے یہ کہتے ہیں کہ یہ تو ملا بن گیا ہے۔ اب یہ ہمارے کس کام کا۔ یہ کیا دنیا کمائے گا، یہ تو قرآن پڑھنے میں لگ گیا ہے۔ اس کے برعکس یہاں ان والدین کا ذکر ہے جنھوں نے اپنے بچے کو قرآن پڑھایا اور اسے ایسی تربیت دی کہ وہ ان کی زندگی میں بھی اور ان کے بعد بھی قرآن پڑھتا رہا، اور اس نے اپنی عملی زندگی کی تعمیر بھی اس کے مطابق کی۔ اس کے قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کا نہ صرف یہ کہ خود اس کو اجر ملے گا بلکہ اس کے والدین بھی اجر پائیں گے۔ وہ اجر یہ ہو گا کہ قیامت کے روز انہیں بزرگی اور افتخار کا روشن تاج پہنایا جائے گا۔ اس چیز سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جو شخص خود قرآن کو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی کیا کچھ مہربانیاں ہوں گی اور وہ کیا کچھ اجر پائے گا۔

معلّمِ قرآن کی فضیلت

۱۲- عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ۔

(رواہ البخاری)

”حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرآن کا علم حاصل کریں اور (دوسروں کو) اس کی تعلیم دیں۔“

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ، سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ، عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عُثْمَانَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ۔ قَالَ: وَ اَقْرَاَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِيْ اِمْرَةِ عُثْمَانَ حَتّٰى كَانَ الْحَجَّاجُ قَالَ: وَ ذَاكَ الَّذِيْ اَقْعَدَنِيْ مَقْعَدِيْ هٰذَا۔ (۱۲)

امام ترمذی نے حضرت علیؓ سے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيْثٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحَاقَ۔

بخاری نے مندرجہ ذیل الفاظ سے بھی ایک روایت نقل کی ہے:

﴿۲﴾ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِنَّ اَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ۔ (١٣)

ترمذی نے ایک دوسری حدیث جس کے الفاظ درج ذیل ہیں نقل کی ہے:

﴿۳﴾ خَيْرُكُمْ اَوْ اَفْضَلُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ۔ (١٤)

تشریح: نبی ﷺ کے ارشادِ گرامی کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ پہلے قرآن مجید سے خود تعلیم ہدایت حاصل کریں اور اس کے بعد خلق خدا تک اس کو پہنچانے کا فریضہ انجام دیں وہ تمہارے اندر سب سے بہتر انسان ہیں۔

ایک شخص تو وہ ہے کہ جب اللہ کی ہدایت اس کے پاس پہنچے تو وہ اس کے مطابق اپنی زندگی کی اصلاح کرے، یقیناً وہ بھی اچھا انسان ہے۔ لیکن اس سے، اور باقی سب انسانوں سے بہتر انسان وہ ہے جو اللہ کی ہدایت پا کر نہ صرف یہ کہ اپنی زندگی کو اس کے مطابق درست کرے بلکہ خلق خدا تک بھی اس تعلیم کو پہنچانے کی کوشش کرے تا کہ دوسروں کی زندگی کی اصلاح بھی ہو سکے۔

قرآن کی تعلیم دینا، دُنیا کے بہترین مال و دولت سے بہتر ہے

١٣- عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ نَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يَّغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ اِلٰى بُطْحَانَ اَوِ الْعَقِيْقِ فَيَأْتِيَ مِنْهُ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِيْ غَيْرِ اِثْمٍ وَلَا قَطْعِ رَحِمٍ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِكَ، قَالَ اَفَلَا يَغْدُوْ اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَيُعَلِّمُ اَوْ يَقْرَأُ اٰيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَ ثَلَاثٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلَاثٍ وَ اَرْبَعٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَ مِنْ اَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْاِبِلِ۔ (رواہ مسلم)

''حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز جب کہ ہم صفہ میں بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ اپنے حجرۂ مبارک سے نکل کر تشریف لائے اور آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کون یہ چاہتا ہے کہ وہ ہر روز بطحان یا عقیق جائے اور وہاں سے بڑے کوہان والی دو اونٹنیاں لے کر آئے بغیر اس کے کہ اُس نے کوئی گناہ یا قطع رحم کا فعل کیا ہو؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے تو ہر ایک یہ چاہتا ہے۔ تب آپ نے فرمایا: کہ تم میں سے ایک شخص مسجد میں جائے اور لوگوں کو دو آیتیں پڑھ کر سنائے تو یہ

اس سے بہتر ہے کہ اسے روزانہ دو اونٹنیاں میسر آئیں۔ اگر وہ تین آیتیں پڑھ کر سُنائے تو یہ تین اونٹنیاں مل جانے سے بہتر ہے۔ اگر چار آیتیں پڑھ کر سنائے تو یہ چار اونٹنیاں مل جانے سے بہتر ہے۔ اسی طرح جتنی آیتیں سُنائے وہ اتنی ہی اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔"

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ، قَالَ: نَا الْفَضْلُ بْنُ دُکَیْنٍ عَنْ مُوْسٰی بْنِ عَلِیٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبِیْ یُحَدِّثُ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ نَحْنُ فِی الصُّفَّۃِ فَقَالَ اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنْ یَّغْدُوَ کُلَّ یَوْمٍ اِلٰی بُطْحَانَ اَوِ الْعَقِیْقِ فَیَأْتِیَ مِنْہُ بِنَاقَتَیْنِ کَوْمَاوَیْنِ فِیْ غَیْرِ اِثْمٍ وَلَا قَطْعِ رَحِمٍ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِکَ، قَالَ اَفَلَا یَغْدُوْ اَحَدُکُمْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَیُعَلِّمُ اَوْ یَقْرَأُ اٰیَتَیْنِ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ نَاقَتَیْنِ وَ ثَلَاثٍ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ ثَلَاثٍ وَ اَرْبَعٌ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَ مِنْ اَعْدَادِھِنَّ مِنَ الْاِبِلِ۔ (۱۵)

تشریح: صفّہ سے مراد وہ چبوترہ ہے جو مسجدِ نبویؐ کے ساتھ بنا کر اس پر ایک چھپر ڈال دیا گیا تھا۔ یہاں وہ لوگ قیام پذیر تھے جو مکہ معظّمہ سے یا عرب کے دوسرے حصوں سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں آ گئے تھے۔ اُن کا نہ کوئی ٹھکانا تھا اور نہ ذریعۂ معاش۔ مدینے کے لوگ اور دوسرے مہاجرین جو کچھ بھی ان کی مدد کر سکتے تھے کر دیتے تھے اس سے ان کی گزر بسر کا سامان ہو جاتا تھا۔ یہ لوگ ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لیے مستعد رہتے تھے۔ اس طرح یہ گویا ایک مستقل والنٹیر فورس تھی جسے حضورؐ جس خدمت کے لیے اور جس مہم پر جب چاہتے بھیج دیتے تھے۔

بُطحان اور عقیق مدینہ طیّبہ سے متصل دو وادیاں ہیں، ایک جنوب میں اور دوسری شمال مغرب میں...اُس زمانے میں ان دونوں مقامات پر اُونٹوں کی فروخت کی منڈی لگا کرتی تھی۔ حضورؐ نے ان اصحابِ صُفّہ کو جو بالکل بے سروسامان تھے، مخاطب کر کے کہا کہ بھئی تم میں سے کون یہ چاہتا ہے کہ روز بطحان یا عقیق جائے اور بڑے بڑے کوہان والی اونٹنیاں مفت لے آئے۔ اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر کوئی یہ بات چاہتا ہے اس پر آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی کو دو آیتیں سنائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اسے دو عمدہ قسم کی اونٹنیاں مفت مل جائیں۔ اسی طرح وہ جتنی آیتیں کسی کو سنائے گا وہ اس کے لیے اتنی ہی اونٹنیاں پا لینے سے بہتر ہے۔

دیکھیے، رسول اللہ ﷺ کا طریقِ تربیت کیسا انوکھا تھا۔ آپؐ یہ جانتے تھے کہ یہ اصحابِ صفّہ صرف اس وجہ سے اپنے گھر بار چھوڑ کر آئے ہیں کہ اُنہوں نے اللہ کا دین اختیار کر لیا تھا اور دنیا کو وہ دین پسند نہ تھا، مجبوراً اُنہیں اپنے گھر بار چھوڑنے پڑے۔ ان کی اس بے سروسامانی کی حالت میں یہ اندیشہ ہو سکتا تھا شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرے کہ تم نے خواہ مخواہ اپنے گھر بار چھوڑے اور غربت کی زندگی اختیار کی۔ اِس لیے رسول اللہ ﷺ نے کمالِ حکمت سے اُن کے ذہن کو اس طرف موڑ دیا کہ اگر دو اونٹنیاں روز مفت تمہارے ہاتھ آئیں تو اس سے بدرجہا بہتر یہ ہے کہ تم اللہ کے بندوں کو قرآن سناؤ اور

اس کی تعلیم دو۔ دوسرے لوگوں کو جا کر تین آیتیں سکھاؤ گے تو یہ تین اُونٹنیاں پالینے سے بہتر ہے۔ اس طرح یہ بات ان کے ذہن نشین کردی گئی کہ اگر تم خدا کے دین پر ایمان لائے ہو اور اُسی دین کی خاطر ہجرت اختیار کر کے آئے ہو تو اس کے بعد تمہارا وقت اسی دین کے کام میں صرف ہونا چاہیے۔ تمہیں متاعِ دنیا حاصل کرنے کی خواہش کرنے کے بجائے اپنا وقت خدمتِ دین کے کام میں صرف کرنا چاہیے تاکہ خدا سے تمہارا تعلق زیادہ سے زیادہ مضبوط ہو اور خلقِ خدا کو راہِ راست دکھا کر تم اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے زیادہ سے زیادہ مستحق بن سکو۔

یہی لوگ تھے جنھیں آخرِ کار اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر و ایثار کے نتیجے میں سلطنتوں کا مالک بنا دیا۔ اپنی زندگی ہی میں اُنھوں نے یہ دیکھ لیا کہ اگر انسان صبر کے ساتھ یہ راستہ اختیار کرے تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

رشک کے قابل صرف دو آدمی ہیں

١٤- عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ، رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَ اٰنَاءَ النَّهَارِ وَ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَ اٰنَاءَ النَّهَارِ۔ (متفق علیه)

”حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی حسد (یعنی رشک) کی کوئی گنجائش نہیں ہے مگر دو آدمیوں پر۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا ہو اور وہ شب و روز اس کو لیے کھڑا ہو (یعنی نماز میں کھڑا پڑھ رہا ہو یا اس کی تبلیغ و تلقین کرنے اور اس کی تعلیم دینے میں مصروف ہو) اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ شب و روز اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر رہا ہو۔“

تخریج:〈۱〉 **حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ، اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ: رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَ قَامَ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ، وَ رَجُلٌ اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَ اٰنَاءَ النَّهَارِ۔** (١٦)

〈۲〉 **حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَحَاسُدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَتْلُوْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَ اٰنَاءَ النَّهَارِ...وَ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ فِيْ حَقِّهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَ اٰنَاءَ النَّهَارِ۔** (١٧)

تشریح: اِس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جو بات اہلِ ایمان کے ذہن نشین کی ہے وہ یہ ہے کہ کسی شخص کا دنیوی عروج، خوشحالی اور ناموری کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر رشک کیا جائے۔ رشک کے قابل صرف دو آدمی ہیں۔ ایک وہ جسے قرآن کا

علم حاصل ہوا اور وہ اسے شب و روز نماز میں پڑھنے کے لیے کھڑا ہو یا اس کام میں لگا ہو کہ خلق خدا کو اس کی تعلیم دے اور اس کی تبلیغ و تلقین کرے۔ دوسرے وہ شخص قابلِ رشک ہے جسے مال و دولت حاصل ہو اور وہ اسے عیاشیوں اور دوسرے غلط کاموں میں خرچ کرنے کے بجائے شب و روز اللہ کی راہ میں خرچ کر رہا ہو۔

یہ وہ تعلیم ہے جس کے ذریعے سے نبی ﷺ نے لوگوں کے ذہنوں کو بدلا ہے اور انہیں نئی قدریں (Values) عطا فرمائی ہیں۔ اُنھیں یہ بتایا ہے کہ قدر کے قابل اصل میں کیا چیز ہے اور انسانیت کا وہ اعلیٰ نمونہ کیا ہے جس کے مطابق انھیں خود کو ڈھالنے اور بنانے کی تمنا اور کوشش کرنی چاہیے۔

حدیث کے متن میں رشک کے بجائے حسد کا لفظ استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ رشک ایک ایسی چیز ہے جو حسد کی طرح آدمی کے دل میں آگ نہیں بھڑکاتی ہے اور حسد وہ چیز ہے جو اگرچہ رشک ہی کی ایک قسم ہے لیکن اتنی تیز ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی کے دل میں ایک آگ سی لگی ہوتی ہے۔ اس لیے یہاں رشک کے جذبے کی شدّت کو ظاہر کرنے کے لیے حسد کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

حسد میں اصل عیب یہ ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی یہ چاہتا ہے کہ فلاں چیز دوسرے شخص کو نہ مِلے بلکہ مجھے ملے یا اس سے چھن جائے اور مجھ کو مل جائے یا بدرجۂ آخر اگر مجھے نہیں ملتی تو اس کے پاس بھی نہ رہے۔ یہاں حسد کی یہ کیفیت مراد نہیں ہے بلکہ یہاں یہ لفظ صرف اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ رشک کے جذبے کی شدت ظاہر ہو۔ یعنی اگر تمہارے دل میں رشک کی آگ لگتی بھی ہے تو اس غرض کے لیے لگنی چاہیے کہ تم ایسے ہو جاؤ کہ رات دن قرآن پڑھنے اور اس کی تعلیم دینے میں لگے رہو یا ایسے ہو جاؤ کہ تمہیں مال نصیب ہو تو اسے خوب اللہ کی راہ میں لُٹاؤ۔ یہاں تک کہ دوسروں کے لیے قابلِ رشک نمونہ بن جاؤ۔

صاحبِ قرآن کا درجہ

۱۵- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَاْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا مَنْزِلُكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَئُهَا۔

(رواہ احمد والترمذی و ابو داوٗد والنسائی)

’’حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دنیا میں قرآن سے شغف رکھتا تھا (قیامت کے روز) اس سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور بلندی کی طرف چڑھتا جا، اور اُسی رفتار سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ تیری منزل وہ آخری آیت ہوگی جہاں تک تو پڑھتا جائے گا۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيٰ عَنْ سُفْيَانَ۔ حَدَّثَنِيْ عَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا مَنْزِلُكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَئُهَا۔ (۱۸)

مُسند احمد اور ابنِ ماجہ میں ابوسعید سے درج ذیل روایت بھی منقول ہے:

يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ، اِقْرَأْ وَاصْعَدْ فَيَقْرَأُ وَ يَصْعَدُ بِكُلِّ اٰيَةٍ دَرَجَةً حَتّٰى يَقْرَءَ اٰخِرَ شَيْءٍ مَعَهٗ۔

تشریح: صاحبِ قرآن سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن سے شغف رکھنے کی بنا پر ممتاز ہو۔ جیسے صاحبُ الحدیث ہم اُسے کہتے ہیں جو حدیث سے زیادہ شغف رکھنے والا ہو۔ گویا کسی خاص چیز کا صاحب وہ شخص ہوتا ہے جو اس چیز کے ساتھ خاص نسبت، تعلق اور شغف رکھتا ہو۔ چناں چہ صاحبِ قرآن وہ شخص ہے جو دنیا میں قرآن سے زیادہ شغف رکھتا تھا اور قرآن کے پڑھنے، سمجھنے اور غور کرنے میں زیادہ مشغول رہتا تھا۔ قیامت کے روز اس سے یہ کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور بلند درجات کی طرف ترقی کرتا چلا جا۔ تیری منزل وہ ہے جہاں تو جا کر آخر کار ٹھہرے گا۔ یعنی جس مقام پر تو قرآن کی آخری آیت پڑھے گا وہ مقام تیرے لیے ہمیشہ ہمیشہ قیام کرنے کا ہوگا۔ اس لیے فرمایا کہ جیسے ٹھہر ٹھہر کر اور آہستہ آہستہ تو دُنیا میں پڑھتا تھا اسی طرح سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ تا کہ تو زیادہ اُونچی منزل پر پہنچ جائے۔

قرآن یاد کرنے والے کی مثال

١٦- عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ الْمُعَلَّقَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَ اِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ۔ (متفق علیہ)

”حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) نبی ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قرآن یاد کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے پاس بندھے ہوئے اونٹ ہوں۔ اگر وہ ان کی حفاظت کی فکر کرے گا تو وہ اس کے پاس رہیں گے اور اگر وہ انھیں آزاد کردے گا تو وہ بھاگ کھڑے ہوں گے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ الْمُعَلَّقَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَ اِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ۔ (١٩)

تشریح: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے تین مختلف روایتوں میں ایک ہی جیسا مضمون الفاظ کے کچھ تغیر کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر یہ بات لوگوں کو ذہن نشین کرائی ہے کہ جتنا قرآن یاد کرو اسے یاد رکھنے کی کوشش بھی کرو۔ اگر اسے بار بار تکرار کے ذریعے سے ذہن میں محفوظ رکھنے کی کوشش نہیں کرو گے تو یہ تمہارے ذہن سے نکل جائے گا۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ قرآن کے حفاظ ہمیشہ قرآن دہراتے رہتے ہیں۔ اگر انھیں رمضان میں قرآن سنانا ہو تو اس کے لیے انہیں کافی پہلے سے تیاری کرنی پڑتی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اگر آدمی قرآن یاد کرنے کے بعد اسے محفوظ رکھنے کا اہتمام نہ کرے تو یہ بہت جلد فراموش ہو جاتا ہے۔

قرآن کو یاد کر کے بھلا دینا بہت بُری بات ہے

۱۷- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بِئْسَ مَا لِاَحَدِهِمْ اَنْ يَّقُوْلَ نَسِيْتُ اٰيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ نُسِّيَ وَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ اَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ۔ (متفق علیه و زاد مسلم: بعقلها)

’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی کے لیے بہت بُری بات ہے کہ وہ یہ کہے: ’’میں فلاں فلاں آیت بھول گیا ہوں‘‘ اصل بات یہ ہے کہ وہ (اسے اس کی غفلت کی بنا پر) بھلا دیا جاتا ہے... قرآن کو یاد رکھنے کی کوشش کرو کیوں کہ وہ لوگوں کے سینوں سے اونٹوں سے بھی بڑھ کر نکل بھاگنے کی کوشش کرتا ہے (اُن اُونٹوں سے جو رسیوں میں بندھے ہوئے ہوں)‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِئْسَ مَا لِاَحَدِهِمْ اَنْ يَّقُوْلَ نَسِيْتُ اٰيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ نُسِّيَ وَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ اَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ۔ (۲۰)

تشریح: یہاں بھی وہی چیز دوسرے پیرائے میں بیان کی گئی ہے۔ فرمایا گیا کہ کسی شخص کے لیے قرآن مجید کو یاد کرنے کے بعد بھلا دینا بہت بُری بات ہے۔ اس کا بھول جانا دراصل اس بات کی علامت ہے کہ اُس نے قرآن کی پروا نہیں کی اور اسے یاد کرنے کے بعد اس کی طرف توجہ نہیں دی... اب چوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی طرف سے بے نیازی برتتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ بھی اسے بھلا دیتا ہے وہ اپنا کلام ایسے آدمی کے پاس رکھنا پسند نہیں کرتا جو اس کا قدر شناس نہ ہو... اس لیے فرمایا کہ قرآن کو یاد رکھنے کی کوشش کرو اور یاد کرنے کے بعد اسے بھلا نہ دو۔

قرآن کو پڑھ کر بھلا دینا بہت بڑی محرومی ہے

۱۸- عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنِ امْرِءٍ يَّقْرَاُ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ يَنْسَاهُ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَجْذَمَ۔ (رواہ ابو داؤد والدارمی)

’’حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن مجید کو پڑھتا ہے اور پھر اُسے بھلا دیتا ہے وہ قیامت کے روز اس حالت میں اُٹھے گا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ، عَنْ عِيْسَى بْنِ فَائِدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنِ امْرِئٍ يَّقْرَاُ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ يَنْسَاهُ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَجْذَمَ۔ (۲۱)

تشریح: محدثین نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث میں ہاتھ کٹے ہوئے ہونے سے مراد جسمانی طور پر کٹا ہوا ہونا نہیں ہے بلکہ یہ بات محاورتاً کہی گئی ہے اور اس سے مراد کمال بے بسی ہے۔ مثلاً جب آپ اُردو زبان میں کہتے ہیں کہ ''فلاں آدمی کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے'' تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتا کہ سچ مچ ہاتھوں کے طوطے ہوتے ہیں جو اُڑ جاتے ہیں، بلکہ جب آدمی کمال درجہ بدحواس ہوتا ہے تو اس کی اس حالت کو بیان کرنے کے لیے بطورِ محاورہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔

اسی طرح عربی زبان میں کسی شخص کی بے بسی کی کیفیت کو ظاہر کرنے کے لیے یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے۔ اس سے پہلے ایک حدیث میں یہ الفاظ آئے تھے کہ **اَلْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَکَ اَوْ عَلَیْکَ** ''یعنی قرآن یا تو تیرے حق میں حجت ہے یا تیرے خلاف حجت ہے۔'' اب اگر ایک شخص ایمان رکھتا تھا اور اسی وجہ سے اس نے قرآن پڑھا لیکن پڑھنے کے بعد اِسے بھلا دیا تو سوال یہ ہے کہ اس کے پاس وہ حجت کون سی ہے جسے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرے گا۔ قرآن کو بھلا دینے کے بعد تو اس کی حجت منقطع ہوگئی۔ اب اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے وہ اپنی صفائی میں پیش کر سکے۔ یہ وہ بے بسی کی کیفیت ہے جس میں قیامت کے روز وہ مبتلا ہوگا اور اسی کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے روز اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا۔

جس سینے میں قرآن نہیں وہ ایک ویرانہ ہے

۱۹- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ. (رواہ الترمذی والدارمی)

''حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے سینے میں قرآن نہیں ہے اُس کی مثال اُجڑے ہوئے گھر کی سی ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ، نَا جَرِیْرٌ عَنْ قَابُوْسِ بْنِ اَبِیْ ظُبْیَانَ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ. (۲۲)

تشریح: اگر کسی کا سینہ قرآن سے خالی ہے تو وہ ایک ایسا ویران گھر ہے جس میں بسنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس سینے میں کوئی چیز ایسی موجود نہیں ہے جس کی بنا پر اسے ایک صاحبِ ضمیر اور ذی شعور انسان کا سینہ کہا جا سکے۔

جو قرآن کو لے کر مستغنی نہ ہو جائے وہ ہم میں سے نہیں

۲۰- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ. (رواہ البخاری)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن کو خوش آوازی سے نہ پڑھے یا جو قرآن کو لے کر مستغنی نہ ہو جائے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ۔ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ وَ زَادَ غَیْرُهٗ یَجْهَرُ بِهٖ۔ (۲۳)

تشریح: یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ خوش آوازی سے مراد کیا ہے: قرآن خوش آوازی سے پڑھنا اور چیز ہے اور گا کر پڑھنا اور چیز۔ خوش آوازی سے پڑھنا یہ ہے کہ آدمی اسے اچھے طریقے سے اور اچھی آواز کے ساتھ پڑھے تاکہ سننے والا اس کی طرف متوجہ بھی ہو اور اس سے متاثر بھی۔ پھر خوش آوازی میں صرف آواز کی خوبی ہی شامل نہیں بلکہ یہ بات بھی شامل ہے کہ آدمی ایسے طریقے سے پڑھے جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ ایک ایک آیت کا اثر قبول کرتے ہوئے پڑھ رہا ہے۔ قرآن پڑھنے کا انداز یہ ہونا چاہیے کہ آدمی جس مضمون کی آیت پڑھ رہا ہو اُس کی کیفیت بھی اس پر طاری ہو۔ مثلاً اگر کوئی عذاب کی آیت ہے تو اس میں اس کا لب ولہجہ ایسا ہو کہ جیسے اس پر خوف کی سی کیفیت طاری ہے۔ اگر وہ کوئی ثواب کی یا آخرت کی نعمتوں کی آیت پڑھ رہا ہو تو وہ اسے اس طرح سے پڑھے کہ جیسے اس پر ایک انبساط اور مسرت کی کیفیت طاری ہے۔ اسی طرح اگر کسی آیت میں استفہام ہے تو وہ اسے استفہام کے انداز میں ادا کرے۔ اس طرح قرآن مجید کو خود سمجھ کر اور اس سے متاثر ہوتے ہوئے ایسے انداز سے پڑھنا چاہیے جس سے سننے والا خوش آوازی سے متاثر ہونے کے علاوہ اس سے اس طرح اثر قبول کرے جس طرح کسی اچھے مقرر کی تقریر کا اثر قبول کرتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو اور قرآن کو محض گانے کی سی سُر تال کے ساتھ پڑھا جائے تو وہ **تَغَنِّیْ بِالْقُرْاٰنِ** نہیں ہے... اسے جدید دور کی اصطلاح میں ثقافت کا نام تو دیا جائے گا مگر وہ خوش آوازی کے ساتھ قرآن کی تلاوت نہیں ہوگی۔

تَغَنِّیْ بِالْقُرْاٰنِ کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کو لے کر آدمی دُنیا کی ہر چیز سے **مستغنی** ہو جائے۔ اس کے بعد اسے چاہیے کہ وہ اس خدا پر بھروسہ کرے جس کا وہ کلام ہے پھر کسی کے آگے نہ تو اس کا ہاتھ پھیلے نہ اس کی گردن جھکے پھر نہ وہ کسی سے ڈرے اور نہ کسی سے کوئی طمع رکھے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو اس نے قرآن کو بھیک کا ٹکڑا تو بنا لیا لیکن اسے لے کر وہ دنیا سے مستغنی نہیں ہوا۔

علمِ قرآن کی برکت سے حضرت ابی بن کعبؓ کا اِعزاز

۲۱- عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ: اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَأَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ، قَالَ آ اللّٰهُ سَمَّانِیْ لَکَ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ وَ قَدْ ذُکِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ؟ قَالَ نَعَمْ، فَذَرَفَتْ عَیْنَاهُ، وَ فِیْ رِوَایَةٍ: اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَأَ عَلَیْکَ: لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا، قَالَ وَ سَمَّانِیْ؟ قَالَ نَعَمْ، فَبَکٰی۔ (متفق علیہ)

''حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہیں قرآن مجید سناؤں۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر آپ سے یہ بات فرمائی ہے؟

حضوؐر نے دوبارہ عرض کیا: کیا سچ مچ میرا ذکر اللہ ربّ العالمین کے حضور میں ہوا؟ حضوؐر نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ اس پر حضرت ابی بن کعبؓ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے... ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ آئے ہیں: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا... پڑھ کر سناؤں۔ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر یہ بات فرمائی ہے؟ حضوؐر نے فرمایا: ہاں۔ اس پر حضرت ابی بن کعب رو پڑے۔

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ دَاوٗدَ اَبُوْ جَعْفَرٍ الْمُنَادِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ، اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ لِاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَأَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ، قَالَ آ اَللّٰهُ سَمَّانِیْ لَکَ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ وَ قَدْ ذُکِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ؟ قَالَ نَعَمْ، فَذَرَفَتْ عَیْنَاهُ، وَ فِیْ رِوَایَةٍ: اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَأَ عَلَیْکَ: لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا، قَالَ وَ سَمَّانِیْ؟ قَالَ نَعَمْ، فَبَکٰی۔

ایک اور روایت میں ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ: اِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَأَ عَلَیْکَ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا قَالَ: وَ سَمَّانِیْ، قَالَ: نَعَمْ، فَبَکٰی۔ (۲۴)

ایک دوسری روایت ہے:

⟨۲⟩ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِاُبَیٍّ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَأَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ، قَالَ اُبَیٌّ: آ اَللّٰهُ سَمَّانِیْ لَکَ، قَالَ: اَللّٰهُ سَمَّاکَ، فَجَعَلَ اُبَیٌّ یَبْکِیْ۔ قَالَ قَتَادَةُ: فَاُنْبِئْتُ اَنَّهٗ قَرَأَ عَلَیْهِ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ۔ (۲۵)

تشریح: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی وہ کیا خصوصیت تھی جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انھیں اتنی بڑی عزّت و مرتبت سے سرفراز فرمایا۔

احادیث میں آتا ہے کہ حضرت ابی بن کعب صحابہ کرامؓ میں سے قرآن کو سب سے زیادہ جاننے والے لوگوں میں تھے... اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی تربیت جن بے شمار طریقوں سے فرمائی ان میں سے ایک طریقہ یہ تھا کہ جس صحابیؓ کے اندر کوئی غیر معمولی صلاحیت ہوتی تھی اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خصوصیت کا برتاؤ اختیار فرماتے تاکہ اس کی ہمت افزائی ہو اور اس کی وہ صلاحیت نشو و نما پائے... اسی لیے رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کی گئی کہ آپؐ حضرت ابی بن کعب کو قرآن پڑھ کر سنائیں اور حضرت ابی بن کعب اس پر خوشی سے پھولے نہ سمائے کہ اللہ اکبر میرا یہ مقام، کہ اللہ کے ہاں میرا نام لے کر میرا ذکر کیا جائے۔

آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے دلوں میں کلامِ الٰہی کی محبت کس قدر تھی اور وہ اس بات کے کس قدر مشتاق اور آرزومند رہتے تھے کہ وہ اللہ رب العالمین کی نگاہ میں آئیں اور خدائے بزرگ و برتر ان کے ساتھ خصوصیت کا کوئی برتاؤ کرے۔

اصحابِ صفّہ کی فضیلت

۲۲- عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ِالْخُدْرِیِّ قَالَ جَلَسْتُ فِیْ عِصَابَةٍ مِّنْ ضُعَفَاءِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَ اِنَّ بَعْضَهُمْ لَیَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِّنَ الْعُرْیِ وَ قَارِیٌٔ یَّقْرَأُ عَلَیْنَا اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَامَ عَلَیْنَا، فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَکَتَ الْقَارِیُٔ فَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ مَا کُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ؟ قُلْنَا کُنَّا نَسْتَمِعُ اِلٰی کِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَهُمْ، قَالَ فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِیَعْدِلَ بِنَفْسِهٖ فِیْنَا، ثُمَّ قَالَ بِیَدِهٖ هٰکَذَا فَتَحَلَّقُوْا وَ بَرَزَتْ وُجُوْهُهُمْ لَهٗ، فَقَالَ اَبْشِرُوْا یَا مَعْشَرَ صَعَالِیْکِ الْمُهَاجِرِیْنَ بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِیَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ یَوْمٍ وَّ ذٰلِکَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ۔ (رواہ ابو داؤد)

"حضرت ابوسعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک روز غریب اور خستہ حال مہاجرین کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا۔ حالت یہ تھی کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی اوٹ لے رہا تھا کیوں کہ ان کے پاس تن ڈھانکنے کو پورے کپڑے نہیں تھے، اور (انہیں مہاجرین میں سے) ایک قاری ہمیں قرآن پڑھ کر سنا رہا تھا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے مجمع کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ جب حضورؐ آکر کھڑے ہوئے تو جو صاحب قرآن پڑھ رہے تھے وہ خاموش ہو گئے۔ حضورؐ نے ہم لوگوں کو سلام کہا اور پھر فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم اللہ کی کتاب سن رہے تھے۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: اُس اللہ کا شکر ہے جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ فراہم کر دیئے ہیں جن کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کی معیّت پر مطمئن رہوں"... پھر حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ آکر اس طرح ہمارے درمیان بیٹھ گئے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان کوئی امتیاز نہ رہا (یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ ہمیں میں سے ہیں، کوئی الگ شخصیت نہیں) پھر حضورؐ نے اس طرح اشارہ کیا، مدعا یہ تھا کہ حلقہ بنا کر بیٹھو۔ لوگ اس طریقے سے حلقہ بنا کر بیٹھ گئے کہ سب کے چہرے حضورؐ کے سامنے ہو گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے مفلوک الحال مہاجرین، خوش خبری ہو تمہیں اُس مکمل نور کی جو قیامت کے روز تمہیں حاصل ہوگا۔ تم دولت مندوں سے آدھے دن پہلے جنت میں داخل ہو گے اور آخرت کا آدھا دن دنیا کے پانچ سو سال کے برابر ہے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنِ الْمُعَلّٰی بْنِ زِیَادٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ بَشِیْرٍ الْمُزَنِیِّ، عَنْ اَبِی الصِّدِّیْقِ النَّاجِیِّ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ِالْخُدْرِیِّ، قَالَ: جَلَسْتُ فِیْ عِصَابَةٍ مِنْ ضُعَفَاءِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَ اِنَّ بَعْضَهُمْ لَیَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِّنَ الْعُرْیِ وَ قَارِیٌٔ یَّقْرَأُ عَلَیْنَا اِذْ جَاءَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَامَ عَلَيْنَا، فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَكَتَ الْقَارِئُ فَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ؟ قُلْنَا كُنَّا نَسْتَمِعُ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ مِنْ اُمَّتِىْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِىْ مَعَهُمْ، قَالَ فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهٖ فِيْنَا، ثُمَّ قَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا فَتَحَلَّقُوْا وَ بَرَزَتْ وُجُوْهُهُمْ لَهٗ، فَقَالَ اَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَّ ذٰلِكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ۔ (٢٦)

تشریح: ضُعَفَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ سے بوڑھے یا جسمانی طور پر ضعیف مراد نہیں ہیں بلکہ غریب اور خستہ حال مراد ہیں۔ یعنی وہ مہاجرین جو بے سروسامانی کے عالم میں صرف تن کے کپڑوں کے ساتھ اپنے گھر بار چھوڑ کر آ گئے تھے۔ ان کے پاس نہ پہننے کو کپڑا تھا، نہ کھانے کو روٹی اور نہ سر چھپانے کو جگہ۔ لیکن دین کے ساتھ وابستگی اور قرآن سے شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ فارغ بیٹھے بیکار باتیں کرنے کے بجائے اللہ کا کلام سنتے اور سناتے۔

اِس مقام پر اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ قرآن مجید میں نبی ﷺ سے یہ بات کیوں کہی گئی کہ ان لوگوں (ضعیف مہاجرین) کی معیت پر صبر کرلو، اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کا شکر کیوں ادا کیا...

قرآن مجید میں یہ بات اُس مقام پر فرمائی گئی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ مکے کے ان بڑے بڑے سرداروں اور دولت مندوں کے قبولِ حق سے انکار کی کوئی پروا نہ کرو، اور اس بات کی فکر میں نہ لگو کہ ان میں سے کوئی تمہاری جماعت میں آئے گا تو اس کے اثر و دبدبہ اور ذاتی وجاہت سے یہ دین فروغ پائے گا۔ بلکہ اس کے برعکس جو لوگ مفلس اور کنگال ہیں لیکن ایمان لا کر تمہارے پاس آئے ہیں ان کی معیت اور رفاقت پر مطمئن ہو جاؤ۔[1]

ایک آدمی جب دین کی تبلیغ کا آغاز کرتا ہے تو اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ بڑے بڑے بااثر لوگ اس کی دعوت پر لبیک کہیں تاکہ ان کے قبولِ دین سے دعوتِ دین کے کام کو فروغ نصیب ہو۔ اس صورت میں جب کم حیثیت اور مفلوک الحال لوگ آ کر اس دعوت میں دلچسپی لیتے، اسے قبول کرتے اور اس کام کے لیے خود کو پیش کرتے ہیں تو بعض اوقات وہ یہ سوچتا ہے کہ ایسے کم مرتبہ لوگوں کے ساتھ دین کو کیا فروغ نصیب ہوگا... لیکن دین کے لیے کام کرنے والوں کے سوچنے کا یہ انداز

---

(۱) سورۃ الکھف میں ارشادِ ربانی ہے: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ٥ وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ (الکھف: ۲۸، ۲۹)

ترجمہ: ''اور اے نبی ﷺ اپنے دل کو ان لوگوں کی معیّت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح وشام اسے پکارتے ہیں اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کر لی ہو اور جس کا طریق کار افراط وتفریط پر مبنی ہے۔ صاف کہہ دو کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے، اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔ (تفہیم القرآن جلد سوم، سورۃ الکھف)

درست نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ غریب اور کم حیثیت مومنین کو کم اہم نہ سمجھیں، بلکہ ان کی معیت پر مطمئن ہوجائیں، اور اس کے مقابلے میں بڑے بڑے شیوخ اور رئیسوں کی فکر نہ کریں۔

☆ کفارِ مکہ کے سردار بھی نبی ﷺ کو اس بات کا طعنہ دیتے تھے کہ قوم کے وہ دانا اور صاحبِ حیثیت لوگ، جن کی طرف قوم اپنے معاملات میں رجوع کرتی ہے، ان میں سے کوئی بھی آپؐ پر ایمان نہیں لایا۔ بس یہ پنچ قسم کے لوگ آپ پر ایمان لائے ہیں اور ان کو لے کر آپؐ سمجھتے ہیں کہ وہ دنیا میں خدا کا دین پھیلائیں گے۔

☆ اِن کے ان طعنوں کے جواب میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ جو شخص ایمان لایا ہے وہی دراصل قیمتی ہے۔ اس کے برعکس جو شخص ایمان کو رد کر رہا ہے وہ نہ تو کوئی دانا آدمی ہے اور نہ اس کا رئیس ہونا اور شیخ ہونا ہی اہمیت رکھتا ہے۔ آج اگر کوئی شخص شیخ ہے تو کل اس کی مشیخت ختم ہوجاتی ہے، اور اگر آج کوئی رئیس ہے تو کل اس کی ریاست ختم ہوجاتی ہے اور یہی کم حیثیت، نادار اور خستہ حال لوگ ان کا تختہ اُلٹ دیں گے۔ اس لیے فرمایا گیا کہ مطمئن ہوجاؤ ان لوگوں کی معیت پر جو تمہارے ساتھ آگئے ہیں اور ان سے نگاہیں نہ پھیرو۔

☆ نبی ﷺ نے جب ان خستہ حال مہاجرین کو دیکھا کہ وہ بڑی محبت سے قرآن سُن رہے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے، اس نے میرے ساتھ وہ لوگ کر دیے ہیں جن کی معیت پر مجھے مطمئن رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں حضورؐ نے اس پر شکر ادا کیا کہ ایسے لوگوں نے دین قبول کرلیا ہے جن کے اندر اتنی بلند حوصلگی اور کردار کی پختگی موجود تھی کہ دین کی خاطر اپنا گھربار، بال بچے اور مال و دولت سب کچھ چھوڑ کر نکل آئے۔

پھر نبی ﷺ نے ان مہاجرین کو یہ خوش خبری سنائی کہ قیامت کے روز تمہیں مکمل نور حاصل ہوگا اور تم جنت میں دولت مندوں سے آدھے دن پہلے داخل ہوگے۔ اس طرح حضورؐ نے انھیں اس بات کی تسلی دی کہ خدا کے دین کی خاطر تم نے جس طرح تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کی ہیں، خطرات انگیز کیے ہیں اور غربت و تنگ دستی کی زندگی کو اپنے گھروں کے عیش و آرام پر ترجیح دی ہے ان کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے روز مکمل نور عطا کرے گا اور تم دولت مندوں سے آدھے دن پہلے جنت میں داخل ہوگے۔ اس آدھے دن کے متعلق یہ وضاحت فرمائی کہ قیامت کا آدھا دن اس دنیا کے پانچ سو سال کے برابر ہوگا۔

☆ اس چیز کے متعلق تعیّن سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہاں کے آدھے دن سے، اور اس کے پانچ سو سال کے برابر ہونے سے کیا مراد ہے۔ حضورؐ نے یہ بات ذہن نشین کرانے کے لیے آخرت میں زمانے کا معیار اس دنیا سے مختلف ہوگا، مختلف مواقع پر مختلف مقداریں بیان فرمائی ہیں۔ اس لیے اس معاملے میں بلاوجہ کھوج کرید کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات آخرت میں ہی کھلے گی کہ وہاں زمان و مکان کا مفہوم کیا ہے اور اس کے پیمانے کیا ہیں۔

صحابۂ کرامؓ نے قرآن کس ذمے داری سے حفظ کیا تھا

٢٣- عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا بِحِمْصَ فَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ سُوْرَةَ يُوْسُفَ فَقَالَ رَجُلٌ مَّا هٰكَذَا اُنْزِلَتْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَرَأْتُهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَحْسَنْتَ، فَبَيْنَا هُوَ يُكَلِّمُهٗ اِذْ وَجَدَ مِنْهُ رِيْحَ الْخَمْرِ فَقَالَ اَتَشْرَبُ الْخَمْرَ وَ يُكَذِّبُ بِالْكِتَابِ فَضَرَبَهُ الْحَدَّ۔ (متفق علیہ)

’’علقمہؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حمص (شام) میں تھے، وہاں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سورۂ یوسف پڑھی تو ایک شخص نے (جو وہاں موجود تھا) کہا کہ یہ اس طرح نازل نہیں ہوئی، حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے یہ سورت خود رسول اللہ ﷺ کے سامنے پڑھی ہے اور حضورؐ نے فرمایا تھا کہ تم نے ٹھیک پڑھی ہے... اس دوران میں جب کہ وہ اُس شخص سے بات کر رہے تھے اُنھیں اس کے منہ سے شراب کی بو آئی... اس پر آپؓ نے اس سے فرمایا کہ شراب پیتے ہو اور پھر قرآن سُن کر اس کی تکذیب کرتے ہو؟... اور اس کے بعد اس پر (شراب پینے کے جرم میں) حد جاری کی۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، قَالَ: نَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنْتُ بِحِمْصَ فَقَالَ لِیْ بَعْضُ الْقَوْمِ اِقْرَأْ عَلَیْنَا فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ یُوْسُفَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ وَاللّٰهِ مَا هٰذَا اُنْزِلَتْ قَالَ قُلْتُ وَیْحَكَ وَاللّٰهِ لَقَدْ قَرَأْتُهَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لِیْ اَحْسَنْتَ فَبَیْنَمَا اَنَا اُكَلِّمُهٗ اِذْ وَجَدْتُ مِنْهُ رِیْحَ الْخَمْرِ قَالَ فَقُلْتُ اَتَشْرَبُ الْخَمْرَ وَ تُكَذِّبُ بِالْكِتَابِ لَا تَبْرَحُ حَتّٰی اَجْلِدَكَ قَالَ فَجَلَدْتُهُ الْحَدَّ۔ (۲۷)

تشریح: یہ حدیث یہاں یہ بتانے کے لیے رکھی گئی ہے کہ صحابۂ کرامؓ میں سے ہر اُس شخص نے جس نے لوگوں تک قرآن پہنچانے کی ذمہ داری ادا کی ہے اس نے قرآن مجید یا تو براہِ راست رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سُن کر یاد کیا ہے یا پھر دوسروں سے سن کر یاد کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو سُنایا ہے اور حضورؐ نے اس کی تصدیق فرمائی ہے کہ ہاں تم نے ٹھیک یاد کیا ہے... اس طرح قرآن مجید کے ہم تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جس میں ذرّہ برابر بھی اشتباہ کی گنجائش ہوسکتی ہو۔

قرآن سنانے کا معاوضہ لینا غلط ہے

۲۴- عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّهٗ مَرَّ عَلٰی قَاصٍّ یَّقْرَأُ ثُمَّ یَسْئَلُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَلْیَسْئَلِ اللّٰهَ بِهٖ فَاِنَّهٗ سَیَجِیْءُ اَقْوَامٌ یَّقْرَأُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ بِهٖ۔ (رواہ احمد والترمذی)

’’حضرت عمران بن حصین کا بیان ہے کہ ان کا گزر ایک ایسے واعظ پر ہوا جو قرآن پڑھتا تھا اور لوگوں سے بھیک مانگتا تھا... یہ دیکھ کر انھوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا... پھر وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اسے چاہیے کہ وہ جو کچھ مانگے صرف اللہ سے مانگے... ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ قرآن پڑھیں گے اور اس کا معاوضہ لوگوں سے مانگیں گے۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ خَیْثَمَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ، قَالَ: اِنَّهٗ مَرَّ عَلٰی قَاصٍّ قَرَأَ ثُمَّ

فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَلْيَسْئَلِ اللّٰهَ بِهٖ فَاِنَّهٗ سَيَجِيْءُ اَقْوَامٌ يَّقْرَأُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ بِهٖ۔ (۲۸)

تشریح: حدیث کا مضمون واضح ہے۔ تاہم اس مقام پر ایک بات ملحوظ رہے کہ اگرچہ قرآن پڑھ کر اس کا معاوضہ مانگنا یا اسی طرح نماز پڑھانے کا معاوضہ لینا شرعاً نہایت مکروہ چیز ہے اور قدیم زمانے میں فقہاء اس کی کراہت پر متفق تھے، لیکن بعد میں کچھ ایسے حالات پیش آئے جن سے فقہاء کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر ایسا کوئی معاوضہ لینے کو قطعی ممنوع رکھا گیا تو اس بات کا امکان ہے کہ مسجدوں میں پانچ وقت کی نماز باجماعت کا اہتمام اور مسجدوں کی آبادی کا نظام برقرار نہیں رہ سکے گا۔ اس لیے انھوں نے ایک بڑی مصلحت کی خاطر اس بات کی اجازت دے دی کہ جو لوگ دن میں باقاعدہ نماز اپنے وقت پر پڑھانے کی ذمے داری قبول کریں ان کو معاوضہ دیا جاسکتا ہے۔ تاہم اصولاً اب بھی یہ بات اپنی جگہ قائم ہے کہ اگر کوئی آدمی ایسے ذرائع پاتا ہو جن سے وہ اپنی روزی کما سکے اور اس کے ساتھ مسجد میں باقاعدہ نماز پڑھانے کی ذمے داری قبول کرلے تو اس سے بہتر کوئی بات نہیں۔ میرے نزدیک وہ امام نہایت قابلِ قدر ہے جو مسجد کے دروازے کے باہر بیٹھ کر جوتی گانٹھے اور پانچ وقت کی نماز پڑھانے کی ذمے داری قبول کرے اور کسی سے کوئی معاوضہ وصول نہ کرے تاہم اگر یہ کسی طرح ممکن نہ ہو اور ایسا کوئی امام نہ مل سکے تو پھر بدرجہ آخر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ایسے امام مقرر کیے جائیں جن کو معاوضہ دیا جائے اور وہ مسجدوں کی آبادی کا نظام برقرار رکھیں۔

کچھ لوگ قرآن کو وسیلۂ دنیا بنالیں گے

۲۵- عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ نَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَ فِيْنَا الْعَرَبِيُّ وَالْاَعْجَمِيُّ، فَقَالَ اقْرَأُوْا فَكُلٌّ حَسَنٌ وَ سَيَجِيْءُ اَقْوَامٌ يُقِيْمُوْنَهٗ كَمَا يُقَامُ الْقِدْحُ، يَتَعَجَّلُوْنَهٗ وَلَا يَتَاَجَّلُوْنَهٗ۔ (رواہ ابو داؤد والبیہقی)

”حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے خانۂ مبارک سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم لوگ اس وقت (بیٹھے ہوئے) قرآن پڑھ رہے تھے، اور ہم میں سے کوئی عربی تھا اور کوئی عجمی۔ حضورؐ نے ہمیں قرآن پڑھتے سُنا تو فرمایا: ”پڑھتے جاؤ، سب اچھی طرح پڑھ رہے ہیں۔ عنقریب کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو اگرچہ قرآن کو خوب صحت کے ساتھ اس انداز سے پڑھیں گے جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے لیکن اس سے ان کی غرض دنیوی فائدے ہوں گے، آخرت ان کا مقصود نہیں ہوگی۔“

تخریج:(ا) حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، اَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ حُمَيْدِ الْاَعْرَجِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ نَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَ فِيْنَا الْعَرَبِيُّ وَالْاَعْجَمِيُّ، فَقَالَ اقْرَأُوْا فَكُلٌّ حَسَنٌ وَ سَيَجِيْءُ اَقْوَامٌ يُقِيْمُوْنَهٗ كَمَا يُقَامُ الْقِدْحُ، يَتَعَجَّلُوْنَهٗ وَلَا يَتَاَجَّلُوْنَهٗ۔ (۲۹)

ابوداؤد میں سہل بن سعد ساعدی سے مروی روایت:

﴿۲﴾ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا، وَ نَحْنُ نَقْتَرِئُ، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كِتَابُ اللّٰهِ وَاحِدٌ، وَ فِيْكُمُ الْاَحْمَرُ وَ فِيْكُمُ الْاَبْيَضُ وَ فِيْكُمُ الْاَسْوَدُ. اِقْرَؤُا قَبْلَ اَنْ يَّقْرَأَهُ اَقْوَامٌ يُقِيْمُوْنَهُ كَمَا يُقَوَّمُ السَّهْمُ يَتَعَجَّلُ اَجْرَهُ وَلَا يَتَاَجَّلُوْنَهُ. (۳۰)

مسند احمد نے سہل بن سعد سے جو روایت نقل کی ہے اس کے الفاظ ہیں:

﴿۳﴾ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: فِيْكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ، يَتَعَلَّمُهُ الْاَسْوَدُ وَالْاَحْمَرُ، وَالْاَبْيَضُ تَعَلَّمُوْهُ قَبْلَ اَنْ يَّأْتِيَ زَمَانٌ يَتَعَلَّمُهُ نَاسٌ وَلَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، وَ يُقَوِّمُوْنَهُ كَمَا يُقَوَّمُ السَّهْمُ فَيَتَعَجَّلُوْنَ اَجْرَهُ وَلَا يَتَاَجَّلُوْنَهُ. (۳۱)

مسند احمد کی ایک روایت جسے حضرت انسؓ نے روایت کیا ہے اس روایت کے آخری حصہ میں ہے:

وَ سَيَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُثَقِّفُوْنَهُ كَمَا يُثَقِّفُوْنَ الْقِدْحَ يَتَعَجَّلُوْنَ اُجُوْرَهُمْ وَلَا يَتَاَجَّلُوْنَهَا.

تشریح: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس بیان سے کہ ہم میں سے کوئی عربی تھا اور کوئی عجمی، اور حضورؐ نے ہم سب سے فرمایا کہ پڑھتے جاؤ، سب ٹھیک پڑھ رہے ہو، ان کا مقصود دراصل یہ بتانا تھا کہ اس جماعت میں مختلف قوموں اور نسلوں کے لوگ تھے اس لیے ان کے قرآن پڑھنے کا انداز بھی جدا جدا تھا لیکن حضورؐ نے اس سب کی تحسین فرمائی... ظاہر بات ہے کہ ان میں سے ہر آدمی قرآن کو بالکل صحیح طریقے سے، صحیح مخارج اور طرزِ ادا کے ساتھ پڑھنے والا نہیں ہوسکتا تھا۔ بعض کی زبان یا لہجے میں کوئی فطری خامی بھی ہوسکتی تھی اس لیے ان کے قرآن پڑھنے کے لہجے اور انداز میں اختلاف کا پایا جانا فطری تھا لیکن حضورؐ نے انھیں دیکھ کر فرمایا کہ پڑھتے جاؤ تم سب اچھی طرح پڑھ رہے ہو۔ مراد یہ تھی کہ چوں کہ تم خلوص نیت کے ساتھ قرآن کو سمجھ کر پڑھ رہے ہو اور اس کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کرنے کا عزم رکھتے ہو اس لیے تم صحیح معنوں میں قرآن کو پڑھنے کا حق ادا کر رہے ہو، قطع نظر اس کے کہ تم تجوید کا فن جانتے ہو یا نہیں اور اسے قراءت کے اصولوں کے مطابق پڑھ رہے ہو یا نہیں... ایک وقت آئے گا جب قرآن کو پڑھا تو جائے گا بڑی ریاضت و مشق اور صحتِ مخارج کے اہتمام کے ساتھ، بالکل اس طرح جیسے تیر سیدھا کیا جاتا ہے، لیکن اس سے لوگوں کا مقصود دنیا ہوگی، آخرت نہیں ہوگی۔ اس لیے وہ پڑھنا آخرت میں کسی کام نہیں آئے گا۔ البتہ تمہارا یہ پڑھنا بڑا قابل قدر ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہے۔

قرآن کو روٹی کمانے کا ذریعہ بنانے والا بے آبرو ہوگا

۲۶- عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ يَتَاَكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ وَجْهُهُ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ۔ (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

”حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن اس غرض سے پڑھے کہ اس کے ذریعے سے لوگوں سے روٹی مانگے تو قیامت کے روز وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ بس ہڈی ہڈی ہوگا، اس پر گوشت پوست نہیں ہوگا۔“

تخریج: اَخبَرَنَا اَبُو عَبدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ وَ اَبُو الْقَاسِمِ بْنُ حَبِيبِ الْمُفَسِّرُ مِنْ اَصْلِ كِتَابِهِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسٰى بْنِ الْفَضْلِ، قَالُوْا: اَنَا (اَبُوْ) عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الصَّفَّارُ الْاَصْبَهَانِيُّ، ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ هَيْثَمِ بْنِ اَبِى نُعَيمِ الْفَضْلِ بْنِ دُكَيْنٍ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ الْخُزَاعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ يَتَاَكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ وَجْهُهُ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ۔ (۳۲)

تشریح: کسی آدمی کے چہرے پر گوشت پوست نہ ہونے کا مفہوم یہ ہے وہ بے عزت ہوگا۔ آپ اپنی زبان میں بھی یہ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی بے آبرو ہوگیا۔ وہ لفظ ”آبرو“ دراصل آبِ رُو ہے یعنی چہرے کی رونق۔ سو کسی آدمی کے بے عزت ہوجانے کو آپ یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ بے آبرو ہوگیا، یعنی اس کے چہرے کی رونق جاتی رہی۔ اسی مفہوم میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ اس شخص کے چہرے پر گوشت پوست نہیں ہوگا جو قرآن کو محض روٹی کمانے کا وسیلہ بناتا ہے... یعنی اللہ تعالیٰ اُس کو قیامت کے روز بے عزت کردے گا۔

قرآن سے گھروں کو آباد کرو

۲۷–عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِىْ يُقْرَأُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔ (رواہ مسلم)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔“

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: نَا يَعْقُوْبُ وَ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِئُ عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِىْ يُقْرَأُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔ (۳۳)

〈۲〉 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ وَ اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِىْ تُقْرَأُ الْبَقَرَةُ فِيْهِ لَا يَدْخُلُهُ الشَّيْطَانُ۔ (۳۴)

تشریح: پہلا مضمون یہ ہے کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ تمہارے گھروں کی یہ کیفیت نہ ہو کہ ان میں نہ کوئی نماز پڑھنے والا ہو اور نہ قرآن پڑھنے والا۔ یعنی ان کو دیکھ کر یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ ان کے اندر ایمان رکھنے والے اور قرآن پڑھنے والے لوگ بستے ہیں۔ اگر کیفیت یہ ہو تو گویا وہ گھر قبرستان ہیں۔ وہ زندہ انسانوں کی نہیں بلکہ مُردوں کی بستی ہیں۔

اِس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ساری کی ساری نماز مسجدوں ہی میں ادا نہ کرو بلکہ نماز کا کچھ حصہ گھروں میں بھی ادا کرو۔ اگر گھروں میں نماز نہ پڑھی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسجدوں کو تو آپ نے آباد کرلیا لیکن گھر قبرستان کی طرح ہو گئے۔ اِس لیے ایسی صورت ہونی چاہیے کہ مسجدیں بھی آباد ہوں اور گھر بھی۔ اسی بنا پر اس بات کو پسند کیا گیا ہے کہ فرض نماز تو جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کی جائے اور سنتیں اور نوافل وغیرہ گھر میں آکر ادا کیے جائیں تا کہ دونوں جگہیں آباد ہوں۔

دوسرا مضمون یہ بیان فرمایا گیا کہ شیطان ایسے گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے... قرآن مجید کی فضیلت بحیثیتِ مجموعی تو الگ ہے اور ایک ایک سورت کے فضائل الگ ہیں۔ یہاں سورۂ بقرہ کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جس گھر میں وہ پڑھی جاتی ہے شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے... ایسا کیوں ہے؟... اس کی وجہ یہ ہے کہ سورۂ بقرہ میں معاشرتی اور گھریلو زندگی کے سارے قواعد تفصیل سے بیان کردیئے گئے ہیں۔ نکاح اور طلاق وغیرہ کے متعلق مکمل قانون بھی اس میں بیان کردیا گیا ہے... معاشرت کو بہتر رکھنے کے جملہ اصول وقواعد بھی اس میں آگئے ہیں۔ اس لیے جس گھر میں سورۂ بقرہ سمجھ کر پڑھی جاتی ہے اور اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے وہاں شیطان کبھی فتنہ وفساد برپا کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ شیطان کو فتنے برپا کرنے کا موقع اسی جگہ ملتا ہے جہاں لوگوں کو یا تو اللہ تعالیٰ کے وہ احکام معلوم نہ ہوں جن میں انسانی زندگی کی اصلاح کے قاعدے اور ضابطے بتائے گئے ہیں اور یا احکام معلوم تو ہوں لیکن ان کی خلاف ورزی کی جارہی ہو۔ لیکن جہاں احکام بھی معلوم ہوں اور ان کی اطاعت بھی کی جارہی ہو وہاں شیطان کو کام کرنے کا موقع نہیں ملتا اور نہ وہ کوئی فتنہ برپا کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔

قرآن مجید کو بے سمجھے پڑھنا بھی باعثِ برکت ہے

۲۸- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِىْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَ يَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَ هُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ۔ (متفق علیه)

’’حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن کا ماہر، قرآن کے لکھنے والے معزز اور پاکیزہ فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو شخص قرآن مجید کو اٹک اٹک کر اور بڑی مشکل سے پڑھتا ہے اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔‘‘

تخریج: (۱) **حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِىُّ جَمِيْعًا عَنْ اَبِىْ عَوَانَةَ، قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ: نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِىْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَ يَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَ هُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ۔** (۳۵)

امام بخاری نے حضرت عائشہؓ سے مروی روایت کے مندرجہ ذیل الفاظ حدیث نقل کیے ہیں:

﴿۲﴾ عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النبِيِّ ﷺ قَالَ: مَثَلُ الَّذِیْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَ هُوَ حَافِظٌ لَهٗ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ وَ مَثَلُ الَّذِیْ يَقْرَأُ وَ هُوَ يَتَعَاهَدُهٗ وَ هُوَ عَلَيْهِ شَدِيْدٌ فَلَهٗ اَجْرَانِ۔ (۳٦)

سنن دارمی نے حضرت عائشہؓ کی روایت مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کی ہے:

﴿۳﴾ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النبِيِّ ﷺ قَالَ: اِنَّ الَّذِیْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَ هُوَ مَاهِرٌ بِهٖ، فَهُوَ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِیْ يَقْرَؤُهٗ وَ هُوَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ، فَلَهٗ اَجْرَانِ۔ (۳۷)

تشریح: قرآن مجید ہی میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قرآن کو وہ فرشتے لکھتے ہیں جو بڑے معزز اور پاکیزہ ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید کا علم حاصل کرے، اس میں بصیرت پیدا کرے اور اس کے اندر کمال پیدا کرنے کی کوشش کرے وہ ان فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ان فرشتوں میں شامل ہو جائے گا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے وہ مقام اور مرتبہ حاصل ہوگا جو اُن فرشتوں کو حاصل ہے۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ آدمی قرآن مجید کو سمجھ کر نہ پڑھے تو محض اس کے پڑھنے کا کیا فائدہ ہے۔ لیکن یہ خیال کرنا درست نہیں۔ قرآن مجید کے محض پڑھنے کا بھی فائدہ ہے۔ مثلاً آپ دیکھیں کہ ایک ایسا آدمی ہے جو بیچارہ بہت ہی دیہاتی قسم کا ہے اور اس کی زبان بھی پوری طرح سے نہیں کھلتی وہ بڑی مشکل سے اور اٹک اٹک کر قرآن مجید پڑھ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کے حق میں بھی یہ فرماتے ہیں کہ اس کے لیے دوہرا اجر ہے... ایک اُجر قرآن پڑھنے کا اور دوسرا قرآن پڑھنے کے لیے محنت کرنے کا۔... رہی یہ بات کہ بغیر سمجھے بوجھے قرآن مجید پڑھنے کا کیا فائدہ ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے کبھی دنیا میں کسی ایسے آدمی کو دیکھا ہے جو انگریزی کے حروف تہجی پڑھ لینے کے بعد انگریزی کی کوئی کتاب لیے بیٹھا پڑھ رہا ہو اور سمجھ میں اس کی خاک بھی نہ آ رہا ہو۔ غور کیجیے کہ ایک آدمی اس قرآن کے ساتھ ہی یہ محنت کیوں کرتا ہے۔ وہ قاعدہ بغدادی سے اس کے پڑھنے کی مشق کرتا ہے، استادوں سے سیکھتا ہے، پھر بیٹھا ہوا اسے پڑھتا ہے۔ اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا مگر پھر بھی پڑھتا ہے... آخر کیوں؟... اگر اس کے دل میں ایمان نہ ہو، قرآن مجید کی عقیدت نہ ہو اور اگر وہ یہ نہ سمجھ رہا ہو کہ یہ اللہ کا کلام ہے، اور اس کو پڑھنے میں برکت ہے تو آخر وہ یہ سب محنت اور مشقت کیوں برداشت کرے؟ ظاہر بات ہے کہ وہ یہ ساری محنت اور مشقت اسی یقین کی بنا پر تو کرتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے اور بڑی برکت والا کلام ہے۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسے اس کا اجر نہ ملے۔

قرآن کے الفاظ میں بھی برکت ہے

۲۹- عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا فَقَرَأَ فِيْهِمَا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ

يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلٰى رَأْسِهٖ وَ وَجْهِهٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔ (متفق علیہ)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ جب آپؐ رات کو سونے کے لیے اپنے بستر پر لیٹتے تو لیٹنے سے پہلے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو آپس میں ملا کر ان میں سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ الناس پڑھ کر پھونکتے تھے۔ پھر آپؐ اپنی ہتھیلیوں کو اپنے پورے جسم پر، جہاں جہاں تک آپؐ کا ہاتھ پہنچتا تھا پھیرتے تھے۔ پہلے سر (اور اپنے چہرے پر) اور پھر جسم کے اگلے حصے پر... ایسا آپؐ تین مرتبہ کیا کرتے تھے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فُضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا فَقَرَاَ فِيْهِمَا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلٰى رَأْسِهٖ وَ وَجْهِهٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔ (۳۸)

تشریح: کلامِ الٰہی اپنے الفاظ میں، اپنی آواز میں، اور اپنے مضمون میں، سبھی طرح برکت رکھتا ہے۔ یہ سراسر برکت ہی برکت ہے۔ رسول اللہ ﷺ جس طرح سے کلامِ الٰہی کو سمجھتے اور اس کے مطابق عمل فرماتے تھے اور اس کے منشا کے مطابق دنیا میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جِدّ و جہد فرماتے تھے، اسی طرح سے آپؐ اس کلام کی باقی تمام برکتوں سے بھی فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتے تھے۔ مثلاً قرآن پڑھ کر پانی پر پھونکنا اور خود پینا یا کسی کو پلا دینا، یا اس کو ہاتھوں پر پھونکنا اور جسم پر ملنا۔ اِن طریقوں سے قرآن کی برکت کا کوئی ظاہری اور باطنی پہلو آپؐ نہیں چھوڑتے تھے... آج بھی اگر کوئی شخص یہ عمل کرے تو صحیح اور پسندیدہ ہے اور باعثِ برکت ہے، لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ اس برکت کا فائدہ حقیقت میں وہی شخص اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے ظاہر کے ساتھ اس کے باطن سے بھی تعلق رکھتا ہو۔ اگر ایک آدمی قرآن کے منشا کے خلاف زندگی گزار رہا ہو اور پھر **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ** اور **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ** پڑھ کر اپنے اوپر پھونک بھی رہا ہو تو سوال یہ ہے کہ وہ آخر کس شر سے خدا کی پناہ مانگ رہا ہے شر تو اس نے اپنے اندر بھر رکھا ہے۔ کیا وہ اس شر سے پناہ مانگ رہا ہے جو رشوت خوری وہ کر کے آیا ہے اس پر پولس اُسے نہ پکڑے۔ اس لیے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ قرآن کی یہ برکتیں صرف اُنھی لوگوں کے لیے ہیں جو فی الواقع قرآن کے منشا کے مطابق کام کر رہے ہوں۔ اس کے بعد قرآن کے الفاظ کی برکت بھی انہیں حاصل ہوگی۔ لیکن جو لوگ قرآن کے الفاظ و مضامین سے رات دِن لڑ رہے ہوں اور اپنے قول و فعل سے اس کے معانی کی نفی کر رہے ہوں ان کے لیے یہ برکتیں نہیں ہو سکتیں۔

قرآن پڑھنے کی آواز سن کر فرشتے جمع ہو جاتے ہیں

۳۰- عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِىِّ اَنَّ اُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَ فَرَسُهٗ مَرْبُوْطَةٌ عِنْدَهٗ اِذْ جَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَنَتْ فَقَرَأَ فَجَالَتْ فَسَكَتَ

فَسَكَنَتْ ثُمَّ قَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَانْصَرَفَ وَ كَانَ ابْنُهُ يَحْيٰ قَرِيْبًا مِنْهَا فَاَشْفَقَ اَنْ تُصِيْبَهُ وَلَمَّا اجْتَرَّهُ رَفَعَ رَاْسَهُ اِلَى السَّمَآءِ حَتّٰى مَا يَرَاهَا، فَلَمَّا اَصْبَحَ حَدَّثَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ اِقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ اِقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ، قَالَ فَاَشْفَقْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ تَطَأَ يَحْيٰ وَكَانَ مِنْهَا قَرِيْبًا فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ فَانْصَرَفْتُ اِلَيْهِ وَ رَفَعْتُ رَاْسِيْ اِلَى السَّمَآءِ فَاِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيْهَا اَمْثَالُ الْمَصَابِيْحِ فَخَرَجْتُ حَتّٰى لَا اَرَاهَا، قَالَ وَ تَدْرِيْ مَا ذَاكَ، قَالَ لَا، قَالَ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَ لَوْ قَرَأْتَ لَاَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ اِلَيْهَا لَا تَتَوَارٰى مِنْهُمْ۔

(متفق علیه واللفظ للبخاری و فی مسلم عرجت فی الجو بدل فخرجت علی صیغة المتکلم)

’’حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اسید بن حضیر نے بیان کیا کہ وہ (اپنے گھر میں) ایک رات نماز میں سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے اور ان کا گھوڑا اُن کے پاس ہی بندھا ہوا تھا۔ یکایک گھوڑے نے اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی سکون سے کھڑا ہو گیا۔ اُنھوں نے پھر پڑھنا شروع کیا تو گھوڑے نے پھر اُچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ وہ پھر خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی ساکن ہو گیا۔ اُنھوں نے پھر پڑھا تو گھوڑا پھر اُچھلنے کودنے لگا تب اُنھوں نے سلام پھیر دیا کیوں کہ ان کا بیٹا یحییٰ اس گھوڑے کے قریب ہی تھا اور اُنھیں ڈر لگا کہ کہیں وہ (اپنی اُچھل کود سے) اُسے کوئی ضرر نہ پہنچائے۔ جب اُنھوں نے بچے کو گھوڑے کے پاس سے ہٹا دیا اور اتفاقاً آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی تو کچھ نظر نہیں آیا جب صبح ہوئی تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا... حضورؐ نے فرمایا اے ابن حضیرؓ (ایسے موقع پر بے تکلف) پڑھتے رہا کرو۔ پھر فرمایا کہ ابن حضیرؓ، پڑھتے رہا کرو۔

حضرت اسید بن حضیرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ، مجھے ڈر یہ لگا کہ میرا گھوڑا میرے بچے یحییٰ کو کچل نہ دے کیوں کہ وہ اس کے قریب ہی تھا۔ جب میں نماز سے سلام پھیر کر اُس کی طرف گیا اور میں نے اتفاقاً اپنی نگاہ آسمان کی جانب اُٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ گویا ایک چھتری سی ہے جس کے اندر چراغ سے روشن ہیں۔ میں (کچھ گھبرا کر) وہاں سے نکل آیا (یعنی آسمان کے نیچے سے) تاکہ میری نگاہ پھر اس پر نہ پڑے۔ حضورؐ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ کیا چیز تھی؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: وہ فرشتے تھے جو تمہارے قرآن پڑھنے کی آواز سن کر قریب آ گئے تھے اور اگر تم پڑھتے رہتے تو ہو سکتا تھا کہ نوبت یہاں تک آ جاتی کہ لوگ ان کو دیکھتے اور وہ لوگوں سے نہ چھپتے۔

تخریج:⟨۱⟩ قَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَ فَرَسُهُ مَرْبُوْطَةٌ عِنْدَهُ اِذْ جَالَتِ الْفَرَسُ فَسَكَتَ فَسَكَنَتْ فَقَرَأَ فَجَالَتْ فَسَكَتَ فَسَكَنَتْ ثُمَّ قَرَأَ فَجَالَتِ الْفَرَسُ فَانْصَرَفَ وَ كَانَ ابْنُهُ يَحْيٰ قَرِيْبًا مِنْهَا فَاَشْفَقَ اَنْ تُصِيْبَهُ وَلَمَّا اجْتَرَّهُ رَفَعَ رَاْسَهُ اِلَى السَّمَآءِ حَتّٰى مَا يَرَاهَا، فَلَمَّا اَصْبَحَ حَدَّثَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ اِقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ اِقْرَأْ يَا ابْنَ حُضَيْرٍ، قَالَ

فَاشْفَقْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ تَطَأَ يَحْيٰ وَكَانَ مِنْهَا قَرِيْبًا فَرَفَعْتُ رَأْسِىْ فَانْصَرَفْتُ اِلَيْهِ وَ رَفَعْتُ رَاْسِىْ اِلَى السَّمَآءِ فَاِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيْهَا اَمْثَالُ الْمَصَابِيْحِ فَخَرَجْتُ حَتّٰى لَا اَرَاهَا، قَالَ وَ تَدْرِىْ مَا ذَاكَ، قَالَ لَا، قَالَ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَ لَوْ قَرَأْتَ لَاَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ اِلَيْهَا لَا تَتَوَارٰى مِنْهُمْ۔ (۳۹)

مسلم نے عبداللہ بن خباب، ابوسعید اُسید بن حضیر والی روایت بیان کی ہے:

﴿۲﴾ قَالَ يَزِيْدُ بْنُ الْهَادِ، اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ خَبَّابٍ، حَدَّثَهُ، اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِىَّ حَدَّثَهُ اَنَّ اُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ بَيْنَمَا هُوَ لَيْلَةً يَقْرَأُ فِىْ مِرْبَدِهٖ اِذْ جَالَتْ فَرَسُهٗ، فَقَرَأَ ثُمَّ جَالَتْ اُخْرٰى، فَقَرَأَ ثُمَّ جَالَتْ اَيْضًا۔ قَالَ اُسَيْدٌ: فَخَشِيْتُ اَنْ تَطَأَ يَحْيٰ، فَقُمْتُ اِلَيْهَا، فَاِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فَوْقَ رَاْسِىْ فِيْهَا اَمْثَالُ السُّرُجِ۔ عَرَجَتْ فِى الْجَوِّ حَتّٰى مَا اَرَاهَا، قَالَ: فَغَدَوْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ بَيْنَمَا اَنَا الْبَارِحَةَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ اَقْرَأُ فِىْ مِرْبَدِىْ اِذْ جَالَتْ فَرَسِىْ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِقْرَأْ ابْنَ حُضَيْرٍ، قَالَ: فَقَرَأْتُ ثُمَّ جَالَتْ اَيْضًا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِقْرَأْ ابْنَ حُضَيْرٍ، قَالَ: فَقَرَأْتُ، ثُمَّ جَالَتْ اَيْضًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِقْرَأْ ابْنَ حُضَيْرٍ، قَالَ: فَانْصَرَفْتُ، وَكَانَ يَحْيٰ قَرِيْبًا مِنْهُ۔ خَشِيْتُ اَنْ تَطَاءَ هٗ۔ فَرَأَيْتُ مِثْلَ الظُّلَّةِ۔ فِيْهَا السُّرُجُ عَرَجَتْ فِى الْجَوِّ حَتّٰى مَا اَرَاهَا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ كَانَتْ تَسْمَعُ لَكَ وَ لَوْ قَرَأْتَ لَاَصْبَحَتْ يَرَاهَا النَّاسُ مَا تَسْتَتِرُ مِنْهُمْ۔ (۴۰)

''المستدرک'' نے اس روایت کا پس منظر ذرا مختلف بیان کیا ہے:

﴿۳﴾ عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَأُ وَ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتِهٖ وَ هُوَ حَسَنُ الصَّوْتِ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: بَيْنَا أَقْرَأُ اِذْ غَشِيَنِىْ شَيْءٌ كَالسَّحَابِ وَالْمَرْأَةُ فِى الْبَيْتِ وَالْفَرَسُ فِى الدَّارِ فَتَخَوَّفْتُ اَنْ تَسْقُطَ الْمَرْأَةُ وَ تَنْفَلِتَ الْفَرَسُ فَانْصَرَفْتُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِقْرَأْ يَا اُسَيْدُ فَاِنَّمَا هُوَ مَلَكٌ اسْتَمَعَ الْقُرْاٰنَ۔

دوسری روایت:

عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ اَنَّهٗ قَالَ بَيْنَا اَقْرَأُ اللَّيْلَةَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَلَمَّا انْتَهَيْتُ اِلٰى آخِرِهَا سَمِعْتُ وَجْبَةً مِنْ خَلْفِىْ فَظَنَنْتُ اَنَّ فَرَسِىْ تُطْلِقُ فَقَالَ اِقْرَأْ أَبَا عَتِيْكٍ وَالْتَفَتُّ فَإِذَا

اَمْثَالُ الْمَصَابِیْحِ مُدْلَاۃٌ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہِ مَا اسْتَطَعْتُ اَنْ اَمْضِیَ قَالَ: فَقَالَ تِلْکَ الْمَلَائِکَۃُ نَزَلَتْ لِقِرَأَۃِ الْقُرْاٰنِ اَمَا اِنَّکَ لَوْ مَضَیْتَ لَرَأَیْتَ الْعَجَائِبَ۔ (۴۱)

تشریح: یہ ضروری نہیں ہے کہ جب بھی کوئی شخص قرآن پڑھے تو اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ پیش آئے۔ خود حضرت اُسید بن حضیر کے ساتھ بھی روز ایسا نہیں ہوتا تھا۔ قرآن تو وہ ہمیشہ پڑھتے ہی تھے لیکن اُس روز ان کے ساتھ یہ خاص معاملہ پیش آیا جس کے متعلق ہم نہیں جانتے کہ کیوں پیش آیا۔ نبی ﷺ نے بھی ان سے یہ نہیں فرمایا کہ یہ تمہارے ساتھ ہمیشہ ہوگا۔ یعنی اگر ہر روز رات کو اسی طرح قرآن مجید پڑھو گے تو صبح ایسی نوبت آسکتی ہے کہ فرشتے کھڑے رہیں یہاں تک کہ لوگ انہیں دیکھ لیں۔ اس کے بجائے آپؐ نے فرمایا کہ اگر پھر کبھی ایسا موقع پیش آئے تو بلا تکلف پڑھتے رہا کرو، اِس میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

یہ کہنا کہ آج ہمیں ایسا تجربہ کیوں پیش نہیں آتا تو بات دراصل یہ ہے کہ اس طرح کے معاملات اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی ہر مخلوق سے، حتیٰ کہ ہر فرد سے الگ الگ معاملہ کرتا ہے۔ اس نے سب کو سب کچھ نہیں دے دیا ہے اور نہ کوئی ایسا ہے کہ جسے کچھ نہ دیا ہو۔ بس یہ اللہ کی دین ہے جو وہ مختلف لوگوں کو مختلف طریقوں سے دیتا ہے۔

قرآن پڑھنے والے پر سکینت نازل ہوتی ہے

۳۱- عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ کَانَ رَجُلٌ یَّقْرَأُ سُوْرَۃَ الْکَھْفِ وَ اِلٰی جَانِبِہٖ حِصَانٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَیْنِ فَتَغَشَّتْہُ سَحَابَۃٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُوْا وَ تَدْنُوْا وَ جَعَلَ فَرَسُہٗ یَنْفِرُ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَہٗ فَقَالَ تِلْکَ السَّکِیْنَۃُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْاٰنِ۔ (متفق علیہ)

”حضرت براء بن عازِب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی سورۂ کہف پڑھ رہا تھا اور اس کے قریب ہی ایک گھوڑا دو رسیوں کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ اِس دوران میں ایک بادل سا اس پر سایہ فگن ہوا، اور وہ آہستہ آہستہ نیچے آتا چلا گیا۔ جیسے جیسے وہ نیچے آتا رہا اس کا گھوڑا زیادہ اُچھلنے کودنے لگا۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے آپؐ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ سکینت تھی جو قرآن کے ساتھ نازل ہورہی تھی۔“

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا زُھَیْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ کَانَ رَجُلٌ یَّقْرَأُ سُوْرَۃَ الْکَھْفِ وَ اِلٰی جَانِبِہٖ حِصَانٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَیْنِ فَتَغَشَّتْہُ سَحَابَۃٌ فَجَعَلَتْ تَدْنُوْا وَ تَدْنُوْا وَ جَعَلَ فَرَسُہٗ یَنْفِرُ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَہٗ فَقَالَ تِلْکَ السَّکِیْنَۃُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْاٰنِ۔ (۴۲)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ اَنْبَانَا شُعْبَۃُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَآءَ یَقُوْلُ: بَیْنَمَا رَجُلٌ یَقْرَأُ سُوْرَۃَ الْکَھْفِ اِذْ رَاٰی دَآبَّتَہٗ تَرْکُضُ فَنَظَرَ فَاِذَا مِثْلُ

الْغَمَامَةِ اَوِ السَّحَابَةِ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تِلْكَ السَّكِيْنَةُ نَزَلَتْ مَعَ الْقُرْاٰنِ اَوْ نَزَلَتْ عَلَى الْقُرْاٰنِ۔ (۴۳)

تشریح: گزشتہ حدیث کے برعکس یہاں فرشتوں کے بجائے سکینت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ سکینت کی تشریح کرنا بڑا مشکل ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ مختلف مقامات پر آیا ہے اور اس کے مختلف مفہوم ہیں... سکینت سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت بھی ہے جو انسان کے دل میں اطمینان، سکون اور ٹھنڈک پیدا کرتی ہے اور اس کو روحانی حیثیت سے تسکین بہم پہنچاتی ہے اور اس سے مراد وہ نصرت بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور خاص آتی ہے۔ اس سے مراد وہ فرشتے بھی ہو سکتے ہیں جو قرار و سکینت کا پیغام لے کر آتے ہیں۔ بنابریں یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا یہ لفظ یہاں فرشتوں کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے یا یہ اللہ کی رحمت کی کوئی اور شکل تھی جو ان صاحب کے قریب آئی تھی۔

یہ معاملہ بھی ہر ایک کے ساتھ پیش نہیں آتا اور خود ان صاحب کے ساتھ بھی ہمیشہ پیش نہیں آتا تھا۔ وہ کوئی خاص کیفیت تھی جو اُن پر گزری۔ اگر رسول اللہ ﷺ اس کا معنی اور مفہوم بتانے کے لیے موجود نہ ہوتے تو وہ صحابی ہمیشہ کے لیے حیران ہی رہتے کہ یہ ان کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔

اِن دونوں روایتوں میں اس خاص کیفیت میں گھوڑے کے بدکنے اور اُچھلنے کودنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات حیوانات وہ چیزیں دیکھتے ہیں جو انسانوں کو نظر نہیں آتیں۔ یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ زلزلہ آنے سے پہلے پرندے غائب ہو جاتے ہیں۔ جانوروں کو پہلے سے پتہ چل جاتا ہے کہ کوئی چیز پیش آنے والی ہے۔ وبائیں آنے سے پہلے کتے اور دوسرے جانور چیخنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ ایسے حواس عطا کر دیئے ہیں جو انسانوں کو حاصل نہیں ہیں۔ اس بنا پر اُنھیں بعض ایسی چیزوں کا علم یا احساس ہو جاتا ہے جو انسان کے دائرۂ علم و احساس سے باہر ہوتی ہیں۔

قرآن کے ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ہیں

۳۲- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ۔ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَ مِيْمٌ حَرْفٌ۔ (رواه الترمذی والدارمی)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھتا ہے اس کے بدلے میں اس کی ایک نیکی شمار ہوتی ہے۔ اور (قرآن میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ) ہر نیکی کے بدلے میں دس گنا اَجر ہے... میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ الٓم ایک حرف ہے نہیں، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا اَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ، نَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ الْقُرَظِيَّ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ،

یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ. اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَ مِيْمٌ حَرْفٌ. (۴۴)

قرآن کی حفاظت نہ کی جائے تو وہ بہت جلد فراموش ہو جاتا ہے

۳۳- عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِنَ الْإِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا. (متفق علیہ)

”حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید کو ذہن میں محفوظ رکھنے اور یاد رکھنے کا اہتمام کرو کیوں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ ذہن سے نکلنے کے لیے اُسی طرح، بلکہ اس سے زیادہ جلدی کرتا ہے، جس طرح بندھے ہوئے اونٹ رسی تڑا کر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔“

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِنَ الْإِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا. (۴۵)

تشریح: مراد یہ ہے کہ اگر قرآن مجید کو یاد کرنے کے بعد اسے یاد رکھنے کی فکر نہ کرے تو یہ آدمی کے ذہن سے اس طرح فرار کرتا ہے جس طرح اونٹ رسّی تڑا کر بھاگنے کی کوشش کرتا ہے... اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا نفس قرآن مجید کو اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک کہ انسان اسے پوری ارادی قوت کے ساتھ قرآن کو قبول کرنے اور ذہن نشین کرنے پر مجبور نہ کرے۔ اگر یہ اہتمام نہ کیا جائے تو وہ قرآن مجید کو اگل دینے اور اس سے نکل بھاگنے کی کوشش کرتا ہے کیوں کہ اس کے اندر یہ کمزوری موجود ہے کہ وہ قرآن کی عاید کردہ پابندیوں سے نکلنا چاہتا ہے۔ وہ ان حدود سے تجاوز کرنا چاہتا ہے جو قرآن اس کے لیے مقرر کرتا ہے۔ اسی وجہ سے ایک بندۂ نفس جو اپنے نفس پر جبر کر کے اُسے خدا کی اطاعت پر آمادہ کرنے والا نہیں ہوتا وہ بعض اوقات قرآن کو سنتے ہوئے گھبراتا ہے کہ نہ معلوم کون سی آیت ایسی آجائے جو اس پر حجت تمام کر کے اُسے مجبور کر دے کہ وہ اپنے غلط اور ناجائز کاموں سے باز آجائے۔ اسی لیے فرمایا کہ قرآن کو یاد کرنے کے بعد اُسے ذہن میں محفوظ رکھنے کی کوشش کرو تاکہ یہ تمہاری غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے فراموش نہ ہو جائے۔

قرآن کو دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ پڑھو

۳۴- عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِقْرَأُوا الْقُرْاٰنَ مَا ائْتَلَفَتْ قُلُوْبُكُمْ، فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ. (متفق علیہ)

”حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن اُس وقت تک پڑھو جب تک کہ تمہارا دل اس میں لگا رہے۔ جب دل نہ لگ رہا ہو تو پڑھنا چھوڑ دو۔“

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُو النُّعمَان، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ مَا ائْتَلَفَتْ قُلُوْبُكُمْ، فَاِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ۔ (٤٦)

تشریح: مراد یہ ہے کہ آدمی ایسی حالت میں قرآن نہ پڑھے جب کہ اس کا ذہن قرآن کی طرف پوری طرح متوجہ نہ ہو۔ آدمی جتنا کچھ دلچسپی اور توجہ کے ساتھ پڑھ سکتا ہو اتنا کچھ پڑھے۔ اصل چیز منزل پوری کرنا نہیں ہے بلکہ قرآن کو پوری توجہ سے اور اس کے معنی سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے پڑھنا ہے یہ نہیں ہے کہ اگر آپ نے ایک پارہ پڑھنے کا ارادہ کیا ہے تو آپ اس حالت میں بھی بیٹھے ہوئے اسے پڑھتے ہیں جب کہ آپ کا ذہن اس کی طرف یکسو نہ ہو رہا ہو، اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ آپ ایک ہی رکوع پڑھیں لیکن اچھی طرح سے دل لگا کر پڑھیں۔ اگر آدمی یہ نہ کر سکے تو محض منزل پوری کر لینے سے کیا حاصل۔

تین دن سے کم میں قرآن ختم نہ کرو

۳۵- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِیْ اَقَلِّ مِنْ ثَلَاثٍ۔ (رواہ ابو داؤد والدارمی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہما) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ اس شخص نے قرآن کو نہیں سمجھا، جس نے اسے تین شب و روز سے کم میں پڑھا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِیْ اَقَلِّ مِنْ ثَلَاثٍ۔ (٤٧)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی اس رفتار سے پڑھے کہ تین دن سے کم میں پورا قرآن پڑھ ڈالے تو اس رواروی کے عالم میں وہ قرآن کو کیا سمجھ سکے گا۔ اس لیے حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ قرآن کم از کم تین شب و روز میں ختم کرو۔ اس سے زیادہ دنوں میں ختم کرو تو بہتر ہے لیکن اس سے کم میں نہ کرو، کیوں کہ اگر ایک آدمی روزانہ دس پارے کے اوسط سے بھی تیز پڑھے تو اس صورت میں وہ کچھ نہیں سمجھ سکے گا۔

علانیہ اور چھپا کر قرآن پڑھنے کی مثال

۳٦-عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ۔ (رواہ الترمذی و ابو داؤد والنسائی)

''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ جو شخص بآوازِ بلند قرآن مجید پڑھتا ہے وہ اس شخص

کے مانند ہے جو علانیہ صدقہ دیتا ہے اور جو شخص آہستہ آواز میں قرآن مجید پڑھتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو چھپا کر صدقہ دیتا ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بُحَيْرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: الْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ۔

ترمذی نے حدیث نقل کر کے بیان کیا ہے:

وَ مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اِنَّ الَّذِىْ يُسِرُّ بِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِىْ يَجْهَرُ بِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ لِاَنَّ صَدَقَةَ السِّرِّ اَفْضَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَّةِ وَ اِنَّمَا مَعْنٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لِكَىْ يَاْمَنَ الرَّجُلُ مِنَ الْعُجْبِ لِاَنَّ الَّذِىْ يُسِرُّ بِالْعَمَلِ لَا يُخَافُ عَلَيْهِ الْعُجْبُ مَا يَخَافُ عَلَيْهِ فِى الْعَلَانِيَّةِ۔ (۴۸)

تشریح: مراد یہ ہے کہ مذکورہ دونوں طریقوں سے قرآن مجید پڑھنے کا ثواب بھی ہے اور فائدے بھی ہیں۔ اگر ایک آدمی علانیہ صدقہ دے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی صدقے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور ان کے دلوں میں بھی یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ خدا کی راہ میں صدقہ وخیرات کریں۔ اس کے برعکس اگر ایک شخص چھپا کر صدقہ دے تو اس کے اندر اخلاص کی کیفیت راسخ ہوتی ہے اور وہ ریاکاری سے محفوظ رہتا ہے... ایسا ہی معاملہ قرآن مجید کے چھپا کر آہستہ آواز سے پڑھنے اور بلند آواز سے پڑھنے کا ہے۔ بلند آواز سے پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ خلق خدا تک قرآن کی تعلیم پہنچتی ہے اور لوگوں میں اس کے پڑھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس آہستہ آہستہ سے چھپا کر پڑھنے کا یہ فائدہ ہے کہ اس طرح آدمی قرآن پورے اخلاص کے ساتھ، بغیر کسی ریا کے، اللہ کو خوش کرنے کے جذبے سے پڑھتا اور اس میں کسی دوسرے جذبے کی آمیزش نہیں ہونے پاتی۔

قرآن خوش آوازی سے پڑھو

۳۷- عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: زَيِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ۔

(رواہ احمد و ابو داؤد وابن ماجه والدارمی)

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید کو اپنی (اچھی) آوازوں سے مزین کرو۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ، ثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْسَجَةَ، عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: زَيِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ۔ (۴۹)

تشریح: مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کو حتی الامکان اچھے لہجے سے اور خوش آوازی سے پڑھنا چاہیے۔ ایسے بے ڈھنگے طریقے سے نہیں پڑھنا چاہیے کہ دِل اس کی طرف کھنچنے کے بجائے اس سے اور زیادہ دُور ہو جائیں جیسا کہ ایک فارسی شاعر نے کہا ؎

گر تو قرآن بریں نمط خوانی

بِبَری رونقِ مسلمانی (سعدیؔ)

خوش آوازی قرآن کے حُسن میں اضافہ کرتی ہے

۳۸-عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْاٰنَ حُسْنًا۔ (رواه الدارمی)

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قرآن کو اپنی (اچھی) آوازوں کے ذریعے حسین بناؤ کیوں کہ اچھی آواز قرآن کے حسن میں اضافہ کرتی ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ، ثَنَا صَدَقَةُ، عَنِ ابْنِ اَبِیْ عِمْرَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ زَاذَانَ اَبِیْ عُمَرَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ حَسِّنُوْا الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِكُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا۔ (۵۰)

تشریح: اب تک مسلسل ایسی حدیثیں آئی ہیں جن میں سے اگر ایک میں قرآن کو گا کر پڑھنے سے روکا گیا ہے تو دوسری میں اسے اچھے آواز سے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ گا کر پڑھنے میں اور خوش آوازی سے پڑھنے میں فرق ہے اور اسی فرق کی بنا پر ایک چیز ناپسندیدہ ہے اور دوسری پسندیدہ۔

حُسنِ صوت سے تلاوتِ قرآن

۳۹- لَقَدْ اُوْتِیَ هٰذَا مِزْمَاراً مِنْ مَزَامِيْرِ اٰلِ دَاوُدَ۔

''اس شخص کو لحن داؤدی میں سے ایک حصہ ملا ہے۔''

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ اَبُوْ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ يَحْيٰى الْحَمَّانِیُّ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِیْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَ لَهٗ يَا اَبَا مُوْسٰى لَقَدْ اُوْتِيْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ اٰلِ دَاوُدَ۔ (۵۱)

نسائی کی ایک روایت میں:

⟨۲⟩ سَمِعَ النَّبِیُّ ﷺ قِرَاءَةَ اَبِیْ مُوْسٰى فَقَالَ: لَقَدْ اُوْتِیَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ اٰلِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ (۵۲)

مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے:

﴿۳﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَقَدْ اُعْطِیَ اَبُوْ مُوْسٰی مَزَامِيْرَ دَاوٗدَ۔ (۵۳)

(۱)

پس منظر: ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ قرآن پڑھ رہے تھے، رسول اللہ ﷺ راستہ چلتے چلتے ان کی آواز سن کر ٹھہر گئے اور کچھ دیر لطف لینے کے بعد (ان کے متعلق) اس طرح فرمایا (تفہیمات دوم، بے اصل فتنے۔)

تشریح: (حضرت) داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ اور پرندے مسخر کیے گئے تھے، اور اس تسخیر کا حاصل یہ تھا کہ وہ بھی حضرت داؤد کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرتے تھے۔ یہی بات سورۂ صٓ آیت: ۱۸، ۱۹ میں بیان کی گئی ہے، **اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ** ''ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا کہ صبح و شام تسبیح کرتے تھے، اور پرندے بھی مسخر کر دیے تھے جو اکٹھے ہو جاتے تھے، سب اس کی تسبیح کو دوہراتے۔ سورۂ سبا آیت: ۱۰ میں اس کی مزید وضاحت یہ ملتی ہے۔ ''**يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ**'' پہاڑوں کو ہم نے حکم دیا کہ اس کے ساتھ تسبیح دُہراؤ اور یہی حکم پرندوں کو دیا۔ ان ارشادات سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ جب اللہ کی حمد و ثنا کے گیت گاتے تھے تو ان کی بلند اور سریلی آواز سے پہاڑ گونج اٹھتے تھے، پرندے ٹھہر جاتے تھے اور ایک سماں بندھ جاتا تھا۔ اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ذکر آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، جو غیر معمولی طور پر، خوش آواز بزرگ تھے، قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ نبی ﷺ ادھر سے گزرے تو ان کی آواز سن کر کھڑے ہو گئے اور دیر تک سنتے رہے۔ جب وہ ختم کر چکے تو آپؐ نے فرمایا: **لَقَدْ اُوْتِيَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيْرِ اٰلِ دَاوٗدَ**، یعنی اس شخص کو داؤد کی خوش آوازی کا ایک حصہ ملا ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ۳، الانبیاء حاشیہ: ۷۱)

ٹھیک ٹھیک سمجھ کر تلاوتِ قرآن کرنا، اخلاق کی قوتِ محرّکہ ہے

۴۰۔ '' يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ''

'' وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اِس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نِکل جاتا ہے۔'' (بخاری، مسلم، موطا)

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، اَنَّهٗ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: يَخْرُجُ فِيْكُمْ قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَ صِيَامَكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ وَ عَمَلَكُمْ مَعَ عَمَلِهِمْ۔ وَ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَنْظُرُ فِي النَّصْلِ

---

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بڑے خوش آواز شخص تھے۔ ابو عثمان نہدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر بھر کوئی آواز ابو موسیٰ کی آواز سے اچھی نہیں سنی۔

فَلَا يَرٰى شَيْئًا وَ يَنْظُرُ فِي الْقِدْحِ فَلَا يَرىٰ شَيْئًا وَ يَنْظُرُ فِى الرِّيْشِ فَلَا يَرٰى شَيْئًا وَ يَتَمَارٰى فِى الْفُوْقِ۔ (٥٤)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تم میں کچھ (یا بہت) لوگ نکلیں گے تم اپنے نماز، روزے اور اعمال کو ان کے ساتھ حقیر تصور کرو گے (ان کے مقابلہ میں) وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ شکاری کو نہ پیکان میں کچھ معلوم ہو اور نہ ڈنڈی میں کچھ لگا ہوا محسوس ہو اور نہ پر کے اوپر ہی کچھ اثر نظر آئے البتہ تیر کے پھل کی جگہ کچھ اشتباہ ہو۔

ابوداؤد نے ابوسعید خدری اور انس بن مالک دونوں سے روایت نقل کی ہے:

﴿٢﴾ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ وَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: سَيَكُوْنُ فِىْ اُمَّتِىْ اِخْتِلَافٌ وَ فِرْقَةٌ، قَوْمٌ يُحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ وَ يُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ، يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيْهِمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَرْتَدَّ عَلٰى فُوْقِهٖ الخ۔ (٥٥)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت انس بن مالکؓ رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں اختلاف اور افتراق پیدا ہوگا کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو گفتگو بڑی حسین وعمدہ کریں گے۔ مگر عمل برے ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے وہ لوگ اپنے طریقہ سے واپس نہیں لوٹیں گے جب تک کہ تیر واپس سوفار پر پلٹ نہ آئے۔ (ایسا ممکن نہیں اسی طرح اس گروہ کا اسلام کی جانب پلٹ آنا بھی ممکن ومحال ہے)

دوسری روایت ابوسعید خدریؓ سے:

﴿٣﴾ قَوْمًا يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَ يَدَعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ لَئِنْ اَنَا اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ۔ (٥٦)

ترجمہ: کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار یا کمان سے نکل جاتا ہے وہ لوگ اہل اسلام کو تو قتل کریں گے اور بُت پرستوں کو چھوڑیں گے۔ اگر میں ان کو پاؤں تو قوم عاد کی طرح ان کا ملیامیٹ کردوں۔

٤١- مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ۔ (ترمذی بروایت صہیب رومی رضی اللہ عنہ)

''قرآن پر ایمان نہیں لایا وہ شخص جس نے اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرلیا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ الْوَاسِطِیُّ نَا وَکِیْعٌ نَا اَبُوْ فَرْوَۃَ یَزِیْدُ بْنُ سِنَانٍ، عَنْ اَبِی الْمُبَارَکِ، عَنْ صُھَیْبٍ قَالَ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَہٗ۔ (۵۷)

تشریح: (قرآن کی تلاوت کرنا اور نماز قائم کرنا) یہی دو چیزیں ایسی ہیں جو ایک مومن میں وہ مضبوط سیرت اور وہ زبردست صلاحیت پیدا کرتی ہیں جن سے وہ باطل کی بڑی سے بڑی طغیانیوں اور بدی کے سخت سے سخت طوفانوں کے مقابلے میں نہ صرف کھڑا رہ سکتا ہے بلکہ ان کا منہ پھیر سکتا ہے۔ لیکن تلاوتِ قرآن اور نماز سے یہ طاقت انسان کو اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب کہ وہ قرآن کے محض الفاظ کی تلاوت پر اکتفا نہ کرے بلکہ اس کی تعلیم کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر اپنی روح میں جذب کرتا چلا جائے، اور اس کی نماز صرف حرکاتِ بدن تک محدود نہ رہے بلکہ اس کے قلب کا وظیفہ اور اس کے اخلاق و کردار کی قوتِ محرکہ بن جائے۔

رہی تلاوت تو اس کے متعلق یہ جان لینا چاہیے کہ جو تلاوت آدمی کے حلق سے تجاوز کر کے اس کے دل تک نہیں پہنچتی وہ اسے کفر کی طغیانیوں کے مقابلے کی طاقت تو درکنار، خود ایمان پر قائم رہنے کی طاقت بھی نہیں بخش سکتی۔ جیسا کہ حدیث میں ایک گروہ کے متعلق آیا ہے کہ **یَقْرَأُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَھُمْ، یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ مُرُوْقَ السَّھْمِ مِنَ الرَّمِیَّۃِ** ’’وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔‘‘ درحقیقت جس تلاوت کے بعد آدمی کے ذہن وفکر اور اخلاق وکردار میں کوئی تبدیلی نہ ہو بلکہ قرآن پڑھ کر بھی آدمی وہ سب کچھ کرتا رہے جس سے قرآن منع کرتا ہے وہ ایک مومن کی تلاوت ہے ہی نہیں۔ اس کے متعلق نبی ﷺ صاف فرماتے ہیں کہ **مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَہٗ** ’’قرآن پر ایمان نہیں لایا وہ شخص جس نے اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر لیا۔‘‘

ایسی تلاوت آدمی کے نفس کی اصلاح کرنے اور اس کی روح کو تقویت دینے کے بجائے اس کو اپنے خدا کے مقابلے میں اور زیادہ ڈھیٹ اور اپنے ضمیر کے آگے اور زیادہ بے حیا بنا دیتی ہے اور اس کے اندر کیرکٹر نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہنے دیتی۔ کیوں کہ جو شخص قرآن کو خدا کی کتاب مانے اور اسے پڑھ کر یہ معلوم بھی کرتا رہے کہ اس کے خدا نے اسے کیا ہدایات دی ہیں اور پھر اس کی ہدایات کی خلاف ورزی بھی کرتا چلا جائے اس کا معاملہ تو اس مجرم کا سا ہے جو قانون سے ناواقفیت کی بنا پر نہیں بلکہ قانون سے خوب واقف ہونے کے بعد جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس پوزیشن کو سرکار رسالت مآب ﷺ نے ایک مختصر سے فقرے میں بہترین طریقے پر یوں واضح فرمایا ہے کہ **اَلْقُرْاٰنُ حُجَّۃٌ لَّکَ اَوْ عَلَیْکَ** ’’قرآن حجت ہے تیرے حق میں یا تیرے خلاف‘‘ (مسلم)۔ یعنی اگر تو قرآن کی ٹھیک ٹھیک پیروی کرتا ہے تو وہ تیرے حق میں حجت ہے۔ دنیا سے آخرت تک جہاں بھی تجھ سے باز پرس ہو، تو اپنی صفائی میں قرآن کو پیش کرسکتا ہے کہ میں نے جو کچھ کیا ہے اس کتاب کے مطابق کیا ہے۔ اگر تیرا عمل واقعی اس کے مطابق ہوا تو نہ دنیا میں کوئی قاضیٔ اسلام تجھے سزا دے سکے گا اور نہ آخرت میں داورِ محشر ہی کے ہاں اس پر تیری پکڑ ہوگی۔ لیکن اگر یہ کتاب تجھے پہنچ چکی ہو، اور تو نے اسے پڑھ کر یہ معلوم کر لیا ہو کہ تیرا رب تجھ سے کیا چاہتا ہے،

کس چیز کا تجھے حکم دیتا ہے اور کس چیز سے تجھے منع کرتا ہے، اور پھر تو اس کے خلاف رویہ اختیار کرے تو یہ کتاب تیرے خلاف حجت ہے۔ یہ تیرے خدا کی عدالت میں تیرے خلاف فوج داری کا مقدمہ اور زیادہ مضبوط کر دے گی۔ اس کے بعد ناواقفیت کا عذر پیش کر کے بچ جانا یا ہلکی سزا پانا تیرے لیے ممکن نہ رہے گا۔ (تفہیم القرآن ج ۳، العنکبوت حاشیہ: ۷۷)

قرآن کو گویوں اور بَین کرنے والیوں کی طرح نہ پڑھو

۴۲- عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِقْرَأُوا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَ اَصْوَاتِهَا، وَ اِيَّاكُمْ وَ لُحُوْنَ اَهْلِ الْعِشْقِ وَ لُحُوْنَ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ، وَ سَيَجِيْءُ بَعْدِيْ قَوْمٌ يُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ تَرْجِيْعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ وَ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ يُعْجِبُهُمْ شَاْنُهُمْ۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان و رزين فى كتابه)

''حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، قرآن کو عربی لہجے اور عربی آوازوں میں پڑھو اور دیکھو خبردار! اہل عشق اور اہل کتابَین (یہود و نصاریٰ) کے سے لہجے اختیار نہ کرو، اور عنقریب میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کو گا گا کر یا نوحے کے انداز میں پڑھیں گے۔ قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ دل ان کے بھی فتنے میں پڑے ہوں گے اور ان لوگوں کے بھی، جو اُن کے طرزِ ادا کو پسند کرنے والے ہوں گے۔''

تخريج: اَخْبَرَنَا اَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ الْفَضْلِ الْقَطَّانُ، اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ، ثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي الْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ الدِّمَشْقِيُّ وَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَا: ثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ، وَ حَدَّثَنِيْ حُصَيْنُ بْنُ مَالِكٍ الْفَزَارِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ شَيْخًا يُكْنٰى اَبَا مُحَمَّدٍ وَ كَانَ قَدِيْمًا يُحَدِّثُ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ: اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَ اَصْوَاتِهَا، وَ اِيَّاكُمْ وَ لُحُوْنَ اَهْلِ الْعِشْقِ وَ لُحُوْنَ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ، وَ سَيَجِيْءُ بَعْدِيْ قَوْمٌ يُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ تَرْجِيْعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ وَ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ يُعْجِبُهُمْ شَاْنُهُمْ۔ قَالَ بَقِيَّةُ: لَيْسَ لَهٗ اِلَّا حَدِيْثٌ وَاحِدٌ وَ هُوَ مِنْ اَهْلِ اِفْرِيْقِيَّةَ۔ (۵۸)

تشریح: قرآن عربی لہجے اور آوازوں میں پڑھنے کی تاکید فرمانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر عرب بھی قرآن کو عربی لہجے میں اور عربوں کی سی آوازوں میں پڑھیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ قرآن کو ایسے سادہ اور فطری طریق سے پڑھا جائے جس طرح ایک عرب پڑھتا ہے۔ ایک عرب جب قرآن مجید کو پڑھے گا تو وہ اسے اس طرح پڑھے گا جیسے ہم اپنی زبان میں کسی کتاب کو پڑھتے ہیں۔ جب آپ اُردو زبان کی کوئی کتاب پڑھ رہے ہوں تو ظاہر بات ہے کہ آپ بنا بنا کر اور گا گا کر نہیں پڑھتے بلکہ اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح کوئی آدمی اپنی مادری زبان کی کسی کتاب کو پڑھتا ہے... اس سے پہلے حضورؐ کا یہ ارشاد گزرا ہے کہ

قرآن کو اپنی اچھی آوازوں سے مزین کرو۔ معلوم ہوا کہ اچھی آواز کے ساتھ پڑھنا اور اہل عرب کے سے سیدھے سادھے طریقے سے پڑھنا دونوں ایک ہی چیز ہیں، کیوں کہ سادہ طریقے سے پڑھنے کا مفہوم یہ نہیں کہ آدمی بے ڈھنگے پن سے اور ناگوار آواز سے پڑھے۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ خبردار قرآن کو اہلِ عشق کے سے لہجے میں مت پڑھو۔ مراد یہ ہے کہ جس طرح عشق باز لوگ غزلیں گاتے ہیں اس طرح قرآن کو گا کر نہ پڑھو۔

اس کے بعد فرمایا کہ عنقریب وہ لوگ آئیں گے جو قرآن کو گا گا کر اور عورتوں کے بین کرنے کے انداز میں پڑھیں گے۔ بظاہر وہ اسے بڑے ذوق وشوق اور محنت وریاضت کے ساتھ پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا اور ان کے دلوں تک اس کی رسائی نہیں ہوگی۔ پھر یہی نہیں بلکہ دل ان پڑھنے والوں کے بھی فتنے میں ہوں گے ...اور ان کے بھی جو ان کے اِس پڑھنے کو سُن کر جھومیں گے اور داد وتحسین کے ڈونگرے برسائیں گے۔

حضورؐ نے اس طرح کے پڑھنے والوں اور اس پر سُر دُھننے والوں کو یہ تنبیہ اس لیے فرمائی ہے کہ یہ قرآن کوئی شاعری نہیں ہے جسے لوگ محض لطف اندوزی کے لیے پڑھیں اور واہ واہ اور مرحبا کا شور بلند کریں، جیسے کہ اب ہمارے ہاں قراءتوں کی محفلوں میں ہونے لگا ہے۔ بعض اوقات تو ان محفلوں میں مشاعرے کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ طریقہ فتنے سے خالی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا طرزِ قراءت

۴۳- عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ كَانَتْ مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَ يَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَ يَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ۔ (رواہ البخاری)

”حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ نبی ﷺ کی قراءت کا طریق کیا تھا۔ اُنھوں نے جواب میں فرمایا کہ آپؐ الفاظ کو کھینچ کھینچ کر (یعنی پوری طرح ادا کرتے ہوئے) پڑھتے تھے پھر اُنھوں نے خود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سُنائی اور ایک ایک لفظ کو کھینچ کر ادا کیا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اللّٰه، رحمٰن اور رحیم کے الفاظ کو کھینچ کر پڑھا۔“

تخریج: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سُئِلَ اَنَسٌ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ؟ فَقَالَ كَانَتْ مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَ يَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَ يَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ۔ (۵۹)

تشریح: یعنی رسول اللہ ﷺ قرآن جلدی نہیں پڑھتے تھے بلکہ ایک ایک لفظ کو کھینچ کر ادا کرتے تھے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپؐ غیر طبعی طریقے سے کھینچ کر پڑھتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ آپؐ لفظ لفظ کو آہستہ آہستہ پوری طرح ادا کرتے ہوئے ایسے انداز سے پڑھتے تھے جس سے سننے والا یہ اثر قبول کرے کہ قرآن پڑھنے کے دوران میں آدمی کا ذہن پوری طرح اس بات میں لگا ہوا ہے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں اور اس کا مفہوم کیا ہے۔

۴۴- عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلٰى بْنِ مَمْلَكٍ اَنَّهٗ سَئَلَ اُمَّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَاءَ ةِ النَّبِيِّ ﷺ ... فَاِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَ ةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا۔ (رواہ الترمذی و ابو داؤد والنسائی)

''حضرت لیث بن سعدؒ، ابن ابی ملیکہ سے اور وہ یعلیٰ بن مملک سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے حضرت اُمِّ سلمہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کس طرح پڑھا کرتے تھے۔اس پر حضرت اُمِّ سلمہؓ نے خود اس طرح سے قرآن پڑھ کر سنایا کہ جس سے ایک ایک حرف الگ الگ سننے میں آئے۔''

تخریج:〈ا〉 حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مُوْهِبِ الرَّمْلِيُّ ثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ يَعْلٰى بْنِ مَمْلَكٍ، اَنَّهٗ سَأَلَ اُمَّ سَلَمَةَ، عَنْ قِرَاءَ ةِ النَّبِيِّ ﷺ فَاِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَ ةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا۔ (۶۰)

۴۵- عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقَطِّعُ قِرَاءَ تَهٗ يَقُوْلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ، ثُمَّ يَقُوْلُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَقِفُ وَكَانَ يَقْرَؤُهَا مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ (رواہ الترمذی و قال لیس اسنادہ بمتصل... وحدیث اللیث اصح)

''حضرت ابن جریج حضرت ابن ابی مُلیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے قرآن پڑھنے کا طریقہ پوچھا تو اُنھوں نے فرمایا کہ حضورؐ ٹکڑے ٹکڑے کر کے پڑھا کرتے تھے (یعنی ایک ایک فقرے کو الگ الگ کر کے پڑھتے تھے) آپ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ پڑھتے تھے پھر ٹھہرتے تھے، پھر الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے تھے اور پھر توقف فرماتے تھے۔اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھتے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاُمَوِيُّ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ اَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُقَطِّعُ قِرَاءَ تَهٗ، يَقُوْلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ، ثُمَّ يَقُوْلُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَقِفُ وَ كَانَ يَقْرَؤُهَا مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ (۶۱)

تشریح: یہاں یہ بات مزید وضاحت کے ساتھ بتائی گئی ہے کہ حضورؐ قرآن مجید جلدی جلدی نہیں پڑھتے تھے۔ایسا نہیں تھا کہ ایک ہی سانس میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے وَلَا الضَّآلِّيْنَ تک پڑھ ڈالیں، بلکہ آپ ایک ایک فقرے پر ٹھہرتے تھے۔مراد یہ ہے کہ حضورؐ قرآن بہت تیز نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ اس طرح آرام سے پڑھتے تھے کہ سُننے والا ایک ایک حرف صاف صاف سُن سکے۔

نبیؐ کا خوش آوازی کے ساتھ قرآن پڑھنا اللہ کو بہت محبوب ہے

۴۶- عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ۔ (متفق علیہ)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اتنی توجہ سے نہیں سنتا جتنی توجہ سے وہ نبی کی آواز کو سنتا ہے جب کہ وہ قرآن خوش آوازی کے ساتھ پڑھ رہا ہو۔"

تخریج: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ۔ (٦٢)

٤٧- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ يَجْهَرُ بِهٖ۔ (متفق عليه)

"حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اتنی توجہ سے نہیں سنتا جتنی توجہ سے کہ ایک خوش آواز نبی کے قرآن پڑھنے کو سنتا ہے جب کہ وہ باآوازِ بلند پڑھ رہا ہو۔"

تخریج: حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنِی ابْنُ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ، يَقُوْلُ: مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ يَجْهَرُ بِهٖ۔ (٦٣)

تشریح: مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کے الفاظ اگرچہ کسی قدر مختلف ہیں لیکن ان دونوں کا مضمون اور مفہوم ایک ہی ہے۔ مراد یہ ہے کہ نبی کا خوش آوازی کے ساتھ قرآن پڑھنا ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے بڑھ کر کوئی چیز مرغوب اور محبوب نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جس محبت اور توجہ سے نبی کے قرآن پڑھنے کو سنتا ہے اس محبت اور توجہ سے کسی اور چیز کو نہیں سُنتا۔

حُسنِ قراءت کا مفہوم کیا ہے؟

٤٨- عَنْ طَاؤُسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ ﷺ اَیُّ النَّاسِ اَحْسَنُ صَوْتًا لِّلْقُرْاٰنِ وَ اَحْسَنُ قِرَاءَةً، قَالَ مَنْ اِذَا سَمِعْتَهٗ يَقْرَأُ اُرِيْتَ اَنَّهٗ يَخْشَى اللّٰهَ قَالَ طَاؤُسٌ وَكَانَ طَلْقٌ كَذٰلِكَ۔ (رواه الدارمی)

"حضرت طاؤسؒ سے مرسلاً روایت ہے[1] وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا: کون شخص قرآن کو، اچھی آواز سے اور اچھے طریقے سے پڑھنے والا ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص کہ جب تم اسے پڑھتے ہوئے سنو تو تمہیں ایسا معلوم ہو کہ وہ اللہ سے ڈر رہا ہے (حضرت طاؤسؒ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ خود ایسے ہی خوش آواز اور روانی سے پڑھنے والے تھے) طاؤس کا بیان ہے کہ طلق بھی ایسے تھے۔" (مرتب)

تخریج: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، اَنَا مِسْعَرٌ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ، عَنْ طَاؤُسٍ، قَالَ: سُئِلَ

---

(۱) حضرت طاؤس صحابی نہیں تھے کہ انہوں نے خود حضورؐ سے یہ بات سنی ہو، بلکہ انہوں نے کسی صحابی سے سن کر اسے روایت کیا ہے۔ لیکن اس صحابی کا نام نہیں لیا۔ ایسی روایت کو مرسل روایت کہتے ہیں۔

النَّبِیُّ ﷺ اَیُّ النَّاسِ اَحْسَنُ صَوْتًا لِّلْقُرْاٰنِ وَ اَحْسَنُ قِرَاءَ ةً، قَالَ مَنْ اِذَا سَمِعْتَهٗ یَقْرَأُ اُرِیْتَ اَنَّهٗ یَخْشَی اللّٰهَ قَالَ طَاؤُسٌ وَکَانَ طَلْقٌ کَذٰلِکَ۔

وفی الزوائد اسناده ضعیف لضعف ابراهیم بن اسماعیل بن مجمّع والراوی عنه ابن ماجہ کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

اِنَّ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ صَوْتًا بِالْقُرْاٰنِ الَّذِیْ اِذَا سَمِعْتُمُوْهُ یَقْرَأُ حَسِبْتُمُوْهُ یَخْشَی اللّٰهَ۔

شُعب الایمان میں مندرجہ ذیل روایت بھی ہے:

عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ اَحْسَنُ النَّاسِ قِرَاءَ ةً؟ قَالَ: مَنْ اِذَا قَرَأَ اَنَّهٗ یَخْشَی اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ۔ (٦٤)

تشریح: اس روایت میں نبی ﷺ نے خوش آوازی سے قرآن پڑھنے کے مفہوم کو نہایت عمدگی سے واضح فرما دیا ہے... جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کو خوش آوازی سے پڑھو لیکن غنا نہ کرو تو لوگوں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ پھر خوش آوازی سے کیا مراد ہے؟ اس پر حضورؐ نے یہ تشریح فرمائی کہ قرآن کو اس انداز سے پڑھو جس سے سننے والا یہ محسوس کرے کہ تم خدا سے ڈر رہے ہو...

جب ایک آدمی حضورِ قلب کے بغیر اور خدا سے غافل ہو کر قرآن پڑھتا ہے تو اس کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے اور جب وہ اسے اچھی طرح سمجھ کر اور خدا سے ڈرتے ہوئے پڑھتا ہے تو اس کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے۔ وہ ایک ایک چیز کا اثر قبول کرتا ہے اور اس کے طرزِ ادا سے اور لب ولہجہ سے اس کی ان باطنی کیفیتوں کا اظہار ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ- قرآن اور فریضۂ شہادتِ حق

٤٩- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ: اِقْرَأْ عَلَیَّ، قُلْتُ اَقْرَأُ عَلَیْکَ وَ عَلَیْکَ اُنْزِلَ؟ قَالَ اِنِّیْ اَشْتَهِیْ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَیْرِیْ فَقَرَأْتُ النِّسَآءَ حَتّٰی اِذَا بَلَغْتُ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَ جِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا، قَالَ لِیْ کُفَّ اَوْ اَمْسِکْ فَرَاَیْتُ عَیْنَیْهِ تَذْرِفَانِ۔ (متفق علیه)

”حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے، جب کہ وہ منبر پر تشریف فرما تھے۔ مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: مجھے پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا کیا میں آپؐ کو پڑھ کر سناؤں درآں حالے کہ آپؐ ہی پر تو قرآن اُترا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں میں چاہتا کہ قرآن کسی دوسرے شخص سے سنوں۔ پھر میں نے سورۂ نساء کی تلاوت کی۔ یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا... کیا بنے گی ان لوگوں پر اس وقت جب کہ ہم ہر امت پر ایک گواہ لائیں گے اور اے نبیؐ ہم آپ کو اس اُمت پر گواہ بنا کر کھڑا کریں گے“... جب میں اس مقام پر پہنچا تو حضورؐ نے فرمایا: بس کافی ہے... اچانک میری نگاہ حضورؐ کے چہرہ مبارک پر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔“

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ یَحْیٰ، عَنْ سُفْیَانَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاھِیْمَ، عَنْ عَبِیْدَۃَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ، قَالَ الْاَعْمَشُ: وَ بَعْضَ الْحَدِیْثِ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ مُرَّۃَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ اَبِیْہِ، عَنْ اَبِی الضُّحیٰ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ ھُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ: اِقْرَأْ عَلَیَّ، قُلْتُ اَقْرَأُ عَلَیْکَ وَ عَلَیْکَ اُنْزِلَ؟ قَالَ اِنِّیْ اَشْتَھِیْ اَنْ اَسْمَعَہٗ مِنْ غَیْرِیْ فَقَرَأْتُ النِّسَآءَ حَتّٰی اِذَا بَلَغْتُ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَ جِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا، قَالَ لِیْ کُفَّ اَوْ اَمْسِکْ فَرَاَیْتُ عَیْنَیْہِ تَذْرِفَانِ۔ (٦٥)

تشریح: وہ تمام لوگ رسول اللہ ﷺ کی اُمّت ہیں جو آپؐ کی بعثت کے بعد اس دنیا میں پائے جاتے ہیں، اس فرق کے ساتھ کہ اگر وہ حضورؐ پر ایمان لائے ہیں تو وہ ایک معنی میں آپؐ کی امت ہیں اور اگر اُنھوں نے ایمان قبول نہیں کیا تو وہ دوسرے معنی میں آپؐ کی امت ہیں۔ کسی نبی کی امت ایک تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کے پیرو ہوں اور دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی طرف اس نبی کو بھیجا گیا ہو۔ رسول اللہ ﷺ چوں کہ تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اس لیے آپؐ کی بعثت سے لے کر قیامت تک جتنے لوگ ہوں وہ سب آپ کی امت ہیں۔

نبی ﷺ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سورہ نساء کی آیت سن کر آب دیدہ کیوں ہوگئے؟

اس بات پر غور کیجیے۔

آخرت میں سب قومیں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کی جائیں گی اور ہر قوم پر اس کے نبی کو بطور گواہ کھڑا کیا جائے گا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی حجت اس قوم پر اس وقت تک پوری نہیں ہوگی جب تک کہ نبی خدا کے حضور میں اس بات کی شہادت نہ دے کہ اس نے خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کا حق ادا کر دیا تھا۔ اگر معاذ اللہ نبی کی طرف سے کوئی ادنیٰ سی کوتاہی بھی رہ گئی ہو تو وہ اس بات کی شہادت نہیں دے سکتا کہ اس نے پیغام پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ اس طرح اس کی اُمت سے ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے اور استغاثہ کی شہادت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

نبی ﷺ کو اپنی ذمے داری کا اس قدر شدید احساس تھا کہ جب آپؐ نے یہ آیت سنی تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اس خیال نے آپؐ کو بے تاب کر دیا کہ مجھے کتنی بڑی ذمے داری کے مقام پر کھڑا کیا گیا ہے۔ آج سے لے کر قیامت تک جتنے انسان بھی ہوں گے ان سب پر خدا کی حجت میرے ذریعے سے تمام ہوگی۔ اگر مجھ سے اس حجت کو پورا کرنے میں ذرّہ برابر بھی کمی رہ گئی تو مجھے اس کی جواب دہی کرنا پڑے گی۔

غور کیجیے... کیا اس سے بڑا کوئی منصب اس دنیا میں ممکن ہے، اور کیا ایک انسان کی اس سے بڑی کوئی ذمے داری ہوسکتی ہے کہ اس کے زمانے سے لے کر قیامت تک کے تمام انسانوں پر خدا کی حجت پوری ہونے کی ذمے داری تنہا اس کی ذات پر ہو، عملاً یہ منصب نبی کریم ﷺ کا تھا اور اسی کٹھن ذمے داری کے احساس سے حضورؐ کی کمر دوہری ہوئی جاتی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تسلی دلانے کے لیے یہ الفاظ فرمائے:

وَ وَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ۝ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ۔ (الم نشرح: ٢، ٣)

”اور ہم نے آپؐ سے وہ بھاری بوجھ اُتار دیا جو آپؐ کی کمر توڑے ڈال رہا تھا۔“

ایک طرف تو نبی کریم ﷺ کو اپنی اس عظیم اور کٹھن ذمے داری کا شدید احساس تھا اور دوسری طرف آپ ہر وقت اس غم میں گھلے جاتے تھے کہ جن لوگوں کو میں ہدایت کی طرف بلا رہا ہوں وہ اس سے مسلسل رُوگردانی کر کے خود کو ایک خوفناک انجام کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ قرآن میں آپ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء:۳)

''شاید آپؐ اس غم میں اپنی جان کھو دیں گے کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔''

یہی وجہ ہے کہ جب آپؐ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے وہ آیت سنی تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپؐ نے فرمایا کہ بس یہیں رُک جاؤ، اب آگے کا تحمل نہیں ہے۔

قیامت کے روز کی تین فیصلہ کن چیزیں-قرآن، امانت، قرابت داری

۵۰- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ثَلٰثَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَلْقُرْاٰنُ يُحَاجُّ الْعِبَادَ .. لَهٗ ظَهْرٌ وَ بَطْنٌ.. وَالْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ تُنَادِيْ: اَلَا مَنْ وَّصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَ مَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ۔ (شرح السُّنّة للبغوی)

''حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ رسول اللہ ﷺ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں قیامت کے روز عرش کے نیچے ہوں گی۔ ایک چیز قرآن ہے جو بندوں کے حق میں یا ان کے خلاف مقدمہ لڑنے والا ہوگا... اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ...دوسری چیز امانت ہے اور تیسری چیز رحم یعنی قرابت داری ہے۔ رحم پکار رہا ہو گا کہ جس نے صلہ رحمی کی اللہ اُس کو جوڑے گا اور جس نے قطعِ رحمی کی اللہ اس کو کاٹے گا۔''

تخریج: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ثَلٰثَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْقُرْاٰنُ يُحَاجُّ الْعِبَادَ لَهٗ ظَهْرٌ وَ بَطْنٌ- وَالْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ، تُنَادِيْ اَلَا مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَ مَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ۔ (٦٦)

تشریح: قیامت کے روز قرآن مجید، امانت اور رشتہ داری کے عرش کے نیچے ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ چیزیں وہاں انسانی شکل میں کھڑی ہوں گی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ اہم چیزیں ہیں جو قیامت کے روز انسان کے مقدمے کا فیصلہ کرنے کے لیے سامنے موجود ہوں گی۔ اس چیز کو اس تمثیلی رنگ میں پیش کیا گیا کہ جیسے کسی بڑے بادشاہ کے حضور میں اس کے تین بڑے مقرب کھڑے ہوئے یہ بتا رہے ہوں کہ کون آدمی کیسا ہے اور کس سلوک کا مستحق ہے۔ اس طرح گویا اس بات کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ قیامت کے روز انسانوں کا فیصلہ کرنے میں سب سے پہلے جو چیز سامنے آئے گی وہ قرآن ہے۔ قرآن کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ''يُحَاجُّ الْعِبَادَ'' اس کے دو معنی ہیں۔ ایک معنی یہ ہیں کہ قرآن بندوں کے خلاف مقدمہ لڑے گا اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ بندوں کے حق میں مقدمہ لڑے گا۔

☆ یہ وہی مضمون ہے جو اس سے پہلے ایک حدیث میں گزر چکا ہے کہ **اَلْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَيْكَ** ''قرآن یا

تو تیرے حق میں حجت ہے یا تیرے خلاف'' قرآن کے آجانے کے بعد اب معاملہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اب یا تو وہ تمہارے حق میں حجت ہے اگر تم نے اس کے مطابق کام کیا ہے، اور یا وہ تمہارے خلاف حجت ہے اگر تم نے اس کے خلاف کام کیا ہے۔ چناں چہ قیامت کے روز یہ قرآن بندے کے حق میں یا اس کے خلاف مقدمہ لڑنے والا ہوگا۔ ایک آدمی جب خدا کے حضور پیش ہوگا تو اس وقت اگر اس بات کا ثبوت ملا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی شکل میں اپنا جو فرمان اس کے پاس بھیجا تھا اس نے اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کی ہے تو قرآن ہی اس کے حق میں حجت پیش کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کرے گا کہ آپ کا بندہ آپ کے فرامین کے مطابق دنیا میں کام کرکے آیا ہے اس لیے اسے یہ اجر اور جزا عطا کی جائے۔ لیکن اگر وہ شخص قرآن پہنچ جانے کے باوجود اس کے خلاف کام کرتا رہا تھا تو پھر قرآن ہی اس کے خلاف مقدمہ لڑنے والا ہوگا۔

پھر فرمایا کہ اس قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ مطلب یہ ہے کہ ایک چیز تو قرآن کے صاف صاف الفاظ ہیں جو ہر شخص پڑھ سکتا ہے، اور ایک چیز ان الفاظ کے معانی اور ان کا مدّعا ہے۔ قیامت کے روز قرآن کے الفاظ بھی حجت ہوں گے اور اس کے معانی بھی۔ قرآن میں اگر صاف الفاظ میں ایک حکم بیان کردیا گیا ہے کہ فلاں فعل ممنوع ہے اور کسی شخص نے اس ممنوع فعل کا ارتکاب کیا تو اس صورت میں قرآن کے الفاظ اس کے خلاف حجت ہوں گے۔

اسی طرح قرآن مجید کے الفاظ کے اندر وہ مطالب ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن انسان میں کس قسم کے اخلاق کو اُبھارنا چاہتا ہے اور کس قسم کے اخلاق کو دبانا چاہتا ہے کون سی چیز اللہ کو پسند ہے اور کون سی ناپسند۔ اس طرح پورا قرآن یہ نقشہ پیش کرتا ہے کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ طرزِ زندگی کیا ہے اور کیا نہیں۔ اب اگر کسی شخص نے اس کے خلاف طرزِ زندگی اختیار کر رکھا ہے تو پورے قرآن کی رُوح اور اس کے معانی اس شخص کے خلاف ہوں گے۔

☆ دوسری چیز جو عرش کے نیچے بندوں کے خلاف مقدمے کا فیصلہ کرنے میں قرآن کے بعد اہم ترین ہوگی وہ امانت ہے... امانت کے محدود معنی یہاں مراد نہیں ہیں۔ امانت کا عام مفہوم لوگوں کے ذہن میں یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے پاس روپیہ یا زیور یا کوئی اور چیز کچھ وقت کے لیے اس اعتماد پر رکھے کہ حسبِ طلب اس کو واپس مِل جائے گی تو یہ امانت کا یہ تصور بہت محدود ہے۔ امانت کے معنی دراصل یہ ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے سپرد اپنا کوئی حق اس اعتماد پر کرے کہ وہ اس کے حق کو مارے گا نہیں تو یہ چیز امانت ہے۔ اگر کوئی شخص اس امانت میں خیانت کرتا ہے تو قیامت کے روز امانت اس کے خلاف گواہی دے گی۔

اب دیکھیے، ہمارے پاس سب سے پہلی امانت کیا ہے؟ ہمارے پاس سب سے پہلی امانت ہمارا یہ جسم ہے جو ہمارے خدا نے ہمیں عطا کیا ہے۔ اس سے زیادہ قیمتی چیز دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ پورا جسم تو درکنار اس کی کسی ایک قوت سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں ہے۔ اسی طرح خدا کی یہ زمین ہے اس پر اختیارات ہم میں سے ہر شخص کو حاصل ہیں، کسی کو زیادہ اور کسی کو کم، یہ سب امانت ہیں۔ اس کے بعد آپ دیکھیے کہ انسانی تعلقات میں ہر طرف امانتیں ہی امانتیں ہیں۔ انسانی تعلقات کا آغاز نکاح سے ہوتا ہے اور اس طرح پورے انسانی تمدّن کی بنیاد ایک عورت اور ایک مرد کے ازدواجی تعلق پر ہے کیوں کہ اسی سے انسانی معاشرہ جنم لیتا ہے۔ یہ سب کی سب امانت ہے۔ عورت اپنی زندگی ایک مرد کے سپرد اس اعتماد پر کرتی ہے کہ وہ ایک شریف آدمی ہے اور اس کے ساتھ اچھے طریقے سے نباہ کرے گا۔ ایک مرد ایک عورت کی ذمے داری ساری عمر کے لیے

اس اعتماد پر قبول کرتا ہے کہ وہ ایک شریف عورت ہے اور زندگی کے ہر نشیب و فراز میں وہ اس کا ساتھ دے گی۔ اس نے اپنا مال، عزّت، آبرو، غرض جو چیز اس کے حوالے کی ہے وہ اس میں خیانت نہیں کرے گی... اسی طرح اولاد کا جو بھی سراسر اعتماد پر مبنی ہے۔ اولاد اپنے والدین پر یہ اعتماد کرتی ہے کہ وہ ہمارے حق میں بھلائی کریں گے اور جان بوجھ کر ہمارے ساتھ کوئی برائی نہیں کریں گے۔ اولاد کی فطرت میں یہ اعتماد پایا جاتا ہے، قطعِ نظر اس سے کہ الفاظ میں اس کا اظہار ہو یا نہ ہو۔ ایک چھوٹا بچہ جو ابھی پیدا ہوا ہے وہ اپنی فطرت میں ایک اعتماد لے کر پیدا ہوتا ہے کہ گویا اس کے اور اس کے والدین کے درمیان ایک غیر تحریری معاہدہ اس کی پیدائش کے ساتھ ہی وجود میں آجاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنی بیٹی کو کسی کے نکاح میں دیتا ہے وہ اس کی شرافت پر اعتماد کر کے دیتا ہے۔ ایک آدمی اگر کسی بیٹی کو بیاہ کر لاتا ہے تو وہ اس کے خاندان کی شرافت پر اعتماد کر کے بیاہ کر لاتا ہے۔ ایسا ہی معاملہ رشتہ داروں کا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہیں۔ ہر ہمسایہ اپنے ہمسائے پر یہ اعتماد کرنے پر مجبور ہے کہ اس کی جان و مال اور عزّت و آبرو اس کے ہاتھوں محفوظ ہے۔ اسی طرح آپ اپنی پوری زندگی میں دیکھیں گے کہ تمام انسانی تعلقات اس امانت داری اور اعتماد پر مبنی ہیں کہ اگر ایک آدمی کے ساتھ کوئی معاملہ کیا جا رہا ہے تو وہ معاملہ کرنے والے کے کسی حق میں خیانت نہیں کرے گا... کسی ملک کا پورا نظام حکومت ایک امانت ہی تو ہے۔ پوری قوم اپنی امانتیں حکومت کے حوالے کرتی ہے وہ اپنا مستقبل، اور اپنے تمام ذرائع و وسائل اس کے حوالے کر دیتی ہے۔ حکومت کے جتنے ملازمین ہیں ان کے سپرد امانتیں ہی تو کی گئی ہیں۔ اسمبلیوں کے ارکان کو پوری قوم اپنی امانت ہی تو سونپتی ہے... لاکھوں آدمیوں پر مشتمل ملک کی یہ فوج جسے قوم منظّم کر کے خود اپنے ملک میں رکھتی ہے اور حربی اہمیت کے مقامات پر لا کر بٹھاتی ہے، اسے اپنے خرچ سے ہتھیار فراہم کر کے دیتی ہے اور اپنی آمدنیوں کا ایک حصہ کاٹ کر ان کی تنخواہوں کا انتظام کرتی ہے، یہ اس اعتماد پر ہی تو بنائی اور رکھی جاتی ہے کہ وہ ملک کی حفاظت کا فریضہ انجام دے گی اور جو ذمہ داری اس کے سپرد کی گئی ہے اس میں خیانت نہیں کرے گی... اَب اگر ان ساری امانتوں میں ہر طرف خیانت ہونے لگے تو انسانی تہذیب و تمدّن کا خاتمہ ہو جائے۔ اسی بنا پر یہ امانت وہ عظیم الشان چیز ہے جو قیامت کے روز انسان کے خلاف یا اس کے حق میں مقدمہ لڑنے کے لیے موجود ہوگی۔ جس نے جتنی زیادہ خیانتیں کی ہوں گی وہ وہاں اتنا ہی بڑا مجرم شمار ہوگا اور جس نے ان امانتوں کا جتنا زیادہ حق ادا کیا ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ خدا کے انعام کا مستحق ٹھہرے گا۔

☆ تیسری چیز جو قیامت کے روز غیر معمولی اہمیت کی حامل ہوگی وہ رحم ہے، یعنی رشتہ داری، رشتہ داری وہ چیز ہے جس پر انسانی تمدّن کی تعمیر ہوئی ہے۔ انسانی تمدّن کا آغاز ہی اس طرح ہوا ہے کہ ایک انسان کی اولاد اور پھر اس کے بعد اس کے دوسرے رشتہ دار جب جمع ہوتے ہیں تو ایک خاندان یا قبیلہ بنتا ہے اور جب بہت سے خاندان اور قبیلے جمع ہوتے ہیں تب ایک قوم بنتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں صلۂ رحمی کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور قطعِ رحمی کو انسانی تہذیب و تمدن کی جڑ کاٹنے والی چیز قرار دیا گیا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ رحم یعنی خونی رشتہ داری وہ تیسری چیز ہے جس پر قیامت کے روز انسانوں کا فیصلہ ہوگا۔ اس روز رحم پکار کر کہے گا کہ جس نے مجھے جوڑا اللہ اسے جوڑے گا اور جس نے مجھے کاٹا اللہ اسے کاٹے گا۔ جب ایک آدمی اپنے رشتہ داروں کے مقابلے میں بے رحم ہو اور ان کے ساتھ سرد مہری برتنے والا ہو تو پھر وہ دنیا میں کسی کا دوست نہیں بن سکتا۔ اس کے بعد اگر وہ کسی کا دوست بنتا ہے تو محض اغراض اور مفاد کے لیے دوست بنتا ہے۔ اس کا مفاد جہاں تک

اس کا ساتھ دیتا ہے وہاں تک وہ دوست ہوتا ہے اور جہاں اس کے مفاد پر زد پڑتی ہے وہیں وہ اپنے دوست کے ساتھ غداری کرتا ہے۔ یہ عین فطری بات ہے کہ جو اپنے بھائی کا نہ ہوا وہ کسی اور کا کیا ہوگا۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں صلۂ رحمی کو اس قدر زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور اس چیز کا ذکر یہاں ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

قرآن پر ایمان کس کا معتبر ہے

۵۱- عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ۔

(رواہ الترمذی و قال هذا حدیث لیس اسنادہ بالقوی)

”حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص قرآن پر ایمان نہیں لایا جس نے اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرلیا۔“

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْوَاسِطِيُّ، نَا وَكِيْعٌ، نَا اَبُوْ فَرْوَةَ وَ يَزِيْدُ بْنُ سِنَانٍ عَنْ اَبِي الْمُبَارَكِ، عَنْ صُهَيْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ۔ (۶۷)

تشریح: قرآن کے کلام اللہ ہونے پر ایمان لانا اور قرآن کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنا، دونوں چیزیں ایک ساتھ جمع نہیں ہوتیں... ایک شخص کے قرآن کو ماننے اور اُسے پڑھنے کا کیا فائدہ اگر وہ قرآن کی حرام کردہ چیزوں کو اپنے لیے حلال کرلے اور اس کی پوری زندگی سے اس بات کی کوئی شہادت نہ ملے کہ اُس نے واقعی قرآن کو اللہ کی کتاب ہدایت مانا ہے... قرآن ایک ایسی کتاب ہدایت ہے جو انسان سے بعض چیزوں کے اختیار کرنے کا مطالبہ کرتی ہے اور بعض کو اس سے چھڑوانا چاہتی ہے۔ اس پر ایمان لانے کے بعد بھی اگر ایک آدمی کی زندگی میں کوئی صالح تغیر پیدا نہیں ہوتا اور نہ اس کا کوئی صحیح رُخ متعین ہوتا ہے تو اس کا ایمان لانا، نہ لانا دونوں برابر ہیں۔

قرآن مجید اور مومن کا تعلق

۵۲- عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَةِ لَا رِيْحَ لَهَا وَ طَعْمُهَا حُلْوٌ وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيْحٌ وَ طَعْمُهَا مُرٌّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ الْمُؤْمِنُ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ وَ يَعْمَلُ بِهٖ كَالْاُتْرُجَّةِ: وَالْمُؤْمِنُ لَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَ يَعْمَلُ بِهٖ كَالتَّمْرَةِ۔

”حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مومن قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ اس کی خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور اس کا مزہ بھی اچھا ہوتا ہے۔ اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا اس کی

مثال کھجور کی سی ہے کہ اس کی خوشبو تو نہیں ہوتی البتہ مزہ اس کا میٹھا ہوتا ہے۔ اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا ہے اس کی مثال حنظل (ایلوا) کی سی ہے کہ اس کی خوشبو بھی کوئی نہیں ہوتی اور اس کا مزہ بھی کڑوا ہوتا ہے۔ اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال خوشبودار پھل کی سی ہے اس میں خوشبو تو ہوتی ہے لیکن مزہ اس کا کڑوا ہوتا ہے... ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ... جو مومن قرآن پڑھتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے اور جو مؤمن قرآن نہیں پڑھتا اور اس پر عمل کرتا ہے اس کی مثال کھجور کی سی ہے۔"

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ، وَ اَبُوْ کَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ کِلَاهُمَا عَنْ اَبِیْ عَوَانَةَ، قَالَ قُتَیْبَةُ: نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ، عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَ طَعْمُهَا طَیِّبٌ وَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَةِ لَا رِیْحَ لَهَا وَ طَعْمُهَا حُلْوٌ وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَیْسَ لَهَا رِیْحٌ وَ طَعْمُهَا مُرٌّ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَ فِیْ رِوَایَةٍ الْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَ یَعْمَلُ بِهٖ کَالْاُتْرُجَّةِ: وَالْمُؤْمِنُ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَ یَعْمَلُ بِهٖ کَالتَّمْرَةِ۔ (۶۸)

〈۲〉 وَ فِیْ رِوَایَةٍ: الْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَ یَعْمَلُ بِهٖ کَالْاُتْرُجَّةِ، وَالْمُؤْمِنُ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَ یَعْمَلُ بِهٖ کَالتَّمْرَةِ۔ (۶۹)

تشریح: رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی عظمت ذہن نشین کرنے کے لیے کیسی بے نظیر مثالیں بیان فرمائیں ہیں... یعنی قرآن مجید بجائے خود ایک خوشبو ہے، اگر مومن اسے پڑھے گا تب بھی اس کی خوشبو پھیلے گی اور اگر منافق پڑھے گا تب بھی اس کی خوشبو پھیلے گی۔ البتہ مومن اور منافق کی شخصیتوں میں جو حقیقی فرق ہوتا ہے وہ ایمان اور نفاق کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر مومن ہے اور قرآن نہیں پڑھتا ہے تو خوشبو تو اس کی نہیں پھیلتی لیکن اس کی شخصیت بہر حال اس پھل کے مانند ہے جو خوش ذائقہ ہو۔ لیکن اگر منافق ہے اور قرآن نہیں پڑھ رہا ہے تو اس کی خوشبو بھی نہیں پھیلتی اور اس کی شخصیت بھی تلخ اور بدمزہ پھل کے مانند ہوتی ہے۔

ایک دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ وہ مومن جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے اور وہ مومن جو قرآن نہیں پڑھتا مگر اس کے مطابق عمل کرتا ہے اس کی مثال کھجور کی سی ہے۔ اِن دونوں روایتوں میں فرق کی نوعیت بس اتنی ہے کہ ایک روایت میں قرآن پڑھنے اور ایمان رکھنے کے نتائج بیان کیے گئے ہیں اور دوسری میں قرآن پڑھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے نتائج بیان کیے گئے ہیں۔ اصولی حیثیت سے مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔

قرآن کو دشمن کی سرزمین میں نہ لے جاؤ

۵۳- عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ یُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰی اَرْضِ الْعَدُوِّ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ لَا تُسَافِرُوْا بِالْقُرْاٰنِ فَاِنِّیْ لَا اٰمَنُ اَنْ یَّنَالَهُ الْعَدُوُّ۔

’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی دشمن کی سر زمین میں قرآن لے کر جائے۔ مسلم کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ قرآن لے کر (دشمن کی سرزمین میں) نہ جاؤ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے۔‘‘

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى اَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ۔ (۷۰)

مندرجہ ذیل الفاظ سے بھی ایک روایت نقل کی ہے:

﴿۲﴾ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ يَنْهٰى اَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ مَخَافَةَ اَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ۔

مسلم نے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُسَافِرُوْا بِالْقُرْاٰنِ فَاِنِّىْ لَا اٰمَنُ اَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ۔ وَ قَالَ اَيُّوْبُ: فَقَدْنَا لَهُ الْعَدُوُّ وَ خَاصَمُوْكُمْ بِهٖ۔ (۷۱)

شعب الایمان میں ابن عمر سے منقول روایت:

﴿۳﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ مَخَافَةَ اَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ۔ (۷۲)

تشریح: مدعا یہ ہے کہ جس جگہ قرآن مجید کی توہین اور بے ادبی ہونے کا اندیشہ ہو وہاں جان بوجھ کر قرآن کا لے جانا درست نہیں۔

راسخ الایمان صحابیؓ - شفیق نبیؐ - کریم خدا

۵۴- عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِى الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُّصَلِّىْ فَقَرَاَ قِرَاءَةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ فَقَرَاَ قِرَاءَةً سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلٰوةَ دَخَلْنَا جَمِيْعًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ اِنَّ هٰذَا قَرَاَ قِرَاءَةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَ دَخَلَ آخَرُ فَقَرَاَ سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ. فَاَمَرَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَرَءَ فَحَسَّنَ شَاْنَهُمَا فَسَقَطَ فِىْ نَفْسِىْ مِنَ التَّكْذِيْبِ وَلَا اِذْ كُنْتُ فِى الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا قَدْ غَشِيَنِىْ ضَرَبَ فِىْ صَدْرِىْ فَفِضْتُ عَرَقًا وَ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلَى اللّٰهِ فَرَقًا، فَقَالَ لِىْ يَا اُبَيُّ اُرْسِلَ اِلَيَّ اَنِ اقْرَءِ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ فَرَدَدْتُّ اِلَيْهِ اَنْ هَوِّنْ عَلٰى اُمَّتِىْ فَرَدَّ اِلَيَّ الثَّانِيَةَ اقْرَءْهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ فَرَدَدْتُ اِلَيْهِ اَنْ هَوِّنْ عَلٰى اُمَّتِىْ فَرَدَّ اِلَيَّ الثَّالِثَةَ اقْرَءْهُ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُّكَهَا

مَسَالَةٌ تَسَالُنِيهَا فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِيْ وَ اَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَّرْغَبُ اِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ (رواہ مسلم)

’’حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں (ایک روز) مسجد نبویؐ میں تھا، اتنے میں ایک شخص آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ اس نے نماز میں قراءت اس طرح کی کہ مجھے عجیب معلوم ہوئی۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے ایسی قراءت کی جو پہلے شخص سے بھی مختلف تھی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم تینوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ اس شخص نے قرآن مجید اس طرح پڑھا ہے جو مجھے درست معلوم نہیں ہوا، اور اس دوسرے شخص نے اس سے بھی مختلف طریقے سے پڑھا ہے (یہ کیا معاملہ ہے؟) نبی ﷺ نے ان دونوں کو (اپنے اپنے طریقے سے قرآن) پڑھ کر سنانے کا حکم دیا ان دونوں کی قرأت سن کر حضورؐ نے انہیں درست قرار دیا۔ اس پر میرے دل میں تکذیب کا ایسا وسوسہ آیا کہ جاہلیت کے زمانے میں بھی کبھی نہیں آیا تھا جب رسول اللہ ﷺ نے میری یہ کیفیت دیکھی تو آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ آپؐ کے ہاتھ مارتے ہی میں پانی پانی ہو گیا اور میرے پسینے چھوٹ گئے اور مجھے ڈر کے مارے یوں محسوس ہوا کہ گویا میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر حضورؐ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے ابی! جب قرآن مجید میری طرف بھیجا گیا تو مجھے حکم دیا گیا کہ میں اسے ایک حرف پر (یعنی لہجے کے مطابق) پڑھوں (اور وہ لہجہ قریش کا لہجہ تھا) میں نے جواب میں یہ عرض کہلا بھیجی کہ میری اُمت کے ساتھ نرمی برتی جائے۔ پھر پلٹ کر مجھے جواب دیا گیا کہ دو اَحرف (یعنی دو لہجوں) پر پڑھ سکتے ہو۔ میں نے پھر جواب میں عرض کیا کہ میری امت کے ساتھ اور نرمی برتی جائے۔ تیسری مرتبہ جواب میں یہ فرمایا گیا کہ اچھا اب قرآن کو سات لہجوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہو۔ مزید یہ ارشاد ہوا کہ جتنی مرتبہ تم نے گزارش کی ہے اور تمہیں اس کا جواب دیا گیا ہے اس پر تمہیں اتنی ہی دعائیں مانگنے کی اجازت دی جاتی ہے (اور وہ دعائیں قبول ہوں گی) اس پر میں نے عرض کیا: اے خدا میری اُمت کو معاف کر دے، اے خدا میری اُمت کو معاف کر دے۔ اور تیسری دُعا میں نے اُس دن کے لیے اُٹھا رکھی جب کہ ساری مخلوق میری طرف رجوع کرے گی (کہ میں خدا کے حضور ان کی شفاعت کروں) یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی رجوع فرمائیں گے۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، قَالَ: نَا اَبِيْ، قَالَ: نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيْسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى، عَنْ جَدِّهٖ، عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُّصَلِّيْ فَقَرَاَ قِرَاءَةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ فَقَرَاَ قِرَاءَةً سِوَى قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلٰوةَ دَخَلْنَا جَمِيْعًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ اِنَّ هٰذَا قَرَاَ قِرَاءَةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَ دَخَلَ آخَرُ فَقَرَاَ سِوَى قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ۔ فَاَمَرَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَرَءَ فَحَسَّنَ شَانَهُمَا فَسَقَطَ فِيْ نَفْسِيْ مِنَ التَّكْذِيْبِ وَلَا اِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا قَدْ غَشِيَنِيْ ضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ فَفِضْتُ عَرَقًا وَ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلَى اللّٰهِ فَرَقًا، فَقَالَ لِيْ يَا اُبَيُّ اُرْسِلَ اِلَيَّ اَنِ اقْرَءِ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ فَرَدَدْتُّ

اِلَیْهِ اَنْ هَوِّنْ عَلٰی اُمَّتِیْ فَرَدَّ اِلَیَّ الثَّانِیَةَ اقْرَءْ هُ عَلٰی حَرْفَیْنِ فَرَدَدْتُ اِلَیْهِ اَنْ هَوِّنْ عَلٰی اُمَّتِیْ فَرَدَّ اِلَیَّ الثَّالِثَةَ اقْرَءْ هُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ وَلَکَ بِکُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُکَهَا مَسْاَلَةٌ تَسْاَلُنِیْهَا فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ وَ اَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِیَوْمٍ یَّرْغَبُ اِلَیَّ الْخَلْقُ کُلُّهُمْ حَتّٰی اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ (۷۳)

تشریح: حضرت ابی بن کعبؓ رسول اللہ ﷺ کے نہایت جلیل القدر صحابیؓ تھے۔ ان کا شمار اکابر اور افاضل لوگوں میں ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہؓ میں سے ہر ایک کے متعلق یہ جانتے تھے کہ کس میں کیا کمال ہے۔ حضرت اُبی بن کعبؓ کا کمال یہ تھا کہ وہ قرآن کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ ان کے سامنے یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ دو آدمی دو ایسے مختلف طریقوں سے قرآن پڑھتے ہیں جو ان کے علم کے مطابق درست نہیں تھے۔ آپ ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ دونوں کو درست قرار دیتے ہیں اس پر ان کے دل میں ایک شدید نوعیت کا وسوسہ آتا ہے، اتنی شدید نوعیت کا وسوسہ کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی وہ کیفیت پیدا نہیں ہوئی تھی جو یکا یک اس وقت میرے دل میں پیدا ہوئی۔ ان کے دل میں شک یہ گزرا کہ آیا یہ قرآن واقعی خدا کی طرف سے ہے یا یہ کوئی انسانی کلام ہے جس کے پڑھنے میں اس طرح کی کھلی آزادی دی جارہی ہے۔

اندازہ کیجیے کہ حدیث کے الفاظ کے مطابق ایک اس طرح کے جلیل القدر صحابی کے دل میں بھی ایسا وسوسہ آسکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ بھی دراصل انسان ہی تھے، فرشتے نہیں تھے اور نہ انسانی کمزوریوں سے کلیتاً منزہ تھے۔ کمال ان کا یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے جو بہترین فوائد کوئی انسان اُٹھا سکتا تھا وہ انہوں نے اٹھائے تھے اور حضورؐ کے فیض تربیت سے ایک ایسا گروہ تیار ہوا تھا کہ نوع انسانی میں کبھی اس درجے کے انسان نہیں پائے گئے۔ لیکن اس کے باوجود تھے تو وہ انسان ہی۔ اس لیے جب ایک ایسی بات سامنے آئی جو بظاہر الجھن میں ڈالنے والی تھی تو یکا یک ان کے ذہن میں وہ وسوسہ گزرا جس کا ذکر حدیث میں ہوا ہے۔

اب رسول اللہ ﷺ کا طریق تربیت دیکھیے۔ چہرے سے فوراً بھانپ گئے کہ ان کے دل میں کیا وسوسہ آیا ہے فوراً انہیں متنبہ کرنے کے لیے ان کے سینے پر ہاتھ مارا کہ میاں ہوش میں آ ؤ۔ کس سوچ میں پڑ گئے؟

یہ بھی سمجھ لیجیے کہ محض وسوسے کے آجانے سے آدمی نہ کافر ہو جاتا ہے اور نہ لازماً گنہگار ہی ہوتا ہے۔ وسوسہ ایک ایسی چیز ہے کہ اللہ ہی اس سے بچائے تو انسان اس سے بچ سکتا ہے، ورنہ نہیں۔

احادیث میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نبی ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کرتے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی ہمارے دل میں ایسے وساوس آتے ہیں جن کے بعد ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری تو عاقبت خراب ہو گئی۔ اس پر حضورؐ نے ان سے فرمایا کہ اصل چیز یہ نہیں ہے کہ تمہارے دل میں وسوسہ نہ آئے، اصل چیز یہ ہے کہ وہ آکر تمہارے دل میں جم نہ جائے۔ کوئی برا خیال آکر گزر جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس پر پکڑ نہیں ہے لیکن اگر برا خیال آئے اور تم اس کو دل میں جگہ دے کر اس کی پرورش کرنے لگو تو یہ چیز ایسی ہے جو آدمی کو ہلاک کرنے والی ہے۔

جب حضرت اُبیؓ کے دل میں ایک بڑا غلط اور فتنہ انگیز قسم کا وسوسہ آیا تو حضورؐ نے فوراً محسوس کر لیا کہ ان کے دل میں یہ وسوسہ آیا ہے اس لیے آپؐ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا۔ آپؐ کے ہاتھ مارتے ہی وہ ہوش میں آ گئے۔ انہیں احساس ہوا کہ یہ میرے دل میں کس قدر برا وسوسہ آیا ہے خود انہی کا بیان ہے کہ یہ محسوس ہوتے ہی مجھ پر اس قدر لرزہ طاری ہوا کہ معلوم ہوتا تھا جیسے خدا میرے سامنے موجود ہے اور خوف کے مارے میرے پسینے چھوٹ گئے۔ حضرت ابی بن کعبؓ پر یہ فوری شدید ردِ عمل دراصل اس بات کی علامت تھا کہ وہ نہایت پختہ اور کامل ایمان رکھتے ہیں۔ اگر ان کا ایمان اس درجہ مضبوط نہ ہوتا تو ان پر ایسی کیفیت طاری نہ ہوتی۔

آدمی کا ایمان اگر مضبوط ہو اور اُس کے دل میں کوئی بُرا وسوسہ گزرے تو وہ کانپ جاتا ہے اور اسے فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن اگر ایک آدمی کچے ایمان کا ہو تو بُرا وسوسہ اس کے دل میں آتا ہے اور وہ اس کے ایمان کو ذرا سا ہلا کے چلا جاتا ہے۔ پھر وہ اپنے ایمان کی کمزوری کی وجہ سے اس سے بے پروا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ وسوسہ پھر آتا ہے اور اس کے ایمان کو کچھ اور ہلا کے چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت میں اس کے پورے ایمان کو متزلزل کر کے رکھ دیتا ہے لیکن مضبوط اور استوار ایمان والے شخص کا حال یہ نہیں ہوتا۔ وہ برا وسوسہ آنے کے بعد فوراً سنبھل جاتا ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ کا ردِ عمل اسی بات کی شہادت پیش کرتا ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ کے سنبھلنے پر پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو سمجھانے کے لیے یہ وضاحت فرمائی کہ آغاز میں جب قرآن مجید نازل ہوا تو وہ صرف اُسی لہجے اور محاورے کے مطابق اُترا جو قریش کا تھا اور جو رسول اللہ ﷺ کی اپنی مادری زبان تھی۔ لیکن حضورؐ نے خود اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ اسے دوسرے لہجات کے مطابق بھی پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ درخواست کے الفاظ یہ ہیں کہ "**هَوِّنْ عَلَى أُمَّتِي**" یعنی میری امت کے ساتھ نرمی فرمائی جائے۔ حضورؐ کا احساس یہ تھا کہ آپ کی مادری زبان سارے عرب کی مروّجہ زبان نہیں ہے بلکہ مختلف علاقوں اور قبیلوں کے کچھ مقامی لہجے اور تلفظات ہیں۔ اس لیے اگر ان سب لوگوں پر صرف اہلِ قریش ہی کے لہجات اور تلفظات کے مطابق قرآن پڑھنے کو لازم کر دیا گیا تو وہ سخت آزمائش میں پڑ جائیں گے۔ اس لیے آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی کہ میری اُمت کے ساتھ نرمی فرمائی جائے چناں چہ پہلی درخواست کے جواب میں یہ اجازت دے دی گئی کہ اچھا دو لہجوں میں پڑھ لیا کرو۔

اب اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اپنے بندوں کے ساتھ عجیب ہے کہ پہلی مرتبہ کی درخواست ہی کے جواب میں قرآن مجید سات لہجات کے مطابق پڑھنے کی اجازت نہیں دے دی، حالاں کہ ارادہ سات کا تھا بلکہ دوسری اور تیسری مرتبہ درخواست کرنے کا انتظار کیا۔ اس طرح گویا حضورؐ کی آزمائش بھی مقصود تھی کہ ان کے اندر نبی ہونے کی حیثیت سے اپنی ذمے داری کا کتنا احساس ہے اور اپنی اُمت کے ساتھ ان کی محبت وشفقت کا کیا عالم ہے اس لیے پہلے ایک ہی لہجہ اتارا۔ لیکن حضورؐ کو اس بات کا احساس تھا کہ اہلِ عرب کے لہجات میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے اس لیے اگر قرآن مجید ایک ہی لہجے میں پڑھنے کی اجازت دی گئی تو لوگ سخت مشکل میں پڑ جائیں گے اور ان پر قدرتی ہدایت کی تکمیل نہ ہو سکے گی۔ اس لیے آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کی کہ میری اُمت کے ساتھ نرمی فرمائی جائے۔ اس کے جواب میں اجازت دو لہجات کے ساتھ پڑھنے کی دی گئی۔ حضورؐ نے پھر عرض کیا کہ مزید نرمی فرمائی جائے۔ چناں چہ حضورؐ کے دو دفعہ اور درخواست کرنے پر سات لہجات کے

مطابق پڑھنے کی اجازت دے دی گئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ چوں کہ تم نے ہم سے تین مرتبہ درخواست کی ہے اور ہم نے اسے قبول کرلیا ہے اس لیے اب تمھیں حق دیا جاتا ہے کہ تم تین دعائیں ہم سے مانگ سکتے ہو۔ ربّ کریم کی عنایتیں کرنے کے انداز دیکھیے۔ اِسی چیز کو قرآن مجید میں فرمایا کہ ’’ وَ رَحۡمَتِيۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَيۡءٍ ‘‘ (الاعراف:۱۵۶) ’’میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے‘‘ تو یہ رحمت کا انداز ہے کہ چوں کہ تم نے تین مرتبہ ہم سے اپنی امت کے حق میں نرمی کرنے کی درخواست کی ہے اور ہمیں تمھاری یہ ادا پسند آئی، اس لیے اب تمھیں تین دعائیں کرنے کا حق دیا جاتا ہے۔ یہ دعائیں ہم قبول کریں گے۔

اب اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کی شانِ رحمت و شفقت بھی اپنی امّت کے حق میں دیکھیے کہ دو مرتبہ دُعا مانگ کر تیسری مرتبہ دعا آخرت کے لیے اُٹھا رکھتے ہیں اور دو مرتبہ کی دُعا بھی کسی دنیوی مفاد اور کسی دولت اور اقتدار کے لیے نہیں مانگی بلکہ صرف اس غرض کے لیے مانگی کہ میری امّت کے ساتھ درگزر اور چشم پوشی کا معاملہ کیا جائے۔ فرمایا: ’’اِغۡفِرۡ لِاُمَّتِيۡ ‘‘ ’’میری امت کی مغفرت فرما۔

مغفرت کے اصل معنی ہیں درگزر کرنا، چشم پوشی کرنا۔ مِغۡفَرۡ اُس خود کو کہتے ہیں جو سر کو چھپاتا ہے۔ چناں چہ اِغۡفِرۡ لِاُمَّتِيۡ مطلب یہ ہے کہ میری اُمت کے ساتھ درگزر، نرمی اور چشم پوشی کا معاملہ کیا جائے۔ ایک شکل تو یہ ہوتی ہے کہ آدمی نے قصور کیا اور جھٹ اسے سزا دے دی گئی۔ دوسری شکل یہ ہے کہ آپ قصور کرتے ہیں لیکن آپ سے درگزر کیا جاتا ہے اور سنبھلنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ آپ پھر قصور کرتے ہیں لیکن پھر سنبھلنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ اس طرح بار بار درگزر کا معاملہ کیا جاتا ہے کہ آدمی بالآخر سنبھل جائے اور اپنی اصلاح کرلے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان وہ قوم ہے جس کے پاس خدا کا آخری کلام، قرآن مجید، اپنی اصلی شکل میں محفوظ موجود ہے۔ اس میں کسی طرح کا کوئی ردّ و بدل آج تک نہیں ہوا۔ اسی طرح مسلمان ہی وہ قوم ہے جس کے پاس اس کے نبیؐ کی سیرت، اس کے اقوال، اس کی ہدایات بالکل محفوظ چلی آرہی ہیں۔ اس کو خوب معلوم ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے، ہمارے خدا کا ہم سے کیا مطالبہ ہے اور ہمارے رسولؐ نے ہم کو کیا راستہ بتایا ہے۔ ایک ایسی قوم اگر نافرمانی کرے اور صرف انفرادی طور پر ہی نہیں بلکہ بعض اوقات پوری کی پوری قوم نافرمانی کر بیٹھے مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کو پیس نہ ڈالے تو یہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور عظیم درگزر اور مہربانی کے سوا کیا ہے۔ جرم کی ایک صورت تو یہ ہے کہ آدمی کو یہ معلوم نہ ہو کہ جرم کیا ہے اور پھر وہ جرم کر بیٹھے۔ اس صورت میں وہ ایک طرح کی نرمی کا مستحق ہوتا ہے۔ مگر ایک آدمی کو معلوم ہے کہ قانون کیا ہے اور کیا چیز اس قانون کی رُو سے جرم ہے مگر اس کے باوجود وہ قانون کو توڑتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایسا شخص سخت سزا کا مستحق ہے۔ یہی مثال اس وقت مسلم قوم کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ دیکھیے کہ ان تیرہ چودہ سو سال میں اللہ تعالیٰ کا عذابِ عام آج تک مسلمانوں پر نازل نہیں ہوا۔ اگر وہ کسی جگہ پٹے ہیں تو کسی جگہ بچے بھی رہے ہیں۔ اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ربّ سے اپنی اُمّت کے حق میں درگزر اور چشم پوشی کی جو دُعا مانگی تھی وہ دعا فی الواقع قبول ہوئی!

یہاں یہ بات بھی سمجھ لیجیے کہ اِغۡفِرۡ لِاُمَّتِيۡ کے الفاظ سے رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ نہیں تھی کہ میری امّت جو کچھ بھی غلط افعال کرے وہ سب بخش دیے جائیں۔ خود حضورؐ ہی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ

اس کے اُوپر سے ایک بکری ممیا رہی ہوگی جو اس نے چرائی تھی اور وہ آ کر مجھے پکارے گا، یا رسول اللہ! یا رسول اللہ! میں اس کو کیا جواب دوں گا؟ مطلب یہ ہے کہ اگر اس طرح کے کام کر کے آؤ گے جن کی سزا لازماً ملنی چاہیے تو تم میری شفاعت کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ وہاں شفاعت اس معنی میں نہیں ہوگی کہ چوں کہ یہ میرے ہیں اس لیے خواہ دنیا میں ظلم و ستم ڈھا کے آئے ہوں، لوگوں کے حق مار کے آئے ہوں مگر ان کو معاف کر دیا جائے اور دوسروں نے اگر ظلم کیا ہو تو ان کو پکڑ لیا جائے۔ قیامت کے روز رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے یہ معنی نہیں ہوں گے اور نہ ہو سکتے ہیں۔

مآخذ

(۱) مسلم ج ۱، کتاب الطهارت باب فضل الوضوء☆ ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات باب...☆ابن ماجه کتاب الطهارت باب الوضوء شطر الایمان☆ دارمی ج ۱ کتاب الطهارة باب ما جاء فی الطهور☆ نسائی ج ۵ کتاب الزکوة باب وجوب الزکوة☆ مسند احمد ج ٤/ ٢٦٠، عن رجل من بنی سلیم ج ٥ ص ٣٤٢، ٣٤٣، ٣٤٤ ابو مالك اشعری۔

(۲) ترمذی ج ۲ ابواب فضائل القران باب...☆دارمی ج ۲ کتاب فضائل القران، باب فضل کلام اللّٰه علی سائر الکلام۔ دارمی نے اعطیتهٗ افضل ثواب السائلین بیان کیا ھے۔☆ کنز العمال ج ۱ بحواله ابن الانباری فی الوقف و ابو عمر الدانی فی طبقات القراء عن ابی سعید۔ قال : هٰذا حدیث حسن غریب۔

(۳) مؤطا امام مالك ج ۱ الامر بالوضوء لمن مَسّ القران☆ دار قطنی ج ۱ باب فی نهی المحدث عن مسّ القران ☆کنز العمال ج ۱☆ دارمی ج ۲ کتاب الطلاق باب ۳ لا طلاق قبل نکاح☆ ابو داؤد فی المراسیل، ابن حبان فی صحیحه بحواله دارمی ج ۲/ ٨٤ (حاشیه)

(٤) ابو داؤد ج ۱، کتاب الطهارة باب فی الجنب یقرأ القران☆ نسائی ج ۱ کتاب الطهارة باب حجب الجنب من قراء ة القران☆ ابن ماجه کتاب الطهارة باب ١٠٥ ما جاء فی قراء ة القران علی غیر طهارة☆ مسند احمد ج ۱ ص ٨٤، ١٢٤ ☆ابن ماجه اور مسند احمد ١٢٤ پر الا الجنابة ھے۔

(٥) ترمذی ج ۱ ابواب الطهارة باب ما جاء فی الجنب والحائض انهما لا یقران القران و فی الباب عن علی: قال ابو عیسیٰ : حدیث ابن عمر لا نعرفه الا من حدیث اسماعیل بن عیّاش عن موسی ابن عقبة عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال لا یقرأ الجنب ولا الحائض۔ و هو قول اکثر اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین و من بعدهم مثل سفیان الثوری، وابن المبارك والشافعی و احمد و اسحاق قالوا لا تقرأ الحائض ولا الجنب من القران شیئا الا طرف الآیة والحرف و نحو ذلك۔ و رخّصوا للجنب والحائض فی التسبیح والتهلیل۔ قال و سمعت محمد بن اسماعیل یقول : ان اسماعیل بن عیّاش یروی عن اهل الحجاز واهل العراق احادیث مناکیر کانه ضعف روایته فیما یتفرد به۔ و قال انما حدیث اسماعیل بن عیاش عن اهل الشام۔ و قال احمد بن حنبل اسماعیل ابن عیّاش اصلح من بقیة و لبقیة احادیث مناکیر من الثقات۔ قال ابو عیسیٰ حدثنی بذلك احمد بن الحسن قال سمعت احمد بن حنبل یقول بذلك۔ ☆ابن ماجه کتاب الطهارة و سننها باب ١٠٥ ماجاء قراء ة

القران علی غیر طھارۃٍ☆ دار قطنی ج ۱، باب فی النھی للجنب والحائض۔☆دارمی ج ۱ پر اقوال صحابہ وغیرہ۔

(۶) مسلم ج ۱، کتاب فضائل القران وما یتعلق بہ باب فضل قراءۃ القران فی الصلوۃ و تعلمہ☆ سنن دارمی کتاب فضائل القران باب فضل من قرأ القران☆ مُسند احمد ج ۲/ ۴۶۶ ابو ہریرۃ☆ ابنِ ماجہ کتاب الأدب، باب ثواب القران☆ شعب الإیمان ج ۲/ ۴۱۲ فصل فی استحباب القراءۃ فی الصلوۃ☆ کنز العمال ج ۱۔

(۷) مسلم ج ۱ کتاب فضائل القران، باب فضل من یقوم بالقران و یعلمہ☆ ابن ماجہ المقدمہ باب فضل من تعلم القران و علمہ☆سنن دارمی ج ۲ کتاب فضائل القران۔ باب ان اللّٰہ یرفع بھذا القران اقواماً و یضع بہ اٰخرین ☆مسند احمد ج ۱/ ۳۵ عمر بن الخطاب۔☆ کنز العمال ج ۱ ص ۵۵۴☆ ابنِ حبان بحوالہ کنز العمال ج ۱ ☆شعب الایمان ج ۲۔

(۸) مسلم ج ۱ کتاب فضائل القران، باب فضل قراءۃ القران و سورۃ البقرۃ☆ سنن دارمی ج ۲، کتاب فضائل القران باب فی فضل البقرۃ و آل عمران☆ المستدرک للحاکم ج ۱ کتاب فضائل القرآن۔ باب اخبار فی فضل سورۃ البقرۃ و آل عمران☆ مُسند احمد ج ۵/ ۳۵۲ ☆ المصنف، لعبد الرزاق ج ۳/ ۳۶۶☆ کنز العمال ج ۱ ☆طبرانی بحوالہ کنز العمال ج ۱☆ شُعب الایمان ج ۲ ابوامامہ باھلی۔

(۹) ترمذی ج ۲ ابواب فضائل القران باب ماجاء فی فضل القران☆ دارمی ج ۲ کتاب فضائل القران باب فضل من قرأ القران۔

(۱۰) شعب الایمان ج ۲ص ۳۵۰ فصل فی ادمان تلاوۃ القران☆ کنز العمال ج ۱ بحوالہ طبرانی، ابو نعیم،ابن عساکر۔ ☆اخرجہ ابو نعیم فی تاریخ اصبھان ج ۱ من طریق ابی بکر بن ابی مریم و عزاہ الھیثمی فی المجمع ج ۲ الی الطبرانی فی الکبیر و فیہ ابو بکر بن ابی مریم و ھو ضعیف۔ شعب الایمان ج ۲ کا حاشیہ۔

(۱۱) ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلوۃ باب فی ثواب قرأۃ القران☆ مُسند احمد ج ۳ ص ۴۴۰ معاذ الجھنی☆ المستدرک ج ۱ کتاب فضائل القران باب من قرأ القران و عمل بما فیہ لبس اللّٰہ والداہ یوم القیامۃ تاجا ضوء ہ احسن من ضوء الشمس ☆کنز العمال ج ۱۔

(۱۲) بخاری ج ۲ کتاب فضائل القران، باب خیرکم من تعلّم القرا ن و علمہ☆ ترمذی ج ۲ ابواب فضائل القرا ن، باب ماجاء فی تعلیم القرا ن☆ شعب الایمان ج ۲☆ ابو داؤد ج ۱ کتاب الصلوۃ، باب فی ثواب قرأۃ القران ☆ابن ماجہ المقدمہ باب فضل من تعلم القرا ن و علمہ☆ سنن دارمی ج ۲ کتاب فضائل القرا ن، باب خیارکم من تعلم القران و علمہ۔ سنن دارمی نے مصعب بن سعد عن ابیہ سے یہ الفاظ روایت کیے ھیں۔ قال رسول اللّٰہ ﷺ: خیارکم من تعلم القرا ن و علم القرا ن... الخ۔☆مسند احمد ج ۱/ ۵۷- ۵۹۔ عثمان بن عفّان☆ کنز العمال ج ۱/ ۵۲۵۔

(۱۳) بخاری ج ۲ کتاب فضائل القرا ن، باب خیرکم من تعلم القرا ن و علمہ☆ ابنِ ماجہ المقدمۃ باب فضل من تعلم القرا ن و علمہ☆ شعب الایمان ج ۲ عثمان بن عفّان۔

(۱۴) ترمذی ج ۲ ابواب فضائل القرا ن، باب ماجاء فی تعلیم القرا ن ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ و ھکذا روی عبد الرحمن بن مھدی و غیر واحد عن سفیان الثوری عن علقمۃ بن مرثد، عن ابی عبد الرحمن، عن عثمان، عن النبی ﷺ و سفیان لا یذکر فیہ عن سعد ابن عبیدۃ، و قد روی یحی بن سعید القطان ھذا الحدیث عن سفیان و شعبۃ عن علقمۃ بن مرثد، عن سعد بن عبیدۃ عن ابی عبد الرحمن، عن عثمان عن النبی ﷺ۔

حدثنا بذلك محمد بن بشار، نا يحی بن سعيد، عن سفيان و شعبة، قال محمد بن بشار: و هكذا ذكره يحي بن سعيد عن سفيان و شعبة غير مرة عن علقمة بن مرثد عن سعد بن عبيدة، عن ابی عبد الرحمن، عن عثمان عن النبی ﷺ، قال محمد بن بشار و اصحاب سفيان لا يذكرون فيه عن سفيان، عن سعد بن عبيدة، قال محمد بن بشار و هو اصح۔ قال ابو عيسیٰ: و قد زاد شعبة فی اسناد هذا الحديث سعد بن عبيدة، و كأنّ حديث سفيان اشبه۔ قال علی بن عبد الله، قال يحی بن سعيد: ما احد يعدل عندی شعبة و اذا خالفه سفيان۔ اخذت بقول سفيان، سمعت ابا عمار يذكر عن وكيع، قال: قال شعبة: سفيان احفظ منی، وما حدثنی سفيان عن احد، فسألته الا وجدته كما حدثنی۔☆ شعب الايمان ج۲ ص ۴۰۶ پر حضرت ابو امامة کے حوالہ سے رسول اللّٰہ ﷺ کا یہ ارشاد منقول ھے: عن ابی امامة، قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ خيركم من قرأ القرا ن و اقرأه۔

(۱۵) مسلم ج۱ كتاب فضائل القرا ن وما يتعلق به باب فضل قراء ة القرا ن فی الصلوة و تعلمه☆ مسند احمد ج۴/ ۱۵۴، عقبة بن عامر☆ كنز العمال ج۱☆ شعب الايمان ج۲، عقبة بن عامر☆ طبرانی بحوالہ کنز العمال ج۱۔

(۱۶) بخاری ج۲، كتاب ابواب فضائل القرا ن، باب اغتباط صاحب القرا ن☆ مسلم ج۱، كتاب فضائل القرا ن، باب فضل من يقوم بالقرا ن و يعلمه۔

بخاری نے کتاب ابواب فضائل القرآن میں ابو ہریرہ سے اور مسلم نے کتاب فضائل القرآن میں عبد اللّٰہ بن مسعود سے لا حسد الا فی اثنین بھی نقل کیا ھے اور رجل اتاه اللّٰہ مالا فسلطه علی هلكته فی الحق ...الخ بھی روایت کیا ھے بخاری نے کتاب الاعتصام اور کتاب التوحید میں لا تحاسد الا فی اثنين بھی بیان کیا ھے اور اثنتین بھی منقول ھے۔

☆ مُسند احمد ج۲/ ۴۷۹ عن ابی هريرة☆ شعب الايمان ج۲☆ كنز العمال ج۱ حديث نمبر ۲۳۳۹۔

(۱۷) بخاری ج۲ كتاب التوحيد باب قول النبی ﷺ رجل اٰتاه اللّٰہ القرا ن فهو يقوم به اناء الليل والنهار۔

(۱۸) ابو داؤد ج۲، كتاب الصلوة باب استحباب الترتيل فی القراء ة☆ ترمذی ج۲، ابواب فضائل القرا ن باب... ☆ابنِ ماجه كتاب الادب، باب ثواب القرا ن☆ مسند احمد ج۲/ ۴۷۱☆ المستدرك ج۱☆ شعب الايمان ج۲ اور ۳۹۱ عبد اللّٰہ بن عمرو☆ كنز العمال ج۱☆ المصنف من طريق ابی داؤد بحوله شُعب الايمان ج۲ (حاشیہ میں)

(۱۹) بخاری ج۲ كتاب فضائل القرا ن باب استذكار القرا ن و تعاهده☆ مسلم ج۱ كتاب فضائل القرا ن، وما يتعلق به☆ نسائی ج۲ جامع ما جاء فی القرا ن☆ ابنِ ماجه ج۲ كتاب الادب، باب ثواب القرا ن☆ مُسند احمد ج۲، ص ۱۷ عن ابن عمر☆ مؤطا امام مالك ج۱، ما جاء فی القرا ن☆ كنز العمال ج۱۔

(۲۰) بخاری ج۲، كتاب فضائل القرا ن۔ باب استذكار القرا ن و تعاهدہ☆ مسلم ج۱، كتاب فضائل القرا ن، باب بتعهد القرا ن و كراهية قول نسيت اية كذا الخ☆ ترمذی ج۲، ابواب القراء ات☆ نسائی ج۲، كتاب الصلوٰة جامع ما جاء فی القرا ن☆ دارمی ج۲، كتاب فضائل القرا ن باب ۴ فی تعاهد القرا ن☆ المستدرك ج۱☆كنز العمال ج۱، عن ابن مسعود۔

(۲۱) ابو داؤد ج۲، كتاب الصلوٰة، باب التشديد فيمن حفظ القرا ن ثم نسيهٗ☆ سنن دارمی ج۲، فضائل القرا ن باب ۳ من تعلم القرا ن ثم نسيهٗ☆ مسند احمد ج۵/ ۲۸۴ - ۲۸۵، عن سعد بن عباده قدرے لفظی اختلاف☆كنز العمال ج۱☆ شعب الايمان ج۲ فصل فی ادمان تلاوة القرا ن۔

(۲۲) ترمذی ج ۲، ابواب فضائل القرا ٰن باب...☆سنن دارمی ج ۲، کتاب فضائل القرا ٰن، باب فضل من قرأ القرا ٰن ☆مسند احمد ج ۱/ ۲۲۳، عن ابن عباس☆ المستدرک ج ۱، کتاب فضائل القرا ٰن باب من لیس فی جوفه من القرا ٰن شیء کالبیت الخربِ☆ شعب الایمان للبیهقی ج ۲۔ عن ابن عبّاس☆ کنز العمال ج ۱☆ طبرانی، ابن مردویه۔ بحواله کنز العمال ج ۱۔

(۲۳) بخاری ج ۲، کتاب التوحید باب قول اللّٰه واسرّوا قولکم او جهروا به انه علیم بذات الصدور۔ الخ☆ ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلوٰة۔ باب استحباب الترتیل فی القراء ة☆ ابنِ ماجه کتاب اقامة الصلوة والسنة فیها۔ باب ۱۷۶ فی حسن الصوف بالقرا ٰن☆ دارمی ج ۲، کتاب فضائل القرا ٰن۔ باب ۳۳ التغنی بالقرا ٰن☆ مسند احمد ج ۱/ ۱۷۲، ۱۷۵، ۱۷۹۔ عن سعد بن ابی وقاص☆ المستدرك للحاکم ج ۱، کتاب فضائل القرا ٰن۔ عن سعد بن مالك☆ شعب الایمان ج ۲۔ عن سعد بن مالك☆ کنز العمال ج ۱۔

(۲۴) بخاری ج ۲، کتاب التفسیر "سورة لم یکن" ☆مسلم ج ۱، کتاب فضائل القرا ٰن، باب استحباب قراء ة القرا ٰن علی اهل الفضل☆ شعب الایمان ج ۲، فصل فی تعلیم القرا ٰن، عن انس۔

(۲۵) بخاری ج ۲ کتاب التفسیر سورة لم یکن الذین۔

(۲۶) ابو داؤد ج۳، کتاب العلم باب فی القصص☆ مسند احمد ج۳/ ۶۳، عن ابی سعید خدری (قدرے لفظی اختلاف)

(۲۷) مسلم ج ۱، کتاب فضائل القرا ٰن باب فضل استماع القرا ٰن و طلب القراء ة، من حافظه للاستماع الخ☆بخاری ج ۲ کتاب ابواب فضائل القرا ٰن۔ باب القرّاء من اصحاب النبی ﷺ۔

(۲۸) مسند احمد ج ٤/ ۴۳۹ اور ۴۳۲ پر مر علی رجل و هو یقرأ علی قوم فلما فرغ سأل الخ☆ ترمذی ج ۲، ابواب فضائل القرا ٰن۔ ترمذی میں هے انه مر علی قارئ یقرأ ثم سأل فاسترجع۔ هذا حدیث حسن☆ کنز العمال ج ۱ ☆شعب الایمان ج ۲، فصل فی ترک قراء ةالقرا ٰن فی المساجد والاسواق لیعطی و یستاکل به۔

(۲۹) ابو داؤد ج ۱، کتاب الصلوة، باب ما یجزی الامی والاعجمی من القرا ء ة☆ مُسند احمد ج ۳/ ۳۹۷، عن جابر بن عبد اللّٰه☆ شعب الایمان ج ۲، فصل فی ترک التعمق فی القرا ٰن عن جابر۔

(۳۰) ابو داؤد ج ۱، کتاب الصلوة، باب ما یجزی الامی والاعجمی من القراء ة☆ شعب الایمان ج ۲، عن سهل بن سعد ساعدی☆ کنز العمال ج ۲☆ ابن النجار بحواله کنز العمال ج ۲☆ طبرانی کبیر ج ۶، سهل بن سعد۔

(۳۱) مسند احمد ج ۵/ ۳۳۸، سهل بن سعد☆ شعب الایمان ج ۲☆مسند احمد ج ۳/ ۱۴۶، ۱۵۵ انس بن مالك ☆مجمع الزوائد ج ٤، کتاب البیوع باب الاجر علی تعلیم القرآن و غیر ذلك۔

(۳۲) شعب الایمان ج ۲، فصل فی ترک قراء ة القرا ٰن فی المساجد والاسواق لیعطی و یستاْکل به☆ کنز العمال ج ۱، عن بریدة۔

(۳۳) مسلم ج ۱ کتاب صلوة المسافرین و قصرها باب استحباب صلوة النافلة فی بیته الخ۔

مسلم میں تقرأ فیه سورة البقرة هے☆ ترمذی ج ۲ ابواب فضائل القرا ٰن، باب ما جاء فی سورة البقرة و آیة الکرسی۔ ترمذی میں لا یدخله الشیطان نقل کیا هے۔ هذا حدیث حسن صحیح☆ مسند احمد ج ۲/ ۲۸٤، ۳۳۷، عن ابی هریرة☆ المصنف عبد الرزاق ج ۳۔

ابو عبید نے حضرت انس سے مرفوعا اورابن عدی نے الکامل میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ابو الدرداء

سے مرفوعا اس روایت کو بیان کیا ھے۔☆ فتح القدیر للشوکانی ج ۱☆ شعب الایمان ج ۲، عن ابی ھریرۃ۔

(۳٤) ترمذی ابواب فضائل القرا ن باب ما جاء فی سورۃ البقرۃ و آیۃ الکرسی۔

دارمی نے عبد اللّٰہ بن مسعود سے ایك روایت ان الفاظ میں نقل کی ھے۔

عن عبد اللّٰہ، قال ما من بیت یقرأ فیہ سورۃ البقرۃ الا خرج منہ الشیطان و لہ ضراط☆ دارمی کتاب فضائل القرا ن باب فی فضل سورۃ البقرۃ۔

مستدرك نے بھی عبد اللّٰہ بن مسعود سے روایت بیان کی ھے۔

قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ اقرء وا سورۃ البقرۃ فی بیوتکم فان الشیطان لا یدخل بیتا یقرأ فیہ سورۃ البقرۃ۔

☆المستدرك ج ۱، کتاب فضائل القرا ن ان الشیطان لا یدخل بیتا یقرأ فیہ سورۃ البقرۃ☆ شعب الایمان ج ۲، عن ابن مسعود۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔

(۳۵) مسلم ج ۲ کتاب فضائل القرا ن، باب فضیلۃ حافظ القرا ن☆ بخاری ج ۲، کتاب التوحید باب قول النبی ﷺ الماھر بالقرا ن مع السفر الکرام البررۃ... الخ۔

(۳٦) بخاری ج ۲ کتاب التفسیر سورۃ عبس☆ ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب فی ثواب قراء ۃ القرا ن الذی یقرأ القرا ن و ھو ماھر بہ... الخ۔ ابو داؤد نے اس مقام پر الذی یقرأ القران و ھو ماھر... الخ کے الفاظ نقل کیے ھیں۔

☆ترمذی ج ۲ ابواب فضائل القرا ن، باب ما جاء فی فضل قارئ القرا ن☆ ابنِ ماجہ کتاب الادب، باب ثواب القران۔☆مسند احمد ج ۲/ ٤۸، عن عائشۃ☆ کنز العمال ج ۱، باب ۷ فی تلاوۃ القرا ن و فضلہ☆ شعب الایمان ج ۲، عن عائشۃ۔

(۳۷) دارمی ج ۲ من کتاب فضائل القرا ن باب فضل من یقرأ القرا ن و یشتد علیہ۔

(۳۸) بخاری ج ۲، کتاب ابواب فضائل القرا ن، باب فضل المعوذات☆ مسلم ج ۲، کتاب السلام، باب استحباب رقیۃ المریض☆ ابو داؤد ج ٤، کتاب الادب، باب ما یقال عند النوم☆ ترمذی ج ۲، ابواب الدعوات، باب ما جاء فیمن یقرأ من القرا ن عند المنام☆ شعب الایمان ج ۲، عن عائشۃ۔

(۳۹) بخاری ج ۲، کتاب ابواب فضائل القرا ن باب نزول السکینۃ والملائکۃ عند قراء ۃ القرا ن۔

(٤۰) مسلم ج ۱ کتاب فضائل القرا ن باب نزول السکینۃ لقراء ۃ القرا ن۔

(٤۱) المستدرك للحاکم ج ۱، کتاب فضائل القرا ن باب نزول الملائکۃ لاستماع القرا ن☆شعب الایمان ج ۲۔

(٤۲) بخاری ج ۲، کتاب ابواب فضائل القرا ن باب فضل سورۃ الکھف☆مسلم ج ۱، کتاب فضائل القرا ن باب نزول السکینۃ لقراء ۃ القرا ن☆ شعب الایمان ج ۲، براء بن عازب۔

(٤۳) ترمذی ج ۲ ابواب فضائل القرا ن باب ماجاء فی سورۃ الکھف۔

مسلم نے براء کی روایت میں : فإنھا السکینۃ تنزلت عند القرا ن او تنزلت للقرا ن کے الفاظ بھی روایت کیے ھیں۔ ☆ مسلم کتاب فضائل القرا ن باب نزول السکینۃ لقراء ۃ القرا ن۔ ھذا حدیث حسن صحیح (وفی الباب عن اسید بن حضیر)

(٤٤) ترمذی ج ۲، ابواب فضائل القران، باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرا ن مالہ من الأجر۔

ھذا حدیث حسن صحیح غریب من ھذا الوجہ۔ سمعتُ قتیبۃ بن سعید یقول : بلغنی أن محمد بن کعب القرظی ولد فی حیوۃ النبی ﷺ و یروی ھذا الحدیث من غیر ھذا الوجہ عن ابن مسعود۔ رواہ أبو الاحوص عن

عبد اللّٰہ بن مسعود۔ رفعه بعضهم و وقفه بعضهم عن ابن مسعود۔ و محمد بن کعب القرظی یکنی أبا حمزة۔
☆سنن دارمی ج ۲، کتاب فضائل القرا ن، باب فضل من قرأ القرا ن۔ دارمی نے اس روایت کو موقوف بیان کیا ھے۔☆ المستدرک ج ۱، کتاب فضائل القرا ن۔ (قدرے لفظی اختلاف) ☆کنز العمال ج ۱۔

(۴۵) بخاری ج ۲، کتاب ابواب فضائل القرا ن باب استذکار القرا ن و تعاهده۔☆ مسلم ج ۱، کتاب فضائل القرا ن، باب الأمر بتعهد القرا ن عن ابن مسعود۔
مسلم میں لهو اشد تفصیا من صدور الرجل من النعم بعقلها اور ایک روایت میں من عقلها ھے۔
بخاری و مسلم کی ایک روایت کا آغاز استذکروا القرا ن سے ھے۔ بخاری و مسلم دونوں " تفصیا " کی جگه تفلتا بھی نقل کیا ھے۔ نیز بخاری فضائل القرا ن، مسلم کتاب صلوة المسافرین، ترمذی ابواب فضائل القرا ن۔ نسائی کتاب الافتتاح، دارمی کتاب الرقاق اور فضائل القرا ن میں اور مسند احمد ج ۱/ ۳۸۲- ۴۱۷ وغیرہ پر لهو اسرع تفصیا من صدور الرجال بھی منقول ھے اور المستدرک میں امام حاکم نے عبد اللّٰہ بن مسعود سے تعاهدوا هذا القرا ن فانه وحشی اشد تفصیا من صدور الرجال من الإبل من عقلها نقل کیا ھے۔
☆المستدرک ج ۱، کتاب الدعا باب الأمر بتعاهد القرا ن۔ الخ☆ کنز العمال ج ۱☆ کنز العمال ج ۱، بحواله طبرانی عن ابی موسٰی☆ کنز العمال ج ۱۔ تفصیا کی جگه تفلتاً من قلوب الرجال من النَّعم من عُقُلها ھے۔
ابن ابی شیبه نے ابن مسعود سے موقوف بھی نقل کیا ھے۔☆ شعب الایمان ج ۲، عن ابی موسی۔

(۴۶) بخاری ج ۲، کتاب ابواب فضائل القرا ن باب اقرؤا القرا ن ماائتلفت قلوبکم☆ بخاری ج ۲ کتاب الاعتصام باب کراهیة الإختلاف۔☆ مسلم ج ۲ کتاب العلم۔ باب النهی عن اتباع متشابه القرآن والتحذیر من متبعیه عن الاختلاف فی القرآن☆ دارمی ج ۲، کتاب فضائل القرا ن، باب اذا اختلفتم فی القرا ن فقوموا ☆ مسندِ احمد ج ۴/ ۳۱۳، عن جندب☆ شعب الایمان ج ۲، عن عبد اللّٰہ☆ کنز العمال ج ۱ حدیث نمبر ۲۷۷۸۔

(۴۷) ترمذی ج ۲، ابواب القراء ت، باب...☆ ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلوة باب فی کم یقرأ القرا ن۔ ابو داؤد میں لا یفقه من قراهٗ فی اقل من ثلاث ھے۔☆ ابنِ ماجه کتاب اقامة الصلوة والسنة فیها، باب فی کم یستحب یختم القرا ن ☆دارمی ج ۲، کتاب فضائل القرا ن، باب فی ختم القرا ن۔
دارمی نے عبد اللّٰہ بن عمرو سے امرنی رسول اللّٰہ ﷺ ان اقرأ القرا ن فی اقل من ثلاث نقل کیا ھے۔
☆مسند احمد ج ۲/ ۱۶۴- ۱۶۵- ۱۸۹، ۱۹۳، ۱۹۵☆ کنز العمال ج ۱ اس جگه بھی لا یفقه من قرأ القرا ن فی اقل من ثلاث ھے☆ شعب الایمان ج ۲، عن عبد اللّٰہ بن عمرو۔ هذا حدیث حسن صحیح۔

(۴۸) ترمذی ج ۲، ابواب فضائل القرآن باب...☆ نسائی ج ۵، کتاب الزکوة باب المسر بالصدقة ☆ مسند احمد ج ۴/ ۵۱- ۱۵۸، عن عقبة بن عامر☆ شعب الایمان ج ۲، عن عقبة بن عامر☆ المستدرک ج ۱، کتاب فضائل القرا ن، الجاهر بالقرا ن☆ کنز العمال ج ۱، عن معاذ☆ شعب الایمان ج ۲، عن معاذ۔ هذا حدیث حسن غریب۔

(۴۹) ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلوة باب استحباب الترتیل فی القراء ة☆ بخاری ج ۲ کتاب التوحید پر تعلیقاً نقل کیا ھے۔☆ نسائی ج ۲، کتاب الافتتاح باب تزین القرا ن بالصوت☆ ابنِ ماجه کتاب اقامة الصلوة والسنة فیها باب فی حسن الصوت بالقرا ن☆ دارمی ج ۲ فضائل القرا ن باب ۳۳ التغنی بالقرا ن۔☆المستدرک ج ۱، کتاب فضائل القرا ن باب زینوا القرا ن باصواتکم☆ مسند احمد ج ۴/ ۲۸۳، ۲۸۵، ۲۹۶، ۳۰۴ براء بن عازب ☆کنز العمال ج ۱☆ ابن حبان، عن البراء۔ طبرانی عن ابن عباس☆ حلیه ابو نعیم عن عائشة۔ ابو نصر السجزی

فی الابانة عن ابی ہریرة بحوالہ کنز العمال ج ۱☆ دارمی نے حسنوا القرا ن اور مستدرک نے زینوا القرا ن باصواتکم فان الصوت الحسن یزیدُ القرا ن حُسناً کے الفاظ میں روایت نقل کی ہے☆ شعب الایمان ج ۲، عن البراء بن عازب۔

(۵۰) دارمی ج ۲، کتاب فضائل القرا ن باب التغني بالقرا ن☆ شعب الایمان ج ۲، عن براء بن عازب☆ کنز العمال ج ۱ بحوالہ ابن نصر فی الصلوة اور المستدرک عن البراء۔

(۵۱) بخاری ج ۲ کتاب ابواب فضائل القرا ن باب حسن الصوت بالقراء ة☆ مسلم ج ۱، کتاب فضائل القرا ن وما یتعلق بہ باب استحباب تحسین الصوت بالقرا ن (عن بریدة) ☆ ترمذی ابواب المناقب مناقب ابی موسیٰ اشعریؓ (ترمذی میں اعطیت ہے۔) ☆نسائی کتاب الافتتاح باب تزئین القرا ن بالصوت (عن عائشة)☆ ابن ماجه کتاب اقامة الصلوة والسنة فیها باب فی حسن الصوت بالقرا ن (عن ابی ہریرة) ☆دارمی کتاب الصلوة باب التغني بالقرا ن (عن عائشة) ☆ مسند احمد ج ۲ / ۳۶۹، ۴۵۰-۵/۳۴۹، ۳۵۹، ۶/۳۷، ۱۶۷۔

(۵۲) نسائی ج ۱، کتاب الافتتاح باب تزئین القرا ن بالصوت☆ دارمی کتاب الصلوة باب ۱۷۱ التغني بالقرا ن۔

(۵۳) مسند احمد ج ۲/ ۳۵۴، ابو ہریرةؓ۔

(۵۴) بخاری ج ۲، کتاب ابواب فضائل القرا ن باب من رایا بقراء ة القرا ن أو تأکل بہ أو فخر بہ☆ مسلم ج ۱، کتاب فضائل القرا ن وما یتعلق بہ☆ مؤطا امام مالک ج ۱ ما جاء فی القرا ن☆ ابنِ ماجه المقدمة۔ باب فی ذکر الخوارج۔

(۵۵) ابو داؤد ج ۴، کتاب السنة باب فی قتال الخوارج☆ ابنِ ماجه ج ۱، المقدمه باب فی ذکر الخوارج☆ ترمذی ج ۲ ابواب الفتن باب ما جاء فی صفة المارقة☆ دارمی کتاب الجهاد باب ۴۰ فی قتال الخوارج۔

(۵۶) ابو داؤد ج ۴ کتاب السنة باب فی قتال الخوارج☆ نسائی کتاب الجهاد باب المؤلفة قلوبهم ۸۸/۵ اور ۱۱۹/۷-۱۱۸☆ مُسند احمد ج ۱/ ۱۳۱، ۱۵۱، ۱۵۶، ۱۶۰ روایت علیؓ۔ ☆۲/ ۸۴، ۱۹۹، ۳/ ۵-۱۵-۳۳-۳۹-۵۲-۶۰-۶۴-۶۸-۷۳-۹۶-۱۵۵-۱۹۷-۲۲۴-۲۷۰-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۵۷-۴۸۶-۴۲۲/۴-۴۲۵-۴۳۲-۴۳۷-۴۳۹-۵/ ۳۱، ۱۷۶۔

(۵۷) ترمذی ج ۲، ابواب فضائل القرا ن باب...☆ کنز العمال ج ۱ ص ۶۱۶☆ مجمع الزوائد ج ۱، کتاب العلم، باب فیمن یستحل الحرام أو یحرم الحلال أو یترک السنة۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر و فیه محمد بن یزید بن سنان الرهاوی۔ ضعفه البخاری وغیره۔ هذا حدیث لیس اسناده بذالک و قد خولف وکیع فی روایته۔ و قال محمد: ابو فروة یزید بن سنان الرهاوی لیس بحدیثه بأس الا روایة ابنه محمد عنه،فانه یروی عنه مناکیر۔
وقد روی محمد بن یزید بن سنان عن ابیه هذا الحدیث فزادنی هذا الاسناد عَن مجاهد عن سعید بن المسیَّب عن صهیب ولا یتابع محمد بن یزید علی روایته و هو ضعیف۔ و ابو المبارک رجل مجهول۔

(۵۸) شعب الایمان ج ۲، فصل فی ترک التعمق فی القرا ن☆ کنز العمال ج ۱ بحوالہ طبرانی اوسط، عن حذیفة۔
دونوں نے اهل العشق کی جگہ اهل الفسق نقل کیا ہے۔

(۵۹) بخاری ج ۲، کتاب ابواب فضائل القرا ن باب مدّ القراء ة☆ ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلوة، باب استحباب الترتیل فی القراء ة۔ عن انس☆ ترمذی ج ۲ ابواب القراء ات عن ام سلمة☆ نسائی ج ۲، کتاب الافتتاح باب مد الصوت بالقراء ة☆ ابنِ ماجه کتاب اقامة الصلوة والسنة فیها، باب ۱۷۹، ما جاء فی القراء ة فی صلاة اللیل ☆مسند احمد ج ۳/ ۱۹۲، ۲۸۹، ۶/ ۱۴۹☆ شعب الایمان ج ۲ عن ام سلمة یقطع قراء ته آیة آیة۔

(۶۰) ابو داؤد ج ۲ کتاب الصلوة باب استحباب الترتیل فی القراء ة☆ نسائی ج ۲، کتاب الافتتاح تزئین القرا ن

بالصوت، ترمذی ج ۲، ابواب فضائل القرا ٰن باب ماجاء کیف کانت قراء ۃ النبی ﷺ۔☆مسند احمد ج ٦ ص ٢٩٤، عن ام سلمۃ۔

(٦١) ترمذی ج ۲ ابواب القراء ات باب فی فاتحۃ الکتاب☆ ابو داؤد ج ٤، کتاب الحروف والقراء ات☆ شعب الایمان ج ۲، عن ام سلمۃ۔ترمذی نے روایت نقل کرنے کے بعد کہا ھے۔ ھذا حدیث غریب

و بہ یقرأ ابو عبید و یختارہ ھکذا، روی یحی بن سعید الاموی وغیرہ عن ابن جریج عن ابنِ ابی ملیکۃ عن ام سلمۃ۔ و لیس اسنادہ بمتصل لان اللیث بن سعد روی ھذا الحدیث عن ابن ابی ملیکۃ عن یعلی بن مملک عن ام سلمۃ انھا وصفت قراء ۃ النبی ﷺ حرفاً حرفاً۔

و حدیث اللیث اصح۔ و لیس فی حدیث اللیث و کان یقرأ ملک یوم الدین۔

(٦٢) بخاری ج ۲، کتاب ابواب فضائل القرا ٰن۔ باب من لم یتغن بالقرا ٰن☆ بخاری ج ۲ کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ تعالیٰ ولا تنفع الشفاعۃ عندہ☆ مسلم ج ۱، کتاب فضائل القرا ٰن، باب استحباب تحسین الصوت بالقرا ٰن☆ابو داؤد ج ۲، ابواب الوتر، باب کیف استحباب الترتیل فی القراء ۃ☆ نسائی ج ۲، کتاب الافتتاح، باب تزئین القرا ٰن بالصوت☆ دارمی ج ۲، کتاب فضائل القرا ٰن۔ باب التغنی بالقرا ٰن اور دارمی کتاب الصلوۃ باب ١٧١☆ مسند احمد ج ۲/ ٢٧١، ٢٨٥۔ عن ابی ھریرۃ☆ کنز العمال ج ۱☆ شعب الایمان ج ۲، عن ابی ھریرۃ۔

(٦٣) بخاری ج ۲، کتاب التوحید، باب قول النبی ﷺ الماھر بالقرا ٰن مع الکرام البررۃ و زیّنوا القرا ٰن باصواتکم ☆مسلم ج ۱، کتاب فضائل القرا ٰن، باب استحباب تحسین الصوت بالقرا ٰن☆ ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلوۃ، باب استحباب الترتیل فی القرا ٰن☆ نسائی ج ۲، کتاب الافتتاح، باب تزئین القرا ٰن بالصوت☆ ابنِ ماجہ کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا۔ باب ١٧٦ فی حسن الصوت بالقرا ٰن۔ عن فضالۃ بن عبید (الفاظ مختلف ھیں) ☆مسند احمد ج ۲/ ٢٨٥، عن ابی ھریرۃ☆ المستدرک للحاکم ج ۱، کتاب فضائل القرا ٰن باب ما اذن اللّٰہ لشیء ما اذن لنبی یتغن بالقرا ٰن☆ کنز العمال ج ۱☆ شعب الایمان ج ۲، عن ابی ھریرۃ☆ دارمی ج ۲، عن ابی ھریرۃ۔

(٦٤) سنن دارمی ج ۲ کتاب فضائل القرا ٰن باب التغنی بالقرا ٰن☆ شعب الایمان ج ۲، عن طاؤس☆ کنز العمال ج ۱ حدیث نمبر ٢٧٥٠☆ ابنِ ماجہ کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا باب فی حسن الصوت بالقراٰن عن جابر ☆شعب الایمان ج ۲، فصل فی تحسین الصوت بالقراء ۃ والقرا ٰن۔

(٦٥) بخاری ج ۲ کتاب ابواب فضائل القرا ٰن باب البکاء عند قراء ۃ القرا ٰن☆ مسلم ج ۱، کتاب فضائل القرا ٰن باب فضل استماع القرا ٰن، و طلب القراء ۃ من حافظہ للاستماع والبکاء عند القراء ۃ☆ ابو داؤد ج ۳ کتاب العلم باب فی القصص☆ ترمذی ج ۲ ابواب التفسیر سورۃ النساء☆ مُسند احمد ج ۲/ ٣٨٠، ٤٣٣ عن ابن مسعود ☆شعب الایمان ج ۲ عن ابن مسعود۔

(٦٦) مشکوٰۃ ص ١٨٦۔ کتاب فضائل القرا ٰن الفصل الثانی۔

(٦٧) ترمذی ج ۲، ابواب فضائل القرا ٰن۔ باب نقل روایت کے بعد ترمذی نے کہا ھے۔

و قد روی محمد بن یزید بن سنان ابیہ ھذا الحدیث، فزاد فی ھذا الاسناد عن مجاھد عن سعید بن المسیّب عن صھیب، ولا یتابع محمد ابن یزید علی روایتہ و ھو ضعیف۔ و ابو المبارک رجل مجھول۔ھذا حدیث لیس اسنادہ بذلک۔ و قد خولف وکیع فی روایتہ و قال محمد ابو فروۃ یزید بن سنان الرھاوی لیس بحدیثہ بأس الا روایۃ ابنہ محمد عنہ، فانہ یروی عنہ مناکیر۔☆ وقال الھیثمی فی الزوائد ج ۱ فیہ محمد بن یزید الرھاوی ضعفہ

البخاری وغیرہ۔ و ذکرہ ابن حبان من الثقات۔ و ابوہ یزید ضعفه ابو داؤد وغیرہ و قال البخاری مقارب الحدیث۔ ایك روایت میں ما امنالقراٰن من استحل حرامه۔ عن صهیب ترمذی نے اسے وکیع عن ابی فروۃ یزید بن سنان عن ابی المبارك عن صهیب مرفوع بیان کیا ھے۔☆شعب الایمان ج ١ حاشیه ١٧٣- ١٧٤☆ شعب الایمان ج ١ ذکر حدیث جمع القراٰن☆ کنز العمال ج ١ ☆الطبرانی فی الکبیر ج ٨ حدیث نمبر ٧٢٩٥ من طریق محمد بن یزید بن سنان الرهاوی۔

(٦٨) مسلم ج ١، کتاب فضائل القراٰن باب فضیلة حافظ القراٰن۔

(٦٩) مشکوٰۃ کتاب فضائل القراٰن۔ فصل اوّل☆ سنن دارمی ج ٢ کتاب فضائل القراٰن، باب مثل المومن الذی یقرأ القراٰن☆ بخاری ج ٢، کتاب ابواب فضائل القراٰن، باب من رایا بقراءۃ القراٰن و تاکّل به أو فجر به۔

بخاری، مسلم، اور ابو داؤد کتاب الادب باب من یؤمر ان یجالس۔ ترمذی ابواب الامثال باب ماجاء مثل المومن القاری للقرآن و غیر القاری، سنن دارمی کتاب فضائل القراٰن باب مثل المومن الذی یقرأ القراٰن کے تحت المومن الذی یقرأ القراٰن الخ ھے۔ ☆شعب الایمان ج ٢، عن ابی موسیٰ اشعری۔ شعب الایمان میں اس طرح منقول ھے مثل المومن الذی یقرأ القراٰن کمثل الاترجة ریحها طیب و طعمها طیب۔ و مثل المؤمن الذی لا یقرأ القراٰن کمثل التمرۃ طعمها طیب ولا ریح لها۔ و مثل الفاجر الذی یقرأ القراٰن کمثل الریحانة ریحها طیب و طعمها مرٌّ۔ و مثل الفاجر الذی لا یقرأ القراٰن کمثل الحنظلة طعمها خبیث و ریحها خبیث۔

(٧٠) بخاری ج ١، کتاب الجهاد باب کراهیة السر بالمصاحف الی ارض الکفار اذا خیف وقوعه بایدیهم☆ ابو داؤد ج٣، کتاب الجهاد باب فی المصحف یسافر به الی ارض العدو☆ ابنِ ماجه کتاب الجهاد باب ٤٥ النهی ان یسافر بالقراٰن الی ارض العدو☆ مؤطا امام مالك ج١کتاب الجهاد، النهی عن ان یسافر بالقراٰن الی ارض العدو☆ مسند احمد ج٢/٦-٧- ١٠-٥٥-٦٣-٧٦-١٢٨۔

(٧١) مسلم کتاب الامارۃ باب النهی ان یسافر بالمصحف الی ارض الکفار الخ☆ ابنِ ماجه کتاب الجهاد باب ٤٥۔ النهی ان یسافر بالقراٰن الی ارض العدو۔

(٧٢) کنز العمال ج ١☆ شعب الایمان للبیهقی ج ٢۔ فصل فی صیانة المسافر بمصاحف القراٰن الیٰ ارض العدو۔

(٧٣) مسلم ج ١، کتاب فضائل القراٰن باب ترتیل القراءۃ الخ۔

فصل: ۲

قرآن مجید کی سورتوں کے فضائل

قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت۔ سورۂ فاتحہ

۵۵- عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُعَلّٰی قَالَ: کُنْتُ اُصَلِّیْ فَدَعَانِی النَّبِیُّ ﷺ فَلَمْ اُجِبْهُ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ کُنْتُ اُصَلِّیْ، قَالَ: اَلَمْ یَقُلِ اللّٰهُ اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ، ثُمَّ قَالَ: اَلَا اُعَلِّمُکَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِی الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَخْرُجَ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّکَ قُلْتَ لَاُعَلِّمَنَّکَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ هِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ اُوْتِیْتُهٗ۔ (رواہ البخاری)

''حضرت ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی ﷺ نے مجھے آواز دے کر بلایا لیکن میں نے جواب نہ دیا (کیوں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا) پھر نماز ختم کر کے میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، میں نماز پڑھ رہا تھا (اس لیے فوراً حاضر نہیں ہوسکا) آپؐ نے فرمایا: کیا اللہ نے یہ حکم نہیں دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی پکار پر لبیک کہو جب کہ وہ تمہیں بلائیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت کون سی ہے، قبل اس کے کہ ہم مسجد سے نکلیں؟ پھر آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور جب ہم مسجد سے نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، آپؐ نے فرمایا تھا کہ آپ مجھے قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت کے متعلق بتائیں گے آپؐ نے فرمایا کہ وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (یعنی سورۂ فاتحہ) ہے، یہی سبع مثانی ہے (سات بار پڑھی جانے والی آیتیں) اور اس کے ساتھ عظیم قرآن ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔''

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیَ بْنُ سَعِیْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ خُبَیْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُعَلّٰی قَالَ: کُنْتُ اُصَلِّیْ فَدَعَانِی النَّبِیُّ ﷺ فَلَمْ اُجِبْهُ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ کُنْتُ اُصَلِّیْ، قَالَ: اَلَمْ یَقُلِ اللّٰهُ اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ، ثُمَّ قَالَ: اَلَا اُعَلِّمُکَ اَعْظَمَ سُوْرَةٍ فِی الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَخْرُجَ قُلْتُ: یَا

رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ قُلْتَ لَاُعَلِّمَنَّکَ اَعْظَمَ سُوْرَۃٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ھِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ اُوْتِیْتُہٗ۔ (۱)

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت نقل کی ہے:

﴿۲﴾ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَا اُبَیُّ، وَ ھُوَ یُصَلِّیْ فَالْتَفَتَ اُبَیٌّ فَلَمْ یُجِبْہُ وَ صَلّٰی اُبَیٌّ فَخَفَّفَ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ عَلَیْکَ السَّلَامُ مَا مَنَعَکَ یَا اُبَیُّ اَنْ تُجِیْبَنِیْ اِذْ دَعَوْتُکَ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ کُنْتُ فِی الصَّلٰوۃِ۔ قَالَ فَلَمْ تَجِدْ فِیْمَا اَوْحَی اللّٰہُ اِلَیَّ اَنِ اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ، قَالَ: بَلٰی! وَلَا اَعُوْدُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ، قَالَ: تُحِبُّ اَنْ اُعَلِّمَکَ سُوْرَۃً لَمْ یُنْزَلْ فِی التَّوْرَاۃِ وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْقُرْاٰنِ مِثْلُھَا، قَالَ: نَعَمْ : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَیْفَ تَقْرَأُ فِی الصَّلٰوۃِ، قَالَ: فَقَرَأَ اُمَّ الْقُرْاٰنِ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا اُنْزِلَتْ فِی التَّوْرَاۃِ وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْفُرْقَانِ مِثْلُھَا وَ اِنَّھَا سَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُعْطِیْتُہٗ۔ (۲)

تشریح: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھنے کے دوران میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُنہیں طلب فرمانے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب حضورؐ نے اُنہیں بلایا تھا تو وہ نفل نماز پڑھ رہے تھے کیوں کہ فرض نماز تو جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ادا کی جاتی تھی۔ چناں چہ حضورؐ کے آواز دینے پر ان کا یہ فرض تھا کہ وہ نفلی نماز چھوڑ دیتے اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے کیوں کہ اللہ کے رسولؐ کی پکار پر لبیک کہنا تو ہے فرض اور وہ پڑھ رہے تھے نفل نماز۔ ایک مومن کو جب اللہ کے رسولؐ کی طرف بلایا جائے تو اس کا فرض ہے کہ اس پر لبیک کہے۔

یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ ہدایت اُس دور کے ساتھ ہی ختم ہوگئی ہے نہیں، بلکہ یہ بات آج بھی اسی طرح سے اہم ہے۔ اُس وقت اللہ کے رسولؐ کی آواز لوگ کانوں سے سنتے تھے، آج اللہ کے رسولؐ کی آواز آپ دل کے کانوں سے سُن سکتے ہیں، بشرطے کہ دِل کے کان ہوں۔ جب اللہ کے رسولؐ کی آواز آپ کے دل میں آئے کہ فلاں کام ممنوع ہے تو آپ کا یہ فرض ہے کہ آپ رک جائیں۔ اگر آپ نہیں رکتے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ نے رسولؐ کی پکار سُنی تو ضرور مگر اس پر لبیک نہیں کہا؟ آج جب اللہ کے رسولؐ کی طرف سے کوئی پکار ہوتی ہے کہ خدا کے دین کی اس خدمت کو انجام دینے کے لیے آؤ اور اس وقت تم پر یہ فرض عاید ہوتا ہے تو اگر آپ کے دل کے کان سننے والے ہیں تو آپ اب بھی صاف سن سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کس فریضے کی طرف پکار رہے ہیں۔ اس لیے یہ نہ سمجھ لیجیے کہ یہ بات حضورؐ کی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہوگئی ہے، نہیں بلکہ یہ چیز آج بھی اسی طرح موجود ہے۔

اَلسَّبْعُ الْمَثَانِیْ سے مراد وہ سات آیتیں ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں، یعنی سورۂ فاتحہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ سات آیتیں ہیں جو قرآن کی سب سے بڑی سورت ہیں اور اس کے ساتھ قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ سات آیتیں ہیں جو مثانی ہیں، اور اس کے ساتھ قرآن مجید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک طرف پورا قرآن ہے اور دوسری طرف یہ سورۂ فاتحہ ہے۔ اسی سے رسول اللہ ﷺ نے یہ مضمون اخذ فرمایا ہے کہ یہ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت ہے کیوں کہ پورے قرآن کے مقابلے میں اس سورت کو رکھا گیا ہے۔ غور کیجیے کہ یہاں سب سے بڑی سورت کا مطلب یہ نہیں ہوا کہ سورۂ فاتحہ اپنے الفاظ اور آیتوں کے کی کثرت کے لحاظ سے سب سے بڑی سورت ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مضمون کے لحاظ سے سب سے بڑی ہے کیوں کہ قرآن مجید کی ساری تعلیم کا خلاصہ اس میں آ گیا ہے۔

سورۃ البقرۃ اور آلِ عمران اہلِ ایمان کی پیشوائی کریں گی

۵٦- عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ: یُؤْتٰی بِالْقُرْاٰنِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ اَهْلِهِ الَّذِیْنَ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بِهٖ تَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلُ عِمْرَانَ وَ ضَرَبَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةَ اَمْثَالٍ مَا نَسِیْتُهُنَّ بَعْدُ قَالَ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَیْنَهُمَا شَرْقٌ اَوْ كَاَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَیْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا۔ (رواہ مسلم)

”حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے روز قرآن مجید اور وہ لوگ کہ جو اس کے مطابق عمل کیا کرتے تھے، لائے جائیں گے اور ان کے آگے آگے سورۂ بقرہ اور آل عمران ہوں گی۔ رسول اکرمؐ نے اس بات کی تین مثالیں بیان کی تھیں جو مجھے یاد نہیں رہ سکیں۔ اس طرح کہ گویا وہ بادل ہیں یا ابرِ سیاہ ہیں جن کے اندر چمک اور روشنی ہے، یا وہ پرندوں کے جھنڈ ہیں جو اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والوں کے لیے حجت پیش کرتی ہوئی آئیں گی۔“

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: اَنَا یَزِیْدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهٖ قَالَ: نَا اَبُو الْوَلِیْدِ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُرَشِیِّ، عَنْ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ۔ قَالَ: سَمِعْتُ النَّوَاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكِلَابِیَّ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ: یُؤْتٰی بِالْقُرْاٰنِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ اَهْلِهِ الَّذِیْنَ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بِهٖ تَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلُ عِمْرَانَ وَ ضَرَبَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةَ اَمْثَالٍ مَا نَسِیْتُهُنَّ بَعْدُ قَالَ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَیْنَهُمَا شَرْقٌ اَوْ كَاَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَیْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا۔ (۳)

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، نَا هِشَامُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ اَبُوْ عَبْدِ الْمَلِكِ الْعَطَّارُ نَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَیْبٍ، نَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ حَدَّثَهُمْ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ

نُفَیرٍ، عَنْ نَوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: یَأْتِی الْقُرْاٰنُ وَ اَهْلُهُ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ بِهٖ فِی الدُّنْیَا تَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَ اٰلُ عِمْرَانَ قَالَ نَوَّاسٌ: وَ ضَرَبَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةَ اَمْثَالٍ مَا نَسِیْتُهُنَّ بَعْدُ، قَالَ: تَاْتِیَانِ کَاَنَّهُمَا غِیَابَتَانِ وَ بَیْنَهُمَا شَرْقٌ اَوْ کَاَنَّهُمَا ظُلَّةٌ مِنْ طَیْرٍ صَوَافَّ تُجَادِلَانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا۔ (٤)

تشریح: اس سے قبل حدیث میں بھی یہی مضمون تھوڑے سے فرق کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کی روایت کرنے والے دونوں صحابیوں نے ایک ہی وقت میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہو اور دونوں نے اپنے اپنے الفاظ میں اسے بیان کیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ مضمون متعدد مواقع پر بیان فرمایا ہو اور دونوں صحابیوں کی روایتیں دو مختلف مواقع سے تعلق رکھتی ہوں۔ بہر حال یہ بات واضح ہے کہ ان دونوں حدیثوں کا مضمون قریب قریب یکساں ہے۔

پہلی روایت میں صرف قرآن مجید پڑھنے والوں کا ذکر تھا لیکن اس حدیث میں اس کے مطابق عمل کرنے والوں کا ذکر ہے، اور ظاہر بات ہے کہ قرآن مجید اگر شفیع ہوسکتا ہے تو انہی لوگوں کے لیے ہوسکتا ہے جو محض اسے پڑھ کر ہی نہ رہ جائیں بلکہ اس کے مطابق عمل بھی کریں۔ بالفرض اگر کوئی شخص قرآن مجید پڑھتا تو ہے لیکن اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تو قرآن اس کے حق میں حجت نہیں ہوسکتا۔

اس حدیث میں اس بات کی وضاحت ہوگئی ہے کہ قرآن مجید اپنے اُن پڑھنے والوں کی شفاعت اور حمایت کرے گا جو اس کے مطابق عمل بھی کرنے والے ہوں۔ قیامت کے روز جب اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ کے حضور میں جائیں گے تو ان کو لے کر جانے والا قرآن ہوگا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے تو گویا یہ ان کے پاس ان معنوں میں ایک حجت ہوگا کہ حضور یہ آپ کا ہدایت نامہ تھا اور اس کے مطابق ہم دنیا میں زندگی بسر کر کے آئے ہیں۔ اس طرح ان کی بخشش کے لیے یہ چیز بجائے خود کافی سفارش ہوگی۔ یہ معاملہ صرف اہلِ ایمان کے ساتھ ہوگا۔ اس روز کافر یا منافق کے ساتھ قرآن نہیں ہوگا، اور نہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جو اس کو جانتے تھے لیکن پھر بھی اس کی خلاف ورزی کرتے تھے۔

پھر فرمایا گیا کہ سورۂ بقرہ اور آل عمران اہلِ ایمان کے آگے آگے ہوں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ احکامی سورتیں ہیں۔ سورۂ بقرہ میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے احکامی ہدایات دی گئی ہیں اور سورۂ آل عمران میں منافقین، کفار اور اہل کتاب سب کے بارے میں ہدایت بیان کی گئی ہیں۔ مزید برآں یہ جنگ اُحد کے تبصرے پر بھی مشتمل ہے۔ اس طرح یہ دونوں سورتیں ایک مومن کی زندگی کے لیے ہدایت نامے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کے مطابق اپنی معاشرت کو درست کر لے، اپنی معاش اور سیاست اور اپنے تمدّن کو ان کے مطابق ڈھال لے اور دنیا میں مختلف دشمنانِ اسلام کے ساتھ جو معاملات پیش آتے ہیں ان میں وہ ان کی ہدایات کے مطابق ٹھیک ٹھیک کام کرے تو اس کے بعد پھر اس کی بخشش میں کوئی کسر باقی نہیں رہ جاتی۔ چناں چہ یہ دونوں سورتیں میدانِ حشر میں اہلِ ایمان کی حفاظت کریں گی، انہیں اُس تمازت سے بچائیں گی جو اُس وقت وہاں ہوگی اور اللہ کی عدالت میں جا کر اُن کے لیے حجت پیش کریں گی۔

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت

۵۷-عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلْاٰیَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ مَنْ قَرَأَھُمَا فِیْ لَیْلَۃٍ کَفَتَاہُ۔ (متفق علیہ)

''حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھے گا وہ اس کے لیے کافی ہوں گی۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ، قَالَ: نَا زُھَیْرٌ، قَالَ: نَا مَنْصُوْرٌ، عَنْ اِبْرَاھِیْمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ، قَالَ: لَقِیْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ عِنْدَ الْبَیْتِ، فَقُلْتُ حَدِیْثٌ بَلَغَنِیْ عَنْکَ فِی الْاٰیَتَیْنِ فِیْ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ۔ فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْاٰیَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ مَنْ قَرَأَھُمَا فِیْ لَیْلَۃٍ کَفَتَاہُ۔ (۵)

تشریح: مراد یہ ہے کہ یہ دو آیتیں آدمی کو ہر طرح کے شر سے بچانے کے لیے کافی ہیں۔ اگر کوئی شخص ان آیات کو اچھی طرح سے سمجھ کر پڑھے تو اُسے ان کی اہمیت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید کی سب سے عظیم آیت- ایۃ الکرسی

۵۸- عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: یَا اَبَا الْمُنْذِرِ، اَتَدْرِیْ اَیُّ اٰیَۃٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی مَعَکَ اَعْظَمُ، قَالَ: قُلْتُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ، قَالَ: یَا اَبَا الْمُنْذِرِ، اَتَدْرِیْ اَیُّ اٰیَۃٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی مَعَکَ اَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ: اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ قَالَ فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ وَ قَالَ: لِیَھْنِکَ الْعِلْمُ یَا اَبَا الْمُنْذِرِ۔ (رواہ مسلم)

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابومنذر، جانتے ہو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی جو کتاب (قرآن مجید) ہے اس کی کون سی آیت سب سے بڑی ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اُس کے رسولؐ کو زیادہ معلوم ہے۔ حضورؐ نے پھر ارشاد فرمایا کہ اے ابومنذر، کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی جو کتاب ہے اس کی سب سے بڑی آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا: **اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ** (یعنی آیۃ الکرسی)۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابومنذر، یہ علم تمہیں مبارک ہو۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ، قَالَ: نَا عَبْدُ الْاَعْلٰی بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی عَنِ الْجُرَیْرِیِّ، عَنْ اَبِی السَّلِیْلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ رَبَاحِ الْاَنْصَارِیِّ، عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: یَا اَبَا الْمُنْذِرِ، اَتَدْرِیْ اَیُّ اٰیَۃٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی مَعَکَ اَعْظَمُ،

قَالَ: قُلْتُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ، قَالَ: یَا اَبَا الْمُنْذِرِ، اَتَدْرِیْ اَیُّ اٰیَۃٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی مَعَکَ اَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ: اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ قَالَ فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ وَ قَالَ: لِیَھْنِکَ الْعِلْمُ یَا اَبَا الْمُنْذِرِ۔ (٦)

تشریح: ابومنذر حضرت ابی بن کعب کی کنیت ہے۔ حضرت ابی رسول اللہ ﷺ کے اُن صحابیوں میں سے تھے جو قرآن کے سب سے زیادہ جاننے والے اور قرآن مجید کے فاضل تھے اور صحابہ کرامؓ میں سے بہترین فہمِ قرآن کے حامل سمجھے جاتے تھے۔

یہ رسول اللہ ﷺ کے طریقِ تعلیم میں سے ایک طریقہ ہے۔ آپؐ صحابہ کرامؓ سے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ اُنھوں نے اللہ کے دین کو اور قرآن کو کتنا کچھ سمجھا ہے بعض اوقات خاص خاص سوالات کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کا یہ طریق تھا کہ حضورؐ کے سوال پر اس امید میں کہ کچھ مزید معلومات حاصل ہوں، وہ اپنے علم کے مطابق جواب دینے کے بجائے یہ عرض کیا کرتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ معلوم ہے تاکہ رسول اللہ ﷺ وہ بات خود بتائیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ کا سوال کرنے سے یہ ارادہ ہوتا تھا کہ صحابہ کرام کو مزید علم سکھائیں تو صحابہؓ کے یہ عرض کرنے پر کہ ’’اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ‘‘ آپؐ اپنے سوال کا خود جواب دے دیا کرتے تھے۔ اور اگر آپؐ کا ارادہ اُن کی معلومات کو جاننے ہی کا ہوتا تھا تو آپؐ اپنے سوال کو پھر دہراتے تھے تاکہ صحابہؓ اپنی طرف سے جواب دیں۔ یہاں یہی صورت پیش آئی۔ حضورؐ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے پہلی دفعہ سوال کیا تو اُنھوں نے جواب میں عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو زیادہ معلوم ہے۔ مگر چوں کہ حضورؐ کے پیشِ نظر یہ معلوم کرنا تھا کہ حضرت ابی بن کعبؓ کے فہم میں قرآن مجید کی سب سے زیادہ وزنی آیت کون سی ہے اس لیے آپؐ نے دوبارہ وہی سوال کیا۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ سب سے بڑی آیت آیۃ الکرسی ہے۔ نبی ﷺ نے ان کے اس جواب کی تصویب فرمائی۔

آیۃ الکرسی کی یہ عظمت اور اہمیت اس بنا پر ہے کہ یہ قرآن مجید کی ان چند آیتوں میں سے ہے جن میں توحید کی مکمل تعریف بیان ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا بہترین بیان ایک تو سورۂ حشر کی آخری آیات ہیں، ایک سورۃ الفرقان کی ابتدائی آیات ہیں، ایک سورۂ اخلاص ہے اور ایک یہ آیۃ الکرسی ہے۔ جب حضرت ابی بن کعبؓ نے یہ جواب دیا تو حضورؐ نے آپ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تمھیں یہ علم مبارک ہو۔ واقعی تم نے صحیح سمجھا ہے۔ قرآن مجید کی سب سے بڑی اور اہم آیت یہی ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا صحیح تصوّر دلانے ہی کے لیے آیا ہے۔ اگر انسان کو اللہ تعالیٰ کا صحیح تصور حاصل نہ ہو تو باقی ساری تعلیم بے معنی ہو جاتی ہے۔ توحید آدمی کی سمجھ میں آجانے کا مطلب یہ ہے کہ دین کی بنیاد قائم ہوگئی۔ اس بنا پر قرآن مجید کی سب سے بڑی آیت وہ ہے جس میں توحید کے مضمون کو بہترین طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔

آیۃ الکرسی کی فضیلت کے متعلق ایک عجیب واقعہ

۵۹- عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ وَکَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِحِفْظِ زَکٰوۃِ رَمَضَانَ فَاَتَانِیْ اٰتٍ

فَجعَلَ يَحثُوا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذتُهٗ وَ قُلتُ وَاللّٰہِ لَاَرفَعَنَّکَ اِلٰی رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ دَعنِی اِنِّی مُحتَاجٌ وَ عَلَیَّ عِیَالٌ وَلِی حَاجَةٌ شَدِیدَةٌ، قَالَ فَخَلَّیتُ عَنهُ فَاَصبَحتُ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَا اَبَا هُرَیرَةَ مَا فَعَلَ اَسِیرُکَ البَارِحَةَ، قُلتُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ شَکٰی حَاجَةً شَدِیدَةً وَ عِیَالاً فَرَحِمتُهٗ فَخَلَّیتُ سَبِیلَهٗ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَد کَذَبَکَ وَ سَیَعُودُ، فَعَرَفتُ اَنَّهٗ سَیَعُودُ لِقَولِ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ اِنَّهٗ سَیَعُودُ فَرَصَدتُّهٗ فَجَاءَ یَحثُوا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذتُهٗ فَقُلتُ لَاَرفَعَنَّکَ اِلٰی رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ دَعنِی فَاِنِّی مُحتَاجٌ وَ عَلَیَّ عِیَالٌ لَا اَعُودُ فَرَحِمتُهٗ فَخَلَّیتُ سَبِیلَهٗ فَاَصبَحتُ فَقَالَ لِی رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ یَا اَبَا هُرَیرَةَ مَا فَعَلَ اَسِیرُکَ، قُلتُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ شَکٰی حَاجَةً شَدِیدَةً وَ عِیَالاً فَرَحِمتُهٗ فَخَلَّیتُ سَبِیلَهٗ، فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَد کَذَبَکَ وَ سَیَعُودُ فَرَصَدتُّهٗ الثَّالِثَةَ فَجَعَلَ یَحثُوا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذتُهٗ فَقُلتُ لَاَرفَعَنَّکَ اِلٰی رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ وَ هٰذَا اٰخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ اِنَّکَ تَزعُمُ لَا تَعُودُ ثُمَّ تَعُودُ، قَالَ دَعنِی اُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ یَّنفَعُکَ اللّٰہُ بِهَا اِذَا اَوَیتَ اِلٰی فِرَاشِکَ فَاقرَأ اٰیَةَ الکُرسِیِّ مِن اَوَّلِهَا حَتّٰی تَختِمَ الاٰیَةَ فَقَالَ لِی لَن یَّزَالَ عَلَیکَ مِنَ اللّٰہِ حَافِظٌ وَلَا یَقرَبُکَ شَیطَانٌ حَتّٰی تُصبِحَ وَ کَانُوا اَحرَصَ شَیءٍ عَلَی الخَیرِ فَقَالَ لِی رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ مَا فَعَلَ اَسِیرُکَ قُلتُ زَعَمَ اَنَّهٗ یُعَلِّمُنِی کَلِمَاتٍ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَد صَدَقَکَ وَ هُوَ کَذُوبٌ وَ تَعلَمُ مَن تُخَاطِبُ مُنذُ ثَلَاثِ لَیَالٍ یَا اَبَا هُرَیرَةَ قَالَ، لَا، قَالَ ذَاکَ شَیطَانٌ۔ (رواہ البخاری)

”حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے زکوۃ رمضان کی حفاظت کا کام سونپا تھا۔ پس ایک رات، ایک آنے والا آیا اور وہ اس غلّے وغیرہ کو سمیٹنے لگا (جو وہاں جمع تھا)۔ میں نے اُسے پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا۔ وہ کہنے لگا، میں محتاج آدمی ہوں، میرے بال بچّے ہیں اور میں بہت حاجت مند ہوں۔ میں نے (ترس کھا کر) اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا: اے ابو ہریرہؓ، رات جس شخص کو تم نے پکڑا تھا اس کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، اس نے اپنی سخت حاجت مندی بیان کی اور کہا کہ میرے بہت بال بچے ہیں، اس لیے میں نے اس پر ترس کھا کر اسے چھوڑ دیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: اس نے تم سے جھوٹ بولا، وہ پھر آئے گا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ پھر آئے گا۔ پس میں اس کی تاک میں لگا رہا۔ رات وہ پھر آیا اور غلہ وغیرہ سمیٹنے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ میں تمہیں ضرور رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش کروں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو کیوں کہ میں محتاج آدمی ہوں اور میرے بال بچّے ہیں۔ اب میں پھر نہیں آؤں گا۔ میں نے پھر رحم کیا اور اسے چھوڑ دیا۔ دوسرے روز صبح پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا! اے ابو ہریرہؓ تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اس نے اپنی سخت حاجت مندی کی شکایت کی اور کہا کہ میرے بہت بال بچّے ہیں۔ اس لیے میں نے اس پر رحم کیا اور اسے پھر چھوڑ دیا، حضورؐ نے پھر ارشاد فرمایا: اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ پھر آئے گا۔ میں پھر اس کی تاک میں

لگا رہا۔ وہ پھر آیا اور غلہ وغیرہ سمیٹنے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ اب کے میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش کروں گا۔ یہ تیسری اور آخری مرتبہ ہے ہر دفعہ تو کہتا ہے کہ میں پھر نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتا ہے۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تمہیں کچھ ایسے کلمات سکھاتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں فائدہ پہنچائے گا۔ جب تم رات کو سونے کے لیے اپنے بستر پر لیٹ جاؤ تو آیۃ الکرسی ''اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ '' آخر آیت تک پڑھ لیا کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ کی طرف سے تمہاری حفاظت ہوتی رہے گی اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ جب اس نے یہ چیز مجھے سکھائی تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اگلی صبح رسول اللہ ﷺ نے پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے پھر عرض کیا: اس نے مجھے کچھ کلمات سکھائے ہیں اور اس کا دعویٰ تھا کہ ان کلمات کی بدولت اللہ تعالیٰ مجھے نفع پہنچائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بات تو اس نے سچی کہی مگر ہے وہ نہایت جھوٹا! تمہیں معلوم ہے کہ تین راتوں سے تم کس کے ساتھ مخاطب تھے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، میں نہیں جانتا۔ حضوؐر نے ارشاد فرمایا وہ ایک شیطان تھا۔''

تخریج: قَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَیْثَمِ، اَبُوْ عَمْرٍو، ثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ وَكَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ یَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ وَ قُلْتُ وَاللّٰهِ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ دَعْنِیْ اِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَ عَلَیَّ عِیَالٌ وَلِیْ حَاجَةٌ شَدِیْدَةٌ، قَالَ فَخَلَّیْتُ عَنْهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِیْرُكَ الْبَارِحَةَ، قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكٰی حَاجَةً شَدِیْدَةً وَ عِیَالًا فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ كَذَبَكَ وَ سَیَعُوْدُ، فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ سَیَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِنَّهٗ سَیَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهٗ فَجَاءَ یَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ دَعْنِیْ فَاِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَ عَلَیَّ عِیَالٌ لَا اَعُوْدُ فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِیْرُكَ، قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكٰی حَاجَةً شَدِیْدَةً وَ عِیَالًا فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ، فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ كَذَبَكَ وَ سَیَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهٗ الثَّالِثَةَ فَجَعَلَ یَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ هٰذَا اٰخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ اِنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ، قَالَ دَعْنِیْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ یَّنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِكَ فَاقْرَاْ اٰیَةَ الْكُرْسِیِّ مِنْ اَوَّلِهَا حَتّٰی تَخْتِمَ الْاٰیَةَ فَقَالَ لِیْ لَنْ یَّزَالَ عَلَیْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا یَقْرَبُكَ شَیْطَانٌ حَتّٰی تُصْبِحَ وَ كَانُوْا اَحْرَصَ شَیْءٍ عَلَی الْخَیْرِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا فَعَلَ اَسِیْرُكَ قُلْتُ زَعَمَ اَنَّهٗ یُعَلِّمُنِیْ كَلِمَاتٍ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ صَدَقَكَ وَ هُوَ كَذُوْبٌ وَ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَیَالٍ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ، لَا، قَالَ ذَاكَ شَیْطَانٌ۔ (۷)

تشریح: زکوٰۃ رمضان سے مراد کھانے پینے کا وہ سامان، غلّہ اور ایسی چیزیں ہیں جو نبی ﷺ رمضان کے زمانے میں تقسیم کی خاطر رکھتے تھے۔ دن کے وقت تقسیم سے جو بچ جاتا رات کو اس کی حفاظت کی ضرورت پیش آتی۔ ایک دفعہ جب حضرت ابو ہریرہؓ اس سامان کی حفاظت پر مقرر تھے تو یہ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے۔

یہ اس طرح کے واقعات میں سے ہے جن کے بارے میں انسان کوئی توجیہ نہیں کر سکتا کہ ایسا کیوں ہوا۔ بہر حال اس طرح کی صورتیں بعض اوقات انسانوں کے ساتھ پیش ضرور آتی ہیں، حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ بھی یہ شکل پیش آئی۔

یہ حدیث فضائل القرآن کے باب میں اس وجہ سے نقل کی گئی ہے کہ شیطان خود اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اُس شخص پر اس کا کوئی بس نہیں چلتا جو رات کو اٰیۃ الکرسی پڑھ کر سوتا ہے۔

یہ بات پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے کہ قرآن مجید میں چند مقامات ایسے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی توحید کو بہترین طریقے سے بیان کیا گیا ہے، اور توحید کا مکمل تصوّر پیش کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک مقام یہ اٰیۃ الکرسی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جس آدمی کے دِل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا تصوّر رچ بس گیا ہو اس پر شیطان کا بس کہاں چل سکتا ہے۔ شیطان تو اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا۔

آیۃ الکرسی کے کلمات بذاتِ خود بھی بابرکت ہیں لیکن اگر پڑھنے والا سمجھ بھی رہا ہو کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے تو پھر اس پر کسی شیطان کا زور نہیں چل سکتا۔

دو نور جو صرف رسول اللہ ﷺ کو عطا کیے گئے

۶۰- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَمَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ سَمِعَ نَقِيْضًا مِّنْ فَوْقِهٖ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ، فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ قَالَ هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ فَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ اُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ، فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَ خَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا اُعْطِيْتَهٗ۔ (رواہ مسلم)

”حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ یکایک اُنہوں نے آسمان کی طرف سے ایک ایسی آواز سُنی جیسے کسی شہتیر کو کھینچنے یا کسی پھاٹک کو کھولنے کی آواز ہوتی ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا سر اُوپر اُٹھا کر دیکھا اور پھر حضوؐر سے عرض کیا کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو پہلی دفعہ کھولا گیا ہے اور اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ اتنے میں اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ جبریل علیہ السلام نے حضوؐر سے عرض کیا: یہ ایک فرشتہ ہے جو آسمان سے زمین کی طرف آرہا ہے، آج سے پہلے یہ کبھی زمین کی طرف نہیں اُترا۔ وہ فرشتہ آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کہا اور پھر آپؐ سے عرض کیا: آپؐ کے لیے دو ایسے نوروں کی خوش خبری ہے جو آپؐ ہی کو دیئے گئے ہیں ایک سورۂ فاتحہ اور دوسری سورۃ البقرہ کی آخری آیات۔ اِن دونوں کا اگر ایک حرف بھی آپؐ پڑھیں گے تو جو دُعا آپ مانگیں گے وہ آپؐ کو عطا کی جائے گی۔“

تخریج: حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِیعِ، وَ اَحْمَدُ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِیُّ قَالَا : نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَیْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِیسٰی، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَیْنَمَا جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ سَمِعَ نَقِیْضًا مِّنْ فَوْقِهٖ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ، فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْیَوْمَ لَمْ یُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْیَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَکٌ قَالَ هٰذَا مَلَکٌ نَزَلَ اِلَی الْاَرْضِ لَمْ یَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْیَوْمَ فَسَلَّمَ فَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَیْنِ اُوْتِیْتَهُمَا لَمْ یُؤْتَهُمَا نَبِیٌّ قَبْلَکَ، فَاتِحَةُ الْکِتَابِ وَ خَوَاتِیْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا اُعْطِیْتَهٗ۔ (۸)

تشریح: اِس حدیث کو پڑھتے ہوئے پہلا سوال جو آدمی کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آسمان کا دروازہ کھلنا اور اس سے ایسی آواز کا آنا جیسے پھاٹک کھلتا ہے، کیا معنی رکھتا ہے؟۔ اِس سلسلے میں پہلی بات تو یہ سمجھ لینی چاہیے کہ آسمان کے کسی دروازہ کے کھلنے کی آواز سننے والے جبریل علیہ السلام یا رسول اللہ ﷺ تھے ہم اور آپ نہیں ہیں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ یہ ایسے معاملات ہیں جو ہمارے حواس سے ماوراء ہیں۔ لیکن انہیں جب بھی بیان کیا جائے گا لامحالہ اسی زبان میں بیان کیا جائے گا جو انسان بولتے ہیں پھر یہ بات بھی ظاہر ہے کہ انسانی زبان میں ان احوال و کیفیات کو ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں اور نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ وہ احوال اور وہ کیفیات کبھی انسان کے تجربے میں نہیں آئیں۔ اس لیے لامحالہ جب کبھی ان چیزوں کو بیان کیا جائے گا استعارہ اور تمثیل کی زبان میں بیان کیا جائے گا۔ دُنیا میں جس طرح کوئی پھاٹک کھولا جاتا ہے اُسی طرح عالم بالا کی بھی بہت سی بندشیں ہیں جنہیں کھولا جاتا ہے تبھی کوئی چیز ان سے گزر کر آتی یا جاتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ڈھنڈار کھلا ہوا ہو کہ جو چیز جس وقت چاہے آئے یا جائے اس سے معلوم ہوا کہ آسمان کی کسی بندش کے کھلنے اور اوپر سے کسی فرشتے کے نیچے آنے کی کوئی کیفیت ہے جس کو پھاٹک کھلنے کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے وہ کیفیت لامحالہ محسوس تو ہوتی ہے مگر اس کو محسوس صرف اللہ کا فرشتہ یا اس کا رسولؑ کر سکتا ہے ہم اسے محسوس نہیں کر سکتے کیوں کہ یہ صلاحیت ہم جیسے عام انسانوں کو میسر نہیں ہے۔

دوسری چیز جو اس حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جو فرشتہ حضورؐ کو خوش خبری سنانے کے لیے حاضر ہوا وہ اس سے پہلے کبھی زمین کی طرف نہیں آیا تھا۔ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خاص یہی پیغام پہنچانے کے لیے زمین کی طرف بھیجا تھا۔ ورنہ وہ زمین کی طرف آنے والے فرشتوں میں سے نہیں تھا۔ اس نے آکر جو پیغام نبی ﷺ کو دیا وہ یہ تھا کہ آپؐ کو مبارک ہو۔ آپؐ کو دو ایسی بے نظیر چیزیں دی گئی ہیں جو پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ان میں سے ایک چیز سورۂ فاتحہ ہے اور دوسری البقرہ کی آخری آیات۔

واقعہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے چند فقروں میں اتنا بڑا مضمون بیان کیا گیا ہے کہ پورے قرآن مجید کا خلاصہ اس میں آ گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا اپنا ارشاد ہے کہ مجھے ایسے الفاظ اور کلمات عطا کیے گئے ہیں جن سے بڑے بڑے مضامین چند فقروں میں ادا ہو گئے ہیں۔

انجیل کے ساتھ قرآن مجید کا مقابلہ کر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بات بعض اوقات انجیل کے کئی کئی صفحات میں بیان کی گئی ہے وہ قرآن کے ایک فقرے میں بیان کر دی گئی ہے۔ بالخصوص سورۂ فاتحہ اس اختصار اور جامعیّت کے لحاظ

سے بے نظیر ہے تاہم سورۂ فاتحہ کی اس امتیازی شان کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ اس میں جو مضامین آئے ہیں وہ پہلے کسی نبی پر نہیں آئے۔ ایسا نہیں ہے کیوں کہ سارے انبیاء یہی تعلیم لے کر آئے تھے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ اس سورہ کے چند حروف میں وسیع معانی کا ایک سمندر سمیٹ دیا گیا ہے اور پوری تعلیمِ دین کا خلاصہ اس میں آ گیا ہے۔ اس خصوصی شان کی کوئی چیز پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی۔

دوسرا نور جس کی خوش خبری اس فرشتے نے نبی ﷺ کو سنائی وہ سورۂ بقرہ کی آخری آیات ہیں یعنی ’’**لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ**‘‘ سے لے کر آخر رکوع ’’**فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ**‘‘ تک۔

اِن آیات میں توحید کا پورا بیان اور انبیاء علیہم السلام کی ساری تعلیم کا خلاصہ سمو دیا گیا ہے، پورے کے پورے اسلامی عقائد بیان کر دیئے گئے ہیں اور اہلِ ایمان کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ اگر حق و باطل کی آویزش میں کفر کی تمام طاقتیں بھی ان کے مقابلے میں ڈٹ جائیں تب بھی اُنہیں صرف اللہ کے بھروسے پر ان کا مقابلہ کرنا چاہیے اور اللہ ہی سے نصرت اور کامیابی کے لیے مدد مانگنی چاہیے۔ اِن آیات کے انہی غیر معمولی مضامین کی بنا پر ان کو ایسا نور قرار دیا گیا ہے جو پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔

سورۂ ہود کی فضیلت

٦١ – حضرت ابو بکرؓ نے نبی ﷺ سے عرض کیا ’’میں دیکھتا ہوں کہ آپؐ بوڑھے ہوتے جا رہے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟‘‘ جواب میں حضورؐ نے فرمایا۔ ’’**شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَ اَخَوَاتُهَا**‘‘

’’مجھ کو سورۂ ہود اور اس کی ہم مضمون سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔‘‘

تخریج:〈۱〉 **حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ، قَالَ: قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَاكَ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَ اَخَوَاتُهَا۔** (۹)

〈۲〉 **حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ: شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَالْوَاقِعَةُ، وَالْمُرْسَلٰتُ وَ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ وَ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔** (۱۰)

الطبرانی نے اپنی معجم کبیر میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت نقل کی ہے اس کی سند میں عمرو بن ثابت متروک ہے اور ابو اسحاق نے ابن مسعود کا زمانہ نہیں پایا۔ رُوح المعانی نے ابن عساکر کے حوالہ سے حضرت انس عن الصدیق کی روایت، حضرت عمر اور حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی روایت بھی نقل کی ہے:

عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا شَيَّبَكَ؟ قَالَ: هُوْدٌ وَ اَخَوَاتُهَا۔

تشریح: اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے لیے وہ زمانہ کیسا سخت ہوگا جب کہ ایک طرف کفارِ قریش اپنے تمام ہتھیاروں سے اس دعوتِ حق کو کچل دینے کی کوشش کر رہے تھے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پے در پے تنبیہات نازل ہو رہی تھیں۔ ان حالات میں آپؐ کو ہر وقت یہ اندیشہ گھلائے دیتا ہوگا کہ کہیں اللہ کی دی ہوئی مہلت ختم نہ ہو جائے اور وہ آخری ساعت نہ آجائے جب کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب میں پکڑ لینے کا فیصلہ فرما دیتا ہے۔
(تفہیم القرآن، ج ۲، ہود، زمانۂ نزول)

سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتوں کی فضیلت

۶۲- عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ حَفِظَ عَشَرَ اٰيَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ۔ (رواہ مسلم)

”حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سورۂ کہف کی دس ابتدائی آیتیں یاد کرے گا وہ دجّال (کے فتنے) سے محفوظ رہے گا۔“

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ، قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ الْغَطَفَانِیِّ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ الْيَعْمُرِیِّ، عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ حَفِظَ عَشَرَ اٰيَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ۔ (۱۱)

ترمذی نے ایک روایت تین آیات کی بھی نقل کی ہے:

〈۲〉 عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَ اٰيَاتٍ مِنْ اَوَّلِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ۔ (۱۲)

تشریح: سورۂ کہف کے ابتدائی حصّے میں جو بات بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جس زمانے میں رومی سلطنت میں عیسائیوں پر سخت ظلم وستم توڑے جا رہے تھے اور انہیں اس بات پر مجبور کیا جا رہا تھا کہ وہ ایک خدا کو چھوڑ کر رومیوں کے معبودوں اور دیوتاؤں کو تسلیم کریں اور انہی کے آگے سر جھکائیں، اس زمانے میں چند نوجوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور وہ اس فتنۂ عظیم سے بچنے کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ چھاڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ ہمیں بہرحال اپنے رب سے منہ نہیں موڑنا ہے اور نہ شرک کو اختیار کرنا ہے، خواہ کچھ ہو جائے۔ چناں چہ وہ بغیر کسی سہارے کے صرف اللہ کے بھروسے پر پہاڑوں میں جا کر ایک غار میں بیٹھ گئے۔ فرمایا گیا کہ جو شخص سورۂ کہف کی ان ابتدائی آیات کو یاد کر لے اور اپنے دل و دماغ میں بٹھا لے وہ دجّال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ ظاہر ہے کہ دجّال کا فتنہ بھی اسی نوعیت کا ہوگا جیسا کہ اُس وقت ان نوجوانوں کو پیش آیا تھا اس لیے جس آدمی کے سامنے اصحابِ کہف کی یہ نظیر موجود ہوگی وہ دجّال کے آگے نہیں جھکے گا۔ البتہ جو آدمی اس نظیر کو بھول گیا وہ دجّال کے فتنے میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر فرمایا گیا کہ جو شخص ان آیات کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لے گا وہ دجّال کے فتنے سے بچ جائے گا۔

سورۃ المؤمنون

٦٣۔ ”حضرت عُروہ بن زُبیر، عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ یہ سورہ ان کے سامنے نازل ہوئی ہے۔ وہ خود نزول وحی کی کیفیت کو نبی ﷺ پر طاری ہوتے دیکھ رہے تھے، اور جب حضور ﷺ اس سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھ پر اس وقت دس ایسی آیتیں نازل ہوئی ہیں کہ اگر ان کے معیار پر پورا اُتر جائے تو یقیناً جنت میں جائے گا، پھر آپ نے اس سورۃ (سورۃ المؤمنون) کی ابتدائی آیات سنائیں۔“ (احمد، ترمذی، نسائی، حاکم)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِی اَبِی ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنِی یُوْنُسُ بْنُ سَلِیْمٍ قَالَ اَمْلٰی عَلٰی یُوْنُسَ بْنِ یَزِیْدِ الْاَیْلِیِّ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِیْ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ: كَانَ اِذَا نَزَلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْوَحْیُ یُسْمَعُ عِنْدَ وَجْهِهٖ دَوِیٌّ كَدَوِیِّ النَّحْلِ. فَمَكَثْنَا سَاعَةً فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَ رَفَعَ یَدَیْهِ. فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَ اَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَ اٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَیْنَا وَ اَرْضِ عَنَّا وَاَرْضِنَا ثُمَّ قَالَ لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَیَّ عَشْرُ اٰیَاتٍ مَنْ اَقَامَهُنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ ثُمَّ قَرَأَ عَلَیْنَا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی خَتَمَ الْعَشْرَ. (١٣)

ترجمہ: حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا تھا تو آپ کے روئے مبارک کے پاس سے ایسی آواز سنی جاتی تھی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ ایک دن آپ پر وحی کا نزول ہوا تو ہم تھوڑی سی دیر ٹھہرے رہے۔ بعدازاں نزول وحی کی کیفیت ختم ہوگئی آپ نے قبلہ رخ ہوکر اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر یوں دعا فرمائی۔ الٰہی ہماری تعداد میں اضافہ فرما، کمی نہ کر، ہمیں عزت ووقار سے نواز، ذلیل وخوار نہ کر، عطا فرما، محروم نہ رکھ، ہمیں ترجیح دے۔ ہم پر ترجیح نہ دے، ہمیں راضی فرما اور ہم سے راضی ہوجا۔ پھر فرمایا: مجھ پر اس وقت دس ایسی آیتیں نازل ہوئی ہیں جو شخص ان پر قائم رہا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ پھر آپ نے سورۃ المؤمنون کی ابتدائی دس آیات قد افلح المؤمنون سے دسویں آیت تک پڑھیں۔

سورۂ یٰسٓ

٦٤– یٰسٓ قَلْبُ الْقُرْاٰنِ۔

(امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ اور طبرانی وغیرہ نے مَعقِل بن یسار سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا) ”سورۂ یٰسٓ قرآن کا دل ہے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ، وَ سُفْیَانُ بْنُ وَكِیْعٍ، قَالَا: نا حُمَیْدُ[1] بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرُّوَاسِیُّ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ هَارُوْنَ اَبِیْ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَیَّانَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ

(۱) ابن کثیر نے اسی سند کو بحوالہ ترمذی نقل کیا ہے۔ اس میں حمید کی جگہ حماد ہے۔

اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ لِكُلِّ شَیْءٍ قَلْبًا، وَ قَلْبُ الْقُرْاٰنِ یٰسٓ۔ وَ مَنْ قَرَأَ یٰسٓ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِقِرَاَتِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ۔ (۱٤)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰسٓ ہے اور جس کسی نے یٰسٓ پڑھی اللہ تعالیٰ اس کی تلاوت کے بدلہ دس قرآن پڑھنے کے برابر اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھ دیتا ہے۔

۶۵- اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاكُمْ۔

حضرت معقل بن یسار سے امام احمد، ابوداؤد اور ابنِ ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: ’’اپنے مرنے والوں پر سورۂ یٰسٓ پڑھا کرو۔‘‘

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ مَكِّیِّ الْمَرْوَزِیُّ، المعنٰی، قَالَا: ثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ، عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ۔ وَ لَیْسَ بِالنَّهْدِیِّ عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِقْرَؤُا یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاكُمْ۔ (۱۵)

ترجمہ: ’’حضرت معقل بن یسار سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اپنے مرنے والوں کے روبرو سورۂ یٰسٓ پڑھا کرو۔‘‘

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ شُجَاعٍ، حَدَّثَنَا اَبِیْ، حَدَّثَنِیْ زِیَادُ بْنُ خَیْثَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَحَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَرَأَ یٰسٓ فِیْ لَیْلَةٍ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ غُفِرَ لَهٗ فِیْ تِلْكَ اللَّیْلَةِ۔ (۱٦)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کسی نے اللہ کی رضاجوئی کی خاطر کسی رات سورۂ یٰسٓ پڑھی، اس کے اس رات کے (گناہ) معاف کردیئے گئے۔

دارمی میں حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایک روایت بایں الفاظ مروی ہے:

⟨۳⟩ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَنْ قَرَأَ یٰسٓ حِیْنَ یُصْبِحُ اُعْطِیَ یُسْرَ یَوْمِهٖ حَتّٰی یُمْسِیَ وَ مَنْ قَرَأَهَا فِیْ صَدْرِ لَیْلَةٍ اُعْطِیَ یُسْرَ لَیْلَتِهٖ حَتّٰی یُصْبِحَ۔ (۱۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ جس نے صبح کو سورۂ یٰسٓ پڑھی اسے اس دن کی آسانی عطا کردی گئی حتی کہ شام ہوگئی۔ اور جس نے رات کے اوائل میں اسے پڑھا اسے اس رات کی صبح تک کی آسانی سے نواز دیا گیا۔

⟨۴⟩ اَخْرَجَ الْبَزَّارُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ سُوْرَةِ یٰسٓ لَوَدِدْتُّ اَنَّهَا فِیْ قَلْبِ كُلِّ اِنْسَانٍ مِنْ اُمَّتِیْ۔ (۱۸)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے سورۂ یٰسٓ کے بارے میں ارشاد فرمایا میری خواہش ہے کہ میری امت کے ہر انسان کے دل میں سورۂ یٰسٓ ہو۔ (ہر انسان کو یاد ہو)

تشریح: (پہلی روایت) میں اسی طرح کی تشبیہ ہے جس طرح سورۂ فاتحہ کو اُمّ القرآن فرمایا گیا ہے۔ فاتحہ کو اُمّ القرآن قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کی پوری تعلیم کا خلاصہ آ گیا ہے اور یٰسٓ کو قرآن کا دھڑکتا ہوا دل اس لیے فرمایا گیا ہے کہ وہ قرآن کی دعوت کو نہایت پُر زور طریقے سے پیش کرتی ہے جس سے جمود ٹوٹتا اور روح میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔

(دوسری روایت کی) مصلحت یہ ہے کہ مرتے وقت مسلمان کے ذہن میں نہ صرف یہ کہ تمام اسلامی عقائد تازہ ہو جائیں بلکہ خصوصیت کے ساتھ اُس کے سامنے عالمِ آخرت کا پورا نقشہ بھی آ جائے اور وہ جان لے کہ حیاتِ دنیا کی منزل سے گزر کر اب آگے کن منزلوں سے اس کو سابقہ پیش آنے والا ہے۔ اس مصلحت کی تکمیل کے لیے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر عربی داں آدمی کو سورۂ یٰسٓ سنانے کے ساتھ اس کا ترجمہ بھی سنا دیا جائے تا کہ تذکیر کا حق پوری طرح ادا ہو جائے۔

(تفہیم القرآن، ج ۴، یٰسٓ موضوع و مضمون)

سورۂ قٓ

۶۶- ''رسول اللہ ﷺ اکثر عیدین کی نمازوں میں اس سورۂ (سورۂ ق) کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ایک خاتون امِ ہشام بن حارثہ جو حضورؐ کی پڑوسن تھیں، بیان کرتی ہیں کہ مجھے سورۂ قٓ یاد ہی اس طرح ہوئی کہ جمعہ کے خطبوں میں اکثر آپؐ کی زبان مبارک سے اس کو سنتی تھی۔ بعض اور روایات میں آیا ہے کہ فجر کی نماز میں بھی آپؐ بکثرت اس کو پڑھا کرتے تھے۔''

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِیُّ، قَالَ: اَنَا یَحْیَ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ: نَا سُلَیْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ یَحْیَ بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اُخْتٍ لِعَمْرَةَ، قَالَتْ: اَخَذْتُ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ مِنْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ هُوَ یَقْرَأُ بِهَا عَلَى الْمِنْبَرِ فِیْ كُلِّ جُمُعَةٍ۔ (۱۹)

ترجمہ: عمرہ کی بہن سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سورۂ قٓ والقرآن المجید رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سن کر یاد کی ہے آپ ہر جمعہ کو خطبہ میں منبر پر اس سورہ کو پڑھا کرتے تھے۔

ایک دوسری روایت بنت حارثہ بن نعمان سے مروی ہے:

﴿۲﴾ عَنْ بِنْتٍ لِحَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَتْ: مَا حَفِظْتُ قٓ اِلَّا مِنْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَخْطُبُ بِهَا كُلَّ جُمُعَةٍ۔ قَالَتْ: وَ كَانَ تَنُّوْرُنَا وَ تَنُّوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاحِدًا۔ (۲۰)

ترجمہ: حارثہ کی بیٹی کا بیان ہے کہ نہیں یاد کی میں نے سورۂ قٓ مگر رسول اللہ ﷺ کے منہ مبارک سے سن کر کہ آپ اس سورہ کو ہر جمعہ (دوران خطبہ) پڑھا کرتے تھے۔ ہمارا اور رسول اللہ ﷺ کا تنور ایک ہی تھا۔ (اس سے اپنا قرب بیان کرنا مقصود ہے)۔

ایک اور روایت میں راویہ کے نام کی وضاحت کردی ہے:

﴿۳﴾ عَنْ اُمِّ هِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَتْ: لَقَدْ كَانَ تَنُّوْرُنَا وَ تَنُّوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاحِدًا سَنَتَيْنِ اَوْ سَنَةً اَوْ بَعْضَ سَنَةٍ مَا اَخَذْتُ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ اِلَّا عَنْ لِسَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَؤُهَا كُلَّ يَوْمِ جُمُعَةٍ عَلَى الْمِنْبَرِ اِذَا خَطَبَ النَّاسَ۔ (۲۱)

ترجمہ: ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان کا بیان ہے کہ ہمارا اور رسول اللہ ﷺ کا تنور ایک ہی تھا۔ دو سال، یا ایک سال اور کچھ ماہ تک۔ میں نے سورۂ قٓ کو اخذ نہیں کیا مگر رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سن کر کہ آپ اس سورۃ کو بروز جمعہ دورانِ خطبہ پڑھا کرتے تھے۔

نسائی نے ایک روایت میں اسے صبح کی نماز پڑھنے کا ذکر بھی کیا ہے:

﴿۴﴾ عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ اُمِّ هِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ، قَالَتْ: مَا اَخَذْتُ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ اِلَّا مِنْ وَّرَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ بِهَا فِي الصُّبْحِ۔ (۲۲)

ترجمہ: اُمِّ ہشام بنت حارثہ بن نعمان کا بیان ہے کہ میں نے سورۂ قٓ کو اخذ نہیں کیا مگر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صبح کی نماز میں آپ اسے پڑھا کرتے تھے۔

﴿۵﴾ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ، قَالَ: نَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ: قَالَ: صَلَّيْتُ وَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَرَءَ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ حَتّٰى قَرَأَ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ قَالَ فَجَعَلْتُ اُرَدِّدُهَا وَلَا اَدْرِيْ مَا قَالَ۔ (۲۳)

ترجمہ: قطبہ بن مالک سے مروی ہے کہ میں نے نماز پڑھی، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی آپ نے سورۂ قٓ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ تک تلاوت فرمائی میں نے اسے پڑھنا شروع کیا مگر سمجھ نہ سکا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔

ایک دوسری سند سے مروی روایت:

﴿۶﴾ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمِّهٖ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الصُّبْحَ فَقَرَأَ فِيْ اَوَّلِ رَكْعَةٍ وَالنَّخْلُ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ وَ رُبَمَا قَالَ قٓ۔ (۲۴)

ترجمہ: زیاد بن علاقہ نے اپنے چچا سے سنا۔ انہوں نے صبح کی نماز نبی ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ آپ نے پہلی رکعت میں وَالنَّخْلُ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ تلاوت فرمائی۔ اور کبھی بیان کیا کہ آپ نے سورۂ قٓ پڑھی۔

مسلم نے جابر بن سمرہ سے بھی یہ روایت نقل کی ہے:

﴿۷﴾ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ، عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيْدِ الْمَازِنِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ اَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ مَا كَانَ يَقْرَأُ بِهٖ

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی الْاَضْحٰی وَالْفِطْرِ؟ فَقَالَ: كَانَ يَقْرَأُ فِيْهِمَا قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ، وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ۔ (۲۵)

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے ابو واقد لیثی سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ عیدین (الاضحیٰ اور الفطر) میں کیا پڑھتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ ان میں قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ، وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ یعنی سورۂ قٓ اور سورۃ القمر پڑھتے تھے۔

ابنِ ماجہ نے بیان کیا ہے:

﴿۸﴾ خَرَجَ عُمَرُ يَوْمَ عِيْدٍ، فَاَرْسَلَ اِلٰى اَبِىْ وَاقِدِ اللَّيْثِىِّ بِاَىِّ شَىْءٍ كَانَ النَّبِىُّ ﷺ يَقْرَأُ فِىْ مِثْلِ هٰذَا الْيَوْمِ؟ قَالَ: بِهٖ قٓ وَاقْتَرَبَتْ۔ (۲۶)

ترجمہ: عید کے روز حضرت عمرؓ نکلے اور ابو واقد لیثی کے پاس پیغام بھیجا یہ دریافت کرنے کے لیے کہ رسول اللہ ﷺ ایسے روز کیا پڑھتے تھے۔ ابو واقد نے جواب دیا کہ آپ سورۂ قٓ اور سورۃ القمر پڑھتے تھے۔

تشریح: اس سے یہ بات واضح ہے کہ حضورؐ کی نگاہ میں یہ ایک بڑی اہم سورہ تھی۔ اس لیے آپؐ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک بار بار اس کے مضامین پہنچانے کا اہتمام فرماتے تھے۔

اس اہمیت کی وجہ سورۃ کو بغور پڑھنے سے بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے۔ پوری سورۃ کا موضوع آخرت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ معظّمہ میں اپنی دعوت کا آغاز کیا تو لوگوں کو سب سے زیادہ اچنبھا آپؐ کی جس بات پر ہوا وہ یہ تھی کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور ان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ تو بالکل انہونی بات ہے، عقل باور نہیں کرتی کہ ایسا ہوسکتا ہے آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہمارا ذرّہ ذرّہ زمین میں منتشر ہو چکا ہو تو اِن پراگندہ اجزا کو ہزار ہا برس گزرنے کے بعد پھر سے اکٹھا کر کے ہمارا یہی جسم ازسرِ نو بنا دیا جائے اور ہم زندہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوں؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تقریر نازل ہوئی۔ اس میں بڑے مختصر طریقے سے چھوٹے چھوٹے فقروں میں ایک طرف آخرت کے امکان اور اس کے وقوع پر دلائل دیئے گئے ہیں، اور دوسری طرف لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ تم خواہ تعجب کرو یا بعید از عقل سمجھو یا جھٹلاؤ، بہر حال اس سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ حقیقت، اور قطعی اٹل حقیقت یہ ہے کہ تمہارے جسم کا ایک ایک ذرّہ جو زمین میں منتشر ہوتا ہے اُس کے متعلق اللہ کو معلوم ہے کہ وہ کہاں گیا ہے اور کس حال میں کس جگہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اشارہ اس کے لیے کافی ہے کہ یہ تمام منتشر ذرّات پھر جمع ہو جائیں اور تم کو اُسی طرح دوبارہ بنا کھڑا کیا جائے جیسے پہلے بنایا گیا تھا۔ اِسی طرح تمہارا یہ خیال کہ تم یہاں شترِ بے مہار بنا کر چھوڑ دیئے گئے ہو اور کسی کے سامنے تمہیں جواب دہی نہیں کرنی ہے، ایک غلط فہمی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ براہِ راست خود بھی تمہارے ہر قول و فعل سے، بلکہ تمہارے دل میں گزرنے والے خیالات تک سے واقف ہے، اور اس کے فرشتے بھی تم میں سے ہر شخص کے ساتھ لگے ہوئے تمام حرکات وسکنات کا ریکارڈ محفوظ کر رہے ہیں۔ جب وقت آئے گا تو ایک پکار پر تم بالکل اُسی طرح نکل کھڑے ہو گے جس طرح بارش کا ایک چھینٹا پڑتے ہی زمین سے نباتات کی کونپلیں پھوٹ نکلتی ہیں۔ اُس وقت یہ غفلت کا پردہ

جو آج تمہاری عقل پر پڑا ہوا ہے۔ تمہارے سامنے سے ہٹ جائے گا اور تم اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھ لو گے جس کا آج انکار کر رہے ہو۔ اُس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم دنیا میں غیر ذمّے دار نہیں تھے بلکہ ذمّے دار اور جواب دہ تھے۔ جزا و سزا عذاب و ثواب اور جنت و دوزخ، جنہیں آج فسانۂ عجائب سمجھ رہے ہو اُس وقت یہ ساری چیزیں تمہاری مشہود حقیقتیں ہوں گی۔ حق سے عناد کی پاداش میں اُسی جہنم کے اندر پھینکے جاؤ گے جسے آج عقل سے بعید سمجھتے ہو، اور خدائے رحمان سے ڈر کر راہِ راست کی طرف پلٹ آنے والے تمہاری آنکھوں کے سامنے اُسی جنت میں جائیں گے جس کا ذکر سُن کر آج تمہیں تعجب ہو رہا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵، ق موضوع اور مباحث)

سورۃ الرحمٰن

۶۷- البزّار، ابن جریر، ابن المنذر، دار قطنی (فی الافراد)، ابن مردویہ، اور الخطیب (فی التاریخ) نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ رحمٰن خود تلاوت فرمائی یا آپؐ کے سامنے یہ سورہ پڑھی گئی۔ پھر آپؐ نے لوگوں سے فرمایا ''کیا وجہ ہے کہ میں تم سے ویسا اچھا جواب نہیں سُن رہا ہوں جیسا جنوں نے اپنے رب کو دیا تھا؟'' لوگوں نے عرض کیا وہ کیا جواب تھا؟ آپؐ نے فرمایا کہ ''جب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد **فَبِاَيِّ الآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ** پڑھتا تو جن اُس کے جواب میں کہتے جاتے تھے کہ **لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِعْمَةِ رَبِّنَا نُكَذِّبُ** ''ہم اپنے رب کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے۔'' (تفہیم القرآن، ج ۵، الرحمٰن زمانۂ نزول)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ وَاقِدٍ اَبُوْ مُسْلِمٍ، نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَرَأَ عَلَيْهِمْ. سُوْرَةَ الرَّحْمٰنِ مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰى اٰخِرِهَا فَسَكَتُوْا فَقَالَ لَقَدْ قَرَأْتُهَا عَلَى الْجِنِّ لَيْلَةَ الْجِنِّ. فَكَانُوْا اَحْسَنَ مَرْدُوْدًا مِنْكُمْ كُنْتُ كُلَّمَا اَتَيْتُ عَلٰى قَوْلِهٖ فَبِاَيِّ الآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ. قَالُوْا لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ. (۲۷)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور ان کے سامنے سورۂ رحمٰن شروع سے آخر تک پڑھی۔ صحابہ خاموش رہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اس سورہ کو **لیلۃ الجن** (جس رات جنوں سے ملاقات ہوئی) میں جنوں کے سامنے پڑھا تو انہوں نے تم سے بہت اچھا جواب دیا۔ جب بھی میں اللہ تعالیٰ کے **فبأی الآء ربکما تکذبان** کے ارشاد پر ''آیا تم دونوں گروہ جن و انس اپنے پروردگار کی کس کس نعمت و نشانی کا انکار کرو گے''، تو جنات نے جواب میں کہا **لا بشیء من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد۔** ''اے ہمارے رب ہم تیری کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے تعریف و حمد تیرے ہی لیے ہے۔''

سورۂ تکویر، انفطار اور انشقاق

۶۸- حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا۔

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّهٗ رَاْىُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَاْ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، وَ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ، وَ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۔

’’جو شخص چاہتا ہو کہ روزِ قیامت کو اس طرح دیکھ لے جیسے آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے تو وہ سورۂ تکویر اور سورۂ انفطار اور سورۂ انشقاق کو پڑھ لے۔‘‘ (مسند احمد، ترمذی، ابن المنذر، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ)

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ الْعَنْبَرِيُّ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَحِيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَ هُوَ ابْنُ يَزِيْدَ الصَّنْعَانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّهٗ رَاْىُ عَيْنٍ، فَلْيَقْرَاْ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۔ (۲۸)

مستدرک میں ابن عمر سے مروی روایت کے الفاظ:

〈۲〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيَقْرَاْ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔ (۲۹)

سورۃ التین

۶۹— امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن المنذر، بیہقی، حاکم اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’جب تم میں سے کوئی سورۂ والتین والزیتون پڑھے اور اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ پر پہنچے تو کہے بَلٰى وَ اَنَا عَلٰى ذَالِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ‘‘ ہاں، اور میں اس پر شہادت دینے والوں میں سے ہوں۔‘‘

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضورؐ جب یہ آیت پڑھتے تو فرماتے سُبْحٰنَكَ فَبَلٰى۔ (تفہیم القرآن، ج۶، التین، حاشیہ:۷)

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا بَدَوِيًّا اَعْرَابِيًّا يَقُوْلُ: سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَرْوِيْهِ يَقُوْلُ: مَنْ قَرَاَ سُوْرَةَ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ۔ فَقَرَاَ: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ فَلْيَقُلْ بَلٰى وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ۔ (۳۰)

〈۲〉 حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ: ثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اِذَا قَرَاَ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ۔ قَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بَلٰى۔ (۳۱)

〈۳〉 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، ثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِىْ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اُمَيَّةَ، سَمِعْتُ اَعْرَابِيًّا يَقُوْلُ: سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَاَ مِنْكُمْ ’’وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ‘‘ فَانْتَهٰى اِلٰى اٰخِرِهَا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ‘‘ فَلْيَقُلْ: بَلٰى، وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ۔ وَ مَنْ قَرَاَ ’’لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَانْتَهٰى اِلٰى اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ

عَلٰی اَنْ یُّحْیِءَ الْمَوْتٰی فَلْیَقُلْ: بَلٰی، وَ مَنْ قَرَأَ وَالْمُرْسَلَاتِ فَبَلَغَ فَبِأَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ، فَلْیَقُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ. قَالَ اِسْمَاعِیْلُ: ذَهَبْتُ اُعِیْدُ عَلَی الرَّجُلِ الْاَعْرَابِیِّ وَ اَنْظُرُ لَعَلَّهٗ، فَقَالَ: یَا ابْنَ اَخِیْ، اَتَظُنُّ اَنِّیْ لَمْ اَحْفَظْهُ؟؟ لَقَدْ حَجَجْتُ سِتِّیْنَ حَجَّةً مَا فِیْهَا حَجَّةً اِلَّا وَ اَنَا اَعْرِفُ الْبَعِیْرَ الَّذِیْ حَجَجْتُ عَلَیْهِ. (۳۲)

ترجمہ: اسماعیل بن امیہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک بدوی کو سنا، بیان کر رہا تھا کہ مَیں نے ابو ہریرہؓ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو کوئی والتین والزیتون پڑھے اور اس کی آخری آیت الیس اللّٰہ باحکم الحاکمین پر پہنچے تو اسے بَلٰی، وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰاهِدِیْنَ کہنا چاہیے۔ اور جو شخص ''لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَامَةِ پڑھے (سورۃ القیامۃ) اور آخری آیت اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقَادِرٍ عَلٰی اَنْ یُّحْیِءَ الْمَوْتٰی پڑھے تو اسے بلٰی کہنا چاہیے۔ اور جو شخص وَالْمُرْسَلَاتِ (سورۂ مرسلات) پڑھے اور فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ پر پہنچے تو اسے آمَنَّا بِاللّٰهِ کہنا چاہیے۔ اسماعیل کا بیان ہے کہ میں دوبارہ اس بدوی کے پاس گیا تا کہ یہ حدیث دوبارہ سنوں اور اسے آزماؤں (کہ کہیں غلطی نہ کی ہو) وہ بدوی بولا! برادر زادے کیا تمہارا خیال وگمان ہے کہ میں بھول گیا ہوں اور اس حدیث کو یاد نہ رکھ سکا ہوں میں نے ساٹھ حج کیے ہیں۔ ہر حج میں جس اونٹ پر گیا ہوں مجھے تو وہ بھی اچھی طرح معلوم ہے (کہ اس کا رنگ قد کاٹھ اور حلیہ کیسا تھا)

سورۃ الزلزال

۷۰- ابن ابی حاتم نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت بیان کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی(۱) ''فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ'' تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اپنا عمل دیکھنے والا ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا یہ بڑے بڑے گناہ؟ آپؐ نے جواب دیا ہاں۔ میں نے عرض کیا اور یہ چھوٹے چھوٹے گناہ بھی؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر میں نے کہا پھر تو میں مارا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اے ابوسعید، کیوں کہ ہر نیکی اپنی جیسی دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔''

---

(۱) اس حدیث سے اس سورۃ (الزلزال) کے مدنی ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے کیوں کہ حضرت ابوسعید خدریؓ مدینے کے رہنے والے تھے اور غزوۂ احد کے بعد سن بلوغ کو پہنچے۔ اس لیے اگر یہ سورہ ان کی موجودگی میں نازل ہوئی تھی، جیسا کہ ان کے بیان سے ظاہر ہے، تو اسے مدنی ہونا چاہیے۔ لیکن صحابہ اور تابعین کا جو طریقہ آیات اور سورتوں کی شان نزول کے بارے میں تھا (وہ یہ تھا کہ جو سورہ جس واقعہ پر موزوں ہوتی اسی کو اس کی شان نزول کہہ دیتے) اس لیے کسی صحابی کا یہ کہنا کہ یہ آیت فلاں موقع پر نازل ہوئی، اس بات کا قطعی ثبوت نہیں ہے کہ اس کا نزول اُسی وقت ہوا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوسعید نے ہوش سنبھالنے کے بعد جب پہلی مرتبہ حضورؐ کی زبان مبارک سے یہ سورہ سنی ہو اس وقت کے آخری حصے سے خوف زدہ ہو کر انہوں نے حضورؐ سے وہ سوالات کیے ہوں جو اوپر درج کیے گئے ہیں، اور اس واقعہ کو انہوں نے اس طرح بیان کیا ہو کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے حضورؐ سے یہ عرض کیا۔ اگر یہ روایت سامنے نہ ہو تو قرآن کو سمجھ کر پڑھنے والا ہر شخص یہ محسوس کرے گا کہ یہ مکّی سورہ ہے، بلکہ اس کے مضمون اور انداز بیان سے تو اس کو یہ محسوس ہوگا کہ یہ مکہ کے بھی اُس ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہوگی جب نہایت مختصر اور انتہائی دل نشین طریقہ سے اسلام کے بنیادی عقائد لوگوں کے سامنے پیش کیے جا رہے تھے۔

چناں چہ ابن مسعودؓ، عطاء، جابر اور مجاہد کہتے ہیں کہ یہ مکّی ہے اور ابن عباسؓ کا بھی ایک قول اس کی تائید کرتا ہے۔ بخلاف اس کے قتادہ اور مُقاتل کہتے ہیں کہ یہ مدنی ہے اور ابن عباسؓ سے بھی دوسرا قول اس کے مدنی ہونے کی تائید میں نقل ہوا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۶، الزلزال، زمانۂ نزول)

تخریج: قَالَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ وَ عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْمُغِیْرَةِ الْمَعْرُوْفِ بعلان المصری قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدِ الْحَرَّانِیُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِیْعَةَ، اَخْبَرَنِیْ هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ، قَالَ: لَمَّا اُنْزِلَتْ "فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْراً یَّرَهٗ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ: قُلْتُ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَرَاءٍ عَمَلِیْ؟ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ: تِلْکَ الْکِبَارُ الْکِبَارُ؟ قَالَ : نَعَمْ قُلْتُ: الصِّغَارُ الصِّغَارُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: وَاثُکْلَ اُمِّیْ! قَالَ: اَبْشِرْ یَا اَبَا سَعِیْدٍ فَاِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا یعنی اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ۔ وَ یُضَاعِفُ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَالسَّیِّئَةُ بِمِثْلِهَا اَوْ یَعْفُو اللّٰهُ وَ لَنْ یَنْجُوا اَحَدٌ مِنْکُمْ بِعَمَلِهٖ قُلْتُ: وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ۔ (۳۳)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ" تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اپنے عمل دیکھنے والا ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: "ہاں" میں نے عرض کیا یہ بڑے بڑے گناہ؟ آپ نے جواب دیا، ہاں میں نے عرض کیا یہ چھوٹے چھوٹے گناہ بھی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر میں نے کہا پھر تو میں مارا گیا حضور ﷺ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اے ابوسعید، کیوں کہ ہر نیکی اپنی جیسی دس نیکیوں کے برابر ہوگی حتی کہ سات سو گنا تک ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جس کسی کے لیے جتنا چاہے گا اتنا اضافہ فرمادے گا۔ اور برائی کی سزا بس اتنی ہوگی جتنی مقدار میں برائی ہوگی یا پھر اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔ تم میں سے کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے نجات نہیں پائے گا۔ میں نے عرض کیا۔ کیا آپ بھی اے اللہ کے رسول۔ ارشاد ہوا۔ میں بھی الا یہ کہ اللہ کی رحمت مجھے ڈھانپ لے۔

۷۱- حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت (سورۃ الزلزال کی چوتھی آیت) پڑھ کر پوچھا "جانتے ہو اس کے وہ حالات کیا ہیں؟" لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا "وہ حالات یہ ہیں کہ زمین ہر بندے اور ہر بندی کے بارے میں اُس عمل کی گواہی دے گی جو اس کی پیٹھ پر اس نے کیا ہوگا۔ وہ کہے گی کہ اس نے فلاں دن فلاں کام کیا تھا۔ یہ ہیں وہ حالات جو زمین بیان کرے گی۔"

(مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، عبد ابن حمید، ابن منذر، حاکم، ابن مردویہ، بیہقی فی الشعب)

تخریج: حَدَّثَنَا سُوَیْدُ بْنُ نَصْرٍ، اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَکِ، نَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ اَیُّوْبَ عَنْ یَحْیَ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ، عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذِهِ الْاٰیَةَ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا۔ قَالَ: اَتَدْرُوْنَ مَااَخْبَارُهَا؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ قَالَ: فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ اَوْ اَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰی ظَهْرِهَا، تَقُوْلُ عَمِلَ یَوْمَ کَذَا وَ کَذَا وَکَذَا فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا۔ (۳۴)

۷۲- ’’حضرت ربیعۃ الخرشی کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا’’ ذرا زمین سے بچ کر رہنا کیوں کہ یہ تمہاری جڑ بنیاد ہے اور اِس پر عمل کرنے والا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے عمل کی یہ خبر نہ دے خواہ اچھا ہو یا بُرا۔‘‘ (معجم الطبرانی)

تخریج: حَدَّثَنِی الْحَارِثُ بْنُ یَزِیْدَ سَمِعَ رَبِیْعَةَ الْحَدَسِیَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: تَحَفَّظُوْا مِنَ الْاَرْضِ فَاِنَّهَا اُمُّکُمْ وَ اِنَّهُ لَیْسَ مِنْ اَحَدٍ عَامِلٌ عَلَیْهَا خَیْرًا اَوْ شَرًّا اِلَّا وَ هِیَ مُخْبِرَةٌ۔ (۳۵)

۷۳- حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت کے روز زمین ہر اُس عمل کو لے آئے گی جو اس کی پیٹھ پر کیا گیا ہو‘‘ پھر آپ نے سورۃ الزلزال کی آیات تلاوت فرمائیں۔ (ابن مردویہ، بیہقی)

تخریج: اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوِیَهُ وَالْبَیْهَقِیُّ، عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ الْاَرْضَ لَتَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِکُلِّ عَمَلٍ عُمِلَ عَلٰی ظَهْرِهَا۔ وَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا حَتّٰی بَلَغَ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا۔ (۳۶)

۷۴- حضرت انس کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ اتنے میں سورۃ الزلزال کی ۷ اور ۸ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور عرض کیا کہ’’ جو معاملہ بھی تمہیں ایسا پیش آتا ہے جو تمہیں ناگوار ہو وہ اُن ذرّہ برابر برائیوں کا بدلہ ہے جو تم سے صادر ہوں اور جو ذرّہ برابر نیکیاں بھی تمہاری ہیں انہیں اللہ آخرت میں تمہارے لیے محفوظ رکھ رہا ہے۔‘‘ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی فی الأوسط، بیہقی فی الشعب، ابن المنذر، حاکم ابن مردویہ، عبد بن حمید)

تخریج: ‹۱› حَدَّثَنِی اَبُو الْخَطَّابِ الْحَسَانِیُّ، قَالَ: ثَنَا الْهَیْثَمُ بْنُ الرَّبِیْعِ، قَالَ: ثَنَا سَمَّاکُ بْنُ عَطِیَّةَ عَنْ اَیُّوْبَ، عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ: کَانَ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَأْکُلُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ۔ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ فَرَفَعَ اَبُوْ بَکْرٍ یَدَهٗ مِنَ الطَّعَامِ وَ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُجْزٰی بِمَا عَمِلْتُ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ مِّنْ شَرٍّ۔ فَقَالَ: یَا اَبَا بَکْرٍ مَا رَأَیْتَ فِی الدُّنْیَا مِمَّا تَکْرَهُ فَمَثَاقِیْلُ ذَرِّ الشَّرِّ وَ یَدَّخِرُ لَکَ اللّٰهُ مَثَاقِیْلَ الْخَیْرِ حَتّٰی تَوَفَّاهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (۳۷)

‹۲› سُفْیَانُ بْنُ حُسَیْنٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِیْ اَسْمَاءِ الرَّحْبِی قَالَ بَیْنَا اَبُوْ بَکْرٍ یَتَغَدّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ، فَاَمْسَکَ اَبُوْ بَکْرٍ وَ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَکُلُّ مَا عَمِلْنَا مِنْ سُوْءٍ رَاَیْنَاهُ؟ فَقَالَ: مَا تَرَوْنَ مِمَّا تَکْرَهُوْنَ فَذٰلِکَ مَا تُجْزَوْنَ یُؤَخِّرُ الْخَیْرَ لِاَهْلِهٖ فِی الْاٰخِرَةِ۔ (۳۸)

۷۵- حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ ''تم میں سے جو شخص نیکی کرے گا اس کی جزا آخرت میں ہے اور جو کسی قسم کی برائی کرے گا وہ اسی دنیا میں اس کی سزا مصائب اور امراض کی شکل میں بھگت لے گا۔'' (ابن مردویہ)

تخریج: فی رِوَایة مردویه۔ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ اَنَّهٗ عَلَیْہِ ﷺ قَالَ لَهٗ اِذْ رَفَعَ یَدَهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ خَیْرًا فَجَزَاءُ هٗ فِی الْاٰخِرَةِ، وَ مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ شَرًّا یَرَهٗ فِی الدُّنْیَا مُصِیْبَاتٍ اَوْ اَمْرَاضًا۔ وَ مَنْ یَّکُنْ فِیْهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ خَیْرٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ (۳۹)

تشریح: حضرت علیؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب آپ بیت المال کا سب روپیہ اہل حقوق میں تقسیم کر کے اُسے خالی کر دیتے تو اس میں دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر فرماتے ''تجھے گواہی دینی ہوگی کہ میں نے تجھ کو حق کے ساتھ بھرا اور حق ہی کے ساتھ خالی کر دیا۔''

زمین کے متعلق یہ بات کہ وہ قیامت کے روز اپنے اوپر گزرے ہوئے سب حالات اور واقعات بیان کرے گی، قدیم زمانے کے آدمی کے لیے تو بڑی حیران کن ہوگی کہ آخر زمین کیسے بولنے لگے گی، لیکن آج علوم طبیعی کے اکتشافات اور سنیما، لاؤڈ اسپیکر، ریڈیو، ٹیلیویژن، ٹیپ ریکارڈ، الیکٹرانکس وغیرہ ایجادات کے اس دور میں یہ سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ زمین اپنے حالات کیسے بیان کرے گی۔ انسان اپنی زبان سے جو کچھ بولتا ہے اُس کے نقوش ہوا میں، ریڈیائی لہروں میں، گھروں کی دیواروں اور اُن کے فرش اور چھت کے ذرّے ذرّے میں، اور اگر کسی سڑک یا میدان یا کھیت میں آدمی نے بات کی ہو تو اُن سب کے ذرّات میں ثبت ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس وقت چاہے ان ساری آوازوں کو ٹھیک اسی طرح ان چیزوں سے دہروا سکتا ہے جس طرح وہ کبھی انسان کے منہ سے نکلی تھیں۔ انسان اپنے کانوں سے اس وقت سن لے گا کہ یہ اُس کی اپنی ہی آوازیں ہیں۔ اور اس کے سب جاننے والے پہچان لیں گے کہ جو کچھ وہ سن رہے ہیں وہ اسی شخص کی آواز اور اسی کا لہجہ ہے۔ پھر انسان نے زمین پر جہاں جس حالت میں بھی کوئی کام کیا ہے اس کی ایک ایک حرکت کا عکس اس کے گرد و پیش کی تمام چیزوں پر پڑا ہے اور اس کی تصویر ان پر نقش ہو چکی ہے۔ بالکل گھپ اندھیرے میں بھی اس نے کوئی فعل کیا ہو تو خدا کی خدائی میں ایسی شعاعیں موجود ہیں جن کے لیے اندھیرا اور اجالا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ وہ ہر حالت میں اس کی تصویر لے سکتی ہیں۔ یہ ساری تصویریں قیامت کے روز ایک متحرک فلم کی طرح انسان کے سامنے آجائیں گی اور یہ دکھا دیں گی کہ وہ زندگی بھر کس وقت، کہاں کہاں کیا کچھ کرتا رہا ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ۶، الزلزال حاشیہ: ۴)

سورۃ التکاثر

۷۶- (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) **لَوْ اَنَّ لِاِبْنِ اٰدَمَ وَادِیَیْنِ مِنْ مَالٍ لَتَمَنّٰی وَادِیاً ثَالِثاً وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ۔**

حضورؐ نے فرمایا ''اگر آدم زاد کے پاس دو وادیاں بھر کر مال ہو تو وہ تیسری وادی کی تمنا کرے گا۔ ابن آدم کا پیٹ مٹی کے سوا کسی چیز سے نہیں بھر سکتا۔''

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ: لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰی ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَ یَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ۔ (۴۰)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا فرمارہے تھے کہ اگر آدمی زاد کے پاس دو وادی بھر مال ہو، اس کی تمنّا و خواہش ہوگی کہ تیسری وادی مزید ہو، ابن آدم کے پیٹ کو کوئی چیز بھرنے والی نہیں بجز مٹی (قبر کی) کے اور اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو جو توبہ کرکے اس کی جانب آجاتا ہے اس کی توبہ کو شرفِ قبولیت عنایت فرما کر حرص دنیا اور اس کی محبت سے بچالیتا ہے۔

〈۲〉 حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَیْمَانَ بْنِ الْغَسِیْلِ عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَیْرِ عَلٰی مِنْبَرِ مَکَّةَ فِیْ خُطْبَتِهٖ، یَقُوْلُ: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ لَوْ اَنَّ ابْنَ اٰدَمَ اُعْطِیَ وَادِیًا مُلِئَ مِنْ ذَهَبٍ اَحَبَّ اِلَیْهِ ثَانِیًا، وَ لَوْ اُعْطِیَ ثَالِثًا اَحَبَّ اِلَیْهِ ثَالِثاً، وَلَا یَسُدُّ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَ یَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ۔ (۴۱)

ترجمہ: ابن زبیر کو مکہ میں خطبہ کے دوران یہ بیان کرتے میں نے سنا۔ لوگو نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے اگر آدم کے بیٹے کے پاس سونے سے پُر ایک وادی ہوتو اسے دوسری وادی کی خواہش و محبت ہوگی۔ اگر اسے دوسری وادی دے دی جائے تو وہ تیسری کی تمنا کرے گا۔ ابن آدم کے پیٹ کو قبر کی مٹی کے سوا اور کوئی چیز بھر نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی توبہ قبول فرمالیتا ہے جو اس کی جناب میں حرص دنیا اور اس کی محبت سے تائب ہوکر آتا ہے۔

〈۳〉 حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ۔ سَمِعْتُ عَطَاءً یَقُوْلُ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ نَبِیَّ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ مِثْلَ وَادٍ مَالاً، لَاَحَبَّ اَنَّ لَهٗ اِلَیْهِ مِثْلَهٗ۔ وَلَا یَمْلَأُ عَیْنَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَ یَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَلَا اَدْرِیْ مِنَ الْقُرْاٰنِ هُوَ اَمْ لَا قَالَ: فَسَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَیْرِ یَقُوْلُ ذٰلِکَ عَلَی الْمِنْبَرِ۔ (۴۲)

ترجمہ: ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا اگر ابن آدم کے لیے وادی کے مثل مال و دولت ہو تو اس کی مزید خواہش و تمنا ہوگی کہ اتنی ہی اور ملے۔ اور ابن آدم کی نظر کو بجز قبر کی مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی توبہ قبول فرمالیتا ہے جو اس کے حضور رجوع کرتا ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ میرے علم میں نہیں کہ یہ قرآن میں ہے یا نہیں۔ میں نے ابن زبیر کو منبر پر بیان کرتے سنا ہے۔

〈۴〉 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ، قَالَ: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ

شِهَاب، قَالَ: اَخْبَرَنِی اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ، اَحَبَّ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ وَادِيَانِ، وَ لَنْ يَمْلَأَ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ، وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ. وَ قَالَ لَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسٍ، عَنْ اُبَيٍّ كُنَّا نَرٰى هٰذَا مِنَ الْقُرْاٰنِ حَتّٰى نَزَلَتْ اَلْهٰكُمْ. (۴۳)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ابن آدم کے پاس سونے کی ایک وادی ہوتو اسے یہ بہت محبوب ہوگا کہ اس کے پاس دو وادیاں ہوں۔ اس کے منہ کو قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ حضرت اُبی کا قول ہے کہ ہم اس ارشاد کو قرآن میں سے سمجھتے تھے یہاں تک کہ **اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ** نازل ہوئی۔

تشریح: امام بخاری اور ابن جریر نے حضرت اُبی بن کعبؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''ہم رسول اللہ ﷺ کے اِس ارشاد کو قرآن میں سے سمجھتے تھے، یہاں تک کہ **اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ** نازل ہوئی۔'' مگر حضرت ابی کے اس بیان سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ صحابۂ کرامؓ کس معنی میں حضورؐ کے اس ارشاد کو قرآن میں سے سمجھتے تھے۔ اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ اسے قرآن کی ایک آیت سمجھتے تھے تو یہ بات ماننے کے لائق نہیں ہے، کیوں کہ صحابہ کی عظیم اکثریت اُن اصحاب پر مشتمل تھی جو قرآن کے حرف حرف سے واقف تھے، ان کو یہ غلط فہمی کیسے لاحق ہوسکتی تھی کہ یہ حدیث قرآن کی ایک آیت ہے۔

اور اگر قرآن میں سے ہونے کا مطلب قرآن سے ماخوذ ہونا لیا جائے تو اس روایت کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں جو اصحاب داخلِ اسلام ہوئے تھے انہوں نے جب پہلی مرتبہ حضورؐ کی زبانِ مبارک سے یہ سورہ سنی تو انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ ابھی نازل ہوئی ہے، اور پھر حضورؐ کے مذکورہ بالا ارشاد کے متعلق ان کو یہ خیال ہوا کہ وہ اِسی سورہ سے ماخوذ ہے۔

(تفہیم القرآن، ج ۶، التکاثر، زمانۂ نزول)

۷۷- ''ابنِ ابی حاتم نے ابو بریدہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ یہ سورۂ (التکاثر) انصار کے دو قبیلوں بنی حارثہ اور بنی حارث کے بارے میں نازل ہوئی۔ دونوں قبیلوں نے ایک دوسرے کے مقابلے میں پہلے اپنے زندہ آدمیوں کے مفاخر بیان کیے، پھر قبرستان جا کر اپنے اپنے مرے ہوئے لوگوں کے مفاخر پیش کیے۔''

تخریج: قَالَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ، حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، قَالَ: صَالِحُ بْنُ حِبَّانَ، حَدَّثَنِی عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ فِی قَوْلِهٖ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ. قَالَ: نَزَلَتْ فِی قَبِيْلَتَيْنِ مِنْ قَبَائِلِ الْاَنْصَارِ بَنِی حَارِثَةَ وَ بَنِی الْحَارِثِ. تَفَاخَرُوْا وَ تَكَاثَرُوْا. فَقَالَتْ اِحْدَاهُمَا فِيْكُمْ مِثْلُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ وَ فُلَانٍ، وَ قَالَ الْاٰخَرُوْنَ مِثْلَ ذٰلِكَ. تَفَاخَرُوْا بِالْاَحْيَاءِ ثُمَّ قَالُوْا انْطَلِقُوْا بِنَا اِلَى الْقُبُوْرِ. فَجَعَلَتْ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، تَقُوْلُ فِيْكُمْ مِثْلُ فُلَانٍ يُشِيْرُوْنَ اِلَى الْقُبُوْرِ. وَ مِثْلُ فُلَانٍ وَ فَعَلَ الْاٰخَرُوْنَ مِثْلَ ذٰلِكَ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ. (۴۴)

ترجمہ: ابن بریدہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد **اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ** کے بارے میں منقول ہے انہوں نے بیان کیا کہ یہ آیت انصار کے دو قبیلوں بنو حارثہ اور بنو حارث کے بارے میں نازل ہوئی۔ دونوں کے افراد نے ایک دوسرے کے مقابلہ میں اپنے

مفاخر بیان کیے اور اپنی داد و دہش یا مرنے والوں کی کثرت بیان کی۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ تم میں فلاں بن فلاں اور فلاں جیسا کوئی ہے۔ اسی طرح دوسرے قبیلہ کے لوگوں نے کہا۔ پہلے ایک دوسرے کے مقابلے میں اپنے زندہ آدمیوں کے مفاخر بیان کیے پھر قبرستان جا کر اپنے اپنے مرے ہوئے لوگوں کے مفاخر پیش کیے۔ اور ایک دوسرے کو قبروں میں پڑے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے تم میں فلاں صاحب قبر جیسا کوئی ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ نازل فرمائی۔

تشریح: شانِ نزول کے بارے میں صحابہ و تابعین کا جو طریقہ تھا اُس کو اگر نگاہ میں رکھا جائے تو یہ روایت اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ سورۂ تکاثر اسی موقع پر نازل ہوئی تھی بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں قبیلوں کے اس فعل پر یہ سورہ چسپاں ہوتی ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ٦، التکاثر، زمانۂ نزول)

سورۃ العصر

۷۸۔ ''حضرت عبداللہ بن حصن الدارمی ابومدینہ کی روایت کے مطابق اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے جب دو آدمی ایک دوسرے سے ملتے تو اس وقت تک جُدا نہ ہوتے جب تک ایک دوسرے کو سورۂ عصر نہ سنا لیتے۔'' (طبرانی)

تخریج: اَخْبَرَنَا اَبُوْ طَاهِرٍ الْفَقِيْهِ، قَالَ: اَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْقَطَّانُ، قَالَ: نَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَارِثِ الْبَغْدَادِيُّ، قَالَ: نَا يَحْیَ بْنُ اَبِیْ بُكَيْرٍ[1] قَالَ: نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: اَنَا ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ عَنِ الدَّارِمِيِّ، قَالَ: كَانَ الرَّجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اِذَا الْتَقَيَا وَ اَرَادَا اَنْ يَّتَفَرَّقَا قَرَاَ اَحَدُهُمْ سُوْرَةَ ''وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ'' ثُمَّ سَلَّمَ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ اَوْ عَلٰى صَاحِبِهٖ ثُمَّ تَفَرَّقَا۔ (٤٥)

تشریح: یہ سورۂ جامع اور مختصر کلام میں بے نظیر نمونہ ہے۔ اس کے اندر جچے تُلے الفاظ میں معانی کی ایک دنیا بھر دی گئی ہے جس کو بیان کرنے کا حق ایک پوری کتاب میں مشکل سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ امام شافعیؒ نے بہت صحیح کہا ہے کہ اگر لوگ اس سورہ پر غور کریں تو یہی ان کی ہدایت کے لیے کافی ہے۔ صحابہ کرام کی نگاہ میں اس کی اہمیت کیا تھی اُس کا اندازہ (مندرجہ بالا حدیث) سے کیا جا سکتا ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ٦، العصر، موضوع اور مضمون)

سورۃ الماعون

۷۹۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے ان کے صاحب زادے مصعب بن سعد روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا تھا جو نماز سے غفلت برتتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اُس کا وقت ٹال کر پڑھتے ہیں (ابن جریر، ابویعلیٰ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی فی الاوسط۔ ابن مردویہ۔ بیہقی فی السُّنن)۔ (یہ روایت حضرت سعد کے اپنے قول کی حیثیت سے بھی موقوفاً نقل ہوئی ہے اور اُس کی سند زیادہ قوی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی حیثیت سے اس کی مرفوعاً روایت کو بیہقی اور حاکم نے ضعیف قرار دیا ہے۔)

حضرت مصعب کی دوسری روایت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے والد ماجد سے پوچھا کہ (سورۃ الماعون کی پانچویں) آیت پر آپ نے غور فرمایا؟ کیا اس کا مطلب نماز کو چھوڑ دینا ہے؟ یا اس سے مراد نماز پڑھتے پڑھتے آدمی کا خیال کہیں اور چلا جانا ہے؟ خیال بٹ جانے کی حالت ہم میں سے کس پر نہیں گزرتی؟ انہوں نے جواب دیا نہیں، اِس سے مراد نماز کے وقت کو ضائع کرنا اور اسے وقت ٹال کر پڑھنا ہے۔ (ابن جریر، ابن ابی شیبہ، ابویعلیٰ، ابن المنذر، ابن مردویہ، بیہقی فی السنن)

تخریج: اَخرَجَ الْفِرْیَابِیُّ وَ سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَابْنَ اَبِی شَیْبَۃَ وَ اَبُوْ یَعْلٰی وَابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ مَرْدَوِیْہٗ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ سُنُنِہٖ عَنْ مَصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قُلْتُ لِاَبِیْ: اَرَأَیْتَ قَوْلَ اللّٰہِ ''اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِہِمْ سَاھُوْنَ'' اَیُّنَا لَا یَسْھُوْ؟ اَیُّنَا لَا یُحَدِّثُ نَفْسَہٗ؟ قَالَ: اِنَّہٗ لَیْسَ ذٰلِکَ اِنَّہٗ اِضَاعَۃُ الْوَقْتِ۔

ابویعلیٰ ابن المنذر، ابن ابی حاتم، الطبرانی فی الأوسط، ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے:

سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِہٖ. اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِہِمْ سَاھُوْنَ. قَالَ: ھُمُ الَّذِیْنَ یُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوۃَ عَنْ وَقْتِہَا۔ (۴۶)

〈۲〉 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی، قَالَ: ثَنَا سَکَنُ بْنُ نَافِعٍ الْبَاھِلِیُّ، قَالَ: ثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ خَلَفِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ طَلْحَۃَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قُلْتُ لِاَبِیْ: أَرَأَیْتَ قَوْلَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِہِمْ سَاھُوْنَ اَھِیَ تَرْکُھَا، قَالَ: لَا! وَ لٰکِنْ تَاخِیْرُھَا عَنْ وَقْتِہَا۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

قَالَ: قُلْتُ لِسَعْدٍ، ''اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِہِمْ سَاھُوْنَ'' أَھُوَ مَا یُحَدِّثُ بِہٖ اَحَدُنَا نَفْسَہٗ فِیْ صَلَاتِہٖ، قَالَ لَا وَ لٰکِنَّ السَّھْوَ اَنْ یُؤَخِّرَھَا عَنْ وَقْتِہَا۔ (۴۷)

تشریح: اس مقام پر یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ نماز میں دوسرے خیالات کا آجانا اور چیز ہے اور نماز کی طرف کبھی متوجہ ہی نہ ہونا اور اس میں ہمیشہ دوسری باتیں ہی سوچتے رہنا بالکل دوسری چیز۔ پہلی حالت تو بشریت کا تقاضا ہے، بلا ارادہ دوسرے خیالات آ ہی جاتے ہیں۔ اور مومن کو جب بھی یہ احساس ہوتا ہے کہ نماز سے اس کی توجہ ہٹ گئی ہے تو وہ پھر کوشش کر کے اُس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ دوسری حالت نماز سے غفلت برتنے کی تعریف میں آتی ہے۔ کیوں کہ اس میں آدمی صرف نماز کی ورزش کر لیتا ہے، خدا کی یاد کا کوئی ارادہ اس کے دل میں نہیں ہوتا، نماز شروع کرنے سے سلام پھیرنے تک ایک لمحہ کے لیے بھی اس کا دل خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور جن خیالات کو لیے ہوئے وہ نماز میں داخل ہوتا ہے انہی میں مستغرق رہتا ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ۶، الماعون، حاشیہ: ۹)

۸۰– رسول اللہ ﷺ نے اس آیت (سورۃ الماعون کی آخری آیت) کی یہ تفسیر بیان فرمائی کہ اس سے مراد کلہاڑی اور ڈول اور ایسی ہی دوسری چیزیں ہیں۔

تخریج: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِی الْاٰیَةِ۔ قَالَ تَعَاوَنَ النَّاسُ بَیْنَهُمُ الْفَاْسَ وَالْقِدْرَ وَالدَّلْوَ وَ اَشْبَاهَهٗ۔ (٤٨)

تشریح: اگر یہ روایت صحیح ہے تو غالباً یہ دوسرے لوگوں کے علم میں نہ آئی ہوگی، ورنہ ممکن نہ تھا کہ پھر کوئی شخص اس آیت کی کوئی اور تفسیر کرتا (کیوں کہ اس کی تفاسیر میں اختلاف ہوا ہے)۔ حضرت علیؓ، ابن عمرؓ، سعید بن جبیر، قتادہ، حسن بصری، محمد بن حنفیہ، ضحاک، ابن زید، عکرمہ، مجاہد، عطاء اور زہری رحمہم اللہ کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ ہے۔ ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، ابراہیم نخعیؒ، ابو مالکؒ اور بہت سے دوسرے حضرات کا قول ہے کہ اس سے مراد عام ضرورت کی اشیاء، مثلاً ہنڈیا، ڈول، کلہاڑی، ترازو، نمک، پانی، آگ، چقماق (جس کی جانشین اب دیا سلائی ہے) وغیرہ ہیں جو عموماً لوگ ایک دوسرے سے عاریتاً مانگتے رہتے ہیں۔

سعید بن جبیر اور مجاہد کا بھی ایک قول اسی کی تائید میں ہے۔ حضرت علیؓ کا بھی ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ بھی ہے اور یہ چھوٹی چھوٹی عام ضروریات کی چیزیں بھی۔ عکرمہ سے ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ ماعون کا اعلیٰ مرتبہ زکوٰۃ اور ادنیٰ ترین مرتبہ یہ ہے کہ کسی کو چھلنی، ڈول یا سوئی عاریتاً دی جائے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب محمد ﷺ یہ کہا کرتے تھے (اور بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ کے عہد مبارک میں یہ کہا کرتے تھے) کہ ماعون سے مراد ہنڈیا، کلہاڑی، ڈول، ترازو، اور ایسی ہی دوسری چیزیں مستعار دینا ہے (ابن جریر، ابن ابی شیبہ، ابو داؤد، نسائی، بزاز، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی فی الاوسط، ابن مردویہ، بیہقی فی السنن)۔ سعد بن عیاض ناموں کی تصریح کے بغیر قریب قریب یہی قول رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے نقل کرتے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے متعدد صحابہ سے یہ بات سنی تھی۔
(ابن جریر، ابن ابی شیبہ)

اصل بات یہ ہے کہ ماعون چھوٹی اور قلیل چیز کو کہتے ہیں جس میں لوگوں کے لیے کوئی منفعت یا فائدہ ہو۔ اس معنی کے لحاظ سے زکوٰۃ بھی ماعون ہے، کیوں کہ وہ بہت سے مال میں سے تھوڑا سا مال ہے جو غریبوں کی مدد کے لیے دینا ہوتا ہے۔ اور وہ دوسری عام ضرورت کی اشیاء بھی ماعون ہیں جن کا ذکر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور ان کے ہم خیال حضرات نے کیا ہے۔ اکثر مفسرین کا خیال یہ ہے کہ ماعون کا اطلاق اُن تمام چھوٹی چھوٹی چیزوں پر ہوتا ہے جو عادۃً ہمسائے ایک دوسرے سے مانگتے رہتے ہیں۔ اُن کا مانگنا کوئی ذلت کی بات نہیں ہوتا، کیوں کہ غریب اور امیر سب ہی کو کسی نہ کسی وقت ان کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے اور ہمسایہ ان سے کام لے کر انہیں جوں کا توں واپس دے دیتا ہے۔ اسی ماعون کی تعریف میں یہ بھی آتا ہے کہ کسی کے ہاں مہمان آجائیں اور وہ ہمسائے سے چارپائی یا بستر مانگ لے یا کوئی اپنے ہمسائے کے تنور میں اپنی روٹی پکا لینے کی اجازت مانگے۔ یا کوئی کچھ دنوں کے لیے باہر جا رہا ہو اور حفاظت کے لیے اپنا کوئی قیمتی سامان دوسرے کے ہاں رکھوانا چاہے۔ پس آیت کا مقصود یہ بتانا ہے کہ آخرت کا انکار آدمی کو اتنا تنگ دل بنا دیتا ہے کہ وہ دوسروں کے لیے کوئی معمولی ایثار کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتا۔ (تفہیم القرآن، ج ٦، الماعون، حاشیہ: ١١)

سورۃ الکوثر کا شانِ نزول

۸۱- عطاء کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کے دوسرے صاحب زادے کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ کا اپنا چچا ابولہب (جس کا گھر بالکل حضورؐ کے گھر کے متصل تھا) دوڑا ہوا مشرکین کے پاس گیا اور اُن کو یہ ''خوش خبری'' دی کہ **بَتِرَ مُحَمَّدٌ اَللَّيْلَةَ** آج رات محمدؐ لاولد ہو گئے یا ان کی جڑ کٹ گئی۔'' (تفہیم القرآن، ج ٦، الکوثر، تاریخی پس منظر)

تخریج: عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ لَهَبٍ وَ ذٰلِکَ حِیْنَ مَاتَ ابْنٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَهَبَ اَبُوْ لَهَبٍ اِلَى الْمُشْرِكِیْنَ، فَقَالَ: بَتِرَ مُحَمَّدٌ اللَّیْلَةَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْ ذٰلِکَ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ (۴۹)

حوضِ کوثر

۸۲- هُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ اُمَّتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

''وہ ایک حوض ہے جس پر میری امت قیامت کے روز وارد ہو گی۔'' (مسلم، کتاب الصلوٰۃ، ابوداؤد، کتاب السنۃ)

تخریج: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ، قَالَ: نَا الْمُخْتَارُ ابْنُ فُلْفُلٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ ح وَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ: اَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْمُخْتَارِ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ: بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، ذَاتَ يَوْمٍ بَيْنَ اَظْهُرِنَا اِذْ اَغْفٰى اِغْفَاءَةً ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ مُتَبَسِّمًا فَقُلْنَا مَا اَضْحَکَکَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اُنْزِلَتْ عَلَیَّ اٰنِفًا سُوْرَةٌ فَقَرَاَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّآ اَعْطَيْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ۔ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ ثُمَّ قَالَ: اَتَدْرُوْنَ مَا الْکَوْثَرُ؟ فَقُلْنَا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ قَالَ فَاِنَّهٗ نَهْرٌ وَعَدَنِيْهِ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ۔ عَلَيْهِ خَيْرٌ کَثِيْرٌ وَ هُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ اُمَّتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ اٰنِيَتُهٗ عَدَدُ النُّجُوْمِ فَيُخْتَلَجُ الْعَبْدُ مِنْهُمْ فَاَقُوْلُ: رَبِّ اِنَّهٗ مِنْ اُمَّتِیْ۔ فَيُقَالُ: مَا تَدْرِیْ مَآ اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ۔ (۵۰)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ اتنے میں آپ پر کچھ اونگھ سی طاری ہوئی۔ پھر آپ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا تو ہم نے عرض کیا، آپ کس پر تبسّم فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس وقت میرے اوپر ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر آپ نے سورۂ کوثر پڑھی۔ پھر آپؐ نے پوچھا جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا وہ ایک نہر ہے جس کا مجھ سے میرے رب نے عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ اس میں بے شمار بھلائیاں اور خوبیاں ہیں۔ قیامت کے روز میری امت اس پر وارد ہو گی۔ اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے تاروں جتنی ہے۔ ان میں سے ایک شخص کو

درمیان میں سے کھینچ لیا جائے گا (اور اسے حوض پر وارد نہیں ہونے دیا جائے گا) تو میں عرض کروں گا میرے آقا و پروردگار یہ تو میری امت کا ایک فرد ہے۔ کہا جائے گا تمہیں معلوم نہیں یہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے آپ کے بعد نئے کام (بدعتیں) ایجاد کیں۔(۱)

۸۳- اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ۔

"میں تم سب سے پہلے اس پر پہنچا ہوا ہوں گا۔" (بخاری، کتاب الرقاق اور کتاب الفتن، مسلم، کتاب الفضائل اور کتاب الطہارۃ، ابن ماجہ، کتاب المناسک اور کتاب الزہد، مسند احمد، مرویات عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، وابو ہریرہؓ)۔

تخریج: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ۔ ح وَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ، قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ۔ وَ لَيُرْفَعَنَّ رِجَالٌ مِّنْكُمْ ثُمَّ لَيُخْتَلَجُنَّ دُوْنِيْ فَاَقُوْلُ: يَا رَبِّ اَصْحَابِيْ فَيُقَالُ: اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔ (۵۱)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر نے عبداللہ بن مسعودؓ کے حوالے سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ میں تم سب سے پہلے حوض کوثر پر پہنچا ہوا ہوں گا۔ میرے سامنے تم میں سے کچھ لوگ لائے جائیں گے پھر ان کو میرے سامنے سے گھسیٹ لیا جائے گا۔ تو میں عرض کروں گا میرے آقا و مالک یہ تو میرے صحابی ہیں جواب دیا جائے گا تمہیں معلوم نہیں ان لوگوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔

۸۴- اِنِّيْ فَرَطٌ لَكُمْ وَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَ نْظُرُ اِلٰى حَوْضِي الْاٰنَ۔

"میں تم سے آگے پہنچنے والا ہوں، اور تم پر گواہی دوں گا اور خدا کی قسم میں اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔"

(بخاری، کتاب الجنائز، کتاب المغازی، کتاب الرقاق)

تخریج:(۱) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلَاتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: اِنِّيْ فَرَطٌ لَكُمْ وَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِي الْاٰنَ وَ اِنِّيْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ وَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَ لٰكِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا۔ (۵۲)

ترجمہ: حضرت عقبہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور شہداء اُحد پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر واپس آ کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ میں تمہارا پیش رو ہوں اور تم پر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم میں اس

---

(۱) اس روایت میں نیند کا واقعہ نہیں۔

وقت اپنے حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ نیز مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عنایت کردی گئی ہیں اور اللہ رب العزت کی قسم مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا خوف نہیں کہ تم شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے، البتہ اس کا اندیشہ مجھے ضرور ہے کہ تم لذتِ دنیا میں مبتلا ہو کر باہم رشک وحسد کرنے لگو گے۔

﴿۲﴾ وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ اَيُّوْبَ يُحَدِّثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِيْبٍ عَنْ مَرْثَدٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی قَتْلٰی اُحُدٍ ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرِ كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ فَقَالَ "اِنِّیْ فَرَطُكُمْ عَلَی الْحَوْضِ وَ اِنَّ عَرْضَهٗ كَمَا بَيْنَ اَيْلَةَ اِلَی الْجُحْفَةِ اِنِّیْ لَسْتُ اَخْشٰی عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِیْ وَ لٰكِنِّیْ اَخْشٰی عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا، وَ تَقْتَتِلُوْا، فَتَهْلِكُوْا، كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ۔ قَالَ عُقْبَةُ: فَكَانَتْ آخِرُ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَی الْمِنْبَرِ۔ (۵۳)

۸۵-اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ۔

انصار کو مخاطب کرتے ہوئے ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا "میرے بعد تم کو خود غرضیوں اور اقربا نوازیوں سے پالا پڑے گا، اس پر صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے آ کر حوض پر ملو۔" (بخاری، کتاب مناقب الانصار، وکتاب المغازی، مسلم، کتاب الامارۃ، ترمذی، کتاب الفتن)

تخریج:﴿۱﴾ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا قَالَ: سَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ۔ (۵۴)

ترجمہ: حضرت اُسید بن حضیر سے مروی ہے کہ ایک انصاری نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں درخواست کی کہ مجھے بھی فلاں شخص کی طرح عامل مقرر فرما دیں۔ آپ نے فرمایا میرے بعد تمہیں خود غرضی اور اقربا پروری سے پالا پڑے گا۔ پس تم اس پر صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے آ کر حوض پر ملو۔

دوسری روایت جو حضرت انسؓ سے مروی ہے:

﴿۲﴾ عَنْ هِشَامٍ، سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِلْاَنْصَارِ: اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ وَ مَوْعِدُكُمُ الْحَوْضُ۔ (۵۵)

ترجمہ: ہشام کا بیان ہے کہ میں نے انس ابن مالک کو بیان کرتے سنا کہ نبی ﷺ نے انصار سے فرمایا بے شک تم لوگوں کو میرے بعد خود غرضی اور اقربا نوازی سے پالا پڑے گا۔ پس تم صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے آ کر ملو۔ تمہاری میرے ساتھ ملاقات کا مقام حوضِ کوثر ہے۔

۸۶-اَنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ عِنْدَ عَقْرِ الْحَوْضِ۔

"میں قیامت کے روز حوض کے وسط کے پاس ہوں گا۔" (مسلم، کتاب الفضائل)

تخریج: حَدَّثَنِیْهِ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: نَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰی، حَدَّثَنَا شَیْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ بِاِسْنَادِ هِشَامٍ بِمِثْلِ حَدِیْثِهٖ غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ: اَنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ عِنْدَ عَقْرِ الْحَوْضِ۔ (۵۶)

ترجمہ: ہشام کی سند سے قتادہ نے بیان کیا باقی حدیث تو اسی طرح ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، میں قیامت کے روز حوضِ (کوثر) کے وسط کے پاس ہوں گا۔

تشریح: امام احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن مردویہ، اور بیہقی وغیرہ محدثین نے حضرت انس بن مالکؓ سے (یہ روایت) نقل کی ہے کہ حضورؐ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ اتنے میں آپؐ پر کچھ اونگھ سی طاری ہوئی۔ پھر آپؐ نے مسکراتے ہوئے سرِ مبارک اٹھایا (بعض روایات میں ہے کہ) لوگوں نے پوچھا آپؐ کس بات پر تبسم فرما رہے ہیں؟ اور بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے خود) لوگوں سے فرمایا اس وقت میرے اوپر ایک سورہ نازل ہوئی ہے۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر آپ نے سورۂ کوثر پڑھی۔ اس کے بعد آپؐ نے پوچھا جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ معلوم ہے۔ فرمایا وہ ایک نہر ہے جو میرے رب نے مجھے جنت میں عطا کی ہے۔

۸۷- حضورؐ نے اس (حوض) کی کیفیت یہ بیان فرمائی ہے کہ اس کا پانی دودھ سے (اور بعض روایات میں ہے چاندی سے اور بعض میں برف سے) زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، اس کی تہ کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی، اس پر اتنے کوزے رکھے ہوں گے جتنے آسمان میں تارے ہیں۔ جو اس کا پانی پی لے گا اسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی اور جو اس سے محروم رہ گیا وہ پھر کبھی سیراب نہ ہوگا۔ یہ باتیں تھوڑے تھوڑے لفظی اختلافات کے ساتھ بکثرت احادیث میں منقول ہوئی ہیں۔ (بخاری، کتاب الرقاق، مسلم کتاب الطہارت و کتاب الفضائل، مسندِ احمد، مرویات ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، ابواب صفۃ القیامۃ، ابن ماجہ، کتاب الزہد، ابوداؤد طیالسی، حدیث ۹۹۵، ۲۱۳۵)

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِی ابْنُ وَهْبٍ عَنْ یُوْنُسَ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنِی اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ قَدْرَ حَوْضِیْ كَمَا بَیْنَ اَیْلَةَ وَ صَنْعَاءَ مِنَ الْیَمَنِ وَ اِنَّ فِیْهِ مِنَ الْاَبَارِیْقِ كَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ۔ (۵۷)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے حوض کے (طول و عرض کا) اندازہ ایسا ہے جیسے ایلہ اور یمن کے شہر صنعا کے درمیان کا فاصلہ، اس حوض میں کوزوں کی تعداد آسمان کے تاروں کی مانند ہے۔

ابن ماجہ ہی میں حضرت انس سے یہ روایت منقول ہے:

﴿۲﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُرٰی فِیْهِ اَبَارِیْقُ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ كَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ۔ (۵۸)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی روایت کی رو سے حضور ﷺ کا ارشاد ہے حوضِ کوثر پر سونے اور چاندی کے کوزوں کی تعداد آسمان کے تاروں جتنی ہے۔

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ مُلَيْكَةَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: حَوْضِيْ مَسِيْرَةُ شَهْرٍ مَاءُهٗ اَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَ رِيْحُهٗ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَ كِيْزَانُهٗ كَنُجُوْمِ السَّمَآءِ مَنْ يَشْرَبُ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ اَبَدًا۔ (۵۹)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میرے حوض کا طول ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، اس کی خوشبو مشک سے زیادہ عمدہ اور بہتر۔ اس کے کوزوں کی تعداد آسمان کے تاروں جتنی جس نے اس حوض کا پانی نوش کیا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنْ مَرْوَانَ الْفَزَارِيِّ، قَالَ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ، نَا مَرْوَانُ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ سَعْدُ بْنُ طَارِقٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ حَوْضِيْ اَبْعَدُ مِنْ اَيْلَةَ مِنْ عَدَنَ. لَهُوَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ وَ اَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ بِاللَّبَنِ. وَلَاٰنِيَتُهٗ اَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُوْمِ وَ اِنِّيْ لَاَصُدُّ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَصُدُّ الرَّجُلُ اِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِهٖ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنَا يَوْمَئِذٍ. قَالَ: نَعَمْ، لَكُمْ سِيْمَا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ مِنَ الْاُمَمِ تَرِدُوْنَ عَلَيَّ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ۔ (۶۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا حوض اتنا بڑا ہے جتنا ایلہ سے عدن کا فاصلہ ہے۔ اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور دودھ میں آمیزش شدہ شہد سے زیادہ شیریں اور اس پر رکھے ہوئے برتنوں کی تعداد تاروں کی تعداد سے بہت زیادہ۔ میں لوگوں کو اس حوض پر آنے سے ایسے ہی روکوں گا جیسے دوسرے کے اونٹوں کو حوض پر آنے سے کوئی شخص روکتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں اس روز پہچان لیں گے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں۔ تمہاری نشانی ایسی ہوگی جو دیگر امتوں کے لوگوں میں سے کسی کی بھی نہ ہوگی۔ تم میرے پاس ایسی صورت میں آؤ گے کہ وضو کی وجہ سے تمہارا چہرہ اور ہاتھ پاؤں سفید چمکتے ہوں گے۔

﴿۵﴾ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: اَخْبَرَنَا اَبُوْ بِشْرٍ وَ عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: الْكَوْثَرُ، الْخَيْرُ الْكَثِيْرُ الَّذِيْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ قَالَ اَبُوْ بِشْرٍ قُلْتُ لِسَعِيْدٍ: اِنَّ اُنَاسًا يَزْعُمُوْنَ اَنَّهٗ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ، فَقَالَ سَعِيْدٌ: اَلنَّهْرُ فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِيْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ۔ (۶۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے الکوثر کے بارے میں منقول ہے انہوں نے کہا الکوثر سے مراد خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا فرمایا ہے۔ میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ لوگ تو خیال کرتے ہیں کہ وہ جنت کی نہر ہے، اس کے جواب میں سعید نے کہا جنت میں جو نہر ہے وہ منجملہ خیر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

﴿٦﴾ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی، قَالَ: ثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، قَالَ: ثَنَا عَطَاءٌ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ وَ مَجْرَاهُ عَلَى الْيَاقُوْتِ وَالدُّرِّ، تُرْبَتُهُ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ، مَاؤُهُ اَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ وَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ۔ (٦٢)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوثر نام کی جنت میں ایک نہر ہے۔اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں۔یاقوت اور موتیوں پر وہ رواں دواں ہے۔اس کی تہہ کی مٹی مشک سے زیادہ عمدہ وطیّب ہے۔اس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سفید ہے۔

﴿٧﴾ قَالَ: ثَنَا مِهْرَانُ عَنْ اَبِيْ مُعَاذٍ عِيْسَى بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: الْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِيْ بُطْنَانِ الْجَنَّةِ فِيْهِ نَهْرٌ شَاطِئَاهُ دُرٌّ مُجَوَّفٌ فِيْهِ مِنَ الْاٰنِيَةِ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ مِثْلَ عَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ۔ (٦٣)

﴿٨﴾ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ الْكَاهِلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ سَاَلْتُهَا عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ۔ قَالَتْ: نَهْرٌ اُعْطِيَهُ نَبِيُّكُمْ صلی اللہ علیہ وسلم شَاطِئَاهُ عَلَيْهِ دُرٌّ مُجَوَّفٌ اٰنِيَتُهُ كَعَدَدِ النُّجُوْمِ۔ (٦٤)

۸۸- قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَا بَيْنَ نَاحِيَتَيْ حَوْضِيْ كَمَا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَالْمَدِيْنَةِ اَوْ كَمَا بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ وَ عُمَانَ۔

حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے حوض کے دونوں کناروں کے مابین اتنا فاصلہ ہے جتنا صنعاء اور مدینہ کے درمیان یا جیسے مدینہ اور عمان کے درمیان ہے۔

تخریج:﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَعْبَدِ ابْنِ خَالِدٍ، سَمِعَ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ ذَكَرَ الْحَوْضَ فَقَالَ كَمَا بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ وَ صَنْعَاءَ وَ زَادَ ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ حَارِثَةَ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: حَوْضُهُ مَا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهُ الْمُسْتَوْرِدُ اَلَمْ تَسْمَعْ قَالَ: الْاَوَانِيْ قَالَ: لَا قَالَ الْمُسْتَوْرِدُ يُرٰى فِيْهِ الْاٰنِيَةُ مِثْلُ الْكَوَاكِبِ۔ (٦٥)

ترجمہ: حارثہ بن وہب کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ کا حوض اتنا بڑا ہے جتنا فاصلہ صنعاء اور مدینہ کے مابین ہے۔مستورد نے اس سے پوچھا کیا تو نے سنا کہ آپ نے برتنوں کے بارے میں فرمایا۔اس نے جواب دیا کہ نہیں، مستورد نے خود بیان کیا اس کے برتنوں کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ تاروں کی مانند ہیں۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اَمَامَكُمْ حَوْضِيْ كَمَا بَيْنَ جَرْبَاءَ وَ اَذْرُحَ۔ (٦٦)

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے روایت ہے انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا تمہارے سامنے میرا حوض ہے۔ وہ اتنا بڑا ہے جتنا فاصلہ جرباء اور اذرح کے درمیان ہے۔

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، ثَنَا زَكَرِیَّا، ثَنَا عَطِیَّةُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اِنَّ لِیْ حَوْضًا، مَا بَیْنَ الْكَعْبَةِ وَ بَیْتَ الْمَقْدِسِ اَبْیَضَ مِثْلَ اللَّبَنِ۔ آنِیَتُهٗ عَدَدُ النُّجُوْمِ۔ وَ اِنِّیْ لَاَكْثَرُ الْاَنْبِیَآءِ تَبَعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (٦٧)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میرے لیے ایک ایسا حوض ہے جو کعبہ اور بیت المقدس کے درمیانی فاصلہ جتنا بڑا ہے۔ وہ دودھ کی طرح سفید ہے۔ اس کے برتنوں کی تعداد تاروں جتنی ہے۔ قیامت کے روز دوسرے انبیاء سے میرے متبعین کی تعداد بہت زیادہ ہوگی۔

۸۹- یَشْخَبُ فِیْهِ مِیْزَابَانِ مِنَ الْجَنَّةِ (دوسری روایت میں ہے **یَغُتُّ فِیْهِ مِیْزَبَانِ یَمُدَّانِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ۔**

(اس حوض کے متعلق حضورؐ نے بتایا کہ) اس میں جنت سے دو نالیاں لاکر ڈالی جائیں گی جو اسے پانی بہم پہنچائیں گی۔

(مسلم، کتاب الفضائل)۔

تخریج:﴿۱﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ۔ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ الْمَكِّیُّ وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِیْ شَیْبَةَ۔ قَالَ: اِسْحَاقُ اَنَا وَ قَالَ الْاٰخَرَانِ: نَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّیُّ عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ الْجَوْنِیِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ، قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اٰنِیَةُ الْحَوْضِ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَاٰنِیَتُهٗ اَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ وَ كَوَاكِبِهَا اَلَا فِی اللَّیْلَةِ الْمُظْلِمَةِ الْمُصْحِیَةِ۔ اٰنِیَةُ الْجَنَّةِ مَنْ شَرِبَ مِنْهَا لَمْ یَظْمَأْ اٰخِرَ مَا عَلَیْهِ یَشْخَبُ فِیْهِ مِیْزَابَانِ مِنَ الْجَنَّةِ۔ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَمْ یَظْمَأْ۔ عَرْضُهٗ مِثْلُ طُوْلِهٖ مَا بَیْنَ عَمَّانَ اِلٰی اَیْلَةَ۔ مَاؤُهٗ بَیَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ۔ (٦٨)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ حوض کے برتن کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اس حوض کے برتن آسمانی سیاروں اور تاروں سے زیادہ ہیں۔ سنو! یہ تارے اس رات کے جو اندھیری ہو اور بادل بھی نہ ہوں۔ وہ جنت کے برتن ہیں جو اس میں سے پیئے گا وہ پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ اس میں جنت سے دو نالیاں لاکر ڈالی جائیں گی۔ جس نے اس میں سے پیا وہ کبھی پھر پیاسا نہیں ہوگا۔ اس حوض کی چوڑائی اس کی لمبائی کے برابر ہے یعنی جتنی لمبائی عمان اور ایلہ کے درمیان۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ومیٹھا۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ وَ اَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالُوْا: نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ

اَبِی طَلْحَةَ الْیَعْمُرِیّ، عَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اِنِّی لَبِعُقْرِ حَوْضِی اَذُوْدُ النَّاسَ لِاَهْلِ الْیَمَنِ اَضْرِبُ بِعَصَایَ حَتّٰی یَرْفَضَّ عَلَیْهِمْ فَسُئِلَ عَنْ عَرْضِهٖ فَقَالَ: مِنْ مَقَامِی اِلٰی عَمَّانَ، وَ سُئِلَ عَنْ شَرَابِهٖ فَقَالَ: اَشَدُّ بَیَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ یَغُتُّ فِیْهِ مِیْزَبَانِ یَمُدَّانِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ اَحَدُهُمَا مِنْ ذَهَبٍ وَالْاٰخَرُ مِنْ وَّرِقٍ۔ (۶۹)

ترجمہ: حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں اپنے حوض کے کنارے پر بیٹھا آنے والے لوگوں کو اس سے روک رہا ہوں گا اپنی لاٹھی سے یمنی لوگوں کے لیے مار کر ہٹا رہا ہوں گا یہاں تک کہ ان کے لیے پانی بہہ نکلے گا۔ آپ سے حوض کی چوڑائی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: میری اس جگہ سے عُمان تک کے فاصلہ جتنی۔ پھر پوچھا گیا کہ اس کا پانی کیسا ہے؟ فرمایا دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا۔ جنت سے دو پرنالے لاکر اس میں ڈالے گئے ہیں ان دونوں میں سے ایک پرنالہ سونے کا اور دوسرا چاندی کا۔

۹۰- یُفْتَحُ نَهْرٌ مِنَ الْکَوْثَرِ اِلَی الْحَوْضِ۔

”جنت کی نہر کوثر سے ایک نہر اس حوض کی طرف کھول دی جائے گی۔“ (مسند احمد، مرویات عبداللہ بن مسعودؓ)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ، ثَنَا اَبُوْ سَعِیْدٍ ثَنَا ابْنُ زَیْدٍ، ثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحَکَمِ الْبُنَانِیُّ، عَنْ عُثْمَانَ، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ ابْنَا مُلَیْکَةَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَا: اِنَّ اُمَّنَا کَانَتْ تُکْرِمُ الزَّوْجَ وَ تَعْطِفُ عَلَی الْوَلَدِ قَالَ: وَ ذَکَرَ الضَّیْفَ۔ غَیْرَ اَنَّهَا کَانَتْ وَأَدَتْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ قَالَ اُمُّکُمَا فِی النَّارِ۔ فَاَدْبَرَا وَالشَّرُّ یُرٰی فِیْ وُجُوْهِهِمَا فَاَمَرَ بِهِمَا فَرُدَّا فَرَجَعَا وَالسُّرُوْرُ یُرٰی فِیْ وُجُوْهِهِمَا رَجِیًا اَنْ یَّکُوْنَ قَدْ حَدَثَ شَیْءٌ۔ فَقَالَ: اُمِّی مَعَ اُمِّکُمَا۔ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ وَمَا یُغْنِیْ هٰذَا عَنْ اُمِّهٖ شَیْئًا۔ وَ نَحْنُ نَطَأُ عَقِبَیْهِ۔ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَلَمْ اَرَ رَجُلًا قَطُّ اَکْثَرَ سُؤَالًا مِنْهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ وَعَدَکَ رَبُّکَ فِیْهَا اَوْ فِیْهِمَا۔ قَالَ فَظَنَّ اَنَّهٗ مِنْ شَیْءٍ قَدْ سَمِعَهٗ فَقَالَ مَا سَاَلْتُهٗ رَبِّیْ وَمَا اَطْمَعَنِیْ فِیْهِ۔ وَ اِنِّیْ لَاَقُوْمُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ فَقَالَ الْاَنْصَارِیُّ: وَمَا ذَاکَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ قَالَ ذَاکَ اِذَا جِیْءَ بِکُمْ، عُرَاةً حُفَاةً غُرْلًا۔ فَیَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُکْسٰی اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ یَقُوْلُ اکْسُوْا خَلِیْلِیْ فَیُؤْتٰی بِرَیْطَتَیْنِ بَیْضَاوَیْنِ فَیَلْبَسُهُمَا ثُمَّ یَقْعُدُ فَیَسْتَقْبِلُ الْعَرْشَ۔ ثُمَّ اُوْتٰی بِکِسْوَتِیْ فَاَلْبَسُهَا فَاَقُوْمُ عَنْ یَمِیْنِهٖ مَقَامًا لَا یَقُوْمُهٗ اَحَدٌ غَیْرِیْ۔ یَغْبِطُنِیْ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ قَالَ: وَ یُفْتَحُ نَهْرٌ مِنَ الْکَوْثَرِ اِلَی الْحَوْضِ... قَالَ: وَمَاءُهٗ اَشَدُّ بَیَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ اِنَّ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ مَشْرَبًا لَمْ یَظْمَأْ بَعْدَهٗ... (۷۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ملیکہ کے دو بیٹے نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا ہماری والدہ خاوند کی عزت کرتی تھی۔ خدمت گار تھی۔ اولاد پر مہربان تھی اور مہمان نوازی کا بھی ذکر کیا مگر جاہلیت کے زمانے میں بچی کو زندہ درگور کیا۔ آپؐ نے فرمایا تمہاری والدہ جہنم میں ہے۔ یہ سن کر دونوں واپس ہوئے تو ان کے چہروں پر ناخوشی کے آثار نمایاں تھے۔ آپ نے ان کو واپس بلایا وہ واپس آئے تو ان کے چہروں پر خوشی و مسرت کے آثار تھے اس امید پر کہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے آپ نے فرمایا میری ماں بھی تمہاری ماں کے ساتھ ہی ہے۔ ایک منافق بولا۔ یہ چیز تو اس کی ماں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور ہم اس کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اتنے میں ایک انصاری نے کہا ہم نے اس سے زیادہ سوالات کرنے والا کوئی نہیں دیکھا تھا، یا رسول اللہ کیا آپ سے آپ کے پروردگار نے اس ایک عورت کے بارے میں فرمایا، یا دونوں کے بارے میں کوئی وعدہ فرمایا ہے۔ راوی کا بیان ہے شاید اس کا خیال تھا کہ اس نے کچھ سنا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے تو اپنے رب سے کوئی سوال نہیں کیا اور نہ مجھے اس میں کوئی طمع و لالچ ہے۔ میں قیامت کے روز مقام محمود پر کھڑا ہوں گا۔ انصاری نے پوچھا قیامت کے روز یہ کھڑا ہونا کیسا ہوگا۔ فرمایا تم لوگوں کو ننگے بدن، ننگے پاؤں اور بغیر ختنہ کی صورت میں لایا جائے گا۔

پہلا شخص جسے لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے دوست کو پہناؤ۔ لہٰذا دو چادریں سفید رنگ کی لائی جائیں گی، وہ ان کو زیب تن فرمائیں گے اور تشریف رکھیں گے۔ پھر عرش کی جانب رخ فرمائیں گے۔

بعد ازاں میرے لیے لباس لایا جائے گا۔ پھر میں اسے پہنوں گا اور اس کی دائیں جانب اس مقام پر کھڑا ہوں گا جہاں میرے سوا اور کوئی کھڑا نہیں ہوگا اگلے پچھلے سبھی لوگ اس وجہ سے مجھ پر رشک کریں گے۔ پھر فرمایا کوثر سے حوض کی جانب ایک نہر کھول دی جائے گی... پھر آپ نے فرمایا اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا اس میں کوئی شک نہیں کہ جس نے اس میں سے ایک مرتبہ پانی پی لیا وہ پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔

۹۱۔ اس کے بارے میں حضورؐ نے بار بار اپنے زمانے کے لوگوں کو خبردار کیا کہ میرے بعد تم میں سے جو لوگ بھی میرے طریقے کو بدلیں گے اُن کو اس حوض سے ہٹا دیا جائے گا۔ اور اُس پر انہیں نہ آنے دیا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ میرے اصحاب ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا کہ آپؐ کو نہیں معلوم کہ آپؐ کے بعد انہوں نے کیا کیا ہے۔ پھر میں بھی اُن کو دفع کروں گا اور کہوں گا کہ دور ہو۔ (یہ مضمون بہ کثرت روایات میں بیان ہوا ہے)

(بخاری کتاب الرقاق، کتاب الفتن، مسلم، کتاب الطہارۃ، کتاب الفضائل، مسند احمد، مرویات ابن مسعودؓ، ابو ہریرہؓ، ابن ماجہ، کتاب المناسک) (۱)

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ، قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ۔ مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ۔ وَ مَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ اَبَداً لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَ يَعْرِفُونِي ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَ بَيْنَهُمْ۔ قَالَ اَبُو حَازِمٍ فَسَمِعَنِي النُّعْمَانُ بْنُ اَبِي عَيَّاشٍ۔ فَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْتَ مِنْ سَهْلٍ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ۔ فَقَالَ اَشْهَدُ عَلَى اَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ لَسَمِعْتُهُ وَ هُوَ يَزِيدُ فِيهَا فَاَقُولُ

---

(۱) کتاب المناسک میں یہ روایت نہیں ملی۔ (مرتب)

اِنَّھُم مِنِّی۔ فَیُقَالُ: اِنَّکَ لَا تَدرِیْ مَا اَحدَثُوْا بَعْدَکَ فَاَقُوْلُ: سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَیَّرَ بَعْدِیْ، وَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: سُحْقًا بُعْدًا سَحِیْقٌ بَعِیْدٌ سَحقَهٗ وَ اَسْحَقَهٗ اَبْعَدَهٗ۔ وَ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ شَبِیْبِ بْنِ سَعِیْدِ الْحَبَطِیُّ، حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ یُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، اَنَّهٗ کَانَ یُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: یَرِدُ عَلَیَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ رَهْطٌ مِنْ اَصْحَابِیْ فَیُحَلَّئُوْنَ عَنِ الْحَوْضِ۔ فَاَقُوْلُ: یَا رَبِّ اَصْحَابِیْ فَیَقُوْلُ: اِنَّکَ لَا عِلْمَ لَکَ بِمَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ۔ اِنَّھُمْ ارْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرٰی ح وَ قَالَ شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ کَانَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فَیُجْلَوْنَ الخ۔ (۷۱)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا، جس کا گزر مجھ پر ہوا، وہ جامِ کوثر نوش کرے گا۔ اور جس نے آبِ کوثر نوش کرلیا وہ پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ میرے پاس بہت سے لوگ آئیں گے میں انہیں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے پھر میرے اور ان کے مابین رکاوٹ حائل کردی جائے گی۔ ابو حازم کا بیان ہے کہ نعمان بن ابی عیاش نے جب مجھ سے سنایا اور کہا کہ اسی طرح تم نے سہل سے سنا ہے، میں نے کہا ہاں اس نے کہا کہ میں ابوسعید خدریؓ کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ ان کو اس اضافہ کے ساتھ روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا میں کہوں گا کہ یہ لوگ میرے ہیں، تو جواب میں کہا جائے گا کہ تمہیں معلوم نہیں تمہارے بعد ان لوگوں نے کیا کیا۔ (کیا کیا نئی بدعتیں ایجاد کیں) تو میں کہوں گا دوری ہو، دوری ہر اس کے لیے جس نے میرے بعد دین کو بدل دیا۔ ابن عباسؓ نے سحقا سحقا کا معنی بعید کیا ہے اور اسحقہ کا معنی ابعدہ، احمد بن شبیب بن سعید الحبطی کا بیان ہے...

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز میرے صحابہ کا ایک گروہ مجھ پر وارد ہوگا (میرے پاس آئے گا) انہیں حوض پر وارد ہونے سے دور کردیا جائے گا۔ تو میں کہوں گا اے میرے آقا و پروردگار یہ میرے صحابی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تجھے معلوم نہیں تمہارے بعد انہوں نے کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کیں۔ یہ لوگ الٹے پاؤں پھر گئے اور مرتد ہوگئے۔

〈۲〉 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَیْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: لَیَرِدَنَّ عَلَیَّ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِیْ الْحَوْضَ حَتّٰی عَرَفْتُھُمْ اُخْتُلِجُوْا دُوْنِیْ فَاَقُوْلُ اَصْحَابِیْ (اُصَیْحَابِیْ) فَیَقُوْلُ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ۔ (۷۲)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا حوض کوثر پر میرے صحابہ میں سے کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے (وارد ہوں گے) مگر انہیں مجھ تک پہنچنے نہیں دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا یہ تو میرے صحابی ہیں، جواب میں ارشاد ہوگا۔ آپ کو معلوم نہیں انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کی تھیں۔

〈۳〉 حَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی الصَّدَفِیُّ۔ قَالَ: اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو وَ هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ اَنَّ بُکَیْرًا حَدَّثَهٗ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ الْهَاشِمِیِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

بْنِ رَافِعٍ مَوْلٰی اُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، اَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ اَسْمَعُ النَّاسَ يَذْكُرُوْنَ الْحَوْضَ، وَلَمْ اَسْمَعْ ذٰلِكَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا كَانَ يَوْمًا مِنْ ذٰلِكَ وَالْجَارِيَةُ تَمْشُطُنِيْ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اَيُّهَا النَّاسُ: فَقُلْتُ لِلْجَارِيَةِ اِسْتَاْخِرِيْ عَنِّيْ قَالَتْ: اِنَّمَا دَعَا الرِّجَالَ وَلَمْ يَدْعُ النِّسَاءَ. فَقُلْتُ اِنِّيْ مِنَ النَّاسِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنِّيْ لَكُمْ فَرَطٌ عَلَى الْحَوْضِ فَاِيَّايَ لَا يَاْتِيَنَّ اَحَدُكُمْ فَيُذَبُّ عَنِّيْ كَمَا يُذَبُّ الْبَعِيْرُ الضَّالُّ. فَاَقُوْلُ فِيْمَا هٰذَا؟ فَيُقَالُ: اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ. فَاَقُوْلُ سُحْقًا. (۷۳)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ زوجۂ نبی ﷺ کا بیان ہے کہ وہ لوگوں سے حوض کوثر کا ذکر سنتی تھیں مگر اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نہیں سنا تھا۔ ایک روز خادمہ ان کے سر میں کنگھی کر رہی تھی کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے۔

لوگو! میں نے خادمہ لونڈی سے کہا ذرا رک جا۔ مجھ سے وہ بولی۔ آپ نے تو لوگوں کو بلایا ہے، خواتین کو تو نہیں بلایا۔ میں نے کہا میں بھی الناس میں شامل ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم سب سے پہلے حوض پر پہنچا ہوں گا۔ تم میں سے کوئی بھی میرے پاس نہ آئے کہ اسے مجھ سے اس طرح دھکیل کر دور ہٹا دیا جائے جس طرح بھٹکے ہوئے اونٹ کو دور ہٹا دیا جاتا ہے۔ میں کہوں گا۔ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیوں؟ جواب ملے گا تمہیں معلوم نہیں انہوں نے تمہارے بعد (اعتقاد و عمل کے میدان میں) کیا کیا بدعتیں ایجاد کی تھیں۔ یہ سن کر میں کہوں گا دور ہو۔

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ اَبُوْ كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالُوْا: نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَلَاُنَازِعَنَّ اَقْوَامًا ثُمَّ لَاُغْلَبَنَّ عَلَيْهِمْ فَاَقُوْلُ: يَا رَبِّ اَصْحَابِيْ اَصْحَابِيْ. فَيُقَالُ: اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ. (۷٤)

ترجمہ: حضرت عبداللہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا۔ کچھ لوگوں کے بارے میں مجھ سے جھگڑا کیا جائے گا پھر میں ان کے سلسلے میں مغلوب ہوں گا۔ تو عرض کروں گا آقا و مالک، میرے صحابی، میرے صحابی، جواب دیا جائے گا تمہیں نہیں معلوم انہوں نے کیا کیا بدعتیں ایجاد کی تھیں۔

﴿۵﴾ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَتَى الْمَقْبَرَةَ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ. وَدِدْتُّ اَنَا قَدْ رَأَيْنَا اِخْوَانَنَا قَالُوْا: اَوَ لَسْنَا اِخْوَانَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَنْتُمْ اَصْحَابِيْ وَ اِخْوَانُنَا الَّذِيْنَ لَمْ يَأْتُوْا بَعْدُ فَقَالُوْا: كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَّمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: اَرَأَيْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا لَهٗ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَيْنَ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ اَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهٗ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: فَاِنَّهُمْ يَأْتُوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ، وَ اَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ، اَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ

عَنْ حَوْضِی كَمَا يُذَادُ الْبَعِيرُ الضَّالُّ. اُنَادِيهِم، اَلَا هَلُمَّ. فَيُقَالُ: اِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ: سُحْقًا سُحْقًا ... (۷۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان میں تشریف لائے اور **السلام علیکم دار قوم مؤمنین و انا ان شاء اللّٰہ بکم لاحقون** کہہ کر سلام کہا (اور فرمایا)

میری تمنا و آرزو ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ فرمایا تم تو میرے صحابی ہو اور ہمارے بھائی تو وہ ہیں جو بعد میں آئیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو جو ابھی تک نہیں آئے پہچانیں گے کیسے؟ آپ نے فرمایا کیا غور کیا تو نے کہ اگر کسی آدمی کے گھوڑے سفید پیشانی اور سفید پاؤں والے ہوں اور جا کر سیاہ مشکی گھوڑوں میں مل جائیں تو وہ اپنے گھوڑے پہچان نہیں لے گا، صحابہؓ نے عرض کیا ہاں بلا شبہ وہ اپنے گھوڑے پہچان لے گا۔ آپ نے فرمایا میری امت کے لوگ وضو کی وجہ سے سفید منہ اور ہاتھ پاؤں سفید رکھتے ہوں گے اور میں حوض کوثر پر ان کا پیش رو موجود ہوں گا۔ سنو! کچھ لوگوں کو میرے حوض سے دور ایسے ہٹا دیا جائے گا جیسے بھٹکے ہوئے اونٹ کو دور ہٹا دیا جاتا ہے۔ میں انہیں آواز دوں گا آؤ، آؤ۔ جواب دیا جائے گا۔ ان لوگوں نے اپنے آپ کو بدل لیا تھا تو میں کہوں گا جاؤ۔ دور ہو، دور ہو۔

﴿۶﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَ وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى وَاللَّفْظُ لِوَاصِلٍ. قَالَا: نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِیِّ، عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَرِدُ عَلَیَّ اُمَّتِی الْحَوْضَ، وَ اَنَا اَزُوْدُ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَذُوْدُ الرَّجُلُ اِبلَ الرَّجُلِ عَنْ اِبلِهِ قَالُوْا: يَا نَبِیَّ اللّٰهِ تَعْرِفُنَا، قَالَ: نَعَمْ سِيمًا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ غَيْرِكُمْ. تَرِدُوْنَ عَلَیَّ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ. وَ لَيُصَدَّنَّ عَنِّیْ طَائِفَةٌ مِنْكُمْ فَلَا يَصِلُوْنَ. فَاَقُوْلُ: يَا رَبِّ هٰؤُلَاءِ مِنْ اَصْحَابِیْ فَيُجِيْبُنِیْ مَلَكٌ فَيَقُوْلُ: وَ هَلْ تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ. (۷۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت حوض کوثر پر میرے پاس آئے گی۔ میں لوگوں کو اس حوض پر وارد ہونے سے ایسے روکوں گا جیسے ایک شخص دوسرے کے اونٹوں کو اپنے اونٹوں کے ساتھ شامل ہونے سے روکتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی آپ ہمیں پہچان لیں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ ایسی علامت و نشانی سے جو تمہارے علاوہ کسی کی نہ ہوگی۔ تم میرے پاس ایسی حالت میں وارد ہوگے کہ وضو کرنے کی وجہ سے تمہارے چہرے اور ہاتھ اور پاؤں چمکتے ہوں گے۔ تم میں سے کچھ لوگوں کو مجھ تک رسائی سے روک دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا اے میرے آقا و مالک یہ لوگ تو میرے صحابی ہیں۔ تو فرشتہ جواب میں کہے گا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی بدعتیں ایجاد کر لی تھیں؟

﴿۷﴾ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبِیْ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ هِلَالٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: بَيْنَا اَنَا قَائِمٌ

اِذَا زُمْرَةٌ حَتّٰی اِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَ بَيْنَهُمْ۔ فَقَالَ: هَلُمَّ فَقُلْتُ: اَيْنَ؟ قَالَ: اِلَى النَّارِ۔ وَاللّٰهِ قُلْتُ: وَمَا شَأْنُهُمْ؟ قَالَ: اِنَّهُمْ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلٰى اَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرٰى ثُمَّ اِذَا زُمْرَةٌ حَتّٰی اِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَ بَيْنَهُمْ۔ فَقَالَ: هَلُمَّ۔ قُلْتُ: اَيْنَ؟ قَالَ: اِلَى النَّارِ۔ وَاللّٰهِ قُلْتُ: وَمَا شَأْنُهُمْ اِنَّهُمْ ارْتَدُّوا عَلٰى اَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرٰى۔ فَلَا اُرَاهُ يَخْلُصُ فِيهِمْ اِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ۔ (۷۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اس دوران جب میں کھڑا ہوں گا کہ ایک جماعت پر میری نظر پڑے گی یہاں تک کہ میں ان کو پہچان لوں گا، تو میرے اور ان کے درمیان سے ایک آدمی نکلے گا اور کہے گا چلو، میں پوچھوں گا، کہاں؟ وہ بولے گا دوزخ کی جانب۔ واللہ میں دریافت کروں گا ان کا کیا حال ہے؟ وہ جواب دے گا یہ وہ لوگ ہیں جو آپ کے بعد الٹے پاؤں پھر گئے تھے۔ پھر ایک گروہ پر میری نظر پڑے گی یہاں تک کہ میں ان کو پہچان لوں گا میرے اور ان کے درمیان میں سے ایک آدمی نکلے گا اور کہے گا آیئے میں پوچھوں گا کہاں؟ وہ بولے گا دوزخ کی طرف۔ واللہ میں کہوں گا ان کا کیا حال ہے؟ وہ جواب دے گا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پاؤں پھر گئے تھے۔ میرا گمان ہے کہ ان میں سے صرف بغیر چرواہے کے شب و روز آزاد پھرنے والے اونٹوں کے برابر نجات پائیں گے۔

﴿۸﴾ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِنِّي عَلَى الْحَوْضِ حَتّٰى اَنْظُرَ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ وَ سَيُؤْخَذُ نَاسٌ دُونِي۔ فَاَقُولُ: يَا رَبِّ مِنِّي وَ مِنْ اُمَّتِي۔ فَيُقَالُ: هَلْ شَعُرْتَ مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ۔ وَاللّٰهِ! مَا بَرِحُوا يَرْجِعُونَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ فَكَانَ ابْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوذُ بِكَ اَنْ نَرْجِعَ عَلٰى اَعْقَابِنَا اَوْ نُفْتَنَ عَنْ دِينِنَا۔ قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُونَ۔ تَرْجِعُونَ عَلَى الْعَقِبِ۔ (۷۸)

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ نے اسماء بنت ابی بکر کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ اسماء نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں حوض پر رہوں گا کہ دیکھوں تم میں سے کون میرے پاس آتا ہے اور کچھ لوگوں کو میرے پاس پہنچنے سے پہلے ہی گرفتار کر لیا جائے گا، تو میں عرض کروں گا میرے آقا و مالک مجھ سے ہیں میری امت میں سے ہیں۔ جواب دیا جائے گا کیا تمہیں شعور (معلوم) ہے کہ ان لوگوں نے تمہارے بعد کیا گل کھلائے ہیں (کیا کیا نئی بدعتیں ایجاد کی ہیں) اللہ کی قسم یہ لوگ الٹے پاؤں پھرتے رہے ہیں۔ ابن ابی ملیکہ دعا کیا کرتے تھے۔ یا الٰہی ہم تیری پناہ کے طالب ہیں کہ ہم الٹے پاؤں پھریں یا ہم دین کے معاملے میں فتنہ میں مبتلا ہوں۔ امام بخاری نے کہا ہے عَلٰى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُونَ کا معنی ہے تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔

۹۲- اَلَا وَ اِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَ اُكَاثِرُ بِكُمُ الْاُمَمَ فَلَا تُسَوِّدُوا وَجْهِي، اَلَا وَ اِنِّي مُسْتَنْقِذٌ اُنَاسًا وَ مُسْتَنْقَذٌ اُنَاسٌ مِنِّي فَاَقُولُ يَا رَبِّ اُصَيْحَابِي فَيَقُولُ اِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا اَحْدَثُوا بَعْدَكَ۔

''ابنِ ماجہ کی روایت میں حضورؐ فرماتے ہیں، خبردار رہو، میں تم سے آگے حوض پر پہنچا ہوا ہوں گا اور تمہارے ذریعے سے دوسری امتوں کے مقابلے میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔ اُس وقت میرا منہ کالا نہ کروانا۔ خبردار رہو کچھ لوگوں کو میں چھڑاؤں گا اور کچھ لوگ مجھ سے چھڑائے جائیں گے۔ میں کہوں گا کہ اے پروردگار، یہ تو میرے صحابی ہیں۔ وہ فرمائے گا تم نہیں جانتے انہوں نے تمہارے بعد کیا نرالے کام کیے ہیں'' (ابنِ ماجہ کی روایت ہے کہ یہ الفاظ حضورؐ نے عرفات کے خطبے میں فرمائے تھے)۔

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ تَوْبَةَ، ثَنَا زَافِرُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ اَبِیْ سِنَانٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ عَلٰی نَاقَتِهِ الْمُخَضْرَمَةِ بِعَرَفَاتٍ فَقَالَ: اَتَدْرُوْنَ اَیَّ یَوْمٍ هٰذَا؟ وَ اَیَّ شَهْرٍ هٰذَا؟ وَ اَیَّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قَالُوْا: هٰذَا بَلَدٌ حَرَامٌ وَ شَهْرٌ حَرَامٌ۔ وَ یَوْمٌ حَرَامٌ قَالَ: اَلَا وَ اِنَّ اَمْوَالَكُمْ وَ دِمَاءَ كُمْ عَلَیْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ شِهْرِكُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِیْ یَوْمِكُمْ هٰذَا۔ اَلَا وَ اِنِّیْ فَرَطُكُمْ عَلَی الْحَوْضِ وَ اُكَاثِرُ بِكُمُ الْاُمَمَ فَلَا تُسَوِّدُوْا وَجْهِیْ وَ اِنِّیْ مُسْتَنْقِذٌ اُنَاسًا وَ مُسْتَنْقَذٌ مِنِّیْ اُنَاسٌ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اُصَیْحَابِیْ؟ فَیَقُوْلُ اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَآ اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔ (۷۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت عرفات میں حضورؐ اپنی کنکٹی اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا تم جانتے ہو یہ کون سا دن ہے، کون سا مہینہ ہے، کون سا شہر ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یہ شہرِ حرام ہے، حرمت والا مہینہ ہے اور حرام دن ہے۔ فرمایا تمہارے مال اور خون بھی ایسے ہی ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسے اس مہینے کی حرمت تمہارے اس شہر میں، اس دن میں۔ آگاہ رہو میں تم سب سے پہلے حوض کوثر پہنچا ہوا ہوں گا (پیش رو ہوں گا) اور تمہاری وجہ سے دیگر امتوں کے مقابلے میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔ اس وقت میرا منہ کالا نہ کروانا اور کچھ لوگوں کو چھڑاؤں گا اور کچھ لوگ مجھ سے چھڑائے جائیں گے۔ ملائکہ چھین کر لے جائیں گے تو میں کہوں گا یہ تو میرے اصحاب ہیں اے میرے آقا و مالک۔ پروردگار کا ارشاد ہوگا تمہیں معلوم نہیں تیرے بعد انہوں نے کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔ (کیا کیا نرالے کام کیے)

۹۳- ''اسی طرح حضورؐ نے اپنے دور کے بعد قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو بھی خبردار کیا ہے کہ ان میں سے جو بھی میرے طریقے سے ہٹ کر چلیں گے اور اس میں ردّ و بدل کریں گے انہیں اس حوض سے ہٹا دیا جائے گا، میں کہوں گا کہ اے رب یہ تو میرے ہیں، میری امت کے لوگ ہیں۔ جواب ملے گا آپؐ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا تغیرات کیے اور اُلٹے ہی پھرتے چلے گئے۔ پھر میں بھی ان کو دفع کروں گا اور حوض پر نہ آنے دوں گا۔'' (بخاری کتاب المساقات، کتاب الرقاق، کتاب الفتن۔ مسلم، کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الفضائل۔ ابن ماجہ، کتاب الزہد۔ مسندِ احمد، مرویات ابن عباسؓ)۔

اس حوض کی روایات ۵۰ سے زیادہ صحابہ سے مروی ہیں اور سلف نے بالعموم اس سے مراد حوضِ کوثر لیا ہے۔ (امام بخاری نے کتاب الرقاق کے آخری باب کا عنوان ہی یہ باندھا ہے۔ بَابُ فِی الْحَوْضِ وَ قَوْلُ اللّٰهِ۔ اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ)

تخریج: حَدَّثَنِیُ مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنُدَرٌ۔ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعُبَةُ عَنِ الْمُغِیُرَةِ بُنِ النُّعُمَانِ عَنُ سَعِیُدِ بُنِ جُبَیُرٍ، عَنِ ابُنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَامَ فِیُنَا النَّبِیُّ ﷺ یَخُطُبُ۔ فَقَالَ: اِنَّکُمُ مَحُشُورُوُنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرُلاً کَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلُقٍ نُّعِیُدُهٗ اَلْاٰیَةَ۔ وَ اِنَّ اَوَّلَ الْخَلاَئِقِ یُکُسٰی یَوُمَ الْقِیَامَةِ اِبُرَاهِیُمُ وَ اِنَّهٗ سَیُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنُ اُمَّتِیُ۔ فَیُؤُخَذُ بِهِمُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوُلُ: یَا رَبِّ اَصُحَابِیُ۔ فَیُقَالُ اِنَّکَ لاَ تَدُرِیُ مَآ اَحُدَثُوُا بَعُدَکَ۔ فَاَقُوُلُ کَمَا قَالَ الْعَبُدُ الصَّالِحُ: وَ کُنُتُ عَلَیُهِمُ شَهِیُدًا۔ اِلٰی قَوُلِهِ الْحَکِیُمُ ۔ فَیُقَالُ اِنَّهُمُ لَمُ یَزَالُوُا مُرُتَدِّیُنَ عَلٰی اَعُقَابِهِمُ۔ (۸۰)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک روز نبی ﷺ ہمارے درمیان خطاب فرمانے کھڑے ہوئے اور فرمایا تمہارا حشر اس حال میں ہوگا کہ ننگے پاؤں اور برہنہ بدن اور بغیر ختنہ ہوگے۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے) جس طرح ہم نے پہلی مرتبہ پیدا کیا اسی طرح تمہارا دوبارہ اعادہ کریں گے۔ قیامت کے روز سب سے پہلے جسے لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔ اور میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے جو بائیں ہاتھ والے ہوں گے ان کا مواخذہ کیا جائے گا تو میں اس موقع پر عرض کروں گا۔ اے میرے آقا و مالک یہ تو میرے اصحاب ہیں تو جواب دیا جائے گا تجھے معلوم نہیں ان لوگوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔ تو میں اس وقت وہی عرض کروں گا جو صالح انسان (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے عرض کیا کہ میں ان پر اس وقت تک شاہد تھا جب تک میں ان کے درمیان میں رہا اللہ تعالیٰ کے قول الحکیم تک۔ پھر جواب دیا جائے گا کہ یہ لوگ ہمیشہ روگردانی کرتے رہے ہیں۔

۹۴۔ ''حضرت انسؓ فرماتے ہیں (اور بعض روایات میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قول کی حیثیت سے بیان کرتے ہیں) کہ معراج کے موقع پر حضورؐ کو جنت کی سیر کرائی گئی اور اس موقع پر آپؐ نے ایک نہر دیکھی جس کے کناروں پر اندر سے ترشے ہوئے موتیوں یا ہیروں کے قُبّے بنے ہوئے تھے۔ اس کی تہہ کی مٹی مشک اذفر کی تھی۔ حضورؐ نے جبریل سے، یا اُس فرشتے سے جس نے آپؐ کو سیر کرائی تھی، پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا یہ نہر کوثر ہے جو آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے۔''
(مسند احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، طیالسی، ابن جریر)

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بنُ النَّضُرِ، ثَنَا الْمُعُتَمِرُ، قَالَ: سَمِعُتُ اَبِیُ، قَالَ: ثَنَا قَتَادَةُ عَنُ اَنَسِ بُنِ مَالِکٍ، قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِنَبِیِّ اللّٰهِ ﷺ فِی الْجَنَّةِ، اَوُ کَمَا قَالَ۔ عُرِضَ لَهٗ نَهُرٌ حَافَتَاهُ الْیَاقُوُتُ الْمُجَیَّبُ، اَوُ قَالَ الْمُجَوَّفُ۔ فَضَرَبَ الْمَلَکُ الَّذِیُ مَعَهٗ یَدَهٗ، فَاسُتَخُرَجَ مِسُکًا، فَقَالَ مُحَمَّدٌ ﷺ لِلْمَلَکِ الَّذِیُ مَعَهٗ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا الْکَوُثَرُ الَّذِیُ اَعُطَاکَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔ (۸٦)

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا ابُنُ اَبِیُ سَرُحٍ، قَالَ: ثَنَا اَبُوُ نُعَیُمٍ، قَالَ: اَخُبَرَنَا اَبُوُ جَعُفَرٍ الرَّازِیُّ عَنِ ابُنِ نَجِیُحٍ، عَنُ اَنَسٍ قَالَ: الْکَوُثَرُ نَهُرٌ فِی الْجَنَّةِ۔ (۸۷)

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی سَرْحٍ، قَالَ: ثَنا عُبَیْدُ اللّٰهِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ عَنِ الرَّبِیْعِ، عَنْ اَبِی الْعَالِیَةِ فِیْ قَوْلِهٖ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ قَالَ: نَهْرٌ فِی الْجَنَّةِ۔ (۸۸)

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ، قَالَ: ثَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَیْدٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، قَالَ: الْکَوْثَرُ نَهْرٌ فِی الْجَنَّةِ۔ حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ وَ فِضَّةٍ یَجْرِیْ عَلَی الْیَاقُوْتِ وَالدُّرِّ۔ مَاؤُهٗ اَبْیَضُ مِنَ الثَّلْجِ وَ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ۔ (۸۹)

﴿۵﴾ حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَیْدٍ، قَالَ: ثَنَا یَعْقُوْبُ الْقُمِیُّ عَنْ حَفْصِ بْنِ حُمَیْدٍ، عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِیَّةَ، عَنْ شَقِیْقٍ اَوْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَا بُطْنَانُ الْجَنَّةِ، قَالَتْ وَسْطُ الْجَنَّةِ، حَافَتَاهُ قُصُوْرُ اللُّؤْلُؤِ وَالْیَاقُوْتِ، تُرَابُهُ الْمِسْکُ وَ حَصْبَاءُهُ اللُّؤْلُؤُ وَالْیَاقُوْتُ۔ (۹۰)

۹۵- ''ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کے کنارے سونے کے ہیں، وہ موتیوں اور ہیروں پہ بہہ رہی ہے (یعنی کنکریوں کی جگہ اس کی تہہ میں یہ جواہر پڑے ہوئے ہیں) اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے، اس کا پانی دودھ سے (یا برف سے) زیادہ سفید ہے، برف سے ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔
(مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، دارمی، ابوداؤد طیالسی، ابن المنذر، ابن مردویہ، ابن ابی شیبہ)

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنِیْ یَعْقُوْبُ، قَالَ: ثَنَا هُشَیْمٌ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ: الْکَوْثَرُ نَهْرٌ فِی الْجَنَّةِ حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ وَ فِضَّةٍ یَجْرِیْ عَلَی الدُّرِّ وَالْیَاقُوْتِ، مَاؤُهٗ اَشَدُّ بَیَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ۔ (۹۱)

﴿۲﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِیْ قَوْلِهٖ اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ الْکَوْثَرَ قَالَ: نَهْرٌ فِی الْجَنَّةِ حَافَتَاهُ الذَّهَبُ وَ مَجْرَاهُ عَلَی الدُّرِّ وَالْیَاقُوْتِ، وَمَاؤُهٗ اَشَدُّ بَیَاضًا مِنَ الثَّلْجِ وَ اَشَدُّ حَلَاوَةً مِنَ الْعَسَلِ۔ وَ تُرْبَتُهٗ اَطْیَبُ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ۔ (۹۲)

۹۶- ''اُسامہ بن زید کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ حضرت حمزہؓ کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ گھر پر نہ تھے۔ ان کی اہلیہ نے حضورؐ کی تواضع کی اور دوران گفتگو عرض کیا کہ میرے شوہر نے مجھے بتایا ہے کہ آپؐ کو جنت میں ایک نہر عطا کی گئی ہے جس کا نام کوثر ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں، اور اس کی زمین یاقوت و مرجان اور زبرجد اور موتیوں کی ہے۔'' (ابن جریر، ابن مردویہ۔ اس کی سند اگرچہ ضعیف ہے مگر اس مضمون کی کثیر التعداد روایات کا موجود ہونا اس کو تقویت پہنچاتا ہے)۔

تخریج: حَدَّثَنَا ابْنُ الْبَرْقِیِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ: ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ۔ قَالَ اَخْبَرَنَا حِزَامُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَتٰی حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَوْماً فَلَمْ یَجِدْهُ فَسَاَلَ امْرَاَتَهٗ عَنْهُ۔ وَکَانَتْ

مِنْ بَنِي النَّجَّارِ. فَقَالَتْ خَرَجَ بِاَبِيْ اَنْتَ اٰنِفًا عَامِدًا نَحْوَكَ. فَاَظُنُّهُ اَخْطَاكَ فِيْ بَعْضِ اَزِقَّةِ بَنِي النَّجَّارِ. اَوَلَا تَدْخُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَدَخَلَ فَقَدَّمْتُ اِلَيْهِ حَيْسًا فَاَكَلَ مِنْهُ. فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَنِيْئًا لَكَ وَ مَرِيْئًا. لَقَدْ جِئْتَ وَ اِنِّيْ لَاُرِيْدُ اَنْ اٰتِيَكَ فَاُهَنِّيْكَ وَاُمَرِّيْكَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ عَمَارَةَ اَنَّكَ اُعْطِيْتَ نَهْرًا فِي الْجَنَّةِ يُدْعٰى الْكَوْثَرُ. فَقَالَ: اَجَلْ وَ عَرْضُهٗ يَعْنِيْ اَرْضَهٗ يَاقُوْتٌ وَ مَرْجَانٌ وَ زَبَرْجَدٌ وَ لُؤْلُؤٌ. (۹۳)

۹۷۔ ”حضرت ابو برزہ اسلمیؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے حوض کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا ایک نہیں، دو نہیں، تین نہیں، چار نہیں، پانچ نہیں، بار بار سنا ہے، جو اُس کو جھٹلائے اللہ اسے اس کا پانی پینا نصیب نہ کرے۔ (ابو داؤد، کتاب السنۃ)۔ عبیداللہ بن زیاد حوض کے بارے میں روایات کو جھوٹ سمجھتا تھا، حتی کہ اس نے حضرت ابو برزہ اسلمیؓ، براء بن عازبؓ اور عائذ بن عمروؓ کی سب روایات کو جھٹلا دیا۔ آخر کار ابو سبرہ ایک تحریر نکال کر لائے جو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے سن کر نقل کی تھی اور اس میں حضورؐ کا یہ ارشاد درج تھا کہ اَلَا اِنَّ مَوْعِدَكُمْ حَوْضِيْ ”خبردار رہو، میری اور تمہاری ملاقات کی جگہ میرا حوض ہے۔“ (مسند احمد، مرویات عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، ثَنَا يَحْيٰى، ثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْ سَبْرَةَ، قَالَ: كَانَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ يَسْاَلُ عَنِ الْحَوْضِ حَوْضِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ كَانَ يُكَذِّبُ بِهٖ بَعْدَ مَا سَاَلَ اَبَا بَرْزَةَ وَالْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو وَ رَجُلًا اٰخَرَ وَ كَانَ يُكَذِّبُ بِهٖ فَقَالَ اَبُوْ سَبْرَةَ: اَنَا اُحَدِّثُكَ بِحَدِيْثٍ فِيْهِ شِفَاءٌ هٰذَا اَنَّ اَبَاكَ بَعَثَ مَعِيْ بِمَالٍ اِلٰى مُعَاوِيَةَ فَلَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو. فَحَدَّثَنِيْ مِمَّا سَمِعَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ اَمْلٰى عَلَيَّ. فَكَتَبْتُ بِيَدِيْ فَلَمْ اَزِدْ حَرْفًا وَ لَمْ اَنْقُصْ حَرْفًا. حَدَّثَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ اَوْ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ وَالْمُتَفَحِّشَ قَالَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَظْهَرَ الْفُحْشُ وَالتَّفَاحُشُ وَ قَطِيْعَةُ الرَّحِمِ وَ سُوْءُ الْمُجَاوَرَةِ وَ حَتّٰى يُؤْتَمَنَ الْخَائِنُ وَ يُخَوَّنَ الْاَمِيْنُ وَ قَالَ: اَلَا اِنَّ مَوْعِدَكُمْ حَوْضِيْ. عَرْضُهٗ وَ طُوْلُهٗ وَاحِدٌ وَ هُوَ كَمَا بَيْنَ اَيْلَةَ وَ مَكَّةَ وَ هُوَ مَسِيْرَةُ شَهْرٍ. فِيْهِ مِثْلُ النُّجُوْمِ اَبَارِيْقَ شَرَابُهٗ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الْفِضَّةِ. مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شُرْبًا لَمْ يَظْمَاْ بَعْدَهٗ اَبَدًا فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: مَا سَمِعْتُ فِي الْحَوْضِ حَدِيْثًا اَثْبَتَ مِنْ هٰذَا فَصَدَّقَ بِهٖ وَ اَخَذَ الصَّحِيْفَةَ فَحَبَسَهَا عِنْدَهٗ. (۹۴)

ترجمہ: ابو سبرہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ عبیداللہ بن زیاد محمد ﷺ کے حوض کے بارے میں پوچھتا تھا ابو برزہ، براء بن عازب اور عائذ بن عمرو اور ایک دوسرے شخص سے پوچھنے کے بعد جو حوض کو جھوٹ سمجھتا تھا یہ بھی جھوٹ سمجھنے لگا۔ ابو سبرہ نے بتایا کہ میں تمہیں ایسی حدیث پیش کرتا ہوں جس میں اس مرض کذب کی شفا ہے۔ وہ یہ ہے کہ تیرے والد نے مجھے

کچھ مال دے کر معاویہ کے پاس بھیجا۔ میری ملاقات عبداللہ ابن عمرو سے ہوئی۔ اس نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا وہ مجھ سے بیان کیا اور مجھے املا کروایا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اسے تحریر کیا۔ نہ اس میں ایک حرف کی کمی کی اور نہ بیشی۔ انہوں نے مجھے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فحش کو پسند نہیں کرتا یا فرمایا فحش گو کو ناپسند کرتا ہے (بدزبانی اور بدزبان کو پسند نہیں کرتا) پھر فرمایا: قیامت اس وقت تک برپا نہیں ہوگی جب تک کہ بدزبانی و بدکاری اور قطع رحمی اور بُری ہمسائیگی اور خائن کو امانت دار اور امین کو خائن نہ سمجھا جانے لگے۔ سن لو میری اور تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے۔ اس کا طول وعرض یکساں ہے (مربع شکل کا ہے) اور وہ اتنا وسیع وعریض جتنا فاصلہ ایلہ اور مکہ کے مابین ہے اور یہ مسافت ایک ماہ کی ہے اس نہر میں کوزے اور جام اتنی کثیر تعداد میں ہیں جتنی تاروں کی تعداد ہے۔ اس کے مشروب (پانی) کی رنگت چاندی سے زیادہ سفید ہے جس نے ایک مرتبہ اسے پی لیا وہ پھر اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ عبیداللہ کا بیان ہے حوض کے بارے میں اس سے زیادہ ثابت شدہ حدیث میں نے نہیں سنی۔ اس کے بعد اس حدیث کی تصدیق کی۔ اس صحیفہ کو لے کر اپنے پاس محفوظ کر لیا۔

تشریح: حوضِ (کوثر) قیامت کے روز آپؐ کو عطا ہوگا اور اُس سخت وقت میں جب کہ ہر ایک العطش العطش کر رہا ہوگا، آپؐ کی امت آپؐ کے پاس اس پر حاضر ہوگی اور اس سے سیراب ہوگی۔ آپؐ اس پر سب سے پہلے پہنچے ہوئے ہوں گے اور اُس کے وسط میں تشریف فرما ہوں گے۔

اُس حوض کی وسعت مختلف روایات میں مختلف بیان کی گئی ہے، مگر کثیر روایات میں یہ ہے کہ وہ ایلہ (اسرائیل کے موجودہ بندرگاہ اَیلات) سے یمن کے صنعاء تک، یا ایلہ سے عدن تک، یا عمان سے عدن تک طویل ہوگا اور اس کی چوڑائی اتنی ہوگی جتنا اَیلہ سے جحفہ (جدہ اور رابغ کے درمیان ایک مقام) تک کا فاصلہ ہے۔ (بخاری، کتاب الرقاق۔ ابوداؤد الطیالسی، حدیث نمبر ۹۹۵۔ مسند احمد، مرویات ابوبکر صدیقؓ وعبداللہ بن عمر۔ مسلم کتاب الطہارۃ وکتاب الفضائل، ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ، ابن ماجہ، کتاب الزہد)۔ اِس سے گمان ہوتا ہے کہ قیامت کے روز موجودہ بحر احمر ہی کو حوض کوثر میں تبدیل کر دیا جائے گا، واللہ اعلم بالصواب۔ اس حوض کے متعلق حضوؐر نے (مزید) بتایا کہ اس میں جنت کی نہر کوثر سے پانی لا کر ڈالا جائے گا۔

(مندرجہ بالا) مرفوع روایات کے علاوہ صحابہ اور تابعین کے بکثرت اقوال احادیث میں نقل ہوئے ہیں جن میں وہ کوثر سے مراد جنت کی یہ نہر لیتے ہیں اور اس کی وہی صفات بیان کرتے ہیں جو اوپر گزری ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عائشہؓ، مجاہد اور ابوالعالیہ کے اقوال مسند احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن مردویہ، ابن جریر، اور ابن ابی شیبہ وغیرہ محدثین کی کتابوں میں موجود ہیں۔ (تفہیم القرآن، ج۶، الکوثر، حاشیہ:۱)

سورۃ الکافرون

۹۸- ”وہب بن منبہ کی روایت ہے کہ قریش کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اگر آپؐ پسند کریں تو ایک سال ہم آپؐ کے دین میں داخل ہو جائیں اور ایک سال آپؐ ہمارے دین میں داخل ہو جایا کریں۔“ (عبد بن حمید ابن ابی حاتم)

تخریج: ‹۱› عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ: قَالَ قُرَيْشٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اِنْ سَرَّكَ اَنْ نَدْخُلَ فِيْ

دِیْنَکَ عَامًا وَ تَدْخُلَ فِیْ دِیْنِنَا عَامًا، فَنَزَلَتْ: قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكَافِرُوْنَ حَتّٰی خَتَمَهَا۔ (۹۵)

﴿۲﴾ قَالَ ابْنُ قُتَیْبَةَ: قَالُوْا: اِنَّ سَرَّکَ اَنْ نَدْخُلَ فِیْ دِیْنِکَ عَامًا فَادْخُلْ فِیْ دِیْنِنَا عَامًا۔ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ السُّوْرَةُ۔ (۹۶)

﴿۳﴾ اِنَّ رَهْطًا مِنْ عُتَاةِ قُرَیْشٍ: قَالُوْا لَهٗ (علیہ وسلم صلی اللہ) هَلُمَّ فَاتَّبِعْ دِیْنَنَا وَ نَتَّبِعْ دِیْنَکَ تَعْبُدُ اٰلِهَتَنَا سَنَةً وَ نَعْبُدُ اِلٰهَکَ سَنَةً فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَعَاذَ اللّٰهِ تَعَالٰی اَنْ اُشْرِکَ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ غَیْرَهٗ۔ (۹۷)

۹۹۔ ''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ قریش کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، ہم آپؐ کو اتنا مال مویشی دیتے ہیں کہ آپؐ مکہ کے سب سے زیادہ دولت مند آدمی بن جائیں، آپ جس عورت کو پسند کریں اس سے آپؐ کی شادی کیے دیتے ہیں، ہم آپؐ کے پیچھے چلنے کے لیے تیار ہیں، آپؐ بس ہماری یہ بات مان لیں کہ ہمارے معبودوں کی برائی کرنے سے باز رہیں۔ اگر یہ آپ کو منظور نہیں، تو ہم ایک اور تجویز آپؐ کے سامنے پیش کرتے ہیں جس میں آپؐ کی بھی بھلائی ہے اور ہماری بھی۔ حضورؐ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا ایک سال آپؐ ہمارے معبودوں لات اور عزّٰی کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپؐ کے معبود کی عبادت کریں۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا، ٹھہرو، میں دیکھتا ہوں کہ میرے رب کی طرف سے کیا حکم آتا ہے۔ اس پر وحی نازل ہوئی (**قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكَافِرُوْنَ...**) اور یہ کہ (**قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّیْۤ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجَاهِلُوْنَ**)۔

(الزمر: ۶۴)

''ان سے کہو، اے نادانو! کیا تم مجھ سے یہ کہتے ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی)

تخریج: حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَی الْحَرْشِیُّ، قَالَ: ثَنَا اَبُوْ خَلْفٍ، قَالَ: ثَنَا دَاوٗدُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ قُرَیْشًا وَعَدُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ یُعْطُوْهُ مَالًا فَیَكُوْنُ اَغْنٰی رَجُلٍ بِمَكَّةَ وَ یُزَوِّجُوْهُ مَا اَرَادَ مِنَ النِّسَاءِ وَ یَطَؤُا عَقِبَهٗ۔ فَقَالُوْا لَهٗ هٰذَا لَکَ عِنْدَنَا یَا مُحَمَّدُ وَ كُفَّ عَنْ شَتْمِ اٰلِهَتِنَا فَلَا تَذْكُرْهَا بِسُوْءٍ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ، فَاِنَّا نَعْرِضُ عَلَیْکَ خَصْلَةً وَاحِدَةً فَهِیَ لَکَ وَلَنَا فِیْهَا صَلَاحٌ، قَالَ: مَا هِیَ؟ قَالُوْا: تَعْبُدُ اٰلِهَتَنَا سَنَةً اللَّاتَ وَالْعُزّٰی، وَ نَعْبُدُ اِلٰهَکَ سَنَةً قَالَ حَتّٰی اَنْظُرَ مَا یَاْتِیْ مِنْ عِنْدِ رَبِّیْ فَجَاءَ الْوَحْیُ مِنَ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ۔ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكَافِرُوْنَ السُّوْرَةَ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّیْۤ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجَاهِلُوْنَ اِلٰی قَوْلِهٖ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشَّاكِرِیْنَ۔ (۹۸)

۱۰۰۔ ''ابن عباسؓ کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ قریش کے لوگوں نے حضورؐ سے کہا'' اے محمدؐ، اگر تم ہمارے معبود بتوں کو چوم لو تو ہم تمہارے معبود کی عبادت کریں گے'' اس پر یہ سورہ نازل ہوئی۔ (عبد بن حمید)

تخریج: عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ قُرَیشًا قَالَتْ: لَوِ استَلَمتَ اٰلِهَتَنَا لَعَبَدنَا اِلٰهَک، فَاَنزَلَ اللّٰهُ قُل یٰٓاَیُّهَا الکَافِرُونَ السُّورَةُ کُلُّهَا۔ (۹۹)

۱۰۱– ”سعید بن میناء (وابوالبختری کے آزاد کردہ غلام) کی روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اَسود بن المطّلب اور اُمیہ بن خلف رسول اللہ ﷺ سے ملے اور آپؐ سے کہا ”اے محمدؐ، آؤ ہم تمہارے معبود کی عبادت کرتے ہیں اور تم ہمارے معبودوں کی عبادت کرو اور ہم اپنے سارے کاموں میں تمہیں شریک کیے لیتے ہیں۔ اگر وہ چیز جو تم لے کر آئے ہو اُس سے بہتر ہوئی جو ہمارے پاس ہے تو ہم تمہارے ساتھ اُس میں شریک ہوں گے اور اپنا حصہ اس سے پالیں گے۔ اور اگر وہ چیز جو ہمارے پاس ہے اُس سے بہتر ہوئی جو تم لائے ہو تو تم ہمارے ساتھ اس میں شریک ہوگے اور اس سے اپنا حصہ پالو گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی کہ (**قُل یٰٓاَیُّهَا الکَافِرُونَ...**) (ابن جریر و ابن ابی حاتم، ابنِ ہشام نے بھی سیرت میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے)۔

تخریج: حَدَّثَنِی یَعقُوبُ، قَالَ، ثَنَا ابنُ عُلَیَّةَ، عَن مُحَمَّدِ بنِ اِسحَاقَ، قَالَ: ثَنِی سَعِیدُ بنُ مِینَاءَ مَولَی البَختَرِیّ قَالَ لَقِیَ الوَلِیدُ بنُ المُغِیرَةِ، وَالعَاصُ بنُ وَائِلٍ وَالاَسوَدُ بنُ المُطَّلِبِ، وَ اُمَیَّةُ بنُ خَلَفٍ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوا یَا مُحَمَّدُ هَلُمَّ فَلنَعبُدُ مَا تَعبُدُ، وَ تَعبُدُ مَا نَعبُدُ، وَ نُشرِکُکَ فِی اَمرِنَا کُلِّهِ، فَاِن کَانَ الَّذِی جِئتَ بِهٖ خَیرًا مِمَّا بِاَیدِینَا کُنَّا قَد شَرِکنَاکَ وَ اَخَذنَا بِحَظِّنَا مِنهُ وَ اِن کَانَ الَّذِی بِاَیدِینَا خَیرًا مِمَّا فِی یَدَیکَ کُنتَ قَد شَرِکتَنَا فِی اَمرِنَا فِیهِ وَ اَخَذتَ مِنهُ بِحَظِّکَ فَاَنزَلَ اللّٰهُ قُل یٰٓاَیُّهَا الکَافِرُونَ حَتّٰی انقَضَتِ السُّورَةُ۔ (۱۰۰)

تشریح: مکہ معظّمہ میں ایک دور ایسا گزرا ہے جب نبی ﷺ کی دعوتِ اسلام کے خلاف قریش کے مشرک معاشرے میں مخالفت کا طوفان تو برپا ہو چکا تھا، لیکن ابھی قریش کے سردار اس بات سے بالکل مایوس نہیں ہوئے تھے کہ حضورؐ کو کسی نہ کسی طرح مصالحت پر آمادہ کیا جا سکے گا۔ اس لیے وقتاً فوقتاً وہ آپؐ کے پاس مصالحت کی مختلف تجویزیں لے لے کر آتے رہتے تھے تا کہ آپؐ اُن میں سے کسی کو مان لیں اور وہ نزاع ختم ہو جائے جو آپؐ کے اور اُن کے درمیان رونما ہو چکی تھی (اس سلسلے میں مندرجہ بالا حدیث منقول ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے) کہ ایک مرتبہ ایک ہی مجلس میں نہیں بلکہ مختلف اوقات میں مختلف مواقع پر کفارِ قریش نے حضورؐ کے سامنے اس قسم کی تجویزیں پیش کی تھیں اور اس بات کی ضرورت تھی کہ ایک دفعہ دوٹوک جواب دے کر اُن کی اس امید کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ دین کے معاملے میں کچھ دو اور کچھ لو کے طریقے پر اُن سے کوئی مصالحت کر لیں گے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی درجہ میں بھی اس تجویز کو قابلِ قبول کیا معنی قابلِ غور بھی سمجھتے تھے، اور آپؐ نے معاذ اللہ کفار کو یہ جواب اِس امید پر دیا تھا کہ شاید اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی منظوری آجائے۔ بلکہ دراصل یہ بات بالکل ایسی ہی تھی جیسے کسی ماتحت افسر کے سامنے کوئی بے جا مطالبہ پیش کیا جائے اور وہ جانتا ہو کہ اس کی حکومت کے لیے

یہ مطالبہ قابلِ قبول نہیں ہے، مگر وہ خود صاف انکار کردینے کے بجائے مطالبہ کرنے والوں سے کہے کہ میں آپ کی درخواست اوپر بھیجے دیتا ہوں، جو کچھ وہاں سے جواب آئے گا وہ آپ کو بتادوں گا۔ اس سے فرق یہ واقع ہوتا ہے کہ ماتحت افسر اگر خود ہی انکار کردے تو لوگوں کا اصرار جاری رہتا ہے، لیکن اگر وہ بتائے کہ اوپر سے حکومت کا جواب ہی تمہارے مطالبہ کے خلاف آیا ہے تو لوگ مایوس ہوجاتے ہیں۔ (تفہیم القرآن، ج ٦، الکافرون، تاریخی پس منظر)

۱۰۲۔ ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے بار ہا حضورؐ کو فجر کی نماز سے پہلے اور مغرب کی نماز کے بعد دو رکعتوں میں قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ وَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے دیکھا ہے۔''

(اس مضمون کی متعدد روایات کچھ لفظی اختلافات کے ساتھ امام احمد، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ، ابنِ حبان اور ابنِ مردویہ نے ابنِ عمرؓ سے نقل کی ہیں)۔

تخریج: اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبُو الْجَوَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَیْقٍ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ رَمَقْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عِشْرِیْنَ مَرَّةً یَقْرَأُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ. قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ وَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ (۱۰۱)

۱۰۳۔ ''حضرت خبابؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم سونے کے لیے اپنے بستر پر لیٹو تو قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھ لیا کرو، اور حضورؐ کا خود بھی یہ طریقہ تھا کہ جب آپؐ سونے کے لیے لیٹتے تو یہ سورہ پڑھ لیا کرتے تھے۔''

(بزاز، طبرانی، ابنِ مردویہ)

تخریج: عَنْ خَبَّابٍ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَکَ فَاقْرَأْ قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ وَ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمْ یَاْتِ فِرَاشَهٗ قَطُّ اِلَّا قَرَأَ قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ حَتّٰی یَخْتِمَ۔ (۱۰۲)

۱۰۴۔ ''ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا ''میں تمہیں بتاؤں وہ کلمہ جو تم کو شرک سے محفوظ رکھنے والا ہے؟ وہ یہ ہے کہ سوتے وقت قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھ لیا کرو۔'' (ابو یعلی، طبرانی)

تخریج: اَخْرَجَ اَبُوْ یَعْلٰی وَالطَّبَرَانِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی کَلِمَةٍ تُنْجِیْکُمْ مِنَ الْاِشْرَاکِ بِاللّٰهِ تَقْرَءُوْنَ، قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ عِنْدَ مَنَامِکُمْ۔ (۱۰۳)

۱۰۵۔ ''حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل سے فرمایا سوتے وقت قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھ لیا کرو کیوں کہ یہ شرک سے براءت ہے۔'' (بیہقی فی الشعب)

تخریج: اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ، ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُبَیْدٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الدِّیْنَوَرِیُّ، ثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ، ثَنَا یَزِیْدُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ شَیْبَانَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ،

عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوبَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اَنَا اُغْنِى الشُّرَكَاءَ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِىَ غَيْرِىْ تَرَكْتُهٗ وَ شِرْكَهٗ۔

ابن ماجہ میں منقول الفاظ:

قَالَ تَعَالٰى: اَنَا اُغْنِى الشُّرَكَاءَ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ غَيْرِىْ فَاَنَا مِنْهُ بَرِىْءٌ وَ هُوَ كُلُّهٗ لِلَّذِىْ اَشْرَكَ۔ (۱۰۷)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِىْ اَبِىْ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ثَنَا شُعْبَةُ، سَمِعْتُ الْعَلَاءَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ يَرْوِيهِ عَنْ رَّبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ اَنَّهٗ قَالَ: اَنَا خَيْرُ الشُّرَكَآءِ، فَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا، فَاَشْرَكَ فِيْهِ غَيْرِىْ، فَاَنَا بَرِىْءٌ وَ هُوَ لِلَّذِىْ اَشْرَكَ۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: اَنَا خَيْرُ الشُّرَكَآءِ مَنْ عَمِلَ لِىْ عَمَلًا فَاَشْرَكَ فِيْهِ غَيْرِىْ، فَاَنَا مِنْهُ بَرِىْءٌ وَ هُوَ لِلَّذِىْ اَشْرَكَ۔ (۱۰۸)

تشریح: (گویا کہ) اللہ کی عبادت صرف وہ ہے جس کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت کا شائبہ تک نہ ہو، اور جس میں انسان اپنی بندگی کو بالکل اللہ ہی کے لیے خالص کردے۔ قرآن میں فرمان ربانی ہے وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ حُنَفَآءَ (البینہ:۵) لوگوں کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ بالکل یکسو ہو کر، اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اُس کی عبادت کریں'' یہ مضمون بکثرت مقامات پر قرآن میں پوری وضاحت کے ساتھ اور پورے زور کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو۔ (النساء، آیات ۱۴۵، ۱۴۶، الاعراف:۲۹- سورۃ الزمر، ۲-۳، ۱۱، ۱۴، ۱۵۔ المؤمن: ۱۴، ۶۴ تا ۶۶) (تفہیم القرآن ج ۶، الکافرون، حاشیہ: ۲)

سورۃ النصر

۱۰۸- ''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ (سورۃ النصر) قرآن مجید کی آخری سورت ہے، یعنی اس کے بعد کوئی مکمل سورہ حضورؐ پر نازل نہیں ہوئی۔'' (مسلم، نسائی، طبرانی، ابن ابی شیبہ، ابن مردویہ)

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ، وَ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ عَبْدٌ: اَنَا وَ قَالَ الْاٰخَرَانِ: نَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: اَنَا اَبُوْ عُمَيْسٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، قَالَ: قَالَ لِىْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا:

تَعۡلَمُ وَ قَالَ هَارُوۡنُ: تَدۡرِیۡ اٰخِرَ سُوۡرَةٍ نَزَلَتۡ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ نَزَلَتۡ جَمِیۡعًا، قُلۡتُ: نَعَمۡ، اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ قَالَ: صَدَقۡتَ وَ فِیۡ رِوَایَةِ ابۡنِ اَبِیۡ شَیۡبَةَ تَعۡلَمُ اَیُّ سُوۡرَةٍ لَمۡ یَقُلۡ اٰخِرَ۔ الخ۔ (۱۰۹)

ترجمہ: عبید اللہ بن عبد اللہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ ابن عباسؓ نے مجھ سے پوچھا جانتے ہو، اور ہارون نے بیان کیا تمہیں معلوم ہے قرآن میں مکمل سب سے آخری نازل ہونے والی سورت کون سی ہے؟ میں نے کہا ہاں (مجھے معلوم ہے) وہ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ یعنی سورۃ النصر ہے۔ اس نے کہا تو نے سچ کہا ہے ابن ابی شیبہ کی روایت میں تَعۡلَمُ اَیُّ سُوۡرَةٍ تک ہے آخر کا لفظ اس نے بیان نہیں کیا۔

ابن جریر نے عطاء بن یسار کا قول نقل کیا ہے:

﴿۲﴾ عَنۡ عَطَاءِ بۡنِ یَسَارٍ قَالَ: نَزَلَتۡ سُوۡرَةُ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ كُلُّهَا بِالۡمَدِیۡنَةِ بَعۡدَ فَتۡحِ مَكَّةَ۔ الخ۔

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ، قَالَ: اٰخِرُ سُوۡرَةٍ نَزَلَتۡ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ جَمِیۡعًا اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ۔ (۱۱۰)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ قرآن کی آخری مکمل سورہ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ہے۔

۱۰۹– ''حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ یہ سورت (سورۃ النصر) حجۃ الوداع کے موقع پر ایام تشریق کے وسط میں بمقام منیٰ نازل ہوئی اور اس کے بعد حضورؐ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اپنا مشہور خطبہ ارشاد فرمایا۔''

(ترمذی، بزار، بیہقی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابویعلیٰ، ابن مردویہ)

تخریج: اَخۡبَرَنَا اَبُوۡ عَبۡدِ اللّٰهِ الۡحَافِظُ وَ اَبُوۡ مُحَمَّدٍ عَبۡدُ الرَّحۡمٰنِ بۡنُ اَبِیۡ حَامِدٍ الۡمُقۡرِئُ، قَالَا ثَنَا اَبُو الۡعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بۡنُ یَعۡقُوۡبَ، ثَنَا اَبُوۡ عَلِیٍّ الۡحَسَنُ بۡنُ اِسۡحَاقَ بۡنِ یَزِیۡدَ الۡعَطَّارُ، ثَنَا زَیۡدُ بۡنُ الۡحُبَابِ، اَخۡبَرَنِیۡ مُوۡسَی بۡنُ عُبَیۡدَةَ الرَّبَذِیُّ، اَخۡبَرَنِیۡ صَدَقَةُ بۡنُ یَسَارٍ عَنِ ابۡنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا قَالَ: اُنۡزِلَتۡ هٰذِهِ السُّوۡرَةُ ''اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ'' عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ فِیۡ وَسَطِ اَیَّامِ التَّشۡرِیۡقِ وَ عَرَفَ اَنَّهُ الۡوَدَاعُ فَاَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ الۡقَصۡوٰی، فَرُحِلَتۡ لَهٗ، فَرَكِبَ فَوَقَفَ بِالۡعَقَبَةِ وَاجۡتَمَعَ النَّاسُ فَقَالَ: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ فذكر الحديث في خطبته۔ (۱۱۱)

ترجمہ: ابن عمر سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا اذا جاء نصر اللہ والفتح والی سورۃ رسول اللہ ﷺ پر ایام تشریق کے وسط میں نازل ہوئی آپ جان گئے کہ یہ الوداعی کا پیغام ہے۔ آپ نے اپنی قصوی سواری کو تیار کرنے کا حکم دیا وہ تیار کر دی گئی آپ اس پر سوار ہوئے اور عقبہ پر ٹھہرے لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے لوگوں کو خطاب فرمانا شروع کیا۔

۱۱۰- بیہقی نے کتاب الحج میں حضرت سَرَّاء بنت نبہان کی روایت سے حضورؐ کا وہ خطبہ نقل کیا ہے جو آپؐ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا تھا وہ کہتی ہیں کہ:

''میں نے حجۃ الوداع میں حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگو جانتے ہو کہ یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے فرمایا یہ ایام تشریق کے بیچ کا دن ہے۔ پھر آپؐ نے پوچھا جانتے ہو یہ کون سا مقام ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا یہ مشعر حرام ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ میں شاید اس کے بعد تم سے نہ مل سکوں، خبردار رہو، تمہارے خون، اور تمہاری عزّتیں ایک دوسرے پر اُسی طرح حرام ہیں جس طرح یہ دن اور یہ مقام حرام ہے یہاں تک کہ تم اپنے رب کے سامنے حاضر ہو اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے۔ سنو، یہ بات تم میں سے قریب والا دُور والے تک پہنچا دے۔ سنو، کیا میں نے تمہیں پہنچا دیا؟ اِس کے بعد جب ہم لوگ مدینہ واپس ہوئے تو کچھ زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔''

تخریج: اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ، اَنبأ اَحْمَدُ بْنُ عُبَیْدٍ الصَّفَّارُ، ثنا اَبُوْ مُسْلِمٍ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ نَصْرٍ عُمَرُ بْنِ قَتَادَةَ النُّعْمَانِیُّ، انبأ اَبُوْ عُمَرَ وَ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ نَجِیْدٍ السُّلَمِیُّ، انبأ اَبُوْ مُسْلِمٍ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَصْرِیُّ، ثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حِصْنٍ الْغَنَوِیِّ، حَدَّثَتْنِیْ سَرَّاءُ بِنْتُ نَبْهَانَ وَ کَانَتْ رَبَّةَ بَیْتٍ فِی الْجَاهِلِیَّةِ قَالَتْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: هَلْ تَدْرُوْنَ اَیَّ یَوْمٍ هٰذَا؟ قَالَ: وَ هُوَ الْیَوْمُ الَّذِیْ یَدْعُوْنَ یَوْمَ الرُّؤُسِ قَالُوْا: اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ: هٰذَا اَوْسَطُ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ هَلْ تَدْرُوْنَ اَیَّ بَلَدٍ هٰذَا؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ هٰذَا الْمَشْعَرُ الْحَرَامُ، ثُمَّ قَالَ: اِنِّیْ لَا اَدْرِیْ لَعَلِّیْ لَا اَلْقَاکُمْ بَعْدَ هٰذَا، اَلَا وَ اِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ وَ اَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا حَتّٰی تَلْقَوْا رَبَّکُمْ فَیَسْأَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا حَتّٰی تَلْقَوْا رَبَّکُمْ فَیَسْأَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ اَلَا فَلْیُبَلِّغْ اَدْنَاکُمْ اَقْصَاکُمْ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ لَمْ یَلْبَثْ اِلَّا قَلِیْلًا حَتّٰی مَاتَ ﷺ۔ (۱۱۲)

۱۱۱- ''دوسری روایات جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہوئی ہیں اُن میں بیان کیا گیا ہے کہ اس سورۃ (النصر) کے نزول سے حضورؐ نے یہ سمجھ لیا تھا کہ آپؐ کو دنیا سے رخصت ہونے کی اطلاع دے دی گئی ہے۔''

(مسند احمد، ابن جریر، طبرانی، نسائی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ)

تخریج: ‹ا› حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ وَابْنُ وَکِیْعٍ قَالَا: ثَنَا ابْنُ فُضَیْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نُعِیَتْ اِلَیَّ نَفْسِیْ کَاَنِّیْ مَقْبُوْضٌ فِیْ تِلْکَ السَّنَةِ۔ (۱۱۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ کا نزول ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے میری موت کی خبر دے دی گئی ہے۔ میں اسی سال وفات پا جاؤں گا۔

ابن مردویہ نے ابن عباس سے ایک اور روایت میں درج ذیل الفاظ بھی نقل کیا ہے:

﴿۲﴾ لَمَّا نَزَلَتْ: "اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ" قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ نُعِيَتُ اِلَيَّ نَفۡسِيۡ وَ قَرُبَ اِلَيَّ اَجَلِيۡ۔ (۱۱٤)

ترجمہ: جب اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ کا نزول ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے میری موت کی خبر دے دی گئی ہے اور میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔

۱۱۲– ام المؤمنین حضرت اُمِّ حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ جب یہ سورۃ (النصر) نازل ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا اس سال میرا انتقال ہونے والا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت فاطمہؓ رو دیں اس پر آپؐ نے فرمایا میرے خاندان میں سے تم ہی سب سے پہلے مجھے آکر ملوگی یہ سن کر وہ ہنس دیں۔ (ابن ابی حاتم، ابن مردویہ)

(قریب قریب اسی مضمون کی روایت بیہقی نے ابن عباسؓ سے نقل کی ہے)

تخریج:﴿۱﴾ قَالَ الۡحَافِظُ الۡبَيۡهَقِيُّ: اَخۡبَرَنَا عَلِيُّ بۡنُ اَحۡمَدَ بۡنِ عَبۡدَانَ، اَخۡبَرَنَا اَحۡمَدُ بۡنُ عُبَيۡدٍ الصَّفَّارُ، حَدَّثَنَا الۡاَسۡفَاطِيُّ، حَدَّثَنَا سَعِيۡدُ بۡنُ سُلَيۡمَانَ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بۡنَ الۡعَوَّامِ عَنۡ هِلَالِ بۡنِ حُبَابٍ، عَنۡ عِكۡرِمَةَ، عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتۡ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ دَعَا رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ فَاطِمَةَ، وَ قَالَ اِنَّهٗ قَدۡ نُعِيَتُ اِلَيَّ نَفۡسِيۡ فَبَكَتۡ ثُمَّ ضَحِكَتۡ وَ قَالَتۡ: اَخۡبَرَنِيۡ اَنَّهٗ نُعِيَتُ اِلَيۡهِ نَفۡسُهٗ فَبَكَيۡتُ ثُمَّ قَالَ: اِصۡبِرِيۡ فَاِنَّكِ اَوَّلُ اَهۡلِيۡ لِحَاقًا بِيۡ فَضَحِكۡتُ۔ (۱۱۵)

﴿۲﴾ عَنۡ اُمِّ حَبِيۡبَةَ: قَالَتۡ: لَمَّا اَنۡزَلَ "اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ" قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ لَمۡ يَبۡعَثۡ نَبِيًّا اِلَّا عَمَرَ فِيۡ اُمَّتِهٖ شَطۡرَ مَا عَمَرَ النَّبِيُّ الۡمَاضِيۡ قَبۡلَهٗ، فَاِنَّ عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ كَانَ اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً فِيۡ بَنِيۡ اِسۡرَائِيۡلَ وَ هٰذِهٖ لِيۡ عِشۡرُوۡنَ سَنَةً، وَ اَنَا مَيِّتٌ فِيۡ هٰذِهِ السَّنَةِ، فَبَكَتۡ فَاطِمَةُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ: اَنۡتِ اَوَّلُ اَهۡلِيۡ بِيۡ لُحُوۡقًا، فَتَبَسَّمَتۡ۔ (۱۱٦)

ترجمہ: حضرت ام حبیبہؓ سے منقول ہے کہ جب اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ کا نزول ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر وہ اپنی امت میں اپنے سے پہلے بھیجے ہوئے نبی جتنی عمر سے آدھی عمر تک رہا ہے۔ عیسیٰ ابن مریم بنی اسرائیل میں چالیس برس رہے اور میرے لیے اس اعتبار سے بیس سال ہے میں اسی سال کے

دوران میں وفات پانے والا ہوں۔ یہ سن کر حضرت فاطمہؓ رو پڑیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا۔ میرے خاندان میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے آ کر ملاقات کرو گی۔ تو وہ ہنس پڑیں۔

۱۱۳۔ ''ابن عباسؓ کی ایک روایت بیہقی نے نقل کی ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے غزوہ بدر میں شریک ہونے والے بڑے بڑے شیوخ کے ساتھ اپنی مجلس میں بلاتے تھے۔ یہ بات بعض بزرگوں کو ناگوار گزری اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لڑکے بھی تو اسی لڑکے جیسے ہیں، اس کو خاص طور پر کیوں ہمارے ساتھ شریکِ مجلس کیا جاتا ہے؟ (امام بخاری اور ابن جریر نے تصریح کی ہے کہ یہ بات کہنے والے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تھے) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ علم کے لحاظ سے اس کا جو مقام ہے وہ آپ لوگ جانتے ہیں۔ پھر ایک روز اُنہوں نے شیوخ بدر کو بلایا اور مجھے بھی اُن کے ساتھ بلا لیا۔ میں سمجھ گیا کہ آج مجھے یہ دکھانے کے لیے بلایا گیا ہے کہ مجھ کو اِن کی مجلس میں کیوں شریک کیا جاتا ہے۔ دوران گفتگو میں حضرت عمرؓ نے شیوخ بدر سے پوچھا کہ آپ حضرات اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ بعض نے کہا اس میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب اللہ کی نصرت آئے اور ہم کو فتح نصیب ہو تو ہم اللہ کی حمد اور اس سے استغفار کریں۔ بعض نے کہا اس سے مراد شہروں اور قلعوں کی فتح ہے۔ بعض خاموش رہے اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا ابن عباسؓ، کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے پوچھا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی اجل ہے۔ اس میں حضورؐ کو خبر دی گئی ہے کہ جب اللہ کی نصرت آ جائے اور فتح نصیب ہو جائے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ آپؐ کا وقت آن پورا ہوا، اِس کے بعد آپؐ اللہ کی حمد اور استغفار کریں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں بھی اُس کے سوا کچھ نہیں جانتا جو تم نے کہا ہے۔ ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے شیوخ بدر سے فرمایا آپ لوگ مجھے کیسے ملامت کرتے ہیں، جب کہ اِس لڑکے کو اس مجلس میں شریک کرنے کی وجہ آپ نے دیکھ لی۔''

(بخاری، مسند احمد، ترمذی، ابن جریر، ابن مردویہ، بغوی، بیہقی، ابن المنذر) (تفہیم القرآن، ج ۶، النصر، زمانۂ نزول)

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا مُوسَى بۡنُ اِسۡمَاعِيۡلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوۡ عَوَانَةَ عَنۡ اَبِیۡ بِشۡرٍ، عَنۡ سَعِيۡدِ بۡنِ جُبَيۡرٍ، عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ يُدۡخِلُنِیۡ مَعَ اَشۡيَاخِ بَدۡرٍ، فَكَأَنَّ بَعۡضَهُمۡ وَجَدَ فِیۡ نَفۡسِهٖ، فَقَالَ لِمَ تُدۡخِلُ هٰذَا مَعَنَا وَلَنَا اَبۡنَاءٌ مِثۡلُهٗ، فَقَالَ عُمَرُ اِنَّهٗ مِنۡ حَيۡثُ عَلِمۡتُمۡ. فَدَعَاهُ ذَاتَ يَوۡمٍ فَاَدۡخَلَهٗ مَعَهُمۡ فَمَا رَأَيۡتُ اَنَّهٗ دَعَانِیۡ يَوۡمَئِذٍ اِلَّا لِيُرِيَهُمۡ قَالَ: مَا تَقُوۡلُوۡنَ فِیۡ قَوۡلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ''اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ'' فَقَالَ بَعۡضُهُمۡ اُمِرۡنَا اَنۡ نَحۡمَدَ اللّٰهَ وَ نَسۡتَغۡفِرَهٗ اِذَا نُصِرۡنَا وَ فُتِحَ عَلَيۡنَا وَ سَكَتَ بَعۡضُهُمۡ فَلَمۡ يَقُلۡ شَيۡئًا، فَقَالَ لِیۡ أَكَذَاكَ تَقُوۡلُ يَا ابۡنَ عَبَّاسٍ، فَقُلۡتُ: لَا، قَالَ: فَمَا تَقُوۡلُ، قُلۡتُ هُوَ اَجَلُ رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ اَعۡلَمَهٗ لَهٗ قَالَ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ فَذٰلِكَ عَلَامَةُ اَجَلِكَ. فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا فَقَالَ عُمَرُ: مَا اَعۡلَمُ مِنۡهَا اِلَّا مَا تَقُوۡلُ۔ (۱۱۷)

〈۲〉 عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ يُدۡخِلُنِیۡ مَعَ اَشۡيَاخِ بَدۡرٍ فَقَالَ بَعۡضُهُمۡ لِمَ تُدۡخِلُ هٰذَا

الْفَتٰی مَعَنَا وَلَنَا اَبْنَاءٌ مِثْلُهٗ۔ فَقَالَ: اِنَّهٗ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ قَالَ: فَدَعَاهُمْ ذَاتَ یَوْمٍ وَ دَعَانِیْ مَعَهُمْ۔ قَالَ: وَمَا رَأَیْتُهٗ دَعَانِیْ یَوْمَئِذٍ اِلَّا لِیُرِیَهُمْ مِنِّیْ۔ فَقَالَ: مَا تَقُوْلُوْنَ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَ رَأَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا؟ حَتّٰی خَتَمَ السُّوْرَةَ۔ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اَنْ نَحْمَدَ اللّٰهَ وَ نَسْتَغْفِرَهٗ اِذَا نُصِرْنَا وَ فُتِحَ عَلَیْنَا وَ قَالَ بَعْضُهُمْ: لَا نَدْرِیْ وَلَمْ یَقُلْ بَعْضُهُمْ شَیْئًا۔ فَقَالَ لِیْ: یَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَكَذٰلِكَ تَقُوْلُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَمَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ: هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَعْلَمَهُ اللّٰهُ لَهٗ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ فَتْحُ مَكَّةَ۔ فَذَاكَ عَلَامَةُ اَجَلِكَ، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ قَالَ عُمَرُ: مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَعْلَمُ۔ (۱۱۸)

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا هُشَیْمٌ، اَنَا اَبُوْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَأْذَنُ لِاَهْلِ بَدْرٍ وَ یَأْذَنُ لِیْ مَعَهُمْ۔ فَقَالَ بَعْضُهُمْ یَأْذَنُ لِهٰذَا الْفَتٰی مَعَنَا، وَ مِنْ اَبْنَاءِ نَا مَنْ هُوَ مِثْلُهٗ فَقَالَ عُمَرُ:اِنَّهٗ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ۔ قَالَ: فَاَذِنَ لَهُمْ ذَاتَ یَوْمٍ وَ اَذِنَ لِیْ مَعَهُمْ فَسَأَلَهُمْ عَنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ" اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ" فَقَالُوْا: اَمَرَ نَبِیَّهٗ ﷺ اِذَا فُتِحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّسْتَغْفِرَهٗ وَ یَتُوْبَ اِلَیْهِ ۔ فَقَالَ لِیْ مَا تَقُوْلُ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟ قَالَ: قُلْتُ لَیْسَتْ كَذَاكَ وَ لٰكِنَّهٗ اَخْبَرَ نَبِیَّهٗ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِحُضُوْرِ اَجَلِهٖ۔ فَقَالَ: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۔ فَتْحُ مَكَّةَ وَ رَأَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَذٰلِكَ عَلَامَةُ مَوْتِكَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِكَ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا فَقَالَ لَهُمْ: كَیْفَ تَلُوْمُوْنِیْ عَلٰی مَا تَرَوْنَ۔ (۱۱۹)

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْیَانَ، عَنْ حَبِیْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عُمَرَ سَأَلَهُمْ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ" قَالُوْا فَتْحُ الْمَدَائِنِ وَالْقُصُوْرِ، قَالَ مَا تَقُوْلُ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟ قَالَ: اَجَلٌ اَوْ مَثَلٌ ضُرِبَ لِمُحَمَّدٍ ﷺ نُعِیَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ۔ (۱۲۰)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ سے آیت اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ کے بارے میں دریافت کیا (کہ اس سے کیا مراد ہے) تو انہوں ے جواب دیا کہ اس میں شہروں اور محلات کے فتح کی خوش خبری ہے حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ ابن عباسؓ تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس سے مدت یا مثال مراد ہے جو محمد ﷺ کے لیے بیان کی گئی ہے اور آپ کو وفات کی خبر دی گئی ہے۔

﴿۵﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ كَانَ عُمَرُ یَسْأَلُنِیْ مَعَ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

بْنُ عَوْفٍ: اَتسْأَلُهُ وَ لَنا بَنُوْنٌ مِثْلُهٗ قَالَ: فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: اِنَّهٗ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ فَسَأَلَهٗ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ" فَقُلْتُ اِنَّمَا هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِيَّاهُ وَ قَرَأَ سُوْرَةً اِلٰى اٰخِرِهَا۔ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ وَاللّٰهِ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَعْلَمُ۔ (۱۲۱)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ مجھ سے بھی مسائل پوچھ لیتے تھے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اعتراض کیا کہ آپ اس سے تو پوچھتے ہیں حالاں کہ اس جیسے تو ہمارے بھی کئی لڑکے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ ایسا اس بنا پر ہے جسے آپ حضرات جانتے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے مجھ سے **اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ** کے متعلق دریافت فرمایا تو میں نے عرض کیا اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی وفات ہے اور آخر سورت تک پڑھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا واللہ میرے علم میں بھی اس کے سوا کچھ نہیں جو تمہارے علم میں ہے۔

تشریح: اس سورہ کو احادیث بالا میں آخری سورہ کہا گیا ہے۔ مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد بعض آیات نازل ہوئی ہیں۔ لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ قرآن کی وہ آیت کون سی ہے، جو حضورؐ پر سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ بخاری و مسلم میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت یہ ہے کہ وہ سورۂ نساء کی یہ آخری آیت "**يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ**" ہے۔ امام بخاری نے ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ آیت ربوٰ یعنی جس آیت میں سود کی حرمت کا حکم دیا گیا ہے، قرآن کی سب سے آخری آیت ہے۔ اس کی تائید اُن روایات سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد، ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے حضرت عمرؓ سے نقل کی ہیں، مگر ان میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ یہ آخری آیت ہے، بلکہ حضرت عمرؓ کا قول یہ ہے کہ یہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیات میں سے ہے۔ ابوعبید نے فضائل القرآن میں امام زُہری کا، اور ابنِ جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت سعید بن المسیّب کا قول نقل کیا ہے کہ آیت ربوٰ اور آیت دین (یعنی سورۂ بقرہ رکوع ۳۸، ۳۹) قرآن میں نازل ہونے والی آخری آیات ہیں۔ نسائی، ابن مردویہ اور ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ایک دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ (**وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ**) (البقرہ: ۲۸۱) قرآن کی آخری آیت ہے۔

الفریابی نے اپنی تفسیر میں ابنِ عباسؓ کا قول نقل کیا ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ یہ آیت حضورؐ کی وفات سے ۸۱ دن پہلے نازل ہوئی تھی اور سعید بن جبیر کا قول جو ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے، اس میں اس آیت کے نزول اور حضورؐ کی وفات کے درمیان صرف ۹ دن کا فصل بیان کیا گیا ہے۔ امام احمد کی مُسند اور امام حاکم کی المستدرک میں حضرت ابی بن کعب کی روایت یہ ہے کہ سورہ توبہ کی آیات ۱۲۸-۱۲۹ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہیں اس سورہ میں حضورؐ کو وفات کی خبر دی گئی تھی۔

وفات سے پہلے حضورؐ کا وظیفہ

۱۱۴- سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ اپنی وفات سے پہلے مندرجہ بالا الفاظ کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیسے کلمات ہیں جو آپؐ نے اب پڑھنے شروع کر دیئے ہیں؟ فرمایا میرے لیے ایک علامت مقرر کر دی گئی ہے کہ

کرنے میں کامیابی نصیب ہو جائے جس کے لیے وہ کام کرنے اٹھا ہو تو اس کے لیے یہ جشن منانے اور اپنی قیادت پر فخر کرنے کا موقع ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اللہ کے پیغمبر کو ہم دیکھتے ہیں کہ اُس نے ۲۳ سال کی مختصر مدت میں ایک پوری قوم کے عقائد، افکار، عادات، اخلاق، تمدن، تہذیب، معاشرت، معیشت اور حربی قابلیت کو بالکل بدل ڈالا اور جہالت و جاہلیت میں ڈوبی ہوئی قوم کو اُٹھا کر اس قابل بنا دیا کہ وہ دنیا کو مسخر کر ڈالے اور اقوامِ عالم کی امام بن جائے، مگر ایسا عظیم کارنامہ اُس کے ہاتھوں انجام پانے کے بعد اُسے جشن منانے کا نہیں بلکہ اللہ کی حمد اور تسبیح کرنے اور اُس سے مغفرت کی دعا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اور وہ پوری عاجزی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل میں لگ جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ۶، النصر موضوع اور مضمون)

سورۂ لہب

۱۱۸۔ ''ابنِ عباسؓ سے متعدد سندوں کے ساتھ یہ روایت محدثین نے نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو دعوتِ عام پیش کرنے کا حکم دیا گیا اور قرآن مجید میں یہ ہدایت نازل ہوئی کہ آپؐ اپنے قریب ترین عزیزوں کو سب سے پہلے خدا کے عذاب سے ڈرائیں تو آپؐ نے صبح سویرے کوہِ صفا پر چڑھ کر بلند آواز سے پکارا، (یا صباحاہ، ہائے صبح کی آفت)۔ عرب میں یہ صدا وہ شخص لگاتا تھا جو صبح کے جُھٹ پُٹے میں کسی دشمن کو اپنے قبیلے پر حملہ کرنے کے لیے آتے دیکھ لیتا تھا۔ حضورؐ کی یہ آواز سن کر لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ کون پکار رہا ہے۔ بتایا گیا کہ یہ محمد (ﷺ) کی آواز ہے۔ اس پر قریش کے تمام خاندانوں کے لوگ آپؐ کی طرف دوڑ پڑے۔ جو خود آسکتا تھا وہ خود آیا، اور جو نہ آسکتا تھا اس نے اپنی طرف سے کسی کو بھیج دیا۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپؐ نے قریش کے ایک ایک خاندان کا نام لے لے کر پکارا، اے بنی ہاشم، اے بنی عبدالمطّلب، اے بنی فہر، اے بنی فلاں، اے بنی فلاں، اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہے تو تم میری بات سچ مانو گے؟ لوگوں نے کہا ہاں، ہمیں کبھی تم سے جھوٹ سننے کا تجربہ نہیں ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تو میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ آگے سخت عذاب آرہا ہے۔ اس پر قبل اِس کے کہ کوئی اور بولتا، حضورؐ کے اپنے چچا ابولہب نے کہا تَبًّا لَکَ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا؟ ''ستیاناس جائے تیرا، کیا اس لیے تو نے ہمیں جمع کیا؟'' ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس نے پتھر اٹھایا تاکہ رسول اللہ ﷺ پر کھینچ مارے۔'' (مسند احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن جریر وغیرہ)

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا یُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰی، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ وَ رَھْطَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ۔ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَتّٰی صَعِدَ الصَّفَا فَھَتَفَ یَا صَبَاحَاہُ۔ فَقَالُوْا: مَنْ ھٰذَا؟ فَاجْتَمَعُوْا اِلَیْہِ فَقَالَ: اَرَأَیْتُمْ اِنْ اَخْبَرْتُکُمْ اَنَّ خَیْلًا تَخْرُجُ مِنْ صَفْحِ ھٰذَا الْجَبَلِ أَکُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ؟ قَالُوْا: مَا جَرَّبْنَا عَلَیْکَ کَذِبًا۔ فَقَالَ: اِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ۔ قَالَ اَبُوْ لَھَبٍ: تَبًّا لَّکَ۔ مَا جَمَعْتَنَا اِلَّا لِھٰذَا؟ ثُمَّ قَامَ۔ فَنَزَلَتْ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّ تَبَّ۔ (۱۲۸)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے انہوں نے بیان کیا کہ جب آیت اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ''اپنے قریبی

رشتہ داروں کو خبردار کرو' نیز ان میں خاص لوگوں کو متنبہ کرو، نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور کوہ صفا پر چڑھ کر یا صباحاہ (ہائے صبح کی مصیبت) بلند آواز سے پکارنے لگے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہے (معلوم ہو جانے پر) لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کیا خیال ہے تمہارا کہ اگر میں مطلع کروں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کے دامن سے نکلنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے (مجھے سچا سمجھو گے) وہ بولے ہمیں تمہارے بارے میں جھوٹ کا تجربہ نہیں ہوا۔ اس پر آپ نے فرمایا، تو پھر میں تمہیں سخت عذاب کی آمد سے پیشتر متنبہ کرتا (ڈراتا) ہوں یہ سن کر ابولہب بول اٹھا تیرا ستیاناس جائے۔ کیا اس لیے تو نے ہمیں جمع کیا تھا۔ یہ کہہ کر وہ اُٹھ گیا تو سورۂ لہب نازل ہوئی۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَکَ الْاَقْرَبِيْنَ ، فَصَعِدَ النَّبِیُّ ﷺ عَلَى الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِیْ يَا بَنِیْ فِهْرٍ يَا بَنِیْ عَدِیٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَجَعَلَ الرَّجُلُ اِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَخْرُجَ اَرْسَلَ رَسُوْلًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ؟ فَجَآءَ اَبُوْ لَهَبٍ وَ قُرَيْشٌ۔ فَقَالَ: اَرَأَيْتَكُمْ لَوْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِیْ تُرِيْدُ اَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ۔ قَالُوْا: نَعَمْ، مَا جَرَّبْنَا عَلَيْکَ اِلَّا صِدْقًا۔ قَالَ: فَاِنِّیْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَیْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ۔ فَقَالَ اَبُوْ لَهَبٍ: تَبًّا لَکَ سَائِرَ الْيَوْمِ، اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا۔ فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ۔ (۱۲۹)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے انہوں نے بیان کیا کہ جب آیت وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَکَ الْاَقْرَبِيْنَ کا نزول ہوا تو نبی ﷺ کوہِ صفا پر چڑھے اور باآواز بلند پکارنے لگے۔ اے بنی فہر، اے بنی عدی، قریش کے تمام قبائل کا نام لے لے کر آواز دی کہ وہ سب جمع ہو گئے ان میں سے جو خود نہ آسکا اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا تا کہ وہ ملاحظہ کرے کہ کیا پیش آ گیا ہے۔ ابولہب اور قریش بھی آئے آپ نے دریافت فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ ایک بڑا لشکر تم پر حملہ آور ہونے ہی والا ہے تو کیا تم میری بات کو سچ تسلیم کرو گے۔ سب نے متفق طور پر کہا ضرور کریں گے اس لیے کہ تمہارے متعلق سچائی کے سوا ہمارے تجربہ میں اور کوئی چیز نہیں آئی تب فرمایا میں تمہیں ایک شدید عذاب کی آمد سے پیشتر متنبہ کرنے والا ہوں۔ اس پر ابولہب بولا۔ ستیاناس جائے تیرا، کیا تو نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا اس وقت یہ سورۂ تبت یدا نازل ہوئی۔

﴿۳﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ اِلَى الْبَطْحَاءِ، فَصَعِدَ اِلَى الْجَبَلِ، فَنَادٰى يَا صَبَاحَاهُ! فَاجْتَمَعَتْ اِلَيْهِ قُرَيْشٌ۔ فَقَالَ: اَرَأَيْتُمْ اِنْ حَدَّثْتُكُمْ اَنَّ الْعَدُوَّ مُصَبِّحَكُمْ اَوْ مُمَسِّيْكُمْ أَكُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنِیْ؟ قَالُوْا: نَعَمْ ، قَالَ: فَاِنِّیْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَیْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ۔ فَقَالَ اَبُوْ لَهَبٍ: أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟ تَبًّا لَّکَ۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَّتْ يَدَا اَبِیْ لَهَبٍ اِلٰى اٰخِرِهَا۔ (۱۳۰)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ بطحاء کی جانب تشریف لے گئے اور پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے پکارا یا صباحاہ (ہائے صبح کی آفت و مصیبت) آواز سن کر قریش آپ کے پاس جمع ہو گئے آپ نے فرمایا، بتاؤ اگر میں تم سے بیان

کروں کہ دشمن صبح یا شام تم پر حملہ آور ہونے والا ہے، تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟ سب بولے ہاں (ہم تصدیق کریں گے) تو آپ نے فرمایا میں تمہیں شدید عذاب کی گرفت میں آنے سے پہلے خبردار کرنے ڈرانے والا ہوں اس پر ابولہب بول اٹھا۔ کیا اس لیے تو نے ہمیں جمع کیا تھا۔ ستیاناس جائے تیرا، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے **تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ** آخر تک نازل فرمائی۔

﴿۴﴾ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبَةَ عَنْ دَاوُدَ ابْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: لَمَّا اُنْزِلَتْ: وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ، صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الصَّفَا فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! فَقَالَتْ قُرَيْشٌ: مُحَمَّدٌ عَلَى الصَّفَا يَهْتِفُ، فَاَقْبَلُوْا وَاجْتَمَعُوْا فَقَالُوْا: مَالَكَ يَا مُحَمَّدُ؟ قَالَ: اَرَأَيْتُكُمْ لَوْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَيْلًا بِسَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ اَكُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنِىْ؟ قَالُوْا: نَعَمْ اَنْتَ عِنْدَنَا غَيْرُ مُتَّهَمٍ، وَمَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَطُّ، قَالَ: فَاِنِّىْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ، يَا بَنِىْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا بَنِىْ عَبْدِ مَنَافٍ يَا بَنِىْ زُهْرَةَ، حَتّٰى عَدَّدَ الْاَفْخَاذَ مِنْ قُرَيْشٍ، اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِىْ اَنْ اُنْذِرَ عَشِيْرَتِىَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ اِنِّىْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ الدُّنْيَا مَنْفَعَةً وَلَا مِنَ الْاٰخِرَةِ نَصِيْبًا اِلَّا اَنْ تَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: يَقُوْلُ اَبُوْ لَهَبٍ: تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ! اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ، تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ، اَلسُّوْرَةُ كُلُّهَا۔ (۱۳۱)

۱۱۹— ”ابن زیدؒ کی روایت ہے کہ ابولہب نے رسول اللہ ﷺ سے ایک روز پوچھا اگر میں تمہارے دین کو مان لوں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا جو اور سب ایمان لانے والوں کو ملے گا اس نے کہا میرے لیے کوئی فضیلت نہیں ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اور آپ کیا چاہتے ہیں؟ اس پر وہ بولا **تَبًّا هٰذَا الدِّيْنَ تَبًّا اَنْ اَكُوْنَ وَ هٰٓؤُلَآءِ سَوَآءً** ”ستیاناس جائے اس دین کا جس میں میں اور یہ دوسرے لوگ برابر ہوں۔“ (ابن جریر)

تخریج: حَدَّثَنِىْ يُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ زَيْدٍ فِىْ قَوْلِ اللّٰهِ ”تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ“ قَالَ اَلتَّبُّ اَلْخُسْرَانُ۔ قَالَ: قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ لِلنَّبِىِّ ﷺ: مَاذَا اُعْطِىَ يَا مُحَمَّدُ! اِنَّ اٰمَنْتُ بِكَ۔ قَالَ كَمَا يُعْطَى الْمُسْلِمُوْنَ۔ فَقَالَ مَالِىْ عَلَيْهِمْ فَضْلٌ قَالَ: وَ اَىَّ شَىْءٍ تَبْتَغِىْ؟ قَالَ تَبًّا لِهٰذَا مِنْ دِيْنٍ تَبًّا اَنْ اَكُوْنَ اَنَا وَ هٰٓؤُلَآءِ سَوَآءً فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَبٍ يَقُوْلُ بِمَا عَمِلَتْ اَيْدِيْهِمْ۔ (۱۳۲)

۱۲۰— ”مکّہ میں ابولہب حضورؐ کا قریب ترین ہمسایہ تھا۔ دونوں کے گھر ایک دیوار بیچ واقع تھے۔ اُس کے علاوہ حکم بن عاص (مروان کا باپ) عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمراء اور ابن الاصداء الہذلی بھی آپؐ کے ہمسائے تھے، یہ لوگ گھر میں بھی حضورؐ کو چین نہیں لینے دیتے تھے۔ آپؐ کبھی نماز پڑھ رہے ہوتے تو یہ اوپر سے بکری کا اوجھ آپؐ پر پھینک دیتے۔ کبھی صحن میں کھانا

پک رہا ہوتا تو یہ ہنڈیا پر غلاظت پھینک دیتے۔ حضورؐ باہر نکل کر ان لوگوں سے فرماتے ’’اے بنی عبدمناف، یہ کیسی ہمسائیگی ہے؟‘‘ (بیہقی، ابن ابی حاتم)

تخریج:⟨۱⟩ قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ: وَكَانَ النَّفَرُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَيْتِهٖ اَبَا لَهَبٍ، وَالْحَكَمَ بْنَ الْعَاصِ بْنِ اُمَيَّةَ، وَ عُقْبَةَ ابْنَ اَبِيْ مُعَيْطٍ، وَ عَدِيَّ بْنَ حَمْرَاءَ الثَّقَفِيَّ، وَابْنَ الْأَصْدَاءِ الْهُذَلِيَّ، وَكَانُوْا جِيْرَانَهٗ، لَمْ يُسْلِمْ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا الْحَكَمُ ابْنُ اَبِي الْعَاصِ، فَكَانَ اَحَدُهُمْ فِيْمَا ذُكِرَ لِيْ يَطْرَحُ عَلَيْهِ ﷺ رَحِمَ الشَّاةِ وَ هُوَ يُصَلِّيْ، وَكَانَ اَحَدُهُمْ يَطْرَحُهَا فِيْ بُرْمَتِهٖ اِذَا نُصِبَتْ لَهٗ، حَتّٰى اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حُجَرًا لِيَسْتَتِرَ بِهٖ مِنْهُمْ اِذَا صَلّٰى۔ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا طَرَحُوْا عَلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَذٰى كَمَا حَدَّثَنِيْ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، يَخْرُجُ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْعُوْدِ، فَيَقِفُ بِهٖ عَلٰى بَابِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ: يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ، اَيَّ جِوَارٍ هٰذَا؟ ثُمَّ يُلْقِيْهِ فِي الطَّرِيْقِ۔ (۱۳۳)

ترجمہ: ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو اپنے گھر میں اذیت دیتے تھے وہ ابولہب، حکم بن عاص بن امیہ اور عُقبہ بن ابی مُعیط اور عدی بن حمراء ثقفی اور ابن الاصداء ہذلی تھے۔ یہ حضرات آپؐ کے ہمسایہ تھے۔ حکم بن ابی العاص کے سوا ان میں سے کوئی بھی دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا۔ مذکورہ بالا لوگوں میں ایک صاحب آپ پر بکری کی بچے دانی لا کر اوپر ڈال دیتے جب کہ آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔ اور ان میں سے کوئی چولہے پر رکھی ہوئی ہنڈیا میں غلاظت پھینک دیتا حتیٰ کہ مجبور ہو کر رسول اللہ ﷺ نے چھوٹے سے کمرے پر رکاوٹ کھڑی کر لی۔ تاکہ اس کے ذریعے سے نماز پڑھتے وقت ان کی آنکھوں سے پوشیدہ ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ جب یہ لوگ گندگی پھینکتے تو اس گندگی کو لکڑی پر اٹھا کر اپنے دروازے پر کھڑے ہو کر فرماتے اے بنی عبدمناف یہ کیسی ہمسائیگی ہے پھر اسے باہر راستہ میں پھینک دیتے۔

⟨۲⟩ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: كُنْتُ بَيْنَ شَرِّ جَارَيْنِ، بَيْنَ اَبِيْ لَهَبٍ وَ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ اِنْ كَانَا لَيَاْتِيَانِ بِالْفُرُوْثِ فَيَطْرَحَانِهَا عَلٰى بَابِيْ حَتّٰى اِنَّهُمْ لَيَاْتُوْنَ بِبَعْضِ مَا يَطْرَحُوْنَ مِنَ الْاَذٰى فَيَطْرَحُوْنَهٗ عَلٰى بَابِيْ، فَيَخْرُجُ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَيَقُوْلُ: يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اَيَّ جِوَارٍ هٰذَا؟ ثُمَّ يُلْقِيْهِ بِالطَّرِيْقِ۔ (۱۳۴)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں دو شریر ہمسایوں یعنی ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کے درمیان رہتا ہوں یہ دونوں شریر آدمی گوبر لا کر میرے دروازے پر پھینک دیتے ہیں۔ صورت حال یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ یہ سب لوگ جو گندگی وہ پھینکنا چاہتے لا کر میرے گھر کے دروازے پر پھینک دیتے۔ آپ اس گندگی کو اٹھا کر باہر تشریف لاتے اور فرماتے اے بنی عبدمناف یہ کیسی ہمسائیگی ہے پھر اسے باہر پھینک دیتے۔

۱۲۱۔ ''ابولہب کی بیوی ام جمیل (ابوسفیان کی بہن) نے تو یہ مستقل وتیرہ ہی اختیار کر رکھا تھا کہ راتوں کو آپؐ کے گھر کے دروازے پر خاردار جھاڑیاں لاکر ڈال دیتی، تا کہ صبح سویرے جب آپؐ یا آپؐ کے بچے باہر نکلیں تو کوئی کانٹا پاؤں میں چبھ جائے۔'' (ابنِ جریر، ابنِ عساکر، ابنِ ہشام)

تخریج:⟨۱⟩ عَنِ ابْنِ زَيْدٍ، كَانَتْ تَأْتِيْ بِاَغْصَانِ الشَّوْكِ تَطْرَحُهَا بِاللَّيْلِ فِيْ طَرِيْقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ قِيْلَ: كَانَتْ تَحْمِلُ حُزْمَةَ الشَّوْكِ وَالْحَسَكِ وَالسَّعْدَانِ فَتَنْشُرُهَا بِاللَّيْلِ فِيْ طَرِيْقِهِ عَلَيْهِ الصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَطَؤُهٗ كَمَا يَطَأُ الْحَرِيْرَ۔ (۱۳۵)

ترجمہ: ابن زید سے منقول ہے کہ (ام جمیل) خاردار جھاڑیاں رات کو رسول اللہ ﷺ کے راستے میں ڈال دیتی تھی اور یہ بھی منقول ہے (کہا گیا ہے) کہ وہ کانٹے دار جھاڑیوں کا گھٹا لاکر رات کے وقت آپ کے راستے میں بچھا دیتی (بکھیر دیتی) اور رسول اللہ ﷺ اس پر اس طرح گزر جاتے جس طرح ریشم پر گزرتے۔

⟨۲⟩ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ زَيْدٍ فِيْ قَوْلِهٖ وَامْرَأَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ قَالَ: كَانَتْ تَأْتِيْ بِاَغْصَانِ الشَّوْكِ فَتَطْرَحُهَا بِاللَّيْلِ فِيْ طَرِيْقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ (۱۳۶)

ترجمہ: ابن زید نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کی تفسیر بیان کی ہے کہ ام جمیل (ابولہب کی بیوی) خاردار جھاڑیاں اٹھا کر لاتی اور رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے راستہ میں ڈال دیتی۔

۱۲۲۔ ''نبوت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی دو صاحب زادیاں ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے بیاہی ہوئی تھیں۔ نبوت کے بعد جب حضورؐ نے اسلام کی طرف دعوت دینی شروع کی تو اس شخص نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا کہ میرے لیے تم سے ملنا حرام ہے اگر تم محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق نہ دے دو۔ چناں چہ دونوں نے طلاق دے دی۔ اور عتیبہ تو جہالت میں اس قدر آگے بڑھ گیا کہ ایک روز حضورؐ کے سامنے آکر اس نے کہا کہ میں اَلنَّجْمِ اِذَا هَوٰى اور اَلَّذِيْ دَنَا فَتَدَلّٰى کا انکار کرتا ہوں، اور یہ کہہ کر اس نے حضورؐ کی طرف تھوکا جو آپؐ پر نہیں پڑا۔ حضورؐ نے فرمایا خدایا، اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو مسلّط کر دے۔ اس کے بعد عتیبہ اپنے باپ کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ دورانِ سفر میں ایک ایسی جگہ قافلے نے پڑاؤ کیا جہاں مقامی لوگوں نے بتایا کہ راتوں کو درندے آتے ہیں۔ ابولہب نے اپنے ساتھی اہلِ قریش سے کہا کہ میرے بیٹے کی حفاظت کا کچھ انتظام کرو، کیوں کہ مجھے محمد (ﷺ) کی بددعا کا خوف ہے۔ اس پر قافلے والوں نے عتیبہ کے گرد ہر طرف اپنے اونٹ بٹھا دیئے اور پڑ کر سو رہے۔ رات کو ایک شیر آیا اور اونٹوں کے حلقے میں سے گزر کر اُس نے عتیبہ کو پھاڑ کھایا۔

(الاستیعاب لابن عبدالبر، الاصابہ لابن حجر، دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصفہانی، رُوض الانف للسہیلی)

تخریج:⟨۱⟩ وَ كَانَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ عُتَيْبَةَ، وَ رُقَيَّةُ اُخْتُهَا عِنْدَ اَخِيْهِ عُتْبَةَ۔ فَلَمَّا نَزَلَتِ السُّوْرَةُ، قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ لَهُمَا: رَأْسِيْ وَ رَأْسُكُمَا حَرَامٌ اِنْ لَّمْ تُطَلِّقَا

ابْنَتَيْ مُحَمَّدٍ ﷺ، فَطَلَّقَا هُمَا اِلَّا اَنَّ عُتَيْبَةَ الْمُصَغَّرَ، كَانَ قَدْ اَرَادَ الْخُرُوْجَ اِلَى الشَّامِ مَعَ اَبِيْهِ فَقَالَ لَاٰتِيَنَّ مُحَمَّدًا (عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) وَ اُوْذِيَنَّهُ، فَاَتَاهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ كَافِرٌ بِالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى وَ بِالَّذِيْ دَنَا فَتَدَلّٰى ثُمَّ تَفَلَ تُجَاهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُصِبْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ شَیْءٌ وَ طَلَّقَ ابْنَتَهٗ اُمَّ كُلْثُوْمٍ فَاَغْضَبَهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِمَا قَالَ وَ فَعَلَ. فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ. وَ كَانَ اَبُوْ طَالِبٍ حَاضِرًا فَكَرِهَ ذٰلِكَ، وَ قَالَ لَهٗ مَا اَغْنَاكَ يَا ابْنَ اَخِيْ عَنْ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ. فَرَجَعَ اِلٰى اَبِيْهِ. ثُمَّ خَرَجُوْا اِلَى الشَّامِ. فَنَزَلُوْا مَنْزِلًا. فَاَشْرَفَ عَلَيْهِمْ رَاهِبٌ مِنْ دَيْرٍ، وَ قَالَ لَهُمْ اِنَّ هٰذِهِ اَرْضٌ مَسْبَعَةٌ، فَقَالَ: اَبُوْ لَهَبٍ: اَغِيْثُوْنِيْ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَاِنِّيْ اَخَافُ عَلَى ابْنِيْ دَعْوَةَ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَجَمَعُوْا جِمَالَهُمْ وَ اَنَاخُوْهَا حَوْلَهُمْ خَوْفًا مِنَ الْاَسَدِ. فَجَآءَ الْاَسَدُ يَتَشَمَّمُ وُجُوْهَهُمْ حَتّٰى اَتٰى عُتَيْبَةَ فَقَتَلَهٗ. (۱۳۷)

مستدرک نے روایت کو اس طرح بیان کیا ہے:

﴿۲﴾ عَنْ اَبِيْ نَوْفَلِ بْنِ اَبِيْ عَقْرَبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: كَانَ لَهَبُ بْنُ اَبِيْ لَهَبٍ يَسُبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبَكَ فَخَرَجَ فِيْ قَافِلَةٍ يُرِيْدُ الشَّامَ فَنَزَلَ مَنْزِلًا فَقَالَ: اِنِّيْ اَخَافُ دَعْوَةَ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ) قَالُوْا: كَلَّا فَحَطُّوْا مَتَاعَهُمْ حَوْلَهٗ وَ قَعَدُوْا يَحْرُسُوْنَهٗ فَجَاءَ الْاَسَدُ فَانْتَزَعَهٗ فَذَهَبَ بِهٖ. (۱۳۸)

ترجمہ: ابوعقرب کا بیان ہے کہ لہب، ابولہب کا بیٹا نبی ﷺ کو گالیاں دیتا تھا۔ نبی ﷺ نے بددعا کی۔ اے اللہ اس پر اپنا کتا مسلط فرمادے۔ اس کے بعد وہ ایک قافلہ میں شام کی طرف جانے کے لیے نکلا۔ ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ تو اس نے کہا کہ مجھے محمد ﷺ کی بددعا کا خوف ہے۔ اہل قافلہ نے کہا (ہرگز نہ گھبراؤ) چناں چہ انہوں نے اپنے سازوسامان سے اس کے گرد دیوار کھڑی کردی اور خود حفاظت کی غرض سے پہرہ دینے لگے۔ اس کے باوجود شیر آیا اور اسے (ان میں سے) کھینچ لیا اور چلتا بنا۔

تشریح: روایات میں یہ اختلاف ہے کہ بعض راوی طلاق کے معاملے کو اعلان نبوت کے بعد کا واقعہ بیان کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ کے نزول کے بعد پیش آیا تھا۔ اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ یہ ابولہب کا لڑکا عتبہ تھا یا عتیبہ۔ لیکن یہ بات ثابت ہے کہ فتح مکہ کے بعد عتبہ نے اسلام قبول کر کے حضورؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ یہ لڑکا عتیبہ تھا۔

اس کے خبثِ نفس کا یہ حال تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے صاحب زادے حضرت قاسم کے بعد دوسرے

صاحب زادے حضرت عبداللہ کا بھی انتقال ہو گیا تو یہ اپنے بھتیجے کے غم میں شریک ہونے کے بجائے خوشی خوشی دوڑا ہوا قریش کے سرداروں کے پاس پہنچا اور اُن کو خبر دی کہ لو آج محمد (ﷺ) بے نام ونشان ہو گئے۔

۱۲۳– رسول اللہ ﷺ جہاں جہاں بھی اسلام کی دعوت دینے کے لیے تشریف لے جاتے، (ابولہب) آپؐ کے پیچھے پیچھے جاتا اور لوگوں کو آپؐ کی بات سننے سے روکتا۔ ربیعہ بن عباد الدیلی بیان کرتے ہیں کہ میں نوعمر تھا جب اپنے باپ کے ساتھ ذوالمجاز کے بازار میں گیا وہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ کہہ رہے تھے "لوگو، کہو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، فلاح پاؤ گے۔" اور آپؐ کے پیچھے پیچھے ایک شخص کہتا جا رہا تھا کہ یہ جھوٹا ہے، دین آبائی سے پھر گیا ہے۔" میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔ (مسند احمد، بیہقی)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِی اَبِی، حَدَّثَنِی اَبُو سُلَیْمَانَ الضَّبِیُّ دَاوُدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ زُهَیْرِ الْمُسَیَّبِیُّ، قَالَ: ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ اَبِیهِ، عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ عَبَّادٍ الدِّیْلِیِّ، وَ كَانَ جَاهِلِیًّا اَسْلَمَ فَقَالَ: رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَصَرَ عَیْنِیّ بِسُوْقِ ذِی الْمَجَازِ یَقُوْلُ: یٰاَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا وَ یَدْخُلُ فِیْ فِجَاجِهَا، وَالنَّاسُ مُتَقَصِّفُوْنَ عَلَیْهِ فَمَا رَأَیْتُ اَحَدًا یَقُوْلُ شَیْئًا وَ هُوَ لَا یَسْکُتُ۔ یَقُوْلُ اَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا اِلَّا اَنَّ وَرَاءَهٗ رَجُلًا اَحْوَلَ وَضِیْءَ الْوَجْهِ ذَا غَدِیْرَتَیْنِ یَقُوْلُ اِنَّهٗ صَابِیٌٔ کَاذِبٌ فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا: مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَ هُوَ یَذْکُرُ النُّبُوَّةَ قُلْتُ: مَنْ هٰذَا الَّذِیْ یُکَذِّبُهٗ؟ قَالُوْا عَمُّهٗ اَبُوْ لَهَبٍ۔ قُلْتُ اِنَّکَ کُنْتَ یَوْمَئِذٍ صَغِیْرًا قَالَ لَا وَاللّٰهِ اِنِّیْ یَوْمَئِذٍ لَاَعْقِلُ۔ (۱۳۹)

ترجمہ: ربیعہ بن عبادِ دیلی سے مروی ہے دور جاہلیت کا اپنا چشم دید واقعہ اسلام قبول کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ ﷺ کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا آپ فرما رہے تھے۔ لوگو! لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لو فلاح پاؤ گے۔ آپ لوگوں کے مجمع میں گھس جاتے، لوگ بھی مجمع کی صورت میں آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے مجمع میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا کہ آپ کچھ ارشاد فرمائیں اور وہ خاموشی سے نہ سن رہا ہو آپ فرماتے، لوگو لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لو، فلاح پاؤ گے۔ بجز اس شخص کے جو آپ کے پیچھے لگا ہوا تھا یہ شخص بھینگی آنکھ والا۔ گورا چٹا روشن چہرے والا، سر کے بالوں کی بڑی بڑی دولٹوں (مینڈھیوں) والا کہتا تھا، یہ آدمی بے دین ہے جھوٹا ہے میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ محمد بن عبداللہ ہے جو نبوت کا ذکر کرتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا۔ یہ کون شخص ہے؟ جو اس کی تکذیب کر رہا ہے۔ لوگوں نے بتایا یہ اس کا چچا ہے۔ ابوالزناد نے ربیعہ سے دریافت کیا آپ تو اس وقت بچے ہوں گے۔ جواب دیا کہ نہیں میں اس وقت عقل و شعور والا تھا۔

۱۲۴– "حضرت ربیعہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ ایک ایک قبیلے کے پڑاؤ پر جاتے ہیں اور فرماتے ہیں "اے بنی فلاں، میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس

کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ تم میری تصدیق کرو اور میرا ساتھ دو تاکہ میں وہ کام پورا کروں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔'' آپؐ کے پیچھے پیچھے ایک اور شخص آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ''اے بنی فلاں، یہ تم کو لات اور عزّیٰ سے پھیر کر اُس بدعت اور گمراہی کی طرف لے جانا چاہتا ہے جسے یہ لے کر آیا ہے۔ اس کی بات ہرگز نہ مانو اور اس کی پیروی نہ کرو۔'' میں نے اپنے باپ سے پوچھا یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔ (مسند احمد، طبرانی)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا مَسْرُوْقُ بْنُ الْمَرْزُبَانِ الْكُوْفِیُّ، ثَنَا ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ، قَالَ: قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ: فَحَدَّثَنِیْ حُسَیْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ قَالَ: سَمِعْتُ رَبِیْعَةَ بْنَ عَبَّادٍ الدِّیْلِیَّ قَالَ: اِنِّیْ لَمَعَ اَبِیْ رَجُلٌ شَابٌّ، اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَتَّبِعُ الْقَبَائِلَ وَ وَرَاءَهٗ رَجُلٌ اَحْوَلُ وَضِیْءٌ ذُوْ جُمَّةٍ۔ یَقِفُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَی الْقَبِیْلَةِ وَ یَقُوْلُ: یَا بَنِیْ فُلَانٍ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ اٰمُرُكُمْ اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا وَ اَنْ تُصَدِّقُوْنِیْ حَتّٰی اُنْفِذَ عَنِ اللّٰهِ مَا بَعَثَنِیْ بِهٖ، فَاِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ مَقَالَتِهٖ قَالَ الْاٰخَرُ مَنْ خَلْفَهٗ یَا بَنِیْ فُلَانٍ اِنَّ هٰذَا یُرِیْدُ مِنْكُمْ اَنْ تَسْلَخُوا اللَّاتَ وَالْعُزّٰی وَ حُلَفَآءَكُمْ مِنَ الْحَیِّ بَنِیْ مَالِكِ بْنِ اُقَیْشٍ اِلٰی مَا جَآءَ بِهٖ مِنَ الْبِدْعَةِ وَالضَّلَالَةِ فَلَا تَسْمَعُوْا لَهٗ وَلَا تَتَّبِعُوْهُ فَقُلْتُ لِاَبِیْ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: عَمُّهٗ اَبُوْ لَهَبٍ۔ (۱۴۰)

ترجمہ: حسین بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے ربیعہ بن عباد دیلی کو سنا اس نے بیان کیا کہ میں اپنے والد کے ساتھ تھا، جوان تھا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایک قبیلہ کے پاس تشریف لے جاتے ہیں۔ اور آپ کے پیچھے بھینگی آنکھ روشن چہرہ، سر کے بالوں کی لٹیں بنائے ہوئے ایک آدمی آپ کے پیچھے ہے۔ رسول اللہ ﷺ جیسے کسی قبیلہ کے سامنے جاکر بتاتے ہیں کہ اے بنی فلاں میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ایک ہی اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی شئے کو شریک نہ کرو۔ اور میری تصدیق کرو تاکہ میں وہ کام پورا کروں جس کے لیے اللہ نے مجھے بھیجا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ پیغام پہنچا کر فارغ ہوتے تو فوراً پیچھے آپ کا چچا ابولہب پہنچ جاتا اور کہتا اے بنی فلاں یہ شخص تو تمہیں لات اور عزّیٰ سے پھیر کر اس بدعت اور گمراہی کی طرف لے جانا چاہتا ہے جسے یہ لے کر آیا ہے اس کی بات ہرگز نہ سنو اور نہ اس کی پیروی کرو۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔

۱۲۵— طارق بن عبداللہ المحاربیؓ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے کہتے جاتے ہیں کہ ''لوگو، (لَا اله الا اللّٰه) کہو، فلاح پاؤ گے۔'' اور پیچھے ایک شخص ہے جو آپؐ کو پتھر مار رہا ہے، یہاں تک کہ آپؐ کی ایڑیاں خون سے تر ہوگئی ہیں اور وہ کہتا جاتا ہے کہ ''یہ جھوٹا ہے، اس کی بات نہ مانو۔'' میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔ (ترمذی)

تخریج: عَنْ طَارِقِ الْمُحَارِبِیِّ قَالَ: بَیْنَا اَنَا بِسُوْقِ ذِی الْمَجَازِ، اِذَا اَنَا بِرَجُلٍ، حَدِیْثِ السِّنِّ یَقُوْلُ: اَیُّهَا النَّاسُ: قُوْلُوْا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا۔ وَ اِذَا رَجُلٌ خَلْفَهٗ یَرْمِیْهِ قَدْ اَدْمٰی

سَاقَیْهِ وَ عُرْقُوْبَیْهِ وَ یَقُوْلُ: یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ كَذَّابٌ فَلَا تُصَدِّقُوْهُ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالُوْا هُوَ مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم) یَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ۔ وَ هٰذَا عَمُّهٗ اَبُوْ لَهَبٍ یَزْعُمُ اَنَّهٗ كَذَّابٌ۔ (۱۴۱)

۱۲۶– نبوت کے ساتویں سال جب قریش کے تمام خاندانوں نے بنی ہاشم اور بنی المطّلب کا معاشرتی اور معاشی مقاطعہ کیا اور یہ دونوں خاندان رسول اللہ ﷺ کی حمایت پر ثابت قدم رہتے ہوئے شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تو تنہا یہی ابولہب تھا جس نے اپنے خاندان کا ساتھ دینے کے بجائے کفارِ قریش کا ساتھ دیا۔ یہ مقاطعہ تین سال تک جاری رہا اور اس دوران میں بنی ہاشم اور بنی المطلب پر فاقوں کی نوبت آ گئی۔ مگر ابولہب کا حال یہ تھا کہ جب مکہ میں کوئی تجارتی قافلہ آتا اور شعب ابی طالب کے محصورین میں سے کوئی خوراک کا سامان خریدنے کے لیے اس کے پاس جاتا تو یہ تاجروں سے پکار کر کہتا کہ ان سے اتنی قیمت مانگو کہ یہ خرید نہ سکیں، تمہیں جو خسارہ بھی ہو گا اسے میں پورا کروں گا۔ چناں چہ وہ بے تحاشا قیمت طلب کرتے اور خریدار بے چارہ اپنے بھوک سے تڑپتے ہوئے بال بچوں کے پاس خالی ہاتھ پلٹ جاتا۔ پھر ابولہب انہی تاجروں سے وہی چیزیں بازار کے بھاؤ خرید لیتا۔ (ابنِ سعد و ابنِ ہشام) (تفہیم القرآن ج ٦، اللہب، پس منظر)

تخریج: قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ... فَكَانَ۔ فِیْمَا بَلَغَنِیْ یَأْتِیْ بِالْبَعِیْرِ، وَ بَنُوْ هَاشِمٍ وَ بَنُوْ الْمُطَّلِبِ فِی الشِّعْبِ لَیْلًا، قَدْ اَوْقَرَهٗ طَعَامًا، حَتّٰی اِذَا اَقْبَلَ بِهٖ فَمَ الشِّعْبِ خَلَعَ خِطَامَهٗ مِنْ رَأْسِهٖ، ثُمَّ ضَرَبَ عَلٰی جَنْبِهٖ، فَیَدْخُلُ الشِّعْبُ عَلَیْهِمْ ثُمَّ یَأْتِیْ بِهٖ قَدْ اَوْقَرَهٗ بُزًّا، فَیَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ ذٰلِكَ۔ (۱۴۲)

۱۲۷– ”حضرت ابوبکرؓ کی صاحب زادی حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ جب یہ سورۃ (اللہب) نازل ہوئی اور ام جمیل نے اس کو سُنا تو وہ بپھری ہوئی رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلی۔ اُس کے ہاتھ میں مٹھی بھر پتھر تھے اور وہ حضورؐ کی ہجو میں اپنے ہی کچھ اشعار پڑھتی جاتی تھی۔ حرم میں پہنچی تو وہاں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضورؐ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ، یہ آ رہی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ آپؐ کو دیکھ کر یہ کوئی بیہودگی کرے گی۔ حضورؐ نے فرمایا یہ مجھ کو نہیں دیکھ سکے گی۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ آپؐ کے موجود ہونے کے باوجود وہ آپؐ کو نہیں دیکھ سکی اور اس نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ میں نے سنا ہے تمہارے صاحب نے میری ہجو کی ہے حضرت ابوبکرؓ نے کہا اس گھر کے رب کی قسم اُنہوں نے تو تمہاری کوئی ہجو نہیں کی۔ اس پر وہ واپس چلی گئی۔“ (ابن ابی حاتم، سیرۃ ابنِ ہشام، بزّار نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی اسی سے ملتا جلتا واقعہ نقل کیا ہے)

تخریج: قَالَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا اَبِیْ وَ اَبُوْ زُرْعَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ الْحُمَیْدِیُّ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ كَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ بَدْرِسٍ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ، قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ۔ اَقْبَلَتِ الْعَوْرَاءُ اُمُّ جَمِیْلٍ بِنْتُ حَرْبٍ وَلَهَا وَلْوَلَةٌ وَ فِیْ یَدِهَا فِهْرٌ وَ هِیَ تَقُوْلُ: مُذَمَّمًا اَبَیْنَا وَ دِیْنَهٗ قَلَیْنَا۔ وَ اَمْرَهٗ عَصَیْنَا۔ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ وَ مَعَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ فَلَمَّا رَاٰهَا اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

قَدْ اَقْبَلَتْ وَ اَنَا اَخَافُ عَلَيْكَ اَنْ تَرَاكَ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّهَا لَنْ تَرَانِيْ وَ قَرَأَ قُرْاٰنًا اعْتَصَمَ بِهٖ كَمَا قَالَ تَعَالٰى وَ اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔ فَاَقْبَلَتْ حَتّٰى وَقَفَتْ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَلَمْ تَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَتْ يَا اَبَا بَكْرٍ اِنِّيْ اُخْبِرْتُ اَنَّ صَاحِبَكَ هَجَانِيْ۔ قَالَ: لَا وَ رَبِّ هٰذَا الْبَيْتِ مَا هَجَاكِ۔ فَوَلَّتْ وَ هِيَ تَقُوْلُ قَدْ عَلِمَتْ قُرَيْشٌ اِنِّيْ ابْنَةُ سَيِّدِهَا۔ (۱۴۳)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ جب سورۃ اللہب نازل ہوئی (اورام جمیل) نے اسے سنا۔ تو وہ بپھری ہوئی رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلی۔ اس کے ہاتھ میں مٹھی بھر پتھر تھے وہ حضور ﷺ کی ہجو میں اپنے شعر پڑھتی جاتی تھی کہ ہم مذمّم کے انکاری ہیں، اس کے دین کے دشمن ہیں اور اس کے فرمان کے نافرمان ہیں۔ اس وقت آپ بیت اللہ میں تشریف فرما تھے آپ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ تھے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسے آتے دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ آرہی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو دیکھ کر یہ کوئی بیہودگی کرے گی۔ حضورؐ نے فرمایا یہ مجھ کو نہیں دیکھ سکے گی اور آپ نے قرآن کی تلاوت شروع کر دی اور آپ اس ذریعے سے بچ گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا (بنی اسرائیل: ۴۵) ''جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان مخفی پردے ڈال دیتے ہیں۔'' یہ آئی اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس آکر کھڑی ہوگئی مگر رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھ سکی۔ حضرت ابوبکرؓ سے کہنے لگی میں نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب نے میری ہجو کی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اس گھر کی قسم انہوں نے تو تمہاری کوئی ہجو نہیں کی۔ اس پر وہ واپس چلی گئی اور کہتی گئی کہ قریش کو معلوم ہے کہ میں ان کے سردار کی لختِ جگر ہوں۔

تشریح: اس حدیث میں حضرت ابوبکرؓ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ ہجو تو اللہ تعالیٰ نے کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے نہیں کی۔

(تفہیم القرآن ج ۶، اللہب، حاشیہ: ۳)

۱۲۸– ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آدمی کا بیٹا بھی اُس کا کسب ہے۔'' (ابوداؤد، ابن ابی حاتم)

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَمَّتِهٖ اَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِيْ حِجْرِيْ يَتِيْمٌ اَفَاٰكُلُ مِنْ مَّالِهٖ؟ فَقَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنَّ مِنْ اَطْيَبِ مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهٖ۔ وَ وَلَدُهٗ مِنْ كَسْبِهٖ۔ (۱۴۴)

ترجمہ: حضرت عمارہ کی پھوپھی نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ میرے زیر کفالت و تربیت ایک یتیم ہے، کیا میں اس کے مال میں سے کھا سکتی ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے جواب میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پیش فرما دیا آپ نے فرمایا۔ آدمی کی نہایت پاکیزہ واطیب خوراک وہ ہے جو اس کی اپنی کمائی میں سے ہو اور بیٹا اس کی اپنی کمائی میں سے ہے۔

انہی سے مروی دوسری روایت ہے:

﴿۲﴾ عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ: وَلَدُ الرَّجُلِ مِنْ كَسْبِهٖ، مِنْ اَطْيَبِ كَسْبِهٖ فَكُلُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ هَنِيْئًا۔ (١٤٥)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کی اولاد بھی اس کی کمائی میں سے ہے۔ بلکہ بہتر اور طیب کمائی ہے۔ لہٰذا اولاد کے مال میں سے مزے سے کھاؤ۔

ابوداؤد نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے ایک روایت نقل کی ہے:

﴿۳﴾ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ لِيْ مَالًا وَ وَلَدًا وَ اِنَّ وَالِدِيْ يَحْتَاجُ مَالِيْ، قَالَ: اَنْتَ وَ مَالُكَ لِوَالِدِكَ۔ اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ اَطْيَبِ كَسْبِكُمْ فَكُلُوْا مِنْ كَسْبِ اَوْلَادِكُمْ۔[1] (١٤٦)

ترجمہ: ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس مال و دولت بھی ہے اور اولاد بھی۔ میرا والد میرے مال کا محتاج و ضرورت مند ہے۔ آپ نے فرمایا تو اور تیرا مال دونوں تیرے والد ہی کے ہیں۔ تمہاری اولاد تمہاری طیب کمائی میں سے ہے۔ لہٰذا اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ۔

سورۂ اخلاص کا شانِ نزول

۱۲۹۔ ”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ قریش کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اپنے رب کا نسب ہمیں بتائیے۔ اس پر یہ سورۂ (الاخلاص) نازل ہوئی۔“ (طبرانی)

تخریج:﴿۱﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: اِنْسِبْ لَنَا رَبَّكَ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ السُّوْرَةُ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) (١٤٧)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا اَبُوْ سَعْدٍ هُوَ الصَّنْعَانِيُّ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ، عَنِ الرَّبِيْعِ ابْنِ اَنَسٍ، عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ، عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِنْسِبْ لَنَا رَبَّكَ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ) فَالصَّمَدُ الَّذِيْ (لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ) لِاَنَّهٗ لَيْسَ شَيْءٌ يُوْلَدُ اِلَّا سَيَمُوْتُ لَيْسَ يَمُوْتُ اِلَّا سَيُوْرَثُ، وَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يَمُوْتُ وَلَا يُوْرَثُ (وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ) قَالَ: لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَبِيْهٌ وَلَا عِدْلٌ وَ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔ (١٤٨)

---

(۱) صاحب روح المعانی نے روح المعانی ۳۰/ ۲۶۲ پر ابوداؤد کے حوالہ سے جو متن حدیث نقل کیا ہے اس میں **ان اطیب ما یاکل الرجل من کسبہ و ان ولدہ من کسبہ** کے الفاظ ہیں جب کہ ابوداؤد کے بیان کردہ الفاظ مذکورہ بالا روایت میں درج کر دیئے ہیں فرق ملاحظہ ہو۔ (مرتب)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اپنے رب کا ہمیں نسب بتاؤ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ** آیات نازل فرمائیں۔ ''کہو، وہ اللہ یکتا ہے اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کے اولاد اور نہ وہ خود کسی کا بیٹا ہے۔'' اس لیے کہ جو چیز جنم لے گی وہ بالآخر مرے گی بھی اور جو چیز موت سے دوچار ہوگی۔ اس کا کوئی وارث بھی ہوگا اور اللہ تعالیٰ پر نہ موت وارد ہوگی اور نہ اس کا کوئی وارث بنے گا اور اس کا کوئی ساجھی و شریک بھی نہیں۔ آپ نے مزید فرمایا اس کا کوئی شبیہ بھی نہیں اور نہ کوئی برابر کا ہے اور وہ کسی شئے کی مثل بھی نہیں۔

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، اَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اَبِىْ جَعْفَرٍ الرَّازِىِّ، عَنِ الرَّبِيْعِ، عَنْ اَبِى الْعَالِيَةِ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ ذَكَرَ اٰلِهَتَهُمْ فَقَالُوْا: اِنْسِبْ لَنَا رَبَّكَ، قَالَ: فَاَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اُبَىِّ بْنِ كَعْبٍ۔ وَ هٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ سَعْدٍ وَ اَبُوْ سَعْدٍ اِسْمُهٗ مُحَمَّدُ بْنُ مُيَسَّرٍ۔ (۱۴۹)

ترجمہ: ابوالعالیہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے مشرکین کے بتوں کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں اپنے رب کا نسب بتائیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام سورۂ اخلاص یعنی **قل هو الله احد** لے کر آپ کے پاس آئے۔ اس سند میں عن ابی بن کعب کا ذکر نہیں ہے۔

۱۳۰۔ عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں کعب بن اشرف اور حی بن اخطب وغیرہ شامل تھے اور اُنہوں نے کہا ''اے محمد (ﷺ) ہمیں بتائیے کہ آپؐ کا وہ رب کیسا ہے جس نے آپؐ کو بھیجا ہے۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ الاخلاص نازل فرمائی۔ (ابن ابی حاتم، ابن عدی، بیہقی فی الاسماء والصفات)

تخریج:﴿۱﴾ حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، قَالَ: ثنا شُرَيْحٌ، قَالَ: ثنا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ مُجَالِدٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِىِّ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اِنْسِبْ لَنَا رَبَّكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ (۱۵۰)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، ثنا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجُرَشِىُّ، ثنا اَبُوْ خَلَفٍ، عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيْسٰى، ثنا دَاؤدُ بْنُ اَبِىْ هِنْدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اِنَّ الْيَهُوْدَ جَآءَتْ اِلَى النَّبِىِّ ﷺ۔ مِنْهُمْ كَعْبُ بْنُ الْاَشْرَفِ، وَ حُىُّ بْنُ اَخْطَبَ وَجَدِى بْنُ اَخْطَبَ فَقَالُوْا: يَا مُحَمَّدُ صِفْ لَنَا رَبَّكَ الَّذِىْ بَعَثَكَ۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ، فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْوَلَدُ وَلَمْ يُوْلَدْ فَيَخْرُجُ مِنْهُ شَىْءٌ۔ (۱۵۱)

۱۳۱۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ خیبر کے کچھ یہودی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا ''اے ابوالقاسمؐ، اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو نورِ حجاب سے، آدم کو مٹی کے سڑے ہوئے گارے سے، ابلیس کو آگ کے شعلے سے، آسمان کو دھوئیں سے، اور زمین کو پانی کے جھاگ سے بنایا، اب ہمیں اپنے رب کے متعلق بتائیے (کہ وہ کس چیز سے بنا ہے؟)۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا اے محمدؐ، ان سے کہیے **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ...** (تفسیر ابن تیمیہ)

تخریج: قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَان، ثنا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، ثَنِي يَحْيَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنِي ضِرَارٌ عَنْ اَبَانٍ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: اَتَتْ يَهُوْدُ خَيْبَرَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا يَا اَبَا الْقَاسِمِ خَلَقَ اللّٰهُ الْمَلَائِكَةَ مِنْ نُوْرِ الْحِجَابِ، وَ اٰدَمَ مِنْ حَمَاءٍ مَسْنُوْنٍ وَ اِبْلِيْسَ مِنْ لَهَبِ النَّارِ، وَالسَّمَآءَ مِنْ دُخَانٍ وَالْاَرْضَ مِنْ زَبَدِ الْمَآءِ، فَاَخْبِرْنَا عَنْ رَّبِّكَ؟ قَالَ: فَلَمْ يُجِبْهُمُ النَّبِيُّ ﷺ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ (۱۵۲)

۱۳۲– عامر بن الطفیل نے حضورؐ سے کہا: ''اے محمدؐ، آپؐ کس چیز کی طرف ہمیں بلاتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اللہ کی طرف۔ عامر نے کہا، ''اچھا تو اُس کی کیفیت مجھے بتائیے۔ وہ سونے سے بنا ہوا ہے یا چاندی سے یا لوہے سے؟'' اس پر یہ سورۃ الاخلاص نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن تیمیہ)

تخریج: اِنَّ عَامِرَ بْنَ الطُّفَيْلِ۔ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ اِلٰى مَ تَدْعُوْنَا اِلَيْهِ يَا مُحَمَّدُ؟ قَالَ: اِلَى اللّٰهِ۔ قَالَ: فَصِفْهُ لِيْ، اَمِنْ ذَهَبٍ هُوَ اَمْ مِنْ فِضَّةٍ، اَمْ مِنْ حَدِيْدٍ؟ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ السُّوْرَةُ۔ (۱۵۳)

۱۳۳– ضحاک اور قتادہ اور مقاتل کا بیان ہے کہ یہودیوں کے کچھ علماء حضورؐ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ''اے محمدؐ، اپنے رب کی کیفیت ہمیں بتائیے، شاید کہ ہم آپؐ پر ایمان لے آئیں۔'' اللہ نے اپنی صفت توراۃ میں نازل کی ہے۔ آپؐ بتائیے کہ وہ کس چیز سے بنا ہے؟ کسی جنس سے ہے؟ سونے سے بنا ہے یا تانبے سے، یا پیتل سے، یا لوہے سے، یا چاندی سے، اور کیا وہ کھاتا اور پیتا ہے؟ اور کس سے اُس نے دنیا وراثت میں پائی ہے اور اس کے بعد کون اُس کا وارث ہوگا؟ اِس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ الاخلاص نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن تیمیہ)

تخریج: قَالَ الضَّحَّاكُ وَ قَتَادَةُ وَ مُقَاتِلٌ۔ جَاءَ نَاسٌ مِنْ اَحْبَارِ الْيَهُوْدِ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا: يَا مُحَمَّدُ صِفْ لَنَا رَبَّكَ لَعَلَّنَا نُؤْمِنُ بِكَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ نَعْتَهٗ فِي التَّوْرَاةِ فَاَخْبِرْنَا بِهٖ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ هُوَ؟ وَ مِنْ اَيِّ جِنْسٍ هُوَ؟ أَمِنْ ذَهَبٍ اَمْ نُحَاسٍ؟ هُوَ اَمْ مِنْ صُفْرٍ؟ اَمْ مِنْ حَدِيْدٍ؟ اَمْ مِنْ فِضَّةٍ؟ وَ هَلْ يَاْكُلُ وَ يَشْرَبُ؟ وَ مِمَّنْ وَرِثَ الدُّنْيَا، وَلِمَنْ يُوْرِثُهَا؟ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ السُّوْرَةَ وَ هِيَ نِسْبَةُ اللّٰهِ خَاصَّةً۔ (۱۵۴)

۱۳۴– ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد سات پادریوں کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے حضورؐ سے کہا ''ہمیں بتائیے آپؐ کا رب کیسا ہے، کس چیز سے بنا ہے؟ آپؐ نے فرمایا میرا رب کسی چیز سے نہیں بنا ہے۔ وہ تمام اشیاء سے جدا ہے'' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ الاخلاص نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن تیمیہ)

تخریج: رُوِیَ عَنِ الضَّحَّاکِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ وَفْدَ نَجْرَانَ قَدِمُوْا عَلَی النَّبِیِّ ﷺ بِسَبْعَةِ اَسَاقِفَةَ مِنْ بَنِی الْحَارِثِ بْنِ کَعْبٍ: مِنْهُمُ السَّیِّدُ وَالْعَاقِبُ، فَقَالُوْا لِلنَّبِیِّ ﷺ: صِفْ لَنَا رَبَّکَ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ هُوَ؟ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّ رَبِّیْ لَیْسَ مِنْ شَیْءٍ، وَ هُوَ بَائِنٌ مِنَ الْاَشْیَاءِ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. فَهٰؤُلَآءِ سَأَلُوْا هَلْ هُوَ مِنْ جِنْسٍ مِنْ اَجْنَاسِ الْمَخْلُوْقَاتِ؟ وَ هَلْ هُوَ مِنْ مَادَّةٍ. فَبَیَّنَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَّهٗ اَحَدٌ لَیْسَ مِنْ جِنْسِ شَیْءٍ مِنَ الْمَخْلُوْقَاتِ. وَ اِنَّهٗ صَمَدٌ لَیْسَ مِنْ مَّادَّةٍ بَلْ هُوَ صَمَدٌ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔ (۱۵۵)

تشریح: اہل عرب کا قاعدہ تھا کہ جب وہ کسی اجنبی شخص سے تعارف حاصل کرنا چاہتے تو کہتے تھے کہ اِنْسِبُهُ لَنَا، اس کا نسب ہمیں بتاؤ۔ کیوں کہ اُن کے ہاں تعارف میں سب سے پہلی چیز جو دریافت طلب ہوتی تھی وہ یہ تھی کہ اُس کا نسب کیا ہے اور وہ کس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ اِسی لیے انہوں نے جب رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھنا چاہا کہ آپؐ کا رب کون ہے اور کیسا ہے تو انہوں نے کہا اِنْسِبْ لَنَا رَبَّکَ، اپنے رب کا نسب ہمیں بتایئے۔

اِن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مواقع پر مختلف لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اُس معبود کی ماہیت اور کیفیت دریافت کی تھی جس کی بندگی وعبادت کی طرف آپؐ لوگوں کو دعوت دے رہے تھے، اور ہر موقع پر آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُن کو جواب میں یہی سورت سنائی تھی۔ سب سے پہلے یہ سوال مکّہ میں قریش کے مشرکین نے آپؐ سے کیا اور اس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی اس کے بعد مدینہ طیّبہ میں کبھی یہودیوں نے، کبھی عیسائیوں نے، اور کبھی عربوں کے دوسرے لوگوں نے حضوؐر سے اسی نوعیت کے سوالات کیے اور ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ جواب میں یہی سورۃ الاخلاص آپؐ اُن کو سنا دیں۔ ان روایات میں سے ہر ایک میں یہ جو کہا گیا ہے کہ اس موقع پر یہ سورت نازل ہوئی تھی، اس سے کسی کو یہ خیال نہ ہونا چاہیے کہ یہ سب روایتیں باہم متضاد ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کسی مسئلے کے بارے میں اگر پہلے سے کوئی آیت یا سورت نازل شدہ موجود ہوتی تھی تو بعد میں جب کبھی حضوؐر کے سامنے وہی مسئلہ پیش کیا جاتا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آجاتی تھی کہ اس کا جواب فلاں آیت یا سورۃ میں ہے، یا اس کے جواب میں وہ آیت یا سورۃ لوگوں کو پڑھ کر سنا دی جائے۔ احادیث کے راوی اس چیز کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جب فلاں معاملہ پیش آیا یا فلاں سوال کیا گیا تو یہ آیت یا سورۃ نازل ہوئی۔ اس کو تکرارِ نزول سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی ایک آیت یا سورۃ کا کئی مرتبہ نازل ہونا۔

(تفہیم القرآن ج ۶، الاخلاص، زمانۂ نزول)

سورۂ اخلاص کی فضیلت

۱۳۵– ’’حضوؐر نے مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے لوگوں کو بتایا کہ یہ سورہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔‘‘ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابنِ ماجہ، مسند احمد، طبرانی وغیرہ میں اس مضمون کی متعدد احادیث ابوسعید خدری، ابوہریرہ، ابوایوب انصاری، ابوالدرداء، معاذ بن جبل، جابر بن عبداللہ، ابی بن کعبؓ، اُمّ کلثوم بنتِ عقبہ بن ابی معیط، ابن عمر، ابنِ مسعودؓ، قتادہ بن النعمان، انس بن مالکؓ اور ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے منقول ہوئی ہیں)

تخریج: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبِی، قَالَ: حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ وَالضَّحَّاکُ الْمَشْرِقِیُّ عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِاَصْحَابِهٖ اَیَعْجِزُ کُمْ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّقْرَاَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ فِیْ لَیْلَةٍ فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَیْهِمْ وَ قَالُوْا: اَیُّنَا یُطِیْقُ ذٰلِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ: اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ ثُلُثُ الْقُرْاٰنِ۔ (۱۵۶)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو مخاطب ہو کر فرمایا کیا تم میں سے کوئی رات بھر میں قرآن کا تیسرا حصہ پڑھنے سے عاجز ہے۔ یہ بات ان پر گراں گزری، اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں کون اس کی استطاعت رکھتا ہے آپؐ نے فرمایا اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ یعنی سورہ اخلاص ثلث قرآن ہے۔

سورۂ اِخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے

۱۳۶- عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّقْرَاَ فِیْ لَیْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ، قَالُوْا وَ کَیْفَ یَقْرَاُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ، قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ۔

(رواہ مسلم، و رواہ البخاری عن ابی سعید)

تخریج: حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ زُهَیْرٌ: نَا یَحْیَ بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّقْرَاَ فِیْ لَیْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ، قَالُوْا وَ کَیْفَ یَقْرَاُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ، قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ۔ (۱۵۷)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ایک رات میں ایک تہائی قرآن پڑھ ڈالے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ، ایک رات میں تہائی قرآن کیسے پڑھ ڈالے؟ آپؐ نے فرمایا، وہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے کیوں کہ یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

تشریح: قرآن کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پورا قرآن ان مضامین پر مشتمل ہے:

۱- ایک احکام ۲- دوسرے پچھلے انبیاء کے قصے اور حالات اور ۳- تیسرے عقائد کی تعلیم

چوں کہ عقائد کی جڑ توحید ہے اور توحید کے بغیر عقیدۂ اسلام کے کوئی معنی نہیں رہ جاتے اس لیے اس حدیث میں سورۂ اخلاص کو توحید کا مکمل بیان ہونے کی وجہ سے ایک تہائی قرآن کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

غور کیجیے رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ تعلیم اور اندازِ تربیت کیسا بے نظیر تھا۔ حضورؐ ایسے الفاظ اور فقروں میں تعلیم دیتے تھے جن سے بات فوراً مخاطب کر کے دل میں اُتر جاتی تھی۔ ایک آدمی کے ذہن میں یہ بات بٹھانے کے لیے کہ سورۂ اخلاص کی کیا اہمیت ہے گھنٹوں تقریر کی جا سکتی ہے، لیکن حضورؐ نے اتنی بڑی بات کو صرف ایک فقرے میں ادا کر دیا کہ اگر تم سورۂ اخلاص

ایک مرتبہ پڑھ لو تو یہ گویا ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس ایک جملے سے اس سورت کی جو اہمیت آدمی کے دماغ میں بیٹھتی ہے وہ گھنٹوں کی تقریر سے بھی نہیں بیٹھ سکتی۔ یہ حضورؐ کا خاص طرزِ تربیت تھا جس سے آپ نے صحابہؓ کی تربیت فرمائی۔

سورۂ اِخلاص اللہ کے تقرب کا ذریعہ ہے

١٣٧-عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلاً عَلٰی سَرِیَّةٍ وَ کَانَ یَقْرَأُ لِاَصْحَابِهٖ فِیْ صَلٰوتِهِمْ فَیَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَکَرُوْا ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ سَلُوْهُ لِاَیِّ شَیْءٍ یَصْنَعُ ذٰلِکَ فَسَأَلُوْهُ فَقَالَ لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَ اَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَأَهَا، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ یُحِبُّهٗ۔ (متفق علیه)

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنِ بْنِ اَبِیْ هِلَالٍ، اَنَّ اَبَا الرِّجَالِ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَهٗ، عَنْ اُمِّهٖ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَ کَانَتْ فِیْ حَجْرِهٖ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ بَعَثَ رَجُلاً عَلٰی سَرِیَّةٍ وَکَانَ یَقْرَأُ لِاَصْحَابِهٖ فِیْ صَلٰوتِهِمْ فَیَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَکَرُوْا ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ سَلُوْهُ لِاَیِّ شَیْءٍ یَصْنَعُ ذٰلِکَ فَسَأَلُوْهُ فَقَالَ لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَ اَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَأَهَا، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ یُحِبُّهٗ۔ (١٥٨)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی نے ایک شخص کو ایک فوجی دستے کا قائد بنا کر بھیجا۔ وہ صاحب اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے ہوئے اپنی قرأت ہمیشہ **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** (سورۂ اخلاص) پر ختم کیا کرتے تھے۔ جب یہ لوگ اس مُہم سے واپس آئے تو انھوں نے نبی ﷺ سے یہ بات بیان کی۔ اس پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان صاحب سے جا کر پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ لوگوں نے ان سے جا کر پوچھا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کا وصف بیان کیا گیا ہے اس لیے میں اس کے پڑھنے کو محبوب رکھتا ہوں۔ یہ سُن کر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس شخص کو جا کر خبر دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔

تشریح: سَرِیَّۃ اُس فوجی مہم کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ خود شامل نہ ہوں، اور اس کے برعکس غزوہ وہ فوجی مہم ہوتی ہے جس میں حضورؐ بنفس نفیس شریک ہوں۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں اور بعد میں بھی ایک مدّت تک یہ دستور رہا کہ نماز کی امامت وہی شخص کرتا تھا جو جماعت کا امیر ہوتا تھا۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی فوجی دستے کا کمانڈر ہوتا تو نماز پڑھانا اسی کا کام ہوتا تھا۔ اسی طرح مرکز میں خلیفہ خود نماز پڑھاتا اور خطبہ دیتا تھا۔ جس فوجی مہم کا یہاں ذکر کیا گیا ہے اس کے کمانڈر کا یہ معمول تھا کہ وہ نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص لازماً پڑھتا تھا۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کے علم میں لائی گئی اور آپ کی ہدایت کے مطابق

اس شخص سے دریافت کرنے پر اس کی وجہ معلوم ہوئی تو حضورؐ نے اسے بشارت دی کہ جب تم کو یہ سورت اس بنا پر محبوب ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا وصف بہترین طریقے سے بیان ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں محبوب رکھتا ہے۔

گزشتہ حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو سورۂ اخلاص پسند کرنے کی بنا پر اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونے کی خوش خبری دی۔

دنیا کی کسی کتاب میں توحید کو اتنے مختصر الفاظ اور ایسے جامع انداز میں بیان نہیں کیا گیا ہے کہ اس سے دنیا میں پائی جانے والی تمام گمراہیوں کی جڑ ایک ساتھ کٹ جاتی ہو۔ تمام کُتب آسمانی جو تھوڑی بہت اس وقت دنیا میں پائی جاتی ہیں وہ اس مضمون سے خالی ہیں۔ اسی بنا پر جو لوگ اس چیز کو سمجھتے تھے اور اس کی روح کو جانتے تھے وہ اس سورت سے بڑی محبت رکھتے تھے۔

خود اس سورت کا نام سورۂ اخلاص ہی اس حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے کہ یہ وہ سورت ہے جو خالص توحید کا سبق دیتی ہے، ایسی توحید کہ جس کے ساتھ شرک کا شائبہ تک باقی نہیں رہتا۔ اس لیے جو شخص اس بنا پر اسے محبوب رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا بھی محبوب ہے۔

سورۂ اخلاص سے محبت جنت میں داخلے کا سبب ہے

۱۳۸- عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قَالَ اِنَّ حُبَّكَ اِيَّاهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ۔ (رواه الترمذی و روی البخاری معناه)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ، مجھے یہ سورت سورۂ اخلاص بڑی محبوب ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: اس سورت کے لیے تیری محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا۔“

تخریج:〈۱〉 **وَ رَوٰى مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قَالَ: اِنَّ حُبَّكَ اِيَّاهَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ۔** (۱۵۹)

〈۲〉 **حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، اَنَا مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ، ثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ رَجُلًا قَالَ: وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حُبُّكَ اِيَّاهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ۔** (۱۶۰)

تشریح: معلوم ہوا کہ اس سورت کا محبوب ہونا ایک فیصلہ کن چیز ہے۔ ایک شخص کے جنت میں جانے کا فیصلہ اس بات سے ہوگیا کہ اسے یہ سورت محبوب تھی۔ لیکن اس سورت کا محبوب ہونا بغیر اس کے ممکن نہیں ہے کہ آدمی کا دل ہر شائبہ شرک سے بالکل پاک ہو اور خالص توحید اس کے دل میں گھر کر گئی ہو۔ خالص توحید کا دل میں اُترنا ہی جنت کی کنجی ہے۔ اگر توحید میں

نقص ہو تو جنت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آدمی کی زندگی میں دوسری خامیاں اور نقائص ہوں تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا لیکن توحید میں خلل نا قابلِ تلافی ہے۔ اوّل تو خالص توحید اگر کسی کے دل میں بیٹھ جائے تو اس کے اندر باقی خامیاں اور نقائص بہت ہی کم رہ جائیں گے لیکن اگر رہ بھی جائیں تو اسے توبہ کی توفیق نصیب ہو جائے گی۔ اور اگر بالفرض اسے توبہ کی توفیق بھی نصیب نہ ہوئی اور وہ توبہ کرنا بھول گیا تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی مغفرت ہو جائے گی کیوں کہ خالص توحید وہ اصل حقیقت ہے جس پر انسان کے خدا کا وفادار ہونے نہ ہونے کا انحصار ہے۔ جو آدمی خالص توحید کو مانتا ہے وہ خدا کے وفاداروں میں شامل ہے اور خدا کا معاملہ اپنے وفاداروں کے ساتھ وہ نہیں جو بے وفاؤں اور غداروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اِسی لیے نبی ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ اس سورت کو محبوب رکھنے نے تیرے جنت میں داخل ہونے کا فیصلہ کر دیا۔

المعوّذتین

سحر کی حقیقت اور معوذتین کی شانِ نزول

شانِ نزول کے بارے میں یہ بات پہلے ہی سمجھ لینے کی ہے کہ مفسرین جب کسی واقعے کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس واقعے کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جب واقعہ پیش آیا اسی وقت وہ آیت نازل ہوئی تھی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس واقعے سے اس آیت کا تعلق ہے۔

معوّذتین کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ وہ مکّے میں نازل ہوئی ہیں اور احادیث میں جادو کا جو واقعہ بیان ہوا ہے وہ مدینہ طیّبہ کا ہے اس لیے یہ کہنا **بداھۃً** غلط ہے کہ جب جادو کا وہ واقعہ پیش آیا اس وقت یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔ دراصل اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ واقعہ پیش آیا تو حضوؐر کو ان سورتوں کے پڑھنے کی ہدایت فرمائی گئی۔

جادو کی حقیقت اگر آپ سمجھنا چاہیں تو قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ پڑھیں۔ جادوگروں نے لاٹھیوں اور رسیوں کے جو سانپ بنائے تھے وہ حقیقت میں سانپ نہیں بن گئے تھے، مگر اُس مجمعے نے جو وہاں موجود تھا، یہی محسوس کیا کہ یہ لاٹھیاں اور رسیّاں سانپوں میں تبدیل ہوگئی ہیں۔ حتیٰ کہ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھیں بھی پیغمبر ہونے کے باوجود اس قدر مسحور ہوگئیں کہ انہوں نے بھی انہیں سانپ ہی دیکھا۔

قرآن مجید کا بیان ہے کہ:

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ۔ (الاعراف: ۱۱۶)

''جب جادوگروں نے اپنے انچھر پھینکے تو لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کر دیا اور انہیں مرعوب کر دیا۔''

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى۔

(طٰہٰ: ۶۶-۶۷)

''پس یکایک ان کے جادو کی وجہ سے ان کی لاٹھیاں اور رسیّاں موسیٰ کو دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں اور موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈر گیا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جادو قلبِ ماہیّت نہیں کرتا بلکہ ایک خاص قسم کا نفسیاتی اثر ڈال کر آدمی کے حواس کو متأثر کر دیتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جادو کی یہ تاثیر عام انسانوں پر ہی نہیں بلکہ انبیاء پر بھی ہو سکتی ہے۔ اگر چہ اس ذریعے سے کوئی جادوگر کسی نبی کو شکست نہیں دے سکتا، نہ اُس کے مشن کو فیل کر سکتا ہے، نہ اُسے اس حد تک متاثر کر سکتا ہے کہ وہ جادو کے زیرِ اثر آ کر منصبِ نبوّت کے خلاف کوئی کام کر جائے۔ لیکن بہ جائے خود یہ بات کہ ایک نبی پر جادو کا اثر ہو سکتا ہے، خود قرآن سے ثابت ہے۔

احادیث میں نبی ﷺ پر جادو کا اثر ہونے کی جو روایات آئی ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی عقل، تجربے، اور مشاہدے کے خلاف نہیں ہے، اور نہ قرآن کی بتائی ہوئی اس حقیقت کے خلاف ہے جس کی میں نے اوپر تشریح کی ہے۔ نبی اگر زخمی یا شہید ہو سکتا ہے تو اُس کا جادو سے متأثر ہو جانا کون سی تعجب کی بات ہے؟

روایات سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ چند روز تک حضورؐ کو کچھ نسیان سا لاحق ہو گیا تھا اور وہ بھی تمام معاملات میں نہیں، بلکہ بعض معاملات میں جزوی طور پر۔ (رسائل و مسائل حصہ دوم تفسیر آیات، سحر کی حقیقت اور...)

معوّذتین - دو بے نظیر سورتیں

۱۳۹-عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلَمْ تَرَ اٰيٰتٍ اُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ (رواہ مسلم)

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: نَا جَرِيْرٌ عَنْ بَيَانٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ حَازِمٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلَمْ تَرَ اٰيَاتٍ اُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ (۱۶۱)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا: تم نے دیکھا، آج رات ایسی آیات اُتری ہیں کہ کبھی ان کی نظیر نہیں پائی گئی اور وہ: **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ** (یعنی سورۃ الفلق) اور **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ** (یعنی سورۃ الناس) ہے۔

تشریح: یہاں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کے متعلق حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بے مثال سورتیں ہیں، کبھی ان کی نظیر نہیں پائی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی کتب آسمانی سورۂ اخلاص کی طرح اس مضمون سے بھی خالی ہیں جو ان سورتوں میں اتنے مختصر اور جامع الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ دوسری بات جس کی بنا پر یہ سورتیں اہمیت رکھتی ہیں وہ یہ ہے کہ اگر ان دونوں سورتوں کے مضمون کو اچھی طرح سے سمجھ لیا جائے تو یہ انسان کو ہر قسم کے اندیشوں اور خرخشوں سے نجات دلا دیتی ہیں اور ایک آدمی حق کے راستے پر پورے اطمینان اور یقین کے ساتھ چل سکتا ہے۔ پہلی سورت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ بات کہہ دو کہ میں پناہ مانگتا ہوں اُس رب کی جو صبح کو نکالنے والا ہے، اُن تمام چیزوں کے شر سے جو اُس نے پیدا کی ہیں، اور ان تمام خطرات سے جو رات کو پیش آتے ہیں اور ان تمام لوگوں کے شر سے جو طرح طرح کے جادو ٹونے اور اس طرح کے دوسرے افعال کرنے والے ہیں۔

دوسری سورت میں یہ فرمایا گیا کہہ دو کہ میں نے پناہ لی اس ہستی کی جو رَبُّ النَّاس ہے اِلٰهُ النَّاس ہے اور مَلِکُ النَّاس ہے، تمام انسانوں اور شیاطین کے شر سے، جو دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں۔

اگر ایک آدمی اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق اور اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس کے الفاظ اپنی زبان سے ادا کرتا ہے اور پھر ان تمام فتنوں اور شرور سے ڈرتا بھی رہتا ہے جن سے اس نے پناہ لی ہے تو زبان سے اس کا یہ الفاظ نکالنا بے معنی ہے۔ اگر وہ اخلاص سے اور سوچ سمجھ کر یہ بات کہتا ہے تو پھر اسے اس بات سے بے فکر ہو جانا چاہیے کہ کوئی اس کا کچھ بگاڑ سکتا ہے۔ کیوں کہ جب اس نے اُس خدا کی پناہ لے لی ہے جو ساری کائنات کا مالک ہے اور تمام انسانوں کا بھی مالک ہے، اور اس بات کا اعلان کر دیا ہے کہ اب مجھے کسی کے شر سے کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر اس کے بعد ڈرنے کے کوئی معنی باقی نہیں رہتے۔ آدمی پناہ تو اُسی کی لیا کرتا ہے جس کے بارے میں اُسے یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ اسے پناہ دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ اگر کوئی پناہ دینے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اُس کے پاس پناہ لینے والا کوئی بیوقوف ہی ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی کسی کی پناہ اس دوہرے یقین کی بنا پر لیتا ہے کہ ایک تو وہ اُسے پناہ دینے کی قدرت رکھتا ہے اور دوسرے جن کے شر سے وہ بھاگ کر اس کے دامن میں پناہ لے رہا ہے ان سب کی قوت اس کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ جب تک اسے ان دو باتوں کا یقین نہ ہو وہ اس کی پناہ نہیں لے سکتا۔ اور اگر اس یقین کے ساتھ وہ اس کی پناہ لیتا ہے تو پھر کسی چیز کا خطرہ یا خوف محسوس کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

اگر ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی ایسی قدرت اور عظمت کا یقین لے کر اس کے راستے میں کام کرنے کے لیے کھڑا ہو تو پھر وہ کسی کو خاطر میں نہیں لائے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہ ہوگی جس کے مقابلے میں اس کو کوئی خطرہ محسوس ہو یا وہ کسی خوف میں مبتلا ہو۔ وہ بالکل بے فکر ہو کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں کام کرے گا اور دنیا کی تمام طاقتوں کے ساتھ ٹکرا جائے گا۔

قرآن کا بیان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے مقابلے میں اپنے بھائی کے ساتھ ایک لاٹھی لیے ہوئے پہنچ گئے۔ آخر اتنی بڑی طاقت کے مقابلے میں صرف دو آدمی کیسے ڈٹ گئے۔؟ صرف اس لیے کہ اُنہیں اللہ کی پناہ کا یقین تھا۔ جب اللہ کی پناہ لے لی تو پھر اس کے بعد دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکر لی جاسکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے ساری دنیا کے مقابلے میں کیسے کھڑے ہو گئے؟ صرف اس بنا پر کہ آپؐ کو اللہ پر بھروسہ تھا اور یہ یقین تھا کہ میری پُشت پر خدا کی طاقت ہے جو ساری کائنات اور ساری طاقتوں کا مالک ہے۔ اس طرح درحقیقت خدا کی پناہ کا یقین اور بھروسہ وہ چیز ہے جس کی ضرورت سب سے زیادہ ان لوگوں کو ہے جو خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے کھڑے ہوں، جو خدا کا کلمہ بلند کرنے کے لیے تمام طاقتوں کے مقابلے میں ڈٹ جانے کا عزم رکھتے ہوں، بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی ذرائع، کوئی لاؤ لشکر اور کوئی ساز و سامان ہو۔ انسان یہ جرأت اسی صورت میں کر سکتا ہے کہ جب اسے خدا کی پناہ کا یقین کامل ہو۔ اِسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بے نظیر کلام ہے جو ان دونوں سورتوں میں آیا ہے کیوں کہ اس میں ہر طرح کے فتنوں اور باطل قوتوں کے مقابلے میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ لینے کی تعلیم دی گئی ہے اور اسی کے نتیجے میں ایک مومن کے اندر اس کی پناہ کا یقین پیدا ہوتا ہے۔

۱۴۰– ”جب مدینے میں یہود نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا تھا اور اس کے اثر سے حضورؐ بیمار ہو گئے تھے اس وقت یہ سورتیں (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) نازل ہوئیں تھیں۔“

(ابنِ سعد محی السنۃ بغوی، امام نسفی، امام بیہقی، حافظ ابن حجر، حافظ بدرالدین عینی، عبد بن حمید)۔

تخریج: عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ: قَالَ سَحَرَ النَّبِیَّ ﷺ رَجُلٌ مِنَ الْیَھُوْدِ، فَاشْتَکٰی فَاَتَاہُ جِبْرِیْلُ، فَنَزَلَ عَلَیْہِ الْمُعَوِّذَتَیْنِ۔ وَ قَالَ: اِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْیَھُوْدِ سَحَرَکَ، وَالسِّحْرُ فِیْ بِئْرِ فُلَانٍ، فَاَرْسَلَ عَلِیًّا فَجَاءَ بِہٖ فَاَمَرَہٗ اَنْ یَّحُلَّ الْعُقَدَ وَ یَقْرَأُ اٰیَۃً وَ یَحُلُّ حَتّٰی قَامَ النَّبِیُّ ﷺ کَاَنَّمَا نَشِطَ مِنْ عِقَالٍ۔ (۱۶۲)

۱۴۱۔ ’’نسائی کی ایک روایت عقبہ بن عامرؓ سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دونوں سورتیں صبح کی نماز میں پڑھیں۔‘‘

تخریج: اَخْبَرَنَا مُوْسَی بْنُ حِزَامٍ التِّرْمِذِیُّ، قَالَ: اَنْبَانَا اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ سُفْیَانَ، عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ، عَنْ اَبِیْہِ، عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ، اَنَّہٗ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَنِ الْمُعَوِّذَتَیْنِ۔ قَالَ عُقْبَۃُ: فَاَمَّنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِھِمَا فِیْ صَلَاۃِ الْغَدَاۃِ۔ (۱۶۳)

تشریح: ان دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورتیں مدنی ہیں۔ کیوں کہ عقبہ بن عامرؓ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں ایمان لائے تھے، جیسا کہ ابوداؤد اور نسائی نے خود اُن کے اپنے بیان سے نقل کیا ہے۔

(دوسرے واقعے کے بارے میں) ابنِ سعد نے واقدی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ یہ ۷ ھ کا واقعہ ہے۔ اسی بنا پر سفیان بن عیینہ نے بھی ان سورتوں کو مدنی کہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور یہی قول حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور قتادہ کا بھی ہے لیکن حضرت حسن بصریؒ، عکرمہ، عطاء اور جابر بن زید کہتے ہیں کہ یہ سورتیں مکی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔

لیکن کسی سورۃ یا آیت کے متعلق جب یہ کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں موقع پر نازل ہوئی تھی تو اس کا مطلب لازماً یہی نہیں ہوتا کہ وہ پہلی مرتبہ اسی موقع پر نازل ہوئی تھی، بلکہ بعض اوقات ایسا ہوا ہے کہ ایک سورت یا آیت پہلے نازل ہو چکی ہوتی تھی، پھر کوئی خاص واقعہ یا صورت حال پیش آنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی کی طرف دوبارہ بلکہ کبھی کبھی بار بار حضورؐ کو توجہ دلائی جاتی تھی۔ ہمارے نزدیک ایسا ہی معاملہ معوّذتین کا بھی ہے۔ ان کا مضمون صاف بتا رہا ہے کہ یہ ابتداءً مکّے میں اس وقت نازل ہوئی ہوں گی جب وہاں حضورؐ کی مخالفت خوب زور پکڑ چکی تھی۔ بعد میں جب مدینہ طیبہ میں منافقین یہود اور مشرکین کی مخالفت کے طوفان اٹھے تو حضورؐ کو پھر انہیں دونوں سورتوں کے پڑھنے کی تلقین کی گئی جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ کی مندرجہ بالا روایت میں ذکر آیا ہے۔ اس کے بعد جب آپؐ پر جادو کیا گیا اور آپؐ کی علالتِ مزاج نے شدّت اختیار کی تو اللہ کے حکم سے جبریل علیہ السلام نے آ کر پھر یہی سورتیں پڑھنے کی آپؐ کو ہدایت کی۔ اس لیے ہمارے نزدیک ان مفسرین کا بیان ہی زیادہ معتبر ہے جو ان دونوں سورتوں کو مکّی قرار دیتے ہیں۔ جادو کے معاملے کے ساتھ ان کو مخصوص سمجھنے میں تو یہ امر بھی مانع ہے کہ اُس کے ساتھ سورۃ فلق کی صرف ایک آیت وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ہی تعلق رکھتی ہے، سورۂ فلق کی باقی آیات اور پوری سورۂ الناس کا اس معاملے سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ۶، معوذتین، زمانۂ نزول)

۱۴۲– ابن حبان نے حضرت عقبہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضورؐ نے ان سے فرمایا "اگر ممکن ہو تو تمہاری نمازوں سے ان دونوں سورتوں کی قراءت چھوٹنے نہ پائے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ یَعْقُوْبَ، ثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِیُّ، ثَنَا وَھْبُ بْنُ جَرِیْرٍ، ثَنَا اَبِیْ، سَمِعْتُ یَحْیَ بْنَ اَیُّوْبَ، یُحَدِّثُ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ، عَنْ اَسْلَمَ، اَبِیْ عِمْرَانَ التَّجِیْبِیِّ، عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ قَالَ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَقْرَأُ مِنْ سُوْرَۃِ یُوْسُفَ وَ سُوْرَۃِ ھُوْدٍ، قَالَ: یَا عُقْبَۃُ، اِقْرَأْ بِاَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، فَاِنَّکَ لَنْ تَقْرَأَ بِسُوْرَۃٍ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ وَ اَبْلَغَ عِنْدَہٗ مِنْھَا، فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَّا تَفُوْتَکَ، فَافْعَلْ۔ (۱۶۴)

ترجمہ: عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں سورۂ یوسف اور سورۂ ہود میں سے پڑھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اے عقبہ سورۂ فلق پڑھا کرو۔ تم ہرگز ایسی کوئی سورت نہیں پڑھو گے جو اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو اور اس سے زیادہ اللہ کے نزدیک پہنچنے والی ہو۔ اگر ممکن ہو تو تمہاری نمازوں سے اس کی تلاوت چھوٹنے نہ پائے۔

۱۴۳– "سعید بن منصور نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضورؐ نے صبح کی نماز میں یہ دونوں سورتیں پڑھیں۔"

تخریج: اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِیَۃُ عَنِ الْعَلَاءِ ابْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مَکْحُوْلٍ، عَنْ عُقْبَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَرَأَ بِھِمَا فِیْ صَلَاۃِ الصُّبْحِ۔ (۱۶۵)

۱۴۴– "امام احمد اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ ایک اور صحابی کی یہ روایت لائے ہیں کہ حضورؐ نے اُن سے فرمایا جب تم نماز پڑھو تو اُس میں یہ دونوں سورتیں پڑھا کرو۔"

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ، حَدَّثَنَا الْجُرَیْرِیُّ عَنِ الْعُلَاءِ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ سَفَرٍ وَالنَّاسُ یَعْتَقِبُوْنَ وَ فِی الظُّھْرِ قِلَّۃٌ، فَحَانَتْ نَزْلَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَ نَزْلَتِیْ، فَلَحِقَنِیْ فَضَرَبَ مَنْکِبِیَّ فَقَالَ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" فَقَرَأَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَرَأْتُھَا مَعَہٗ ثُمَّ قَالَ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" فَقَرَأَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَرَأْتُھَا مَعَہٗ فَقَالَ "اِذَا صَلَّیْتَ فَاقْرَأْ بِھِمَا۔" (۱۶۶)

۱۴۵– مسند احمد، ابوداؤد اور نسائی میں عقبہ بن عامرؓ کی یہ روایت آئی ہے کہ حضورؐ نے ان سے فرمایا: "کیا میں دو ایسی سورتیں تمہیں نہ سکھاؤں جو اُن بہترین سورتوں میں سے ہیں جنہیں لوگ پڑھتے ہیں؟" انہوں نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہؐ۔ اس پر حضورؐ نے ان کو یہی معوذتین پڑھائیں۔ پھر نماز کھڑی ہوئی تو حضورؐ نے یہی دو سورتیں اس میں پڑھیں اور نماز کے بعد پلٹ کر جب آپؐ ان کے پاس سے گزرے تو فرمایا "اے عُقبہ، کیسا پایا تم نے؟" اور اس کے بعد اُن کو ہدایت فرمائی کہ جب تم سونے لگو اور جب سو کر اٹھو تو اِن سورتوں کو پڑھا کرو۔

تخریج:(۱) اَخْبَرَنِیْ مَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ بْنُ جَابِرٍ عَنِ

الْقَاسِمِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: بَيْنَا اَقُوْدُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی نَقْبٍ مِنْ تِلْكَ النِّقَابِ اِذْ قَالَ: اَلَا تَرْكَبُ يَا عُقْبَةُ: فَاَجْلَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ اَرْكَبَ مَرْكَبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: اَلَا تَرْكَبُ يَا عُقْبَةُ؟ فَاَشْفَقْتُ اَنْ يَكُوْنَ مَعْصِيَةً، فَنَزَلَ، وَ رَكِبْتُ هُنَيْهَةً وَ نَزَلْتُ وَ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: اَلَا اُعَلِّمُكَ سُوْرَتَيْنِ مِنْ خَيْرِ سُوْرَتَيْنِ قَرَأَ بِهِمَا النَّاسُ. فَاَقْرَأَنِیْ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ. فَاُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَتَقَدَّمَ فَقَرَأَ بِهِمَا. ثُمَّ مَرَّبِیْ فَقَالَ كَيْفَ رَأَيْتَ يَا عُقْبَةُ بْنَ عَامِرٍ اِقْرَأْ بِهِمَا كُلَّمَا نِمْتَ وَ قُمْتَ. (١٦٧)

﴿٢﴾ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِیْ مُعَاوِيَةُ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ مَوْلٰى مُعَاوِيَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ كُنْتُ اَقُوْدُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَاقَتَهٗ فِی السَّفَرِ، فَقَالَ لِیْ يَا عُقْبَةُ اَلَا اُعَلِّمُكَ خَيْرَ سُوْرَتَيْنِ. قُرِئَتَا فَعَلَّمَنِیْ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ. قَالَ: فَلَمْ يَرَنِیْ سُرِرْتُ بِهِمَا جِدًّا. فَلَمَّا نَزَلَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ صَلّٰى بِهِمَا صَلَاةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الصَّلَاةِ الْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ: يَا عُقْبَةُ كَيْفَ رَأَيْتَ؟ (١٦٨)

١٤٦- ”عقبہ بن عامر کی ایک روایت یہ ہے کہ حضوؐر نے ان کو ہر نماز کے بعد معوّذات یعنی قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور معوذتین پڑھنے کی تلقین کی۔“ (مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا هَارُوْنُ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِی اللَّيْثُ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ اَبِیْ حَكِيْمٍ، حَدَّثَهٗ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ اللَّخْمِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ اَقْرَأَ بِالْمُعَوِّذَاتِ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ. (١٦٩)

١٤٧- عقبہ بن عامر کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضوؐر سواری پر چلے جا رہے تھے اور میں آپؐ کے قدم مبارک پر ہاتھ رکھے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ میں نے عرض کیا مجھے سورۂ ہود یا سورۂ یوسف سکھا دیجیے۔ فرمایا ”اللہ کے نزدیک بندے کے لیے ’قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ‘ سے زیادہ نافع کوئی چیز نہیں ہے۔“ (نسائی، ابن مردویہ، حاکم)

تخریج: اَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِيْبٍ، عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ اَسْلَمَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ رَاكِبٌ، فَوَضَعْتُ يَدِیْ عَلٰى قَدَمِهٖ، فَقُلْتُ: اَقْرِئْنِیْ سُوْرَةَ هُوْدٍ، اَقْرِئْنِیْ سُوْرَةَ يُوْسُفَ، فَقَالَ: لَنْ تَقْرَأَ شَيْئًا اَبْلَغَ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ. (١٧٠)

۱۴۸– عبداللہ بن عابس الجہنی کی روایت (نسائی، بیہقی، بغوی، اور ابن سعد نے نقل کی) ہے کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا ابن عابس، کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ پناہ مانگنے والوں نے جتنی چیزوں کے ذریعے سے اللہ کی پناہ مانگی ہے، ان میں سب سے افضل کون سی چیزیں ہیں؟ میں نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ، فرمایا "**قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ** اور **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ**، یہ دونوں سورتیں۔

تخریج: اَخبرَنَا مَحمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثنَا الوَلِیْدُ، قَالَ: حَدَّثنَا اَبُوْ عَمرٍو عَنْ یَحیٰ، عَنْ مُحمَّدِ بْنِ اِبرَاهِیمَ بْنِ الحَارِثِ، اَخبَرَنِی اَبُوْ عَبدِ اللّٰهِ اَنَّ ابنَ عَابِسٍ الْجُهَنِیَّ، اَخبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهٗ: یَا ابنَ عَابِسٍ! اَلا اَدُلُّکَ اَوْ قَالَ: اَلا اُخبِرُکَ بِاَفْضَلِ مَا یَتعَوَّذُ بِهِ الْمُتَعَوِّذُوْنَ؟ قَالَ: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ هَاتَیْنِ السُّوْرَتَیْنِ۔ (۱۷۱)

۱۴۹– ابن مردویہ نے حضرت اُمّ سلمہ کی روایت نقل کی ہے کہ اللہ کو جو سورتیں سب سے زیادہ پسند ہیں، وہ "**قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ** اور **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ** ہیں۔" (تفہیم القرآن، ج۶، المعوذتین، معوذتین کی قرآنیت)

تخریج: اَخرَجَ ابنُ مَردُوْیَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مِنْ اَحَبِّ السُّوَرِ اِلَی اللّٰهِ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ (۱۷۲)

۱۵۰– "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (کہتے ہیں کہ معوذتین قرآن کی سورتیں نہیں ہیں بلکہ) یہ تو ایک حکم تھا جو رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا تھا کہ آپؐ اس طرح تعوذ کیا کریں۔"

تخریج:〈۱〉 حَدَّثنَا عَبدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ اَشْکَابٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِی عُبَیْدَةَ بْنِ مَعْنٍ، ثَنَا اَبِی عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِی اِسْحَاقَ، عَنْ عَبدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ: کَانَ عَبدُ اللّٰهِ یَحُکُّ الْمُعَوِّذَتَیْنِ مِنْ مَصَاحِفِهٖ وَ یَقُوْلُ اِنَّهُمَا لَیْسَتَا مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ۔ (۱۷۳)

〈۲〉 قَالَ الْحَافِظُ اَبُوْ یَعْلٰی: حَدَّثنَا الأَزْرَقُ بْنُ عَلِیٍّ، حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ اِبْرَاهِیمَ، حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ بَهْرَامٍ، عَنْ اِبْرَاهِیمَ بْنِ عَلْقَمَةَ، قَالَ: کَانَ عَبدُ اللّٰهِ یَحُکُّ الْمُعَوِّذَتَیْنِ مِنَ الْمُصْحَفِ وَ یَقُوْلُ: اِنَّمَا اُمِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ یَتَعَوَّذَ بِهِمَا وَلَمْ یَکُنْ عَبدُ اللّٰهِ یَقْرَاُ بِهِمَا۔ (۱۷۴)

۱۵۱– زر بن حبیش کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابیؓ سے کہا کہ آپ کے بھائی عبداللہ بن مسعودؓ ایسا اور ایسا کہتے ہیں آپ ان کے اس قول کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تھا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا قل، تو میں نے بھی کہا قل۔ اس لیے ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں جس طرح حضورؐ کہتے تھے۔

(صحیح البخاری، مسند احمد، حافظ ابوبکر الحمیدی کی مسند، ابونعیم کی المستخرج اور سنن نسائی)

امام احمد کی روایت میں حضرت اُبی کے الفاظ یہ ہیں: ''میں شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتایا کہ جبریل علیہ السلام نے آپؐ سے **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ** کہا تھا اس لیے آپؐ نے بھی ایسا ہی کہا، اور انہوں نے **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس** کہا تھا اس لیے آپؐ نے بھی ایسا ہی کہا: لہٰذا ہم بھی اُسی طرح کہتے ہیں جس طرح حضورؐ نے کہا۔''

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ اَبِی لُبَابَةَ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ ح قَالَ وَ ثَنَا عَاصِمٌ عَنْ زِرٍّ، قَالَ: سَأَلْتُ اُبَیَّ بْنَ كَعْبٍ قُلْتُ: اَبَا الْمُنْذِرِ اِنَّ اَخَاکَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ كَذَا وَ كَذَا، فَقَالَ اُبَیٌّ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لِیْ، قِيْلَ لِیْ قُلْ: فَقُلْتُ، فَنَحْنُ نَقُوْلُ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ (۱۷۵)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِی اَبِیْ، ثَنَا عَفَّانُ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، اَنَا عَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، قَالَ: قُلْتُ لِاُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ اِنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ لَا يَكْتُبُ الْمُعَوِّذَتَيْنِ فِیْ مُصْحَفِهٖ، فَقَالَ: اَشْهَدُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخْبَرَنِیْ اَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَهٗ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ فَقُلْتُهَا۔ فَقَالَ: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ فَقُلْتُهَا۔ فَنَحْنُ نَقُوْلُ مَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ۔ (۱۷۶)

﴿۳﴾ هٰذَا مَشْهُوْرٌ عِنْدَ كَثِيْرٍ مِنَ الْقُرَّاءِ وَالْفُقَهَاءِ اِنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ لَا يَكْتُبُ الْمُعَوِّذَتَيْنِ فِیْ مُصْحَفِهٖ، فَلَعَلَّهٗ لَمْ يَسْمَعْهَا مِنَ النَّبِیِّ ﷺ وَلَمْ يَتَوَاتَرْ عِنْدَهٗ ثُمَّ قَدْ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهٖ ذٰلِکَ اِلٰی قَوْلِ الْجَمَاعَةِ فَاِنَّ الصَّحَابَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَثْبَتُوْهُمَا فِی الْمَصَاحِفِ الْاَئِمَّةِ وَ نَفَذُوْهَا اِلٰی سَائِرِ الْاٰفَاقِ كَذٰلِکَ۔ (۱۷۷)

ترجمہ: فقہاء اور قراء کی اکثریت میں یہ بات مشہور ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ معوذتین کو اپنے مصحف میں نہیں لکھتے تھے۔ ممکن ہے ایسا وہ اس لیے کرتے ہوں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے ان سورتوں کو سنا ہی نہ ہو اور ان کے نزدیک تواتر کے درجہ میں نہ ہوں، بعد ازاں ابن مسعودؓ اپنے موقف سے رجوع کر کے جماعت صحابہ کے ہم خیال ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ نے ان دونوں سورتوں کو اپنے قرآن کے ان نسخوں میں جو امام کی حیثیت رکھتے تھے میں ثبت کیا اور ان کو سارے اطراف و آفاق میں اس طرح نافذ کر دیا۔[۱]

﴿۴﴾ اَنَّهٗ كَانَ يَحُکُّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ مِنَ الْمُصْحَفِ وَ يَقُوْلُ لَا تَخْلِطُوا الْقُرْاٰنَ بِمَا لَيْسَ مِنْهُ اِنَّهُمَا لَيْسَتَا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ اِنَّمَا اُمِرَ النَّبِیُّ ﷺ اَنْ يَتَعَوَّذَ بِهِمَا وَ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَا

---

(۱) اور اب (اے سامع) تجھے معلوم ہے کہ ان دونوں سورتوں کے قرآن میں ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ اب ان سورتوں کا قرآن میں ہونا تسلیم نہ کرنا کفر ہے۔ ممکن ہے ابن مسعودؓ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا ہو۔ (ابن کثیر ج ۴، سورۃ الفلق)

يَقْرَأُ بِهِمَا قَالَ الْبَزَّارُ لَمْ يُتَابِعِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ. وَ قَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ قَرَأَ بِهِمَا فِي الصَّلَاةِ وَ اَثْبَتَتَا فِي الْمُصْحَفِ۔ (۱۷۸)

ترجمہ: ابن مسعودؓ معوذتین کو اپنے مصحف میں سے کھرچ کر مٹا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ جو چیز قرآن میں سے نہیں اسے قرآن کے ساتھ خلط ملط نہ کرو یہ دونوں سورتیں قرآن میں سے نہیں ہیں۔ نبی کو تو ان سورتوں کے ذریعے پناہ پکڑنے کا حکم دیا گیا تھا۔

تشریح: ان روایتوں پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دونوں سورتوں میں لفظ **قُلْ** (کہو) دیکھ کر یہ غلط فہمی ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کو **اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ** اور **اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ** کہنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن انہوں نے حضورؐ سے اس کے متعلق سوال کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ حضرت ابی بن کعب کے ذہن میں بھی اس کے متعلق سوال پیدا ہوا اور انہوں نے حضورؐ سے اس کو پوچھ لیا۔ حضورؐ نے بتایا کہ جبریل علیہ السلام نے چوں کہ **قُلْ** کہا تھا اس لیے میں بھی **قُلْ** کہتا ہوں۔ اس بات کو یوں سمجھیے کہ اگر کسی کو حکم دینا مقصود ہو اور اس سے کہا جائے کہ ''کہو میں پناہ مانگتا ہوں'' تو وہ حکم کی تعمیل میں یہ نہیں کہے گا کہ ''کہو میں پناہ مانگتا ہوں'' بلکہ وہ ''کہو کا لفظ ساقط کر کے'' میں پناہ مانگتا ہوں'' کہے گا۔ بخلاف اس کے اگر کسی کو بالا دست حاکم کا پیغام بر اِن الفاظ میں پیغام پہنچائے کہ ''کہوں میں پناہ مانگتا ہوں'' اور یہ پیغام اُسے اپنے تک رکھنے کے لیے نہیں بلکہ دوسروں تک پہنچانے کے لیے دیا جائے تو وہ لوگوں تک پیغام کے الفاظ کو جوں کا توں پہنچائے گا، اُس میں کوئی چیز ساقط کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ پس ان دونوں سورتوں کی ابتدا لفظ **قُلْ** سے ہونا اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ یہ کلام وحی ہے، جسے حضورؐ انہی الفاظ میں پہنچانے کے پابند تھے جن الفاظ میں یہ آپؐ کو ملا تھا۔ اس کی حیثیت محض ایک حکم کی نہ تھی جو نبی ﷺ کو دیا گیا ہو۔ قرآن مجید میں ان دو سورتوں کے علاوہ ۳۳۰ آیتیں ایسی ہیں جو لفظ **قُلْ** (کہو) سے شروع ہوئی ہیں۔ ان سب میں **قُلْ** کا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ یہ کلام وحی ہے، جسے انہی الفاظ میں پہنچانا حضورؐ کے ذمے فرض تھا جن الفاظ میں یہ آپؐ پر نازل کیا گیا تھا۔ ورنہ ہر جگہ **قُلْ** اگر ایک حکم ہوتا تو حضورؐ اس لفظ کو ساقط کر کے وہ بات کہتے جس کے کہنے کا آپؐ کو حکم دیا گیا تھا اور اُسے قرآن میں درج نہ کیا جاتا بلکہ حضورؐ صرف اس حکم کی تعمیل میں وہ بات کہہ دینے پر اکتفا فرماتے جسے کہنے کا آپؐ کو حکم دیا گیا تھا۔

اس مقام پر اگر آدمی کچھ غور کرے تو اُس کی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آسکتی ہے کہ صحابۂ کرام کو بے خطا سمجھنا اور اُن کی کسی بات کے لیے غلط کا لفظ سنتے ہی توہین صحابہ کا شور مچا دینا کس قدر بے جا حرکت ہے۔ یہاں آپ دیکھ رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی سے قرآن کی دو سورتوں کے بارے میں کتنی بڑی چوک ہوگئی۔ ایسی چوک اگر اتنے عظیم مرتبہ کے صحابی سے ہوسکتی ہے تو دوسروں سے بھی کوئی چوک ہو جانی ممکن ہے۔ ہم علمی تحقیق کے لیے اُس کی چھان بین بھی کر سکتے ہیں اور کسی صحابی کی کوئی بات یا چند باتیں غلط ہوں تو انہیں غلط بھی کہہ سکتے ہیں۔ البتہ سخت ظالم ہوگا وہ شخص جو غلط کو غلط کہنے سے آگے بڑھ کر اُن پر زبان طعن دراز کرے۔ انہی معوّذتین کے بارے میں مفسرّین ومحدثین نے ابن مسعودؓ کی رائے کو غلط کہا ہے، مگر کسی نے یہ کہنے کی جرأت نہیں کی کہ قرآن کی دو سورتوں کا انکار کر کے معاذ اللہ وہ کافر ہو گئے تھے۔

(تفہیم القرآن، ج ۶، معوّذتین، معوّذتین کی قرآنیت)

۱۵۲- صلح حدیبیہ کے بعد جب نبی ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے تو محرم ۷ ھ میں خیبر سے یہودیوں کا ایک وفد مدینہ آیا اور ایک مشہور جادوگر لبید بن اعصم سے ملا جو انصار کے قبیلہ بنی زریق سے تعلق رکھتا تھا۔[۱] ان لوگوں نے اس سے کہا کہ محمد (ﷺ) نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔ ہم نے اُن پر بہت جادو کرنے کی کوشش کی مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اب ہم تمہارے پاس آئے ہیں، کیوں کہ تم ہم سے بڑے جادوگر ہو۔ لو، یہ تین اشرفیاں حاضر ہیں، انہیں قبول کرو اور محمدؐ پر ایک زور کا جادو کردو۔ اُس زمانے میں حضورؐ کے ہاں ایک یہودی لڑکا خدمت گار تھا۔ اُس سے ساز باز کر کے ان لوگوں نے حضورؐ کی کنگھی کا ایک ٹکڑا حاصل کرلیا جس میں آپؐ کے موئے مبارک تھے انہی بالوں اور کنگھی کے دندانوں پر جادو کیا گیا۔

(بعض روایات میں یہ ہے کہ لبید بن اعصم نے خود جادو کیا تھا اور بعض میں یہ ہے کہ اس کی بہنیں اس سے زیادہ جادوگرنیاں تھیں، اُن سے اُس نے جادو کروایا تھا۔ بہر حال ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت بھی ہو) اس جادو کو ایک نَر کھجور کے خوشے کے غلاف[۲] میں رکھ کر لبید نے بنی زُریق کے کنویں ذروان یا ذی اروان نامی کی تہہ میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیا۔ اس جادو کا اثر نبی ﷺ پر ہوتے ہوتے پورا ایک سال لگا، دوسری ششماہی میں کچھ تغیرِ مزاج محسوس ہونا شروع ہوا، آخری چالیس دن سخت اور آخری تین دن زیادہ سخت گزرے مگر اس کا زیادہ سے زیادہ جو اثر حضورؐ پر ہوا وہ بس یہ تھا کہ آپؐ گھلتے چلے جا رہے تھے، کسی کام کے متعلق خیال فرماتے کہ وہ کرلیا ہے مگر نہیں کیا ہوتا تھا، اپنی ازواج کے متعلق خیال فرماتے کہ آپؐ ان کے پاس گئے ہیں مگر نہیں گئے ہوتے تھے۔

اور بعض اوقات آپؐ کو اپنی نظر پر بھی شبہ ہوتا تھا کہ کسی چیز کو دیکھا ہے مگر نہیں دیکھا ہوتا تھا۔ یہ تمام اثرات آپؐ کی ذات تک محدود رہے۔ حتیٰ کہ دوسرے لوگوں کو یہ معلوم تک نہ ہوسکا کہ آپؐ پر کیا گزر رہی ہے۔ رہی آپؐ کے نبی ہونے کی حیثیت تو اس میں آپؐ کے فرائض کے اندر کوئی خلل واقع نہ ہونے پایا۔ کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ اُس زمانے میں آپؐ قرآن کی کوئی آیت بھول گئے ہوں یا کوئی آیت آپؐ نے غلط پڑھ ڈالی ہو یا اپنی صحبتوں میں اور اپنے وعظوں اور خطبوں میں آپؐ کی تعلیمات کے اندر کوئی فرق واقع ہو گیا ہو یا کوئی ایسا کلام آپؐ نے وحی کی حیثیت سے پیش کردیا ہو جو فی الواقع آپؐ پر نازل نہ ہوا ہو یا نماز آپؐ سے چھوٹ گئی ہو اور اس کے متعلق بھی کبھی آپؐ نے سمجھ لیا ہو کہ پڑھ لی ہے مگر نہ پڑھی ہو۔ ایسی کوئی بات معاذ اللہ پیش آجاتی تو دھوم مچ جاتی، اور پورا ملک عرب اس سے واقف ہو جاتا کہ جس نبی کو کوئی طاقت چِت نہ کرسکی تھی اسے ایک جادوگر کے جادو نے چت کردیا۔ لیکن آپؐ کی حیثیت نبوت اس سے بالکل غیر متأثر رہی اور صرف اپنی ذاتی زندگی میں آپؐ اپنی جگہ اسے محسوس کر کے پریشان ہوتے رہے۔ آخر کار ایک روز آپؐ حضرت عائشہؓ کے ہاں تھے کہ آپؐ نے بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اسی حالت میں نیند آگئی یا غنودگی طاری ہوئی اور پھر بیدار ہو کر آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ میں

---

(۱) بعض راویوں نے اسے یہودی کہا ہے اور بعض نے منافقین اور یہود کا حلیف۔ لیکن اس پر سب متفق ہیں کہ وہ بنی زریق میں سے تھا اور یہ سب کو معلوم ہے کہ بنی زُریق یہودیوں کا کوئی قبیلہ نہ تھا بلکہ خزرج میں سے انصار کا ایک قبیلہ تھا۔ اس لیے یا تو وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اہل مدینہ میں سے یہودی ہو گئے تھے یا یہود کا حلیف ہونے کی بنا پر بعض لوگوں نے اسے بھی یہودی شمار کرلیا۔ تاہم اس کے لیے منافق کا لفظ استعمال ہونے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر وہ مسلمان بنا ہوا تھا۔

(۲) ابتداً کھجور کا خوشہ ایک غلاف کے اندر ہوتا ہے اور نَر کھجور کے غلاف کا رنگ انسان کے رنگ سے ملتا جلتا ہے اور اس کی بو انسان کے مادہ منویہ جیسی ہوتی ہے۔

نے جو بات اپنے رب سے پوچھی تھی وہ اس نے مجھے بتادی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا وہ کیا بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا دو آدمی (یعنی فرشتے دو آدمیوں کی صورت میں) میرے پاس آئے۔ ایک سرہانے کی طرف تھا اور دوسرا پائینتی کی طرف۔ ایک نے پوچھا انہیں کیا ہوا؟ دوسرے نے جواب دیا ان پر جادو ہوا ہے۔ اُس نے پوچھا کس نے کیا ہے؟ جواب دیا لبید بن اعصم نے پوچھا کس چیز میں کیا ہے؟ جواب دیا کنگھی اور بالوں میں ایک نر کھجور کے خوشے کے غلاف کے اندر۔ پوچھا وہ کہاں ہے؟ جواب دیا بنی زُریق کے کنویں ذی اروان (یا ذروان) کی تہہ کے پتھر کے نیچے ہے۔ پوچھا اب اس کے لیے کیا کیا جائے؟ جواب دیا کہ کنویں کا پانی سونت دیا جائے اور پھر پتھر کے نیچے سے اُسے نکالا جائے۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا۔ ان کے ساتھ جبیر بن ایاس الزُّرقی اور قیس بن محصن الزُّرقی (بنی زریق کے یہ دو اصحاب بھی شامل ہوگئے۔ بعد میں حضورؐ خود بھی چند اصحاب کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ پانی نکالا گیا اور وہ غلاف برآمد کرلیا گیا۔ اُس میں کنگھی اور بالوں کے ساتھ ایک تانت کے اندر گیارہ گرہیں پڑی ہوئی تھیں اور موم کا ایک پتلا تھا جس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں۔ جبریل علیہ السلام نے آکر بتایا کہ آپؐ معوذتین پڑھیں۔ چناں چہ آپؐ ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور اس کے ایک ایک گرہ کھولی جاتی اور پتلے میں سے ایک سوئی نکالی جاتی رہی۔ خاتمہ تک پہنچتے ہی ساری گرہیں کھل گئیں، ساری سوئیاں نکل گئیں اور آپؐ جادو کے اثر سے نکل کر بالکل ایسے ہوگئے جیسے کوئی شخص بندھا ہوا تھا، پھر کھل گیا۔ اس کے بعد آپؐ نے لبید کو بلا کر باز پرس کی۔ اس نے اپنے قصور کا اعتراف کرلیا اور آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا، کیوں کہ اپنی ذات کے لیے آپؐ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ یہی نہیں بلکہ آپؐ نے اس معاملے کا چرچا کرنے سے بھی یہ کہہ کر انکار کردیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے شفادے دی ہے اب میں نہیں چاہتا کہ کسی کے خلاف لوگوں کو بھڑکاؤں۔

تخریج: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سُحِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اَنَّهُ لَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهُ فَعَلَ الشَّيْءَ وَمَا فَعَلَهُ حَتّٰى اِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ وَ هُوَ عِنْدِيْ. دَعَا اللّٰهَ وَ دَعَاهُ ثُمَّ قَالَ: اَشَعَرْتِ يَا عَائِشَةُ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَفْتَانِيْ فِيْمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيْهِ. قُلْتُ: وَمَا ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: جَآءَ نِيْ رَجُلَانِ فَجَلَسَ اَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِيْ وَالْاٰخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ ثُمَّ قَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ: مَا وَجَعُ الرَّجُلِ؟ قَالَ: مَطْبُوْبٌ قَالَ: وَ مَنْ طَبَّهٗ؟ قَالَ: لَبِيْدُ بْنُ الْاَعْصَمِ الْيَهُوْدِيُّ مِنْ بَنِيْ زُرَيْقٍ، قَالَ: فِيْمَا ذَا؟ قَالَ: فِيْ مُشْطٍ وَ مُشَاطَةٍ وَجُبِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ، قَالَ: فَاَيْنَ هُوَ؟ قَالَ: فِيْ بِئْرِ ذِيْ اَرْوَانَ. فَذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ اُنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ اِلَى الْبِئْرِ. فَنَظَرَ اِلَيْهَا. وَ عَلَيْهَا نَخْلٌ. ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى عَائِشَةَ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَكَاَنَّ مَاءَ هَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ، وَ لَكَاَنَّ نَخْلَهَا رُؤُسُ الشَّيَاطِيْنِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: اَفَاَخْرَجْتَهٗ قَالَ: لَا، اَمَّا اَنَا فَقَدْ عَافَانِي اللّٰهُ وَ شَفَانِيْ خَشِيْتُ اَنْ اُثَوِّرَ عَلَى النَّاسِ مِنْهُ شَرًّا. وَ اَمَرَ بِهَا فَدُفِنَتْ۔ (۱۷۹)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا۔ حالت یہ ہوگئی کہ کسی کام کو سرانجام دینے کے باوجود

آپ کو خیال ہوتا کہ اسے سرانجام نہیں دیا۔ تا آں کہ ایک رات آپ میرے ہاں تھے۔ آپ نے اللہ سے بہت دعا کی پھر فرمایا اے عائشہؓ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے باخبر فرمادیا ہے جسے میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: میرے پاس دو آدمی آئے ان میں سے ایک میرے سرہانے اور دوسرا میری پائنتی کھڑا ہوگیا، ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا اسے کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ اس پر جادو کیا گیا ہے۔ پہلے نے پوچھا کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا لبید بن اعصم نے۔ پہلے نے پوچھا کس چیز میں جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا کنگھی اور بالوں میں ایک نرکھجور کے خوشے کے غلاف کے اندر۔ پوچھا وہ کہاں ہیں؟ جواب دیا بنی زریق کے کنوئیں ذی اروان یا ذروان کی تہہ کے پتھر کے نیچے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ اس کنوئیں پر پہنچے۔ اس کا ملاحظہ فرمایا۔ اس پر کھجور کا درخت تھا پھر واپس حضرت عائشہؓ کے پاس آکر بتایا کہ اس کنوئیں کا پانی مہندی کے نچوڑ کی طرح سرخ تھا اور اس پر درخت کے پتے شیطان کے سروں کی طرح تھے۔ میں نے عرض کیا آپ نے اس کی تحقیق کی فرمایا نہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے عافیت عنایت فرمادی ہے مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ میں لوگوں میں اس کی وجہ سے شر نہ پھیلاؤں آپ نے اسے دفن کرنے کا حکم صادر فرمایا چناں چہ اسے دفن کردیا گیا۔

تشریح: حضرت عائشہؓ، حضرت زید بن ارقمؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بخاری، مسلم، نسائی، ابنِ ماجہ، امام احمد، عبدالرزاق، حمیدی، بیہقی، طبرانی، ابن سعد، ابن مردویہ، ابن ابی شیبہ، حاکم، عبد بن حمید وغیرہ محدثین نے اتنی مختلف اور کثیر التعداد سندوں سے نقل کیا کہ اس کا نفس مضمون تواتر کی حد کو پہنچا ہوا ہے اگرچہ ایک ایک روایت بجائے خود خبر واحد ہے۔ اس کی تفصیلات جو روایات میں آئی ہیں ان سے مندرجہ بالا واقعہ مرتب کیا گیا ہے۔

(جادو کے اس قصے میں) کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو آپؐ کے منصبِ نبوّت میں قادح ہو۔ ذاتی حیثیت سے اگر آپؐ کو زخمی کیا جاسکتا تھا جیسا کہ جنگ احد میں ہوا۔ اگر آپؐ گھوڑے سے گر کر چوٹ کھا سکتے تھے، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، اگر آپؐ کو بچھو کاٹ سکتا تھا، جیسا کہ کچھ اور احادیث میں وارد ہوا ہے، اور ان میں سے کوئی چیز بھی اس تحفظ کے منافی نہیں ہے جس کا نبی ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے وعدہ کیا تھا۔ تو آپؐ اپنی ذاتی حیثیت میں جادو کے اثر سے بیمار بھی ہوسکتے تھے۔ نبی پر جادو کا اثر ہوسکتا ہے یہ بات تو قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ سورۂ اعراف میں فرعون کے جادوگروں کے متعلق بیان ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جب وہ آئے تو انہوں نے ہزارہا آدمیوں کے اس پورے مجمع کی نگاہوں پر جادو کردیا جو وہاں دونوں کا مقابلہ دیکھنے کے لیے جمع ہوا تھا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ (آیت: ۱۱۶) اور سورۂ طٰہٰ میں ہے کہ جو لاٹھیاں اور رسیاں انہوں نے پھینکی تھیں ان کے متعلق عام لوگوں ہی نے نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی سمجھا کہ وہ ان کی طرف سانپوں کی طرح دوڑی چلی آرہی ہیں اور اس سے حضرت موسیٰ خوف زدہ ہوگئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل کی کہ خوف نہ کرو تم ہی غالب رہوگے، ذرا اپنا عصا پھینکو فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ وَ اَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ۔ (آیات: ۶۶ تا ۶۹)

چناں چہ نہ تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضورؐ پر جادو نہیں ہوا تھا اور نہ یہ کہ اس سے آپؐ کی نبوت پر اثر ہوا تھا۔

(تفہیم القرآن، ج ۶، معوذتین: حاشیہ حضورؐ....)

۱۵۳۔ ”رسول اللہ ﷺ ہر رات کو سوتے وقت، اور خاص طور پر بیماری کی حالت میں معوذتین یا بعض روایات کے مطابق معوذات (یعنی قُلْ هُوَ اللّٰهُ اور معوذتین) تین مرتبہ پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونکتے اور سر سے لے کر پاؤں تک پورے جسم پر، جہاں جہاں تک بھی آپؐ کے ہاتھ پہنچ سکتے، انہیں پھیرتے تھے، آخری بیماری میں جب آپؐ کے لیے خود ایسا کرنا ممکن نہ رہا تو حضرت عائشہؓ نے یہ سورتیں (بطور خود یا حضورؐ کے حکم سے) پڑھیں اور آپؐ کے دست مبارک کی برکت کے خیال سے آپؐ ہی کے ہاتھ لے کر آپؐ کے جسم پر پھیرے۔“

(اس مضمون کی روایات صحیح سندوں کے ساتھ بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد اور مؤطا امام مالک میں خود حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں جن سے بڑھ کر کوئی بھی حضورؐ کی زندگی سے واقف نہ ہو سکتا تھا)

تخریج:〈۱〉 عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا فَقَرَاَ فِيْهِمَا، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَاُ بِهِمَا عَلٰى رَاْسِهٖ وَ وَجْهِهٖ، وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ (۱۷۹)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بستر پر تشریف لے جاتے تو ہر رات اپنی دونوں ہتھیلیاں جمع کرتے پھر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ الخ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ الخ پڑھ کر ان میں پھونکتے۔ پھر جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم پر پھیرتے۔ آغاز سر اور چہرے اور جسم کے اگلے حصے سے فرماتے۔ یہ عمل تین مرتبہ کرتے۔

〈۲〉 حَدَّثَنِيْ حِبَّانُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ، اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اشْتَكٰى، نَفَثَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَ مَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهٖ۔ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَجَعَهُ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ، طَفِقْتُ اَنْفُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِيْ كَانَ يَنْفُثُ وَ اَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْهُ۔ (۱۸۰)

ترجمہ: عروہ بن زبیرؒ حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوتے تو آپ معوذتین پڑھ کر اپنے جسم پر پھونکتے۔ مگر جب آپ مرض الموت میں تھے تو معوذتین پڑھ کر آپ کے بدن پر پھونکتی اس طرح کہ آپ کے ہاتھ مبارک پر پڑھ کر پھونکتی اور آپ کے دستِ مبارک کو آپ کے جسم پر پھیرتی۔

〈۳〉 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اشْتَكٰى يَقْرَاُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَ يَنْفُثُ فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهٗ كُنْتُ اَقْرَاُ عَلَيْهِ وَ اَمْسَحُ بِيَدِهٖ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا۔ (۱۸۱)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوتے تو معوذتین پڑھ کر اپنے جسم پر پھونکتے۔ مگر جب تکلیف شدید ہوگئی تو میں معوذتین پڑھ کر آپ پر پھونکتی اور بابرکت ہونے کی توقع پر میں آپ کا اپنا ہاتھ جسم پر پھیرتی۔

ماخذ

(۱) بخاری ج۲ کتاب فضائل القران، باب فضل فاتحة الکتاب☆بخاری ج۲، کتاب التفسیر سورۃ الحج ☆ابو داؤد ج۲ کتاب الصلاۃ باب فاتحة الکتاب☆ابنِ ماجه کتاب الادب باب ثواب القران۔☆سنن دارمی ج۱، باب ۱۷۲، ام القران هی سبع المثانی☆ سنن دارمی ج۲ کتاب فضائل القران باب۱۲ فضل فاتحة الکتاب ☆مسند احمد ج٤ص ۲۱۱☆شعب الایمان ج۲۔

(۲) ترمذی ج۲ابواب فضائل القران باب ماجاء فی فضل فاتحة الکتاب۔☆ المستدرك ج۱، کتاب فضائل القران باب ما انزلت فی التوراة ولا فی الانجیل ولا فی الزبور ولا فی القران مثل فاتحة الکتاب۔ هذا حدیث حسن صحیح و فی الباب عن انس۔

(۳) مسلم ج۱، کتاب فضائل القران، باب فضل قراء ة القران و سورة البقرة۔☆ مسند احمد ج٤ص ۱۸۳، عن نواس بن سمعان☆ مسند احمد ج٥ص ۳٥۲، عن بریدة☆سنن دارمی ج۲، کتاب من فضائل القران باب ۱٥ فی فضل سورة البقرة و آل عمران☆ کنز العمال ج۱ حدیث نمبر ۲۰٤٥ عن نواس بن سمعان☆ مسند احمد ج٥ص ۳٥۲ اور دارمی نے بریدہ سے روایت نقل کی ھے اس میں تحاجان عن صاحبهما کا ذکر نهیں☆ بخاری فی تاریخه عن نواس بحواله فتح القدیر للشوکانی ج۱☆ شعب الایمان للبیهقی ج۲، نواس بن سمعان۔

(٤) ترمذی ج۲ ابواب فضائل القران، باب ما جاء فی سورة ال عمران☆ المستدرك ج ۱، کتاب فضائل القران بریده عن ابیه کی روایت ھے من طیر صواف ھے۔ و فی الباب عن بریدة و ابی امامة۔ هذا حدیث غریب من هذا الوجه۔ و معنی هذا الحدیث عند اهل العلم انه یجیٔ ثواب قرائته کذا فسر بعض اهل العلم هذا الحدیث وما یُشبه هذا من الاحادیث انّه یجیٔ ثواب قراء ہ القران۔ و فی حدیث نوّاس بن سمعان عن النبی ﷺ ما یدل علی ما فسروا اذ قال النبی ﷺ و اهله الذین یعملون به فی الدنیا ففی هذا دلالاة انه یجیٔ ثواب العمل۔الخ۔

(٥) مسلم ج۱، کتاب فضائل القران باب فضل الفاتحة و خواتیم سورة البقرة☆ بخاری ج۲، کتاب ابواب فضائل القران، باب فضل البقرة☆ ابو داؤد ج۲ کتاب الصلوة باب تحزیب القران☆ ترمذی ج۲، ابواب فضائل القران باب ماجاء فی آخر سورة البقرة☆ ابن ماجه کتاب اقامة الصلوة والسنة فیها، باب ما جاء فیما یری انه یکفی من قیام اللیل☆ مسند احمد ج٤ص۱۱۸، عن ابو مسعود البدری الانصاری☆ سنن دارمی ج۲، کتاب فضائل القران، باب اول فضل سوره البقرة و آیة الکرسی☆ فتح القدیر للشوکانی ج۱ البقرة☆ شعب الایمان ج۲، عن ابی مسعود۔

(٦) مسلم ج۱، کتاب فضائل القران باب فضل سورة الکهف و آیة الکرسی☆ ابو داؤد ج۲، کتاب الصلوة، باب ما جاء فی آیة الکرسی۔

نیز مسلم نے کتاب صلوۃ المسافرین میں اور ابو داؤد نے کتاب الحروف میں بھی بیان کیا ھے۔
☆مسند احمد ج ۵ ص ۵۸ – ۱۴۲☆ سنن دارمی ج ۲ کتاب من فضائل القران، باب ٤ افضل اول سورة البقرة و اية الكرسی☆ المصنف عبد الرزاق ج ۳ ☆ کنز العمال ج ۱ حدیث نمبر ۲۵۵۹☆ شعب الایمان ج ۲ عن ابی بن کعب☆ طبرانی ج ۱ عن ابی بن کعب۔

(۷) بخاری ج ۱، کتاب الوکالة، باب ذا وکل رجلا، فترك الوكيل شيئاً فاجازه المؤكل فهوجائز☆ بخاری ج ۲، کتاب ابواب فضائل القران باب فضل البقرة☆ بخاری ج ۱، کتاب بدأ الخلق، باب صفة ابليس و جنوده۔ اس مقام پر مختصر روایت ھے☆ مشکوٰۃ ص ۱۸۵ کتاب فضائل القران الاول☆ شعب الایمان للبیهقی ج ۲، عن ابی هريرة۔

(۸) مسلم ج ۱، کتاب فضائل القران باب فضل الفاتحة و خواتيم سورة البقرة☆ المستدرك للحاكم ج ۱، کتاب فضائل القران، باب فضيلة فاتحة الكتاب و خواتيم سورة البقرة☆ شعب الایمان ج ۲، عن ابن عباس۔

(۹) ترمذی شمائل ترمذی، باب ما جاء فی شیب رسول اللّٰہﷺ☆ الطبرانی بحواله ابن کثیر ج ۲، السورة هود عن سهل بن سعد☆ کنز العمال ج ۱ ص ۵۷۳۔

(۱۰) ترمذی ج ۲ ابواب التفسير السورة الواقعة☆ ترمذی شمائل ترمذی باب ما جاء فی شیب رسول اللّٰہﷺ۔ ☆المستدرك ج ۲ كتاب التفسير السورة سورة هود عن ابن عباس☆ المستدرك كتاب التفسير ج ۲ الواقعة هذا حديث صحيح على شرط البخاری ولم يخرجاه☆ کنز العمال ج ۱ حافظ ابو يعلى الطبرانی فی معجم الكبير بحواله ابن كثير ج ۲، السورة سورة هود۔ هذا حديث حسن غريب لا نعرفه من حديث ابن عباس الا من هذا الوجه، و روى على بن صالح هذا الحديث عن ابی اسحاق عن ابی جحيفة نحو هذا و قد روى عن ابی اسحاق عن ابی ميسرة شیء من هذا مرسلاً۔

(۱۱) مسلم ج ۱، کتاب فضائل القران باب فضل سورة الكهف و آية الكرسی☆ ابو داؤد ج ٤، کتاب الملاحم باب خروج الدجال۔

(۱۲) ترمذی ج ۲، ابواب فضائل القران، باب ما جاء فی سورة الكهف☆ سنن دارمی ج ۲، کتاب فضائل القران، باب فضل سورة الكهف☆ المستدرك ج ۱، کتاب فضائل القران، باب فضيلة سورة الكهف☆ مسند احمد ج ٦ ص ٤٤٦ – ٤٤٩ عن ابی الدرداء☆ فتح القدير للشوكانی ج ۳ سورة الكهف☆ کنز العمال ج ۱☆شعب الایمان ج ۲، عن ابی الدرداء۔ قَالَ محمد بن بشار: نا معاذ بن هشام، اخبرنی ابی عن قتادة بهذا الاسناد نحوه۔ هذا الحديث حسن صحيح۔

(۱۳) مسند احمد ج ۱ ص ۳٤ عمر بن الخطاب، مسند احمد نے عند وجهه دوی کدوی النحل روایت کیا ھے☆کنز العمال ج ۱☆ مستدرك حاكم ج ۲، کتاب التفسير سورة المؤمنون، هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه۔

(۱٤) ترمذی ج ۱ ابواب فضائل القران باب ما جاء فی فضل یٰسٓ☆ ابن کثیر ج ۳ ص ۵٦۳☆ دارمی کتاب فضائل القران باب فی فضل یٰسٓ☆ محمد بن نصر اور بیهقی فی شُعب الایمان بحواله فتح القدير ج ٤☆ ابو بکر البزار بحواله ابنِ کثیر ج ۳ السورة یٰسٓ، ابو هريرةؓ☆کنز العمال ج ۱۔ هذا حديث حسن غريب لا نعرفه الا من حديث حُميد ابن عبد الرحمن۔ و بالبصرة لا يعرفون من حديث قتادة الا من هذا الوجه و هارون ابو محمد شيخ مجهول۔

(۱۵) ابو داؤد کتاب الجنائز باب القراءة عند الميت☆ ابو داؤد سجستانی ج ٤، معقل بن يسار☆ ابنِ ماجه کتاب

الجنائز باب ما جاء فیما یقال عند المریض اذا حضر☆ ابنِ ماجه اور مسند احمد نے اقرء وا کے بجائے اقرء وھا نقل کیا ھے☆ رُوح المعانی جزء ۲۲/۲۴ ص ۱۹۲ سورۃ یٰسٓ☆ محمد بن نصر، ابن حبان، الطبرانی، بیھقی فی شُعب الایمان بحواله فتح القدیر للشوکانی ج ٤، سورۃ یٰسٓ۔ و ھذا لفظ ابن العلاء۔

(١٦) دارمی کتاب فضائل القران باب فی فضل یٰسٓ۔ ابو یعلیٰ، الطبرانی فی الاوسط، ابن مردویه، بیھقی فی شعب الایمان بحواله فتح القدیر ج ٤۔

(١٧) فتح القدیر ج ٤، سورۃ یٰسٓ۔

(١٨) البزار بحواله فتح القدیر للشوکانی ج ٤، سورۃ یٰسٓ۔

(١٩) مسلم ج ١، کتاب الجمعة باب فی قراءة القران فی الخطبة ☆ابو داؤد ج ١ کتاب الصلوٰة تفریع ابواب الجمعة۔ باب الرجل یخطب علی القوس☆ مسند احمد ج ٥ ص ١١٣☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج٣، کتاب الجمعة باب ما یستحب قراء ته فی الجمعة۔ ابنِ ابی شیبة، بیھقی۔ بحواله فتح القدیر للشوکانی ج ٥۔

(٢٠) مسلم ج ١، کتاب الجمعة باب فی قراءة القران فی الخطبة☆ ابو داؤد ج ١، کتاب الصلوة تفریع ابواب الجمعة باب الرجل یخطب علی القوس☆ نسائی ج٣، کتاب الصلوة باب القراءة فی الخطبة☆ المستدرك ج١ ص ٢٨٤☆السنن الکبریٰ ج ٣۔ کتاب الجمعة باب ما یستحب قراء ته فی الجمعة۔

(٢١) مسلم ج ١ کتاب الجمعة۔ باب فی قراءة القرآن فی الخطبة☆ مسندِ احمد ج ٦ ص ٣٦- ٤٣٥☆ السنن الکبریٰ ج ٣، کتاب الجمعة باب ما یستحب قراء ته فی الجمعة۔

(٢٢) نسائی ج ٢ کتاب الافتتاح جامع القرآن باب القراءة فی الصبح بقاف۔

(٢٣) مسلم ج ١ کتاب الصلوة باب القراءة فی الفجر☆ فتح القدیر للشوکانی ج ٥☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٢ کتاب الصلوة، باب قدر القراءة فی صلوٰة الصبح۔

(٢٤) نسائی ج ٢ کتاب الافتتاح جامع القرآن باب القرأة فی الصبح بقاف۔

(٢٥) مسلم ج ١ کتاب صلوة العیدین۔ باب فی قراءة قٓ والقرآن المجید واقتربت الساعة۔ ایك دوسری روایت میں فی الاضحی والفطر کی جگه فی العید بھی ھے۔

(٢٦) ابنِ ماجه کتاب اقامة الصلوة والسنة فیھا۔ باب ١٥٧۔ ما جاء فی القراءة فی صلاة العیدین۔☆ابو داؤد ج ١، کتاب الصلوة، باب ما یقرأ فی الاضحیٰ والفطر۔ ترمذی ابواب العیدین۔ باب القراءة فی العیدین☆ مسند احمد ج ٥ ص ٢١٨۔ ابو واقد لیثی☆ فتح القدیر للشوکانی ج ٥۔

(٢٧) ترمذی ج ٢، ابواب التفسیر الرحمٰن☆ المستدرك ج ٢، الرحمٰن☆ ابن جریر ٧٢/٢٧ الرحمٰن☆ابن کثیر ج ٤ الرحمٰن☆ابن المنذر، ابو الشیخ فی العظمة، ابن مردویه، بیھقی فی الدلائل بحواله فتح القدیر ج ٥، الرحمٰن، البزاز، ابنِ جریر، ابن المنذر، دار قطنی فی الافراد۔ ابن مردویه، خطیب بغدادی فی تاریخه نے روایت ابن عمر سے بھی نقل کی ھے جسے سیوطی نے سنداً صحیح قرار دیا ھے۔ بحواله فتح القدیر للشوکانی ج ٥☆ کنز العمال ج ١ ص ٥٨٢۔ ھذا حدیث غریب۔ لا نعرفه الا من حدیث الولید بن مسلم عن زھیر بن محمد۔

قال: احمد بن حنبل کان زھیر بن محمد الذی وقع بالشام لیس ھو الذی یروی عنه بالعراق۔ کانه رجل آخر قلبوا اسمه یعنی لما یروون عنه من المناکیر و سمعتُ محمد بن اسماعیل البخاری: یقول اھل الشام یروون عن زھیر بن محمد مناکیر۔ واھل العراق یروون عنه۔ احادیث مقاربه۔

(۲۸) ترمذی ج ۲ ابواب التفسیر سورۃ اذا الشمس کورت☆ مسندِ احمد ج ۲ ص ۲۷ عبد اللّٰہ بن عمر۔ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ۔

(۲۹) مستدرك حاکم ج ۲ سورۃ اذا الشمس کورت۔ مسند احمد کی روایت میں ابن عمر کہتے ہیں۔ واحسبه انه قال سورۃ ھود۔ ابنِ منذر، طَبرانی، ابن مردویہ بحوالہ فتح القدیر للشوکانی ج ۵ تفسیر سورۃ التکویر۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔

(۳۰) ترمذی ج ۲ ابواب التفسیر ج ۲ سورۃ التین☆ ابن مردویہ بحوالہ فتح القدیر ج ۵ التین☆ ابنِ جریر ۳۰/ ۱۶۱۔ ابن جریر نے قتادہ کا عمل نقل کیا ہے۔

(۳۱) ابن جریر ۳۰/ ۱۶۰– ۱۶۱ التین☆ ابن المنذر بحوالہ فتح القدیر ج ۵، حضرت ابو ہریرہ سے مروی مرفوع روایت میں مندرجہ ذیل الفاظ بھی منقول ہیں۔

فاذا قرء احدکم والتین والزیتون، فاتی اخرھا الیس اللّٰہ باحکم الحاکمین فلیقل: و انا علی ذلك من الشاھدین۔

☆ابن کثیر ج ٤۔ ابن مردویہ نے فلیقل بلٰی و انا علی ذلك من الشاھدین بھی بیان کیا ہے۔☆ رُوح المعانی ۳۰/ ۱۷۷، التین بعض روایات میں ہے۔

انه صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم: کان یقول اذا اتی علی ھذہ الاٰیة "سبحانك بلٰی" (روح المعانی حوالہ مذکورہ بالا) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنه ان النبی صلی اللّٰہ علیه و اله وسلّم کان اذا قرأ الیس ذٰلك بقادر علی ان یحی الموتی قال بَلٰی۔ و اذا قرأ الیس اللّٰہ باحکم الحاکمین قال: بلٰی۔

ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ☆ المستدرك ج ۲ کتاب التفسیر سورۃ القیامۃ۔

(۳۲) ابو داؤد ج ۱، کتاب الصلوۃ مقدار الرکوع والسجود☆ مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۹ ابو ھریرۃ☆ ابنِ جریر ج ۳، ابنِ جریر نے قتادہ سے روایت کی ہے۔

(۳۳) ابنِ کثیر ج ٤، الزلزال☆ رُوح المعانی ۳۰/ ۲۰۸۔ بحوالہ الاتقان۔ قَالَ ابو زرعۃ: لم یرو ھذا غیر ابن لھیعۃ۔

(۳٤) ترمذی ج ۲ ابواب التفسیر، الزلزال☆ ابنِ کثیر ج ٤، الزلزال☆ رُوح المعانی، ۳۰/ ۲۱۰، الزلزال☆ ابنِ جریر ۳۰/ ۱۷۲☆ مستدرك ج ۲ کتاب التفسیر الزلزال۔ عبد بن حُمید، ابن المنذر، ابن مردویہ اور بیہقی فی الشعب بحوالہ فتح القدیر للشوکانی ج ۵۔ ھذا حدیث حسن صحیح غریب۔

(۳۵) ابن کثیر ج ٤ الزلزال☆ فتح القدیر للشوکانی ج ۵۔

فتح القدیر کی بیان کردہ سند میں ربیعۃ الحدسی کی جگہ ربیعۃ الخرشی ہے۔

(۳٦) فتح القدیر للشوکانی ج ۵، الزلزال:

(۳۷) ابن جریر ۳۰/ ۱۷۳– ۱۷٤، الزلزال☆ رُوح المعانی ۳۰/ ۲۱۲، الزلزال☆ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی فی الأوسط، المستدرك فی التاریخ۔ ابن مردویہ، البیھقی فی الشعب، بحوالہ الفتح القدیر للشوکانی ج ۵، الزلزال☆ ابن کثیر ج ٤، الزلزال☆ کنز العمال ج ۲ ص ۵۵۳۔

(۳۸) المستدرك ج ۲ تفسیر الزلزال☆ اسحاق بن راھویہ، عبد بن حُمید، ابن مردویہ بحوالہ فتح القدیر للشوکانی ج ۵☆ ابنِ ابی شیبه و اوردہ الحافظ ابن حجر فی اطرافهٖ فی مسند ابی بکر بحوالہ کنز العمال ج ۲۔ صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔

(۳۹) رُوح المعانی ۳۰/ ۲۱۲۔ الزلزال۔

(۴۰) بخاری ج ۲، کتاب الرقاق۔ باب ما یتقیٰ من فتنة المال۔ و قول اللّٰه انما اموالکم و اولادکم فتنة☆ مسلم ج ۲ کتاب الزکوٰة، باب کراھة الحرص علی الدنیا☆ ابنِ ماجه کتاب الزھد باب ۲۷۔ الامل والاجل۔

(۴۱) بخاری ج ۲، کتاب الرقاق۔ باب ما یتقی من فتنة المال و قول اللّٰه انما اموالکم و اولادکم فتنة☆ ترمذی ابواب المناقب☆ شعب الایمان ج۷ص ۲۷۱☆ مسند احمد ج ۱ص ۲۷۱۔

(۴۲) بخاری ج ۲، کتاب الرقاق باب ما یتقیٰ من فتنة المال☆مسلم ج ۱ کتاب الزکوٰة، باب کراھة الحرص علی الدنیا۔

(۴۳) بخاری ج ۲ کتاب الرقاق باب ما یتقیٰ من فتنة المال الخ☆ مسلم ج ۱ کتاب الزکوٰة، باب کراھة الحرص علی الدنیا ☆مسند احمد ج۳ص ۲۴۷- ۳۴۱☆ دارمی کتاب الرقاق باب ۶۲ لو کان لابن اٰدم و ادیان من مال☆ابنِ جریر ۳۰/ ۱۸۳، الھاکم التکاثر☆ ابنِ کثیر ج ۴ عبد بن حمید، ابن المنذر، ابنِ ابی حاتم، ابن مردویه۔ بحواله کنز العمال ج ۲ص ۵۵۵۔

(۴۴) ابنِ کثیر ج ۴ص ۵۴۴۔ ۵۴۵☆ فتح القدیر للشوکانی ج ۵ص ۴۸۹۔
شوکانی نے ابن بریدة کی جگه ابی بردة بیان کیا هے۔

(۴۵) شعب الایمان ج۶ص ۵۰۱☆ تفسیر فتح القدیر للشوکانی ج ۵، العصر فتح القدیر میں هے۔ اخرج الطبرانی فی الأوسط و فی البیهقی فی الشعب عن أبی مزینة الدارمی، و کانت له صحبةٌ قال : کان الرجلان الخ۔ و رواہ غیره عن حماد بن ثابت عن عقبة بن الغافر قال: کان الرجلان فذکره۔

(۴۶) فتح القدیر ج ۵، سورة الماعون۔ قَالَ الحاکم والبیهقی الموقوف اصح قال ابن کثیر و هٰذا یعنی الموقوف اصح اسنادًا۔

(۴۷) ابن جریر ج ۳۰، سورة الماعون۔

(۴۸) ابو نعیم، دیلمی، ابن عساکر بحواله فتح القدیر للشوکانی ج۵ص ۵۰۱☆ابنِ کثیر ج ۴ص ۵۵۵۔ ۵۵۶ پر بهی صحابه کرام کے اقوال منقول هیں۔

(۴۹) ابن کثیر ج ۴، الکوثر۔

(۵۰) مسلم ج ۱، کتاب الصلاة باب حجة من قال البسملة اٰیة من اول کل سورة سویٰ براء ة☆مسلم کتاب الطهارة اور کتاب الفضائل☆ ابو داؤد ج ۴ کتاب السنة باب فی الحوض☆ نسائی ج ۱، کتاب الافتتاح باب قرآء ة بسم اللّٰه الرحمن الرحیم☆ مسند احمد ج۳ص ۱۰۲- ۲۲۰- ۲۳۶ابنِ ابی شیبة، ابن المنذر، ابن مردویه بحواله فتح القدیر للشوکانی ج ۵، الکوثر☆ شعب الایمان ج ۲۔

(۵۱) بخاری ج ۲ کتاب الحوض۔ انا اعطینك الکوثر☆ بخاری کتاب الفتن باب ما جاء فی قول اللّٰه واتقوا فتنة لا تصیبنّ الخ۔☆ مسلم ج ۲، کتاب الفضائل باب اثبات حوضِ نبینا ﷺ وصفاته☆ مسلم ج ۱، کتاب الطهارة باب استحباب اطالة الغرة والتحجیل فی الوضوء☆ نسائی ج ۱ کتاب الطهارة باب حلیة الوضوء☆ ابنِ ماجه کتاب المناسك باب خطبة یوم النحر۔ ابنِ ماجه کتاب الزهد باب ذکر الحوض اور کتاب الفتن باب ۵ لاترجعوا بعدی کفارًا یضرب بعضکم رقاب بعض☆ مؤطا ج ۱، کتاب الطهارة۔ جامع الوضوء☆ مسند احمد ج ۱ص ۲۵۷، ۳۸۴، ۴۰۲، ۴۰۶، ۴۳۹ ۴۵۳، ۴۵۵☆ مسند احمد ج ۲ص ۴۰۸، ۳ص ۱۸، اور ۶۲ پر و انی ایها الناس فرط لکم علی الحوض۔ اور ۱۶۶ پر فانی فرطکم علی الحوض هے۔

(۵۲) بخاری ج ۲ کتاب الحوض۔ باب قول اللّٰہ انا اعطینک الکوثر☆ بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب غزوۃ اُحد۔

(۵۳) مسلم ج ۲، کتاب الفضائل باب اثبات حوضِ نبینا ﷺ و صفاته۔

مسلم کی ایک روایت میں انی لکم فرط علی الحوض بھی ہے۔

(۵٤) بخاری ج ۱، کتاب المناقب باب قول النبی ﷺ للأنصار اصبروا حتّٰی تَلقونی علی الحوض☆ بخاری ج ۲، کتاب الفتن باب قول النبی ﷺ سترون بعدی اموراً تنکرونها☆بخاری ج ۱، کتاب المساقات☆ بخاری کتاب المغازی۔ باب غزوۃ الطائف☆ بخاری ج ۲ کتاب الحوض باب قول اللّٰہ انا اعطینک الکوثر☆مسلم کتاب الامارۃ الامر بالصبر عند ظلم الولاۃ و استیثارهم☆مسلم کتاب الزکوٰۃ۔ کتاب الفضائل☆ ترمذی ج ۲ ابواب الفتن۔ باب ماجاء فی الاثرۃ☆ ترمذی ابواب صفة القیامة☆ نسائی ج ۸، کتاب القضاۃ باب ترک استعمال من یحرص علی القضاء☆ مسند احمد ج ۳ ص ۵۷ – ۱۷۱۔

(۵۵) بخاری ج ۱، کتاب المناقب باب قول النبی ﷺ للأنصار اصبروا حتّٰی تَلقونی علی الحوض☆ بخاری ج ۲، کتاب الفتن باب قول النبی ﷺ سترون بعدی اموراً تنکرونها☆بخاری ج ۱، کتاب المساقات☆ بخاری کتاب المغازی۔ باب غزوۃ الطائف☆ بخاری ج ۲ کتاب الحوض باب قول اللّٰہ انا اعطینک الکوثر☆مسلم کتاب الامارۃ الامر بالصبر عند ظلم الولاۃ و استیثارهم☆ مسلم کتاب الزکوٰۃ۔ کتاب الفضائل☆ ترمذی ج ۲ ابواب الفتن۔ باب ماجاء فی الاثرۃ☆ ترمذی ابواب صفة القیامة☆ نسائی ج ۸، کتاب القضاۃ باب ترک استعمال من یحرص علی القضاء☆ مسند احمد ج ۳ ص ۵۷ – ۱۷۱۔

(۵٦) مسلم ج ۲ کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته۔

(۵۷) بخاری ج ۲، کتاب الحوض۔ باب قول اللّٰہ انا اعطینک الکوثر☆ مسلم ج ۲، کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته۔

(۵۸) ابن ماجه کتاب الزهد باب ۳٦ ذکر الحوض۔

(۵۹) بخاری ج ۲، کتاب الحوض۔ باب قول اللّٰہ انا اعطینک الکوثر☆ مسلم ج ۲، کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته☆ مجمع الزوائد ج ۱۰، عن انس۔

اس روایت کے ایک راوی مسعود کے متعلق و هو ثقة و لکنه اختلط کہا گیا ہے۔ مجمع الزوائد کی روایت کے الفاظ مذکورہ بالا روایت سے زائد بھی ہیں اور مختلف بھی۔ الزوائد میں حضرت ابو سعید خدری سے مروی روایت بھی صفحہ ۳٦۱ پر ہے۔

(٦۰) مسلم ج ۱، کتاب الطهارۃ باب استحباب اطالة الغرۃ والتحجیل فی الوضوء☆ مسلم ج ۲، کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته☆ ترمذی ابواب صفة القیامة باب فی صفة اوانی الحوض☆ ابنِ ماجه کتاب الزهد ذکر الحوض☆ ابو داؤد الطیالسی حدیث ۹۹۵ – ۲۱۳۵

(٦۱) بخاری ج ۲ کتاب الحوض باب قول اللّٰہ انا اعطینک الکوثر☆ بخاری ج ۲ کتاب التفسیر۔ سورۃ الکوثر☆ابنِ جریر ج ۳۰، سورۃ الکوثر۔

(٦۲) ابن ماجه کتاب الزهد باب ذکر الحوض۔

(٦۳) ابن جریر ج ۳۰، الکوثر۔

(٦٤) بخاری ج ۱ کتاب التفسیر، الکوثر☆ مسند احمد ج ٦ ص ۲۸۱۔

(٦٥) بخاری ج۲، کتاب الحوض باب قول اللّٰہ انا اعطینک الکوثر☆ مسلم ج ۲، کتاب الفضائل۔ باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته۔

(٦٦) بخاری ج۲ کتاب الحوض باب قول اللّٰہ انا اعطینک الکوثر☆ مسلم ج ۲، کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب السنة باب فی الحوض۔

(٦٧) ابنِ ماجه کتاب الزهد باب ٣٦، ذکر الحوض۔

(٦٨) مسلم ج۲ کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته☆ ترمذی ج۲، ابواب الزهد، باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض۔

(٦٩) مسلم ج۲، کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته۔

(٧٠) مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۸- ۳۹۹ عبد اللّٰہ بن مسعود۔

(٧١) بخاری ج۲، کتاب الحوض باب قول اللّٰہ انا اعطینک الکوثر☆ بخاری ج ۲، کتاب الفتن باب ما جاء فی قول اللّٰہ واتقوا فتنة لا تصیبنّ الذی ظلموا منکم خاصة۔

(٧٢) بخاری ج ۲ کتاب الحوض باب قول اللّٰہ تعالٰی انا اعطینک الکوثر۔

(٧٣) مسلم ج۲، کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته۔

(٧٤) مسلم ج۲، کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته☆ بخاری ج۲، کتاب الفتن باب ما جاء فی قول اللّٰہ واتقوا فتنة لا تصیبنّ الذین ظلموا منکم خاصة☆مسند احمد ج ۱/ ۳۸٤ ابن مسعود۔

(٧٥) مسلم ج ۱، کتاب الطهارة باب استحباب اطالة الغرة والتحجیل فی الوضوء☆ ابنِ ماجه کتاب الزهد باب ٣٦ ذکر الحوض۔

(٧٦) مسلم ج ۱، کتاب الطهارة باب استحباب اطالة الغرة والتحجیل فی الوضوء ☆ابنِ ماجه کتاب الزهد باب ٣٦ ذکر الحوض۔

(٧٧) بخاری ج۲ کتاب الحوض باب قول اللّٰہ انا اعطیناك الکوثر۔

(٧٨) بخاری ج ۲ کتاب الحوض باب قول اللّٰہ انا اعطیناك الکوثر۔

(٧٩) ابنِ ماجه کتاب المناسك باب خطبة یوم النحر۔

(٨٠) بخاری ج۲ کتاب الرقاق باب کیف الحشر☆ بخاری کتاب المساقاة باب من رأی ان صاحب الحوض والقرابة احق بمائه۔

اس مقام پر والذی نفسی بیده لا ذودن رجالا عن حوضی کما تذود الغریبة من الابل عن الحوض ہے۔

☆مسلم ج ۱ کتاب الصلوة باب حجة من قال البسملة اٰیة من اوّل کل سورة سوی براء ة☆ مسلم ج ۱ کتاب الطهارة باب استحباب اطالة الغرة والتحجیل فی الوضوء☆ مسلم ج۲ کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته ☆ابنِ ماجه کتاب الزهد باب ذکر الحوض۔

(٨١) بخاری ج۲، کتاب الحوض باب قول اللّٰہ انا اعطینک الکوثر☆ بخاری ج ۲ کتاب التفسیر سورة الکوثر ☆مسند احمد ج۳ ص ۲۳۲۔ انس بن مالکؓ☆ترمذی ابواب التفسیر سورة الکوثر☆ ابن جریر ج ۳۰، سورة الکوثر۔

(۸۲) ترمذی ج ۲، ابواب التفسیر سورۃ الکوثر☆ مسند احمد ج۳ص ۱۰۳ انس بن مالک☆ ابو داؤد ج ٤ کتاب السنة باب الحوض۔

(۸۳) ابنِ ماجه ج ۳ سورة الکوثر☆ ابنِ کثیر ج ٤ سورة الکوثر☆ مسند احمد ج۳ص ۲۱ - ۲۲۰☆سیرة ابنِ هشام ج ۲ ص ۳۹۵۔

(۸٤) ابن جریر ج ۳۰ سورة الکوثر☆ابن کثیر ج ٤ سورة الکوثر۔

(۸۵) مسند احمد ج۳ص ۱۵۲ انس بن مالک۔

(۸٦) ابو داؤد ج ٤، کتاب السنة باب فی الحوض☆ ابنِ جریر ج ۳۰ الکوثر۔

(۸۷) ابن جریر ج ۳۰، الکوثر☆ مسند احمد ج۳ص ۱۰۲ - ۱٦٤ - ۲٤۷۔

(۸۸) ابن جریر ج ۳۰، الکوثر۔ الطبرانی فی الاوسط۔ عن حذیفة۔ ابنِ مردویة عن ابن عباس بحواله فتح القدیر للشوکانی ج ٥، الکوثر۔

(۸۹) ابن جریر ج ۳۰، الکوثر۔

(۹۰) ابن جریر ج ۳۰، الکوثر۔

(۹۱) ابن جریر ج ۳۰، الکوثر☆ مسند احمد ج۲/۲۷ - ۱۱۲ - ۱۵۸۔

(۹۲) ابن جریر ج ۳۰، ابنِ عباس سے بھی یہی منقول ھے۔☆ ترمذی ج ۲ابواب التفسیر الکوثر۔ حدیث حسن صحیح۔

(۹۳) ابن جریر ج ۳۰، الکوثر☆ابنِ کثیر ج ٤ ص ۵۵۸۔

حزام بن عثمان۔ ضعیف و لکن ھذا سیاق حسن و قد صح اصل ھذا۔ بل قد تواتر من طرق تفید القطع عند کثیر من ائمة الحدیث۔ ☆ابنِ مردویة بحواله فتح القدیر للشوکانی ج ٥۔

(۹٤) مسند احمد ج ۲ ص ٦۳ - ۱٦۲، عن عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص۔

(۹۵) مجموعة تفسیر شیخ الاسلام ابن تیمیة جلد ۱٦ سورة الکافرون۔

(۹٦) مجموعة تفسیر شیخ الاسلام ابن تیمیة جلد ۱٦ سورة الکافرون۔

(۹۷) روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۵۰۔

(۹۸) ابن جریر ج ۳۰، الکافرون☆ ابنِ ابی حاتم، ابن الأنباری فی المصاحف بحواله فتح القدیر ج٥ ص ۵۰۸۔ ☆روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۵۰۔

(۹۹) ابنِ المنذر، عبد بن حمید اور ابن مردویه بحواله فتح القدیر ج٥☆ مجموعۂ تفسیر شیخ الاسلام ابن تیمیة ص ٤۲۸۔

(۱۰۰) ابن جریر ج ۳۰، الکافرون☆ سیرت ابن هشام ج ۱، سبب نزول سورة قل یایها الکافرون☆رُوح المعانی ج ۳۰، الکافرون☆ ابنِ ابی حاتم، ابن الانباری فی المصاحف بحواله فتح القدیر للشوکانی ج ٥۔

(۱۰۱) نسائی ج ۲، کتاب الافتتاح، باب القراء ة فی الرّکعتین بعد المغرب☆ترمذی ج ۱ ابواب الصلاة، باب ماجاء فی الرکعتین بعد المغرب والقراء ة فیهما۔

ترمذی نے عبد اللّٰه بن مسعودؓ سے مروی روایت نقل کر کے لکھا ھے حدیث ابنِ مسعود حدیث غریب لا نعرفه الا من حدیث عبد الملک بن معدان عن عاصم۔☆ابنِ ماجه کتاب اقامة الصلاة باب ما جاء فیما یقرأ فی الرکعتین قبل الفجر☆ مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۔ ابن عمر۔ مسند احمد کی ایک روایت میں رمقت النبی ﷺ شهرا کے

الفاظ بھی منقول ھیں۔☆ ابنِ حبان، ابن مردویۃ بحوالہ فتح القدیر للشوکانی ج ٥☆ ابنِ کثیر ج ٤، سورۃ الکافرون☆ شعب الایمان ج ۲، عن انس۔

(۱۰۲) البزار، الطبرانی، ابنِ مردویہ بحوالہ فتح القدیر ج ٥ ص ٥٠٦☆ ابنِ کثیر ج ٤، الکافرون۔

(۱۰۳) ابو یعلی، الطبرانی بحوالہ فتح القدیر للشوکانی ج ٥ ص ٥٠٦☆ رُوح المعانی ج ۳۰ ص ۲٤۹۔

(۱۰٤) شعب الایمان للبیھقی ج ۲ حدیث نمبر ۲٥۲۲۔

(۱۰٥) مسند احمد ج ٥ ص ٤٥٦۔ نوفل اشجعیؓ☆ ابنِ کثیر ج ٤ سورۃ الکافرون☆ابو داؤد ج ٤، کتاب الأدب، باب ما یقال عند النوم☆ ترمذی ابواب الدعوات باب...☆ دارمی ج ۲ کتاب فضائل القراٰن☆المستدرک للحاکم ج ۲، کتاب التفسیر☆ ابنِ ابی شیبۃ، ابن الأنباری فی المصاحف، ابن مردویہ، بحوالہ فتح القدیر ج ٥۔

(۱۰٦) الطبرانی فی الأوسط بحوالہ ابن کثیر ج ٤، الکافرون، بحوالہ فتح القدیر للشوکانی ج ٥۔ ابنِ کثیر نے جبیلہ بیان کیا ھے اور فتح القدیر میں شوکانی نے جبلہ بن حارثہ نقل کیا ھے☆ دارمی ج ۲ کتاب فضائل القراٰن باب فی فضل قل یایہا الکافرون۔

(۱۰۷) مسلم ج ۲ کتاب الزھد باب تحریم الریاء☆ ابنِ ماجہ کتاب الزھد باب الریاء والسمعۃ۔ ابنِ ماجہ نے انا اغنی الشرکاء عن الشرک فمن عمل لی عملا اشرک فیہ غیری فانا مہ بریء و ھو للذی اشرک بیان کیا ھے۔ (تفسیر ابن تیمیہ ص ٤٥٥، سورۃ الکافرون)

(۱۰۸) مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۱۔

(۱۰۹) مسلم ج ۲، کتاب التفسیر☆ ابنِ کثیر ج ٤، اذا جاء نصر اللّٰہ☆ ابنِ جریر ج ۳۰ اذا جاء نصر اللّٰہ۔

(۱۱۰) الطبرانی بحوالہ ابنِ کثیر ج ٤ ص ٥٦۲☆ ابنِ ابی شیبہ بحوالہ کنز العمال ج ۲ ص ٥٦۰۔

(۱۱۱) السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٥ باب خطبۃ الامام بمنٰی اوسط ایام التشریق☆ حکیم الترمذی فی مسندہ بحوالہ روح المعانی ج ۳۰☆ ابنِ ابی شیبۃ، عبد بن حمید، البزّار، ابو یعلی، ابنِ مردویہ البیھقی فی الدلائل عن ابن عمر بحوالہ فتح القدیر للشوکانی ج ٥☆ رُوح المعانی ج ۳۰، سورۃ النصر☆ ابنِ کثیر ج ٤۔ حکیم ترمذی اور بیھقی کی بیان کردہ روایت ابنِ ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے بھی بیان کی ھے اسے بیان کرکے حافظ ابنِ رجب نے اس کی سند پر کلام کیا ھے۔

انّ اسنادہ ضعیف جدًا۔ و موسی بن عبیدۃ قال احمد لا تحل الروایۃ عنہ۔ و علیہ ان صح یکون نزولھا قریبا جدًا من زمانِ وفاتہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فان مَا بین حجۃ الوداع و اجابتہ علیہ الصلوۃ والسلام داع الحق ثلاثۃ اشھر و نیف۔ ☆ رُوح المعانی ج ۳۰، سورۃ النصر۔

(۱۱۲) السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٥، باب خطبۃ الامام بمعنٰی اوسط ایام التشریق۔

(۱۱۳) ابنِ جریر ج ۳۰، اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح☆ مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۷، ابنِ عباسؓ☆ ابنِ المنذر مردویہ، عن ابنِ عباسؓ۔ بحوالہ فتح القدیر للشوکانی ج ٥۔

(۱۱٤) بحوالہ فتح القدیر للشوکانی ج ٥ ص ٥۰۸☆ ابن کثیر ج ٤ اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح۔

(۱۱٥) ابنِ کثیر ج ٤، اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح☆ فتح القدیر للشّوکانی ج ٥☆ رُوح المعانی ج ۳۰ سورۃ النصر۔
فتح القدیر اور رُوح المعانی نے اھلی فأبی کی جگہ اھلی لحاقابی بیان کیا ھے۔

(۱۱٦) فتح القدیر للشوکانی ج ٥۔

(۱۱۷) بخاری ج۲ کتاب التفسیر☆ ترمذی ج۲ ابواب التفسیر اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح۔ ھٰذا حدیث حسن صحیح ☆ابن جریر ج ۳۰ سورۃ النصر۔ ابن جریر نے فقال لہ عبد الرحمن بیان کرکے نام کی وضاحت کردی کہ حضرت عمر سے سوال کرنے والا کون تھا، ابن جریر نے مثل ما تقول کی جگہ الا مثل ما تعلم نقل کیا ھے۔ ☆فتح القدیر ج۵☆ ابنِ سعد، ابنِ المنذر، طبرانی، ابن مردویہ، ابو نعیم فی الدلائل، بحوالہ کنز العمال ج۲۔ امام بخاری نے اپنی الجامع الصحیح ج۲ کتاب المغازی ص ٦١٥ پر باب کے تحت حضرت ابن عباس سے مندرجہ ذیل روایت بھی نقل کی ھے۔

(۱۱۸) بخاری ج۲ کتاب المغازی: باب...

(۱۱۹) مسند احمد ج۱ ص ۳۳۷- ۳۳۸ ابنِ عباسؓ۔

(۱۲۰) بخاری کتاب التفسیر ج۲ سورۃ "اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح" ☆ابنِ جریر ج ۳۰، اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح☆ابن کثیر ج٤، اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح۔

(۱۲۱) ترمذی ج۲ ابواب التفسیر باب ومن سورۃ النصر۔ ھٰذا حدیث حسن صحیح۔

(۱۲۲) مسلم ج۱، کتاب الصلاۃ باب ما یقال فی الرکوع والسجود☆ ابنِ جریر ج ۳۰☆ ابنِ ابی شیبۃ بحوالہ کنز العمال ج۲۔

(۱۲۳) مسلم ج۱ کتاب الصلاۃ باب ما یقال فی الرکوع والسجود☆ مسند احمد ج٦ ص ۳۵ عائشۃؓ☆ ابنِ جریر ج ۳۰ النصر ☆ابن کثیر ج٤☆ روح المعانی ج ۳۰☆ ابنِ ابی شیبہ، ابنِ المنذر، ابنِ مردویہ، بحوالہ فتح القدیر للشوکانی ج٥۔

(۱۲٤) بخاری ج۲ کتاب التفسیر☆ مسلم ج۱ کتاب الصلاۃ باب ما یقال فی الرکوع والسجود☆ ابو داؤد ج۱، کتاب الصلاۃ باب الدعا فی الرکوع والسجود☆ نسائی ج۲ کتاب الافتتاح باب نوع اٰخر۔ ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا باب التسبیح فی الرکوع والسجود☆ ابن جریر ج ۳۰، سورۃ النصر☆ المستدرک للحاکم ج۲، سورۃ النصر☆ فتح القدیر للشوکانی ج٥☆ ابنِ کثیر ج٤☆ مسند احمد ج۱/ ۳۸۸ عبد اللّٰہ بن مسعودؓ☆ المستدرک ج۲ پر اور مسند احمد نے ابن مسعود سے انک انت التواب الرحیم کا آخر میں اضافہ بھی نقل کیا ھے۔ اور کئی روایات میں صرف انت التواب ھے☆ رُوح المعانی ج ۳۰ سورۃ النصر۔

(۱۲۵) ابنِ جریر ج ۳۰، النصر☆ ابنِ کثیر ج٤☆ رُوح المعانی ج ۳۰ سورۃ النصر۔ ابنِ کثیر نے اس روایت کو بیان کرکے لکھا ھے کہ غریب ھے۔

(۱۲٦) ابنِ جریر ج ۳۰☆ مسند احمد ج۱ ص ۳۸۸۔ مسند احمد میں عبد اللّٰہ بن مسعودؓ کی روایات میں انک انت التواب الغفور نہیں ملا، البتہ انت التواب اور انت التواب الرحیم ھے۔☆ المصنف عبد الرزاق بحوالہ کنز العمال ج۲۔

(۱۲۷) الطبرانی بحوالہ ابن کثیر ج٤، النصر☆ عبد اللّٰہ بن احمد فی الزوائد الزھد، ابنِ ابی حاتم، ابن مردویہ عن ابنِ عباس بحوالہ فتح القدیر للشوکانی ج٥۔

(۱۲۸) بخاری ج۲، کتاب التفسیر، تبت یدا ابی لھب باب قولہ وتب ما اغنی عنہ مالہ وما کسب☆ ابنِ جریر ج ۳۰، تبت یدا ابی لھب۔ اس میں فاجتمعوا کے بعد فقال یا بنی فلان، یا بنی فلان، یا بنی عبد المطلب یا بنی عبد مناف کا اضافہ ھے۔☆ فتح القدیر للشوکانی ج٥ تبت یدا ابی لھب۔ اس مقام پر و رھطک منھم المخلصین نہیں

ھے۔☆ السنن الکبری للبیھقی ج ۹ کتاب السیر باب مبتدأ الفرض علی النبی ﷺ ثم علی الناس وما لقی ﷺ من اذی قومه فی تبلیغ الرسالة☆ دلائل النبوۃ للبیھقی بحوالہ رُوح المعانی ج ۳۰ تبت یدا ابی لھب۔

(۱۲۹) بخاری ج ۲ کتاب التفسیر : الشعراء باب و انذر عشیرتك الاقربین☆رُوح المعانی :ج ۳۰، تبت یدا ابی لھب۔ روح المعانی نے : و یروی انه مَعَ ذلك القول اخذ بیدیه حجرا لیرمی بھا رسول اللّٰہ ﷺ☆ ابنِ کثیر ج ۲☆مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۱، ۳۰۷ عن ابنِ عباس☆ ابن جریر: ج ۳۰، تبت یدا ابی لھب☆ ابن سعد بحوالہ کنز العمال ج ۲۔

(۱۳۰) بخاری ج ۲، کتاب التفسیر: باب قوله و تبَّ ما اغنی عنه ماله وما کسب☆ مسلم ج ۱ کتاب الایمان، باب ان من مات علی الکفر فھو فی النار الخ☆ ترمذی ج ۲ ابواب التفسیر سورۃ تبت یدا ابی لھب☆ ابن جریر ج ۳۰، تبت یدا ابی لھب☆ ابن کثیر ج ٤ تبت یدا ابی لھب۔

(۱۳۱) طبقات ابنِ سعد : ج ۱ ص ۲۰۰۔

(۱۳۲) ابن جریر ج ۳۰، تبت یدا ابی لھب۔

(۱۳۳) ابن ھشام ج ۱ ص ٤١٦۔

(۱۳٤) طبقات ابنِ سعد ج ۱ ص ۲۰۱۔

(۱۳۵) رُوح المعانی ج ۳۰ ص ۲۶۳ ابنِ ابی حاتم۔

(۱۳٦) ابنِ جریر ج ۳۰، تبت یدا ابی لھب۔ کانت تضع الشوك فی طریق رسول اللّٰہ ﷺ☆ ابن کثیر ج ٤ تبت یدا ابی لھب۔

(۱۳۷) رُوح المعانی ج ۳۰ تبت یدا ابی لھب۔

(۱۳۸) المستدرك ج ۲، تبت یدا ابی لھب۔ صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔

(۱۳۹) مسند احمد ج ۳ ص ٤٩٢، ربیعة بن عباد☆ ابنِ کثیر ج ٤ ص ٥٦٤۔

(۱٤۰) مسند احمد ج ۳ ص ٤٩٢ ربیعة بن عباد☆ ابنِ کثیر ج ٤☆ طبرانی بحوالہ ابنِ کثیر ج ٤۔ طبرانی نے ان تصدقونی کے بعد و تمنعونی حتی انفذ عن اللّٰہ ما بعثنی به نقل کیا ھے۔

(۱٤۱) رُوح المعانی ج ۳۰ تبت یدا ابی لھب۔ مسلم جلد ۲، کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا صلی و صفاته۔

(۱٤۲) السیرۃ النبویة لابن ھشام ج ۱، حدیث نقض الصحیفة۔

(۱٤۳) ابنِ کثیر ج ٤ تبت یدا ابی لھب☆ فتح القدیر للشوکانی ج ٥☆ البزاز بحوالہ فتح القدیر ج ٥☆ رُوح المعانی ج ۳۰۔ روح المعانی نے انی ابنة سیدھا کے بعد فقال رسول اللّٰہ ﷺ : لقد حجبنی عنھا ملائکة فما رأتنی و کفی اللّٰہ تعالٰی شرھا۔☆سیرۃ ابن ھشام ج ۱ ۔ ابن ھشام میں ھے۔ فقال ما رأتنی لقد اخذ اللّٰہ ببصرھا عنی۔

(۱٤٤) ابو داؤد کتاب البیوع باب فی الرجل یأکل من مال اولادہ☆ مسند احمد ج ۲ ص ۳۱ – ٤۲

(۱٤٥) مسند احمد ج ٦ ص ۱۲٦ – ۱۲۷

(۱٤٦) ابو داؤد کتاب البیوع باب فی الرجل یأکل من مال ولدہ۔

(۱٤۷) طبرانی، و ابو الشیخ فی العظم بحوالہ فتح القدیر ج ٥ ص ٥١٤۔

(۱٤۸) ترمذی ج ۲ ابواب التفسیر سورۃ الاخلاص☆ المستدرك ج ۲، کتاب التفسیر سورۃ الاخلاص۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔ مستدرك نے لیس کمثله شیٔ نقل کیا ھے۔☆بخاری فی تاریخه، ابنِ خزیمه، ابنِ جریر تفسیر ج ۳۰ سورۃ الاخلاص☆ ابن ابی عاصم فی السنة، البغوی فی معجمه، ابنِ المنذر، ابو الشیخ فی

العظمة، بیھقی فی الاسماء والصفات۔ بحواله فتح القدیر للشوکانی ج ٥☆فتاوٰی ابن تیمية ج ١٧☆ ابنِ کثیر ج ٤۔ ابن کثیر اور فتاوٰی ابنِ تیمیہ میں صنعانی کی جگہ صاغانی نام منقول ہے۔ ☆روح المعانی ج ٣٠ ☆کنز العمال ج ٢۔

(١٤٩) ترمذی ج ٢، ابواب التفسیر۔ سورة الاخلاص☆ فتح القدیر للشوکانی ج ٥ سورة الاخلاص۔

(١٥٠) فتاوٰی ابنِ تیمیه ج ١٧، سورة الاخلاص۔ ابن ابی حاتم، بیھقی فی الاسماء والصفات بحواله رُوح المعانی ج ٣٠ سورة الاخلاص☆ ابنِ عدی بحواله فتح القدیر للشوکانی ج ٥۔ حکیم بن معبد نے اپنی کتاب "کتاب الرد علی الجھمیة" میں نقل کیا ہے۔

(١٥١) ابنِ جریر ج ٣٠، سورة الاخلاص☆ ابنِ کثیر ج ٤☆ابنِ المنذر، الطبرانی فی الأوسط، ابو نعیم فی الحلیة، بیھقی، بحواله فتح القدیر ج ٥، رُوح المعانی ج ٣٠ سورة الاخلاص۔

(١٥٢) فتاوٰی علامه ابنِ تیمیه ج ١٧، سورة الاخلاص۔

(١٥٣) فتاوٰی علامه ابنِ تیمیه ج ١٧، سورة الاخلاص۔

(١٥٤) فتاوٰی علامه ابنِ تیمیه ج ١٧، سورة الاخلاص۔

(١٥٥) فتاوٰی علامه ابنِ تیمیه ج ١٧، سورة الاخلاص۔

(١٥٦) بخاری ج ٢، کتاب فضائل القران باب فضل قل ھو اللّٰہ احد☆مسلم ج ٢ کتاب فضائل القران وما یتعلق بھا عن ابی الدرداء☆ ترمذی ج ٢ ابواب فضائل القران باب ما جاء فی سورة الاخلاص۔ عن ابی ایوب ھذا حدیث حسن ولا نعرفه احداً روی ھذا الحدیث احسن من روایة زائدة۔ و تابعه علی روایته اسرائیل، والفضیل ابن عیاض و قد روی شعبة و غیر واحد من الثقات ھذا الحدیث عن منصور و اضطربوا فیه۔☆ مسند احمد ج ٣ ص ٨ ابو سعید خدریؓ۔

☆ابن کثیر ج ٤، سورة الاخلاص☆ فتح القدیر للشوکانی ج ٥☆ کنز العمال ج ١ ابن حبان، طبرانی، حلیه ابو نعیم، عن ابن مسعودؓ، بیھقی فی الشعب عن ابی ایوب، الخطیب عن ابی ھریرة بحواله کنز العمال ج ١۔☆نسائی ج ٢ کتاب الافتتاح۔ باب الفضل فی قراء ة قل ھو اللّٰہ احد☆ ابنِ ماجه ج ٢، کتاب الادب باب ثواب القران۔ عن أبی ھریرة، و انس بن مالك۔ قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ، قل ھو اللّٰہ احد تعدل ثلث القرآن۔ ابن مسعود انصاری کی روایت میں ہے۔ قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ احد الواحد الصمد، تعدل ثلث القران۔☆ ابنِ کثیر ج ٤، سورة الاخلاص۔ ابو عبید فی فضائله، احمد، نسائی فی الیوم واللیلة۔ ابن منیع، محمد بن نصر، ابنِ مردویه، الضیاء فی المختارة عن أبی بن کعب۔ قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ من قرأ قل ھو اللّٰہ احد فکأنما قرأ ثلث القران۔ ☆بحواله فتح القدیر للشوکانی ج ٥☆ کنز العمال ج ١۔

(١٥٧) مسلم ج ١، کتاب فضائل القران باب فضل قراء ة قل ھو اللّٰہ احد☆ بخاری ج ٢ کتاب ابواب فضائل القران، باب فضل قل ھو اللّٰہ احد۔ عن ابی سعید خدریؓ☆ ترمذی ج ٢، ابواب فضائل القران، باب ماجاء فی سورة الاخلاص☆ ابنِ ماجه کتاب الادب، باب ثواب القران☆سنن دارمی ج ٢، کتاب فضائل القران باب فی فضل قل ھو اللّٰہ احد۔ عن ابی الدرداء☆ شعب الایمان ج ٢، عن ابی الدرداء ۔ اس میں ان رسول اللّٰہ ﷺ قال ما یستطیع احدکم سے روایت، کا آغاز ہے۔ ☆ فتح القدیر للشوکانی ج ٥☆ مسند احمد ج ٦ ص ٤٤٢، ابو الدرداء۔

(١٥٨) بخاری ج ٢ کتاب الرد علی الجھمیة و غیرھم التوحید باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ امته الی توحید اللّٰہ

☆مسلم ج ۱، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قراء ۃ قل هو اللّٰہ احد☆ ترمذی ج ۲، ابواب فضائل القرآن، باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص☆ ابنِ کثیر ج ٤☆ فتح القدیر للشوکانی ج ٥☆ شعب الایمان ج ۲ عن عائشۃؓ۔ بخاری کتاب الصلاۃ میں اور ترمذی ابواب فضائل القرآن میں حضرت انس سے مروی روایت میں مسجد قبا کے امام کا واقعہ منقول ھے۔

(۱۵۹) ترمذی ج ۲، ابواب فضائل القران باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص۔ دارمی نے حدثنا یزید بن ھارون انا مبارك بن فضالة ثنا ثابت عن انس کی سند سے مذکورہ بالا متن روایت نقل کیا ھے۔ ☆دارمی ج ۲، کتاب فضائل القرآن باب فی فضل قل هو اللّٰہ احد☆ نسائی ج ۲، کتاب الصلاۃ باب فضل فی قراء ۃ قل هو اللّٰہ احد۔ نسائی میں حضرت عائشہؓ نے ایسا ھی واقعہ بیان کیا ھے جس میں فانا احب ان اقرأ بها ھے۔☆ابن الضریس، بیهقی بحواله فتح القدیر للشوکانی ج ٥۔

(۱٦۰) سنن دارمی ج ۲، کتاب فضائل القرآن باب فی فضل قل هو اللّٰہ احد☆ترمذی ج ۲، ابواب فضائل القرآن باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص☆ نسائی ج ۲، کتاب الصلاۃ باب الفضل فی قراء ه قل هو اللّٰہ احد☆ فتح القدیر للشوکانی ج ٥☆ شعب الایمان ج ۲ عن انس بن مالك۔ترمذی نے ادخلك الجنة کی جگه یدخلك الجنة نقل کیا ھے۔ نسائی میں حضرت عائشہؓ سے ایسا ھی واقعه منقول ھے جس میں ھے فانا احب ان اقرأ بها ھے۔ قال البخاری رحمه اللّٰہ: و قال عبید اللّٰہ عن ثابت عن انس فذکر هذا الحدیث۔☆شعب الایمان ج ۲۔

(۱٦۱) مسلم ج ۱، کتاب فضائل القرآن باب فضل قراء ۃ المعوذتین☆ ترمذی ج ۲ ابواب فضائل القرآن، باب ما جاء فی المعوذتین☆ سنن دارمی ج ۲، کتاب فضائل القرآن باب فی فضل المعوذتین☆ ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلاۃ، باب فی المعوذتین۔ ابو داؤد کی روایت تو عقبه سے مروی ھے مگر واقعه اور الفاظ مختلف ھیں۔ ☆نسائی ج ۲، کتاب الافتتاح، جامع ما جاء فی القرآن، باب الفضل فی قراء ۃ المعوذتین۔ اور کتاب الاستعاذہ ج ۸ ☆مسند احمد ج ٤ ص ١٤٤ – ١٥١ عقبه بن عامر☆ کنز العمال ج ۱ عقبة بن عامر☆ شعب الایمان ج ۲☆ابن کثیر ج ٤ سورۃ المعوذتین☆ رُوح المعانی ج ۳۰ سورۃ الفلق☆ فتح القدیر للشوکانی ج ٥، سورۃ الفلق۔

(۱٦۲) عبد بن حمید فی مسنده۔ ابنِ مردویه، بیهقی، بحواله فتح القدیر ج ٥ ص ٥١٩☆ ابنِ سعد ج ۲ ص ۹۹۔ ۱۹۸۔

(۱٦۳) نسائی ج ۸، کتاب الاستعاذۃ☆ نسائی ج ۲، جامع ما جاء فی القرآن القراء ۃ فی الصبح بالمعوذتین۔

(١٦٤) المستدرك للحاکم ج ۲ کتاب التفسیر۔ سورۃ الفلق۔ هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه۔

(۱٦٥) نسائی ج ۸، کتاب الاستعاذۃ☆ ابن کثیر ج ٤۔ سورۃ الفلق۔

(۱٦٦) ابن کثیر ج ٤، سورۃ الفلق۔

(۱٦۷) نسائی ج ۸، کتاب الاستعاذۃ☆ مسند احمد ج ٤ ص ١٤٤ عقبة بن عامر☆ ابن کثیر ج ٤۔

(۱٦۸) ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلاۃ باب فی المعوذتین☆ نسائی ج ۸ کتاب الاستعاذه☆ مسند احمد ج ٤ ص ۱٥۳ عقبه بن عامر۔

(۱٦۹) مسند احمد ج ٤ ص ۲۰۱ عقبة بن عامر☆ ابنِ کثیر ج ٤☆ ابو داؤد ج ۲ کتاب الصلاۃ باب فی الاستغفار☆ ترمذی ج ۲، ابواب فضائل القران ما جاء فی المعوّذتین☆ نسائی ج ۳ باب الامر بقراء المعوذات بعد التسلیم من الصلاۃ۔

(۱۷۰) نسائی ج ۸، کتاب الاستعاذۃ☆ نسائی ج ۲ جامع ما جاء فی القرآن باب الفضل فی القراء ۃ المعوذتین۔ اس مقام

پر برب الفلق کے ساتھ برب الناس بھی منقول ہے۔ ☆دارمی ج ۲، کتاب فضائل القران۔ باب فی فضل المعوّذتین ☆ المستدرك ج ۲، کتاب التفسیر سورۃ الفلق۔

(۱۷۱) نسائی ج۸، کتاب الاستعاذہ☆ ابنِ سعد، بغوی، بیہقی بحوالہ تفسیر فتح القدیر للشوکانی ج ٤ ☆مسند احمد ج٤/ ١٤٤ – ١٥٣ عقبة بن عامر☆ تفسیر ابن کثیر ج ٤۔

(۱۷۲) تفسیر فتح القدیر للشوکانی ج ٥ ص ٥١٨۔

(۱۷۳) مسند احمد ج ٥ ص ١٣٠، زر بن حبیش عن ابی بن کعب۔

(۱۷٤) ابو یعلٰی بحوالہ ابن کثیر ج ٤ الفلق۔

(۱۷٥) بخاری ج ۲ کتاب التفسیر، سورۃ قل اعوذ برب الناس☆ ابنِ حبان بحوالہ رُوح المعانی ج ۳۰، سورۃ الفلق ☆ابنِ کثیر ج ٤، سورتی المعوذتین۔

(۱۷٦) مسند احمد ج ٥ ص ١٢٩، زربن حبیش عن ابی بن کعب☆ رُوح المعانی ج ۳۰۔

(۱۷۷) تفسیر ابن کثیر ج ٤ الفلق۔

(۱۷۸) روح المعانی ج ۳۰ص ۲۷۹۔

(۱۷۹) بخاری ج ۲، کتاب الطب باب السحر☆ بخاری کتاب الدعوات تکریر الدعاء☆ مسلم ج ۲ کتاب السلام باب الطب۔ مسلم نے دعا رسول اللّٰہ ﷺ ثم دعا ثم دعاء ثم قال یا عائشة نقل کیا ہے۔☆ ابنِ ماجه کتاب الطب باب السحر☆ مسند احمد ج٦ ص ٥٧ عن عائشة☆ ابن کثیر ج ٤ سورۃ الفلق☆ رُوح المعانی ج ۳۰ سورۃ الفلق۔ رُوح المعانی نے ابن مردویه کی روایت نقل کی ہے جس میں انہوں نے ابن عباسؓ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ دونوں فرشتے جبریل اور میکائیل تھے۔

(۱۸۰) بخاری ج ۲، کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ و وفاته الخ☆ مشکوٰۃ باب عیادۃ المریض ص ١٣٤۔

(۱۸۱) بخاری ج ۲ کتاب فضائل القران باب فضل المعوذتین☆ مسلم ج۲، کتاب السلام، باب استحباب الرقية للمریض ☆ابو داؤد ج ٤، کتاب، الطب، باب کیف الرقی☆ ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات، باب ماجاء فیمن یقرأ من القراٰن عند المنام☆ مؤطا امام مالك ج ۲، کتاب الجامع التعوّذ والرقية من المرض☆ ابنِ ماجه کتاب الطب باب ۳۷ النفث فی الرقية☆ مسند احمد ج٦ص ١٠٤، عن عائشة رضی اللّٰہ عنها☆ فتح القدیر للشوکانی ج ٥ سورۃ الفلق۔

فصل: ۳

دم اور مسنون تعوّذات

جھاڑ پھونک

۱۵۴- ''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت کے وہ لوگ بلاحساب جنت میں داخل ہوں گے جو نہ داغنے کا علاج کراتے ہیں، نہ جھاڑ پھونک کراتے ہیں، نہ فال لیتے ہیں، بلکہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔'' (مسلم)

تخریج:(ا) حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَا: لَا رُقْيَةَ اِلَّا مِنْ عَيْنٍ اَوْ حُمَةٍ فَذَكَرْتُهُ لِسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَقَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ وَالنَّبِيَّانِ يَمُرُّوْنَ مَعَهُمُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهٗ اَحَدٌ حَتّٰى رُفِعَ لِيْ سَوَادٌ عَظِيْمٌ قُلْتُ: مَا هٰذَا؟ اُمَّتِيْ هٰذِهٖ قِيْلَ: بَلْ هٰذَا مُوْسٰى وَ قَوْمُهٗ، قِيْلَ اُنْظُرْ اِلَى الْاُفُقِ فَاِذَا سَوَادٌ يَمْلَاءُ الْاُفُقَ، ثُمَّ قِيْلَ لِيْ اُنْظُرْ هٰهُنَا وَ هٰهُنَا فِيْ آفَاقِ السَّمَآءِ، فَاِذَا سَوَادٌ قَدْ مَلَأَ الْاُفُقَ، قِيْلَ: هٰذِهٖ اُمَّتُكَ، وَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ ثُمَّ دَخَلَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ، فَاَفَاضَ الْقَوْمُ، وَ قَالُوْا نَحْنُ الَّذِيْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاتَّبَعْنَا رَسُوْلَهٗ، فَنَحْنُ هُمْ اَوْ اَوْلَادُنَا الَّذِيْنَ وُلِدُوْا فِي الْاِسْلَامِ۔ فَاِنَّا وُلِدْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَخَرَجَ فَقَالَ: هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ فَقَالَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ اَمِنْهُمْ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: نَعَمْ فَقَالَ اٰخَرُ فَقَالَ: اَمِنْهُمْ اَنَا؟ فَقَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔ (۱)

ترجمہ: عمران بن حصین سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا نظر بد زہریلے سانپ (سانپ، بچھو وغیرہ) کے علاوہ جھاڑ نہیں ہے میں نے اس کا ذکر سعید بن جبیر سے کیا تو سعید نے کہا کہ ہمیں ابن عباسؓ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میرے سامنے چند امتیں پیش کی گئیں۔ ایک نبی اور دو نبی گزرنے لگے، ان کے ساتھ ایک جماعت تھی اور ایسا نبی بھی تھا جس کے ساتھ ایک بھی امتی نہ تھا۔ یہاں تک کہ مجھے ایک بڑی جماعت کی طرف اٹھایا گیا میں نے پوچھا کیا یہ میری امت

ہے؟ جواب دیا گیا کہ نہیں بلکہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں اور یہ ان کی امت ہے۔ کہا گیا کہ افق کی طرف دیکھو، تو دیکھتا ہوں کہ ایک بڑی جماعت نے افق کو بھرا ہوا ہے پھر کہا گیا مجھے کہ ادھر ادھر دیکھو تو میں نے دیکھا ایک بہت بڑی جماعت نے افق آسمان کو بھرا ہوا ہے۔ کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے ان میں سے ستر ہزار بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر آپ اندر تشریف لے گئے یہ بتائے بغیر کہ وہ کون لوگ ہیں۔ لوگ باہم جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ وہ ہم لوگ ہیں۔ اس لیے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسول کی اتباع کی یا پھر ہماری اولاد ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی۔ اس لیے کہ ہم تو جاہلیت میں پیدا ہوئے یہ بات نبی ﷺ تک بھی پہنچ گئی تو اس پر آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے اور فال نہیں لیتے اور داغنے کا علاج بھی نہیں کرتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔'' عُکّاشہ بن محصن نے عرض کیا۔ یارسول اللہ کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اتنے میں ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا، کیا میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں؟ آپؐ نے فرمایا عکاشہ تم سے بازی (سبقت) لے گیا۔

۱۵۵– '' حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے داغنے سے علاج کرایا اور جھاڑ پھونک کرائی وہ اللہ پر توکل سے بے تعلق ہو گیا۔'' (ترمذی)

تخریج:⟨ا⟩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیّ، نَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَقَّانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنِ اكْتَوٰى اَوِ اسْتَرَقٰى فَقَدْ بَرِئَ مِنَ التَّوَكُّلِ۔ (۲)

۱۵۶– '' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دس چیزوں کو ناپسند فرماتے تھے جن میں سے ایک جھاڑ پھونک بھی ہے سوائے معوّذتین یا معوّذات کے۔'' (ابوداؤد، احمد، نسائی، ابن حبان، حاکم)

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ الرُّكَيْنَ بْنَ الرَّبِيْعِ، يُحَدِّثُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ، اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ، كَانَ يَقُوْلُ: كَانَ نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ يَكْرَهُ عَشْرَ خِلَالٍ: الصُّفْرَةَ يعنی الْخلُوقَ، وَ تَغْيِيْرَ الشَّيْبِ، وَ جَرَّ الْاِزَارِ، وَالتَّخَتُّمَ بِالذَّهَبِ، وَالتَّبَرُّجَ بِالزِّيْنَةِ لِغَيْرِ مَحَلِّهَا وَالضَّرْبَ بِالْكِعَابِ، وَالرُّقٰى اِلَّا بِالْمُعَوِّذَاتِ، وَ عِقْدَ التَّمَائِمِ، وَ عَزْلَ الْمَآءِ لِغَيْرِ اَوْ غَيْرِ مَحَلِّهِ اَوْ عَنْ مَحَلِّهِ وَ فَسَادَ الصَّبِیِّ غَيْرَ مُحَرِّمِهٖ۔ (۳)

بچھو کاٹے کا علاج

۱۵۷– '' طبرانی نے صغیر میں حضرت علیؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ کو ایک دفعہ نماز کی حالت میں بچھو نے کاٹ لیا۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا بچھو پر خدا کی لعنت، یہ نہ کسی نمازی کو چھوڑتا ہے نہ کسی اور کو۔ پھر پانی اور نمک منگوایا اور جہاں بچھو نے کاٹا تھا وہاں آپؐ نمکین پانی ملتے جاتے تھے اور **قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ** اور **قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ** پڑھتے جاتے تھے۔''

تخریج: ⟨۱⟩ اَخبَرنَا عَلِیُّ بْنُ اَحمَدَ بنِ عَبدَانَ، اَنَا اَحمَدُ بنُ عُبَیْدٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی شَیْبَۃَ، ثَنَا عَمِّی اَبُوْ بَکْرٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحِیمِ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ، عَنْ عَلِیٍّ، قَالَ: بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ لَیْلَۃٍ یُصَلِّی فَوَضَعَ یَدَهٗ عَلَی الْاَرْضِ فَلَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ فَتَنَاوَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِنَعْلِهٖ فَقَتَلَهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ مَا (یَدَعُ) مُصَلِّیًا وَلَا غَیْرَهٗ اَوْ نَبِیًّا وَغَیْرَهٗ ثُمَّ دَعَا بِمِلْحٍ وَ مَآءٍ، فَجَعَلَ یَصُبُّهٗ عَلٰی اِصْبَعِهٖ حَیْثُ لَدَغَتْهُ وَ یَمْسَحُهَا وَ یُعَوِّذُهَا بِالْمُعَوِّذَتَیْنِ۔ وَ کَذٰلِکَ رَوَاهُ ابْنُ فُضَیْلٍ عَنْ مُطَرِّفٍ لَمْ یَذْکُرْ تَنَاوَلَهَا بِالنَّعْلِ قَالَ: ثُمَّ دَعَا بِمَآءٍ وَ مِلْحٍ وَ جَعَلَ یَمْسَحُ عَلَیْهَا وَ یَقْرَأُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ (٤)

ایک دوسری روایت میں ہے:

⟨۲⟩ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ: لَدَغَتِ النَّبِیَّ ﷺ الْعَقْرَبُ وَ هُوَ یُصَلِّیْ، فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ مَا تَدَعُ نَبِیًّا وَلَا غَیْرَهٗ اِلَّا لَدَغَتْهُمْ ثُمَّ دَعَا بِمَآءٍ وَ مِلْحٍ فَذَکَرَهٗ۔ (٥)

نظرِ بد کا دم

۱۵۸- اُعِیْذُ کُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَ هَامَّۃٍ وَ مِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ۔

''ابنِ عباسؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ پر یہ دعا پڑھتے تھے۔ میں تم کو اللہ کے بے عیب کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور موذی سے اور ہر نظرِ بد سے۔'' (بخاری، مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ)

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَ یَعْلٰی عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: یُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ یَقُوْلُ: اُعِیْذُ کُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّ هَآمَّۃٍ۔ وَ یَقُوْلُ: هٰکَذَا کَانَ اِبْرَاهِیْمُ یُعَوِّذُ اِسْحَاقَ وَ اِسْمَاعِیْلَ۔ (٦)

ایک دوسری روایت میں ہے:

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِی شَیْبَۃَ، ثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَ یَقُوْلُ: اِنَّ اَبَا کُمَا کَانَ یُعَوِّذُ بِهَا اِسْمَاعِیْلَ وَ اِسْحَاقَ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّۃِ مِنْ شَیْطَانٍ وَّ هَآمَّۃٍ وَ مِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَآمَّۃٍ۔ (٧)

بچھو کاٹے کا دَم

۱۵۹– ''مسندِ احمد اور طحاوی میں طلق بن علیؓ کی روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں بچھو نے کاٹ لیا۔ حضور ﷺ نے مجھ پر پڑھ کر پھونکا اور اس جگہ پر ہاتھ پھیرا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَدْرٍ، عَنْ قَیْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ اَبِیْهِ طَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ، قَالَ: لَدَغَتْنِیْ عَقْرَبٌ عِنْدَ نَبِیِّ اللّٰهِ ﷺ فَرَقَانِیْ وَ مَسَحَهَا۔ (۸)

دیرینہ درد کے لیے دم

۱۶۰– عثمان بن ابی العاص الثقفی کے متعلق مسلم، مؤطا، طبرانی اور حاکم میں تھوڑے لفظی اختلاف کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میں جب سے مسلمان ہوا ہوں مجھے ایک درد محسوس ہوتا ہے جو مجھ کو مارے ڈالتا ہے۔ آپ نے فرمایا ''اپنا سیدھا ہاتھ اُس جگہ پر رکھو جہاں درد ہوتا ہے۔ پھر تین مرتبہ بسم اللہ کہو اور سات مرتبہ یہ کہتے ہوئے ہاتھ پھیرو کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَآ اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ'' میں اللہ اور اس کی قدرت کی پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جس کو میں محسوس کرتا ہوں اور جس کے لاحق ہونے کا مجھے خوف ہے۔'' (مؤطا میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ) عثمان بن ابی العاصؓ نے کہا کہ اس کے بعد میرا وہ درد جاتا رہا، اور اسی چیز کی تعلیم میں اپنے گھر والوں کو دیتا ہوں۔

تخریج: حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ، وَ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰ، قَالَا: اَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ نَافِعُ بْنُ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْعَاصِ الثَّقَفِیِّ اَنَّهٗ شَکٰی اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجَعًا یَجِدُهٗ فِیْ جَسَدِهٖ مُنْذُ اَسْلَمَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ضَعْ یَدَکَ عَلَی الَّذِیْ یَاْلَمُ مِنْ جَسَدِکَ وَ قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا وَ قُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ۔ (۹)

بیماری کے لیے دم

۱۶۱– بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنِ حَاسِدٍ، اللّٰهُ یَشْفِیْکَ بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْکَ۔

مسلم میں ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ بیمار ہوئے تو جبریل علیہ السلام نے آ کر پوچھا ''اے محمدؐ، کیا آپ بیمار ہو گئے؟'' آپؐ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے کہا ''میں اللہ کے نام پر آپؐ کو جھاڑتا ہوں ہر اُس چیز سے جو آپؐ کو اذیت دے اور ہر نفس اور حاسد کی نظر کے شر سے۔ اللہ آپؐ کو شفا دے۔ میں اُس کے نام پر آپؐ کو جھاڑتا ہوں۔

اسی سے ملتی جلتی روایت مسندِ احمد میں حضرت عبادہ بن صامتؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ بیمار تھے۔ میں عیادت

کے لیے گیا تو آپ کو سخت تکلیف میں پایا۔ شام کو گیا تو آپ بالکل تندرست تھے۔ میں نے اس قدر جلدی تندرست ہو جانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جبریل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے مجھے چند کلمات سے جھاڑا پھر آپؐ نے قریب قریب اُسی طرح کے الفاظ ان کو سنائے جو اوپر والی حدیث میں نقل کیے گئے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے بھی مسلم اور مسندِ احمد میں ایسی ہی روایت نقل کی گئی ہے۔

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالِ الصَّوَّافُ، قَالَ: نَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ، عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ، اَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! اِشْتَكَيْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ، بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ۔ (۱۱)

〈۲〉 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عُمَرَ الْمَكِّیُّ، قَالَ: نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الدَّرَاوَرْدِیُّ عَنْ يَزِيْدَ وَ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ اِذَا اشْتَكٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَقَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيْكَ وَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيْكَ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ وَ شَرِّ كُلِّ ذِیْ عَيْنٍ۔ (۱۲)

〈۳〉 عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ النَّبِیُّ ﷺ يَعُوْدُنِیْ فَقَالَ: اَلَا اَرْقِيْكَ بِرُقْيَةٍ رَقَانِیْ بِهَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ؟ فَقُلْتُ: بَلٰی: بِاَبِیْ وَ اُمِّیْ، قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ فِيْكَ مِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِی الْعُقَدِ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ فَرَقٰی بِهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ (۱۳)

〈۴〉 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، ثَنَا ثَابِتٌ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ سَلْمَانَ، رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ عَنْ جُنَادَةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَعُوْدُهٗ وَ بِهٖ مِنَ الْوَجَعِ مَا يَعْلَمُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی بِشِدَّةٍ، ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْعَشِیِّ وَ قَدْ بَرِءَ اَحْسَنَ بُرْءٍ، فَقُلْتُ لَهٗ: دَخَلْتُ عَلَيْكَ غُدْوَةً وَ بِكَ مِنَ الْوَجَعِ مَايَعْلَمُ اللّٰهُ بِشِدَّةٍ۔ وَ دَخَلْتُ عَلَيْكَ الْعَشِيَّةَ وَ قَدْ بَرَأْتَ۔ فَقَالَ: يَا ابْنَ الصَّامِتِ! اِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَقَانِیْ بِرُقْيَةٍ بَرِئْتُ۔ اَلَا اُعَلِّمُكَ؟ قُلْتُ: بَلٰی! قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ حَسَدِ كُلِّ حَاسِدٍ وَ عَيْنٍ بِسْمِ اللّٰهِ يَشْفِيْكَ۔ (۱٤)

نملہ بیماری کا دم اور اس کا علم حاصل کرنا

۱۶۲- امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت حفصہ ام المؤمنینؓ کی روایت نقل کی ہے کہ ایک روز نبی ﷺ میرے ہاں آئے اور میرے پاس ایک خاتون شفا(۱) نامی بیٹھی تھیں جو نملہ (ذُباب) کو جھاڑا کرتی تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا حفصہؓ کو بھی وہ عمل سکھا دو۔

خود شفا بنت عبداللہ کی یہ روایت امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے حفصہؓ کو جس طرح لکھنا پڑھنا سکھایا ہے نملہ کا جھاڑنا بھی سکھا دو۔

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ عَمْرٍو، ثَنَا سُفْیَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ، عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ سُلَیْمَانَ بْنِ اَبِیْ حَثْمَۃَ، عَنْ حَفْصَۃَ اَنَّ امْرَأَۃً مِنْ قُرَیْشٍ یُقَالُ لَھَا الشِّفَآءُ، کَانَتْ تَرْقِیْ مِنَ النَّمْلَۃِ، فَقَالَ لَھَا النَّبِیُّ ﷺ عَلِّمِیْھَا حَفْصَۃَ۔ (۱۵)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مَھْدِیِّ الْمِصِّیْصِیُّ، ثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْھِرٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ کَیْسَانَ، عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ سُلَیْمَانَ بْنِ اَبِیْ حَثْمَۃَ، عَنِ الشِّفَآءِ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰہِ، قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ اَنَا عِنْدَ حَفْصَۃَ۔ فَقَالَ لِیْ: اَلَا تُعَلِّمِیْنَ ھٰذِہٖ رُقْیَۃَ النَّمْلَۃِ کَمَا عَلَّمْتِیْھَا الْکِتَابَۃَ۔ (۱۶)

شرکیہ دم کی ممانعت

۱۶۳- مسلم میں عوف بن مالک اشجعی کی روایت ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں ہم لوگ جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اس معاملے میں حضور ﷺ کی رائے کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''جن چیزوں سے جھاڑتے ہو وہ میرے سامنے پیش کرو۔ جھاڑنے میں مضائقہ نہیں جب تک اس میں شرک نہ ہو۔''

تخریج: حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاھِرِ، قَالَ، اَنَا ابْنُ وَھْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ مُعَاوِیَۃُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنْ اَبِیْہِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِکٍ الْاَشْجَعِیِّ، قَالَ: کُنَّا نَرْقِیْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ، فَقُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ تَرٰی فِیْ ذٰلِکَ۔ فَقَالَ: اِعْرِضُوْا عَلَیَّ رُقَاکُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقٰی مَالَمْ یَکُنْ فِیْہِ شِرْکٌ۔ (۱۷)

زمانہ جاہلیت کے شرکیہ عمل سے اجتناب کی تلقین

۱۶۴- مسند احمد، ترمذی، ابنِ ماجہ اور حاکم نے حضرت عمیر مولیٰ ابی اللحم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں میرے پاس ایک عمل تھا جس سے میں جھاڑا کرتا تھا میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اسے پیش کیا۔ ''آپؐ نے فرمایا فلاں فلاں چیزیں اس میں سے نکال دو، باقی سے تم جھاڑ سکتے ہو۔''

---

(۱) ان خاتون کا اصل نام لیلیٰ تھا مگر شفا بنت عبداللہ کے نام سے مشہور تھیں۔ ہجرت سے پہلے ایمان لائیں۔ قریش کے خاندان بنی عدی سے ان کا تعلق تھا۔ یہ وہی خاندان ہے جس کے ایک فرد حضرت عمرؓ تھے۔ اس طرح یہ حضرت حفصہؓ کی رشتہ دار تھیں۔

تخریج: حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیۡ اَبِیۡ، ثَنَا رَبۡعِیُّ بۡنُ اِبۡرَاهِیۡمَ اَخُوۡ اِسۡمَاعِیۡلَ بۡنِ عُلۡبَةَ: وَ اَثۡنٰی عَلَیۡهِ خَیۡرًا۔ قَالَ: وَ کَانَ یُفَضِّلُ عَلٰی اِسۡمَاعِیۡلَ، ثَنَا عَبۡدُ الرَّحۡمٰنِ بۡنُ اِسۡحَاقَ، عَنۡ مُحَمَّدِ بۡنِ زَیۡدِ بۡنِ الۡمُهَاجِرِ، عَنۡ عُمَیۡرٍ مَوۡلٰی اَبِی اللَّحۡمِ... قَالَ: وَ عَرَضۡتُ عَلَیۡهِ رُقۡیَةً: کُنۡتُ اَرۡقِیۡ بِهَا الۡمَجَانِیۡنَ فِی الۡجَاهِلِیَّةِ: قَالَ: اطۡرَحۡ مِنۡهَا کَذَا وَ کَذَا وَارۡقِ بِمَا بَقِیَ۔ قَالَ: مُحَمَّدُ بۡنُ زَیۡدٍ: وَ اَدۡرَکۡتُهٗ وَ هُوَ یَرۡقِیۡ بِهَا الۡمَجَانِیۡنَ۔ (۱۸)

بچھو اور سانپ کاٹے کا دَم

۱۶۵– مسلم، مسند احمد اور ابنِ ماجہ میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جھاڑ پھونک سے روک دیا تھا۔ پھر حضرت عمرو بن حزم کے خاندان کے لوگ آئے اور کہا کہ ہمارے پاس ایک عمل تھا جس سے ہم بچھو (یا سانپ) کاٹے کو جھاڑتے تھے۔ مگر آپ نے اس کام سے منع فرمادیا ہے۔ پھر انہوں نے وہ چیز آپؐ کو سنائی جو وہ پڑھتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ''اس میں تو کوئی مضائقہ میں نہیں پاتا، تم میں سے جو شخص اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے وہ ضرور پہنچائے۔''

جابر بن عبداللہؓ کی دوسری حدیث مسلم میں یہ ہے کہ آلِ حزم کے پاس سانپ کاٹے کا عمل تھا اور حضور ﷺ نے ان کو اس کی اجازت دے دی۔

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنَا اَبُوۡ کُرَیۡبٍ، قَالَ: نَا اَبُوۡ مُعَاوِیَةَ، قَالَ: نَا الۡاَعۡمَشُ عَنۡ اَبِیۡ سُفۡیَانَ، عَنۡ جَابِرٍ، قَالَ: نَهٰی رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الرُّقٰی فَجَآءَ اٰلُ عَمۡرِو بۡنِ حَزۡمٍ اِلٰی رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالُوۡا: یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ! اِنَّهٗ کَانَتۡ عِنۡدَنَا رُقۡیَةٌ نَرۡقِیۡ بِهَا مِنَ الۡعَقۡرَبِ، وَ اِنَّکَ نَهَیۡتَ عَنِ الرُّقٰی۔ قَالَ: فَعَرَضُوۡهَا عَلَیۡهِ، فَقَالَ: مَا اَرٰی بَاسًا مَنِ اسۡتَطَاعَ مِنۡکُمۡ اَنۡ یَنۡفَعَ اَخَاهُ فَلۡیَنۡفَعۡهُ۔ (۱۹)

⟨۲⟩ حَدَّثَنِیۡ عُقۡبَةُ بۡنُ مُکۡرَمٍ الۡعَمِیُّ، قَالَ: نَا اَبُوۡ عَاصِمٍ عَنِ ابۡنِ جُرَیۡجٍ، قَالَ: وَ اَخۡبَرَنِیۡ اَبُو الزُّبَیۡرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بۡنَ عَبۡدِ اللّٰهِ یَقُوۡلُ رَخَّصَ النَّبِیُّ ﷺ لِاٰلِ حَزۡمٍ فِیۡ رُقۡیَةِ الۡحَیَّةِ الخ۔ (۲۰)

ہر زہریلے جانور کے کاٹے کا دَم

۱۶۶– ''حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے انصار کے ایک خاندان کو ہر زہریلے جانور کے کاٹے کو جھاڑنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔'' (مسلم، مسند احمد، ابن ماجہ)

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوۡ بَکۡرِ بۡنُ اَبِیۡ شَیۡبَةَ، قَالَ: نَا عَلِیُّ بۡنُ مُسۡهِرٍ عَنِ الشَّیۡبَانِیِّ، عَنۡ عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ بۡنِ الۡاَسۡوَدِ، عَنۡ اَبِیۡهِ، قَالَ: سَاَلۡتُ عَائِشَةَ عَنِ الرُّقۡیَةِ، فَقَالَتۡ: رَخَّصَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ لِاَهۡلِ بَیۡتٍ مِنَ الۡاَنۡصَارِ فِی الرُّقۡیَةِ مِنۡ کُلِّ ذِیۡ حُمَةٍ۔ (۲۱)

۱۶۷- ''مسند احمد، ترمذی، مسلم اور ابن ماجہ میں حضرت انسؓ سے روایات نقل کی گئی ہیں جن میں حضور ﷺ نے زہریلے جانور کے کاٹے اور ذُباب کے مرض اور نظرِ بد کے جھاڑنے کی اجازت دی۔''

تخریج: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى، قَالَ: اَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فِي الرُّقٰى قَالَ: رُخِّصَ فِي الْحُمَةِ وَالنَّمْلَةِ وَالْعَيْنِ۔ (۲۲)

سورۂ فاتحہ سے بچھو کاٹے کو معاوضہ طے کر کے دم کرنا

۱۶۸- حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے جو بخاری، مسلم، ترمذی، مسند احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں منقول ہوئی ہے اور اس کی تائید بخاری میں ابن عباسؓ کی بھی ایک روایت کرتی ہے۔ اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ ''حضور ﷺ نے ایک مہم پر اپنے چند اصحاب کو بھیجا جن میں حضرت ابوسعید خدریؓ بھی تھے۔ یہ حضرات راستہ میں عرب کے ایک قبیلے کی بستی پر جا کر ٹھہرے اور انہوں نے قبیلے والوں سے کہا کہ ہماری میزبانی کرو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ اتنے میں قبیلے کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا اور وہ لوگ ان مسافروں کے پاس آئے اور کہا کہ تمہارے پاس کوئی دوا یا عمل ہے جس سے تم ہمارے سردار کا علاج کردو؟ حضرت ابوسعید نے کہا ہے تو سہی، مگر چوں کہ تم نے ہماری میزبانی سے انکار کیا ہے اس لیے جب تک تم کچھ دینا نہ طے کرو، ہم اس کا علاج نہیں کریں گے۔ انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ (بعض روایات میں ۳۰ بکریاں) دینے کا وعدہ کیا اور حضرت ابوسعید نے جا کر اس پر سورۂ فاتحہ پڑھنی شروع کی اور لعاب دھن اس پر ملتے گئے[1] آخر کار بچھو کا اثر زائل ہوگیا اور قبیلے والوں نے جتنی بکریاں دینے کا وعدہ کیا تھا وہ لا کر دے دیں۔ مگر ان حضرات نے آپس میں کہا ان بکریوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھاؤ جب تک رسول اللہ ﷺ سے پوچھ نہ لیا جائے، نہ معلوم اس کام پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں۔ چناں چہ یہ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا عرض کیا۔ حضور ﷺ نے ہنس کر فرمایا ''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ سورہ جھاڑنے کے کام بھی آسکتی ہے؟ بکریاں لے لو اور ان میں میرا حصہ بھی لگاؤ۔''

بخاری میں اس واقعے کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی جو روایت ہے اس میں حضور ﷺ کے الفاظ یہ ہیں اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ'' بجائے اس کے کہ تم کوئی اور عمل کرتے، تمہارے لیے یہ زیادہ برحق بات تھی کہ تم نے اللہ کی کتاب پڑھ کر اس پر اجرت لی۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ اَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَهْطًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ انْطَلَقُوْا فِيْ سَفْرَةٍ، سَافَرُوْهَا حَتّٰى نَزَلُوْا بِحَيٍّ مِنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ۔ فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمْ۔ فَلُدِغَ سَيِّدُ ذٰلِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهٗ شَيْءٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ اَتَيْتُمْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِيْنَ قَدْ نَزَلُوْا بِكُمْ لَعَلَّهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ۔ فَاَتَوْهُمْ، فَقَالُوْا: يَااَيُّهَا

(۱) اکثر روایات میں یہ صراحت نہیں ہے کہ یہ عمل کرنے والے حضرت ابوسعید تھے بلکہ ان میں یہ صراحت بھی نہیں کہ حضرت ابوسعید خود اس مہم میں شریک تھے لیکن ترمذی کی روایت میں دونوں باتوں کی صراحت ہے۔

الرَّهْطُ: اِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ فَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَهَلْ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْكُمْ شَيْءٌ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: نَعَمْ: وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَرَاقٍ، وَ لٰكِنْ وَاللّٰهِ قَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُوْنَا فَمَا اَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتّٰى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوْهُمْ عَلٰى قَطِيْعٍ مِنَ الْغَنَمِ، فَانْطَلَقَ فَجَعَلَ يَتْفُلُ وَ يَقْرَأُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ حَتّٰى لَكَاَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ يَمْشِيْ مَا بِهٖ قَلَبَةٌ۔ قَالَ: فَاَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِيْ صَالَحُوْهُمْ عَلَيْهِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اقْسِمُوْا۔ فَقَالَ الَّذِيْ رَقٰى: لَا تَفْعَلُوْا حَتّٰى نَاْتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِيْ كَانَ، فَنَنْظُرَ مَا يَاْمُرُنَا۔ فَقَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ فَذَكَرُوْا لَهُ۔ فَقَالَ: وَمَا يُدْرِيْكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ۔ اَصَبْتُمْ اَقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ بِسَهْمٍ۔ (۲۳)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت سفر کے لیے روانہ ہوئی۔ سفر کرتے ہوئے یہ لوگ قبائل عرب میں سے ایک قبیلے کے پاس آ کر ٹھہرے۔ ان سے میزبانی کا تقاضا کیا لیکن ان لوگوں نے میزبانی سے صاف انکار کردیا (اسی اثناء میں) سردارِ قبیلہ کو بچھو نے ڈس لیا۔ لوگوں نے پوری کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ یہ جماعت جو تمہارے پاس آ کر ٹھہری ہے تم اس کے پاس تو جاؤ ممکن ہے ان میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہو۔ چناں چہ وہ لوگ ان کے پاس آئے اور کہا اے لوگو! ہمارے سردار کو ڈس لیا گیا ہے ہم نے اپنی پوری کوشش کر لی ہے مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا تم میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہے؟ جماعت صحابہ میں سے کسی نے کہا ہاں اللہ کی قسم مجھے جھاڑنا آتا ہے۔ مگر تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے تم سے میزبانی کا تقاضا کیا تھا، تم نے میزبانی کرنے سے صاف انکار کردیا لہٰذا اللہ کی قسم میں نہیں جھاڑوں گا تاوقتیکہ تم اس کا معاوضہ مقرر نہ کرو۔ وہ لوگ بکریوں کا ایک ریوڑ دینے پر مصالحت کے لیے تیار ہو گئے (اس پر) یہ صحابی چلے گئے اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر جھاڑنا شروع کیا اور لعابِ دہن اس پر ملنے لگے کہ وہ سردار اس طرح صحت یاب ہو کر چلنے پھرنے لگا کہ اسے کسی چیز نے کاٹا ہی نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے مقرر شدہ معاوضہ جس کے ادا کرنے پر مصالحت ہوئی تھی، سپرد کردیا۔ اب صحابہ میں سے کسی نے رائے دی کہ اسے تقسیم کردو جس صحابی نے جھاڑا تھا اس نے کہا ایسا مت کرو۔ جب تک ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر صورت واقعہ بیان نہ کریں چناں چہ ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ یہ جھاڑ ہے۔ تم نے درست کیا اسے تقسیم کرلو اور ان میں میرا حصہ بھی لگاؤ۔

۱۶۹– ’’مؤطا میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی صاحب زادی حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ بیمار ہیں اور ایک یہود یہ ان کو جھاڑ رہی ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ کتاب اللہ پڑھ کر جھاڑ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب اگر توراۃ یا انجیل کی آیات پڑھ کر جھاڑیں تب بھی یہ جائز ہے۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ

اَبَا بَکْرٍ الصِّدِّیْقَ دَخَلَ عَلٰی عَائِشَةَ وَ هِیَ تَشْتَکِیْ وَ یَهُوْدِیَّةٌ تَرْقِیْهَا، فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ ارْقِیْهَا بِکِتَابِ اللّٰهِ۔ (٢٤)

تشریح: بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں حضورؐ نے جھاڑ پھونک سے بالکل منع فرما دیا تھا، لیکن بعد میں اس شرط کے ساتھ اس کی اجازت دے دی کہ اس میں شرک نہ ہو، اللہ کے پاک ناموں یا اس کے کلام سے جھاڑا جائے، کلام ایسا ہو جو سمجھ میں آئے اور یہ معلوم کیا جاسکے کہ اس میں کوئی گناہ کی چیز نہیں ہے، اور بھروسہ جھاڑ پھونک پر نہ کیا جائے کہ وہ بجائے خود شفا دینے والی ہے، بلکہ اللہ پر اعتماد کیا جائے کہ وہ چاہے گا تو اسے نافع بنا دے گا۔ (اس معاملے میں یہی مسئلہ شرعی ہے)

رہا یہ سوال کہ آیا جھاڑ پھونک مفید ہے یا نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوا اور علاج سے نہ صرف یہ کہ کبھی منع نہیں فرمایا، بلکہ خود فرمایا کہ ہر مرض کی دوا اللہ نے پیدا کی ہے اور تم لوگ دوا کیا کرو۔ حضور ﷺ نے خود لوگوں کو بعض امراض کے علاج بتائے ہیں، جیسا کہ احادیث میں کتاب الطب کو دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔ لیکن دوا بھی اللہ ہی کے حکم اور اذن سے نافع ہوتی ہے، ورنہ اگر دوا اور طبی معالجہ ہر حال میں نافع ہوتا تو ہسپتالوں میں کوئی نہ مرتا۔ اب اگر دوا اور علاج کرنے کے ساتھ اللہ کے کلام اور اس کے اسمائے حسنٰی سے بھی استفادہ کیا جائے، یا ایسی جگہ جہاں کوئی طبی امداد میسّر نہ ہو اللہ ہی کی طرف رجوع کر کے اس کے کلام اور اسماء وصفات سے استعانت کی جائے تو یہ مادّہ پرستوں کے سوا کسی کی عقل کے بھی خلاف نہیں ہے۔(۱)

البتہ یہ صحیح نہیں ہے کہ دوا اور علاج کو، جہاں وہ میسر ہو، جان بوجھ کر چھوڑ دیا جائے، اور صرف جھاڑ پھونک سے کام لینے ہی پر اکتفا کیا جائے، اور کچھ لوگ عملیات اور تعویذوں کے مطب کھول کر بیٹھ جائیں اور اسی کو کمائی کا ذریعہ بنالیں۔ (احادیث بالا میں آخری) حدیث سے تعویذ، گنڈے اور جھاڑ پھونک کے مطب چلانے کا جواز نکالنے سے پہلے عرب کے ان حالات کو نگاہ میں رکھنا چاہیے جن میں حضرت ابوسعید خدریؓ نے یہ کام کیا تھا اور حضورؐ نے اسے نہ صرف جائز رکھا تھا۔ بلکہ یہ بھی فرمایا تھا کہ میرا حصہ بھی لگاؤ، تاکہ اس کے جواز وعدم جواز کے معاملے میں ان اصحاب کے دلوں میں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ عرب کے حالات اُس زمانے میں بھی یہ تھے اور آج تک یہ ہیں کہ پچاس پچاس، سوسو، ڈیڑھ ڈیڑھ سو میل تک آدمی کو ایک بستی سے چل کر دوسری بستی نہیں ملتی۔ بستیاں بھی اس وقت ایسی نہ تھیں جن میں ہوٹل، سرائے یا کھانے کی دوکانیں موجود ہوں اور مسافر کئی روز کی مسافت طے کر کے جب وہاں پہنچے تو سامانِ خورد ونوش خرید سکے۔ ان حالات میں یہ بات عرب

---

(۱) مادہ پرست دنیا کے بھی بہت سے ڈاکٹروں نے اعتراف کیا ہے کہ دعا اور رجوع الی اللہ مریضوں کی شفایابی میں بہت کارگر چیز ہے۔ اور اس کا خود مجھے ذاتی طور پر اپنی زندگی میں دو مرتبہ تجربہ ہوا ہے۔ ۱۹۴۸ء میں جب مجھے نظر بند کیا گیا تو چند روز بعد ایک پتھری میرے مثانے میں آکر اَڑ گئی اور ۱۶ گھنٹے تک پیشاب بند رہا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں ظالموں سے علاج کی درخواست نہیں کرنا چاہتا، تو ہی میرا علاج فرما دے۔ چناں چہ وہ پتھری پیشاب کے راستے سے ہٹ گئی اور ۲۰ برس تک ہٹی رہی یہاں تک کہ ۱۹۶۸ء میں اس نے مجھے پھر تکلیف دی اور اس کو آپریشن کر کے نکالا گیا۔ دوسری مرتبہ جب ۱۹۵۳ء میں مجھے گرفتار کیا گیا تو میری دونوں پنڈلیاں کئی مہینے سے داد کی سخت تکلیف میں مبتلا تھیں اور کسی علاج سے آرام نہیں آرہا تھا۔ گرفتاری کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ سے پھر وہی دعا کی جو ۱۹۴۸ء میں کی تھی اور کسی علاج اور دوا کے بغیر پنڈلیاں داد سے بالکل صاف ہوگئیں۔ آج تک پھر کبھی وہ بیماری مجھے نہیں ہوئی۔

کے معروف اصول اخلاق میں شامل تھی کہ مسافر جب کسی بستی پر پہنچیں تو بستی کے لوگ ان کی میزبانی کریں اس سے انکار کے معنی بسا اوقات مسافروں کے لیے موت کے ہوتے تھے، اور عرب میں اس طرزِ عمل کو معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کے اس فعل کو جائز رکھا کہ جب قبیلے والوں نے میزبانی سے انکار کر دیا تھا تو ان کے سردار کا علاج کرنے سے انہوں نے بھی انکار کر دیا، اور اس شرط پر اس کا علاج کرنے پر راضی ہوئے کہ وہ ان کو کچھ دینا طے کریں۔ پھر جب ان میں سے ایک صاحب نے اللہ کے بھروسہ پر سورۂ فاتحہ اس سردار پر پڑھی اور وہ اس سے اچھا ہو گیا تو طے شدہ اجرت قبیلے والوں نے لا کر دے دی اور حضورؐ نے اس اجرت کے لینے کو حلال وطیب قرار دیا (اور آپ نے جو یہ فرمایا کہ تم نے اچھا کیا کہ اللہ کا کلام پڑھ کر اجرت لی) اس لیے فرمایا کہ دوسرے تمام عملیات سے اللہ کا کلام بڑھ کر ہے۔ علاوہ بریں اس طرح عرب کے اس قبیلے پر حق تبلیغ بھی ادا ہو گیا کہ انہیں اس کلام کی برکت معلوم ہو گئی جو اللہ کی طرف سے نبی ﷺ لائے ہیں۔ اس واقعہ کو ان لوگوں کے لیے نظیر قرار نہیں دیا جا سکتا جو شہروں اور قصبوں میں بیٹھ کر جھاڑ پھونک کے مطب چلاتے ہیں اور اسی کو انہوں نے وسیلۂ معاش بنا رکھا ہے۔ اس کی کوئی نظیر نبی کریم ﷺ یا صحابہ وتابعین اور ائمہ سلف کے ہاں نہیں ملتی۔

(تفہیم القرآن، ج ۶، المعوذتین، اسلام میں جھاڑ پھونک کی حیثیت)

ہر عمل کے شر سے پناہ مانگنا

۱۷۰- عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُعَائِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَ مِنْ شَرِّ مَالَمْ اَعْمَلْ۔ (مسلم)

’’حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی دعاؤں میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ خدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں ان کاموں کے شر سے جو میں نے کیے ہیں اور ان کاموں سے جو میں نے نہیں کیے۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ، نَا وَکِیْعٌ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ، عَنْ عَبْدَةَ بْنِ اَبِیْ لُبَابَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ یَسَافٍ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ: کَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُعَائِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَ شَرِّ مَالَمْ اَعْمَلْ۔ (۲۵)

تشریح: یعنی اگر میں نے کوئی غلط کام کیا ہے تو اس کے برے نتیجے سے پناہ مانگتا ہوں، اور اگر کوئی کام جو کرنا چاہیے تھا میں نے نہیں کیا تو اس کے نقصان سے بھی پناہ مانگتا ہوں یا اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ جو کام نہ کرنا چاہیے وہ میں کبھی کر گزروں۔

زوالِ نعمت اور ہر طرح کی ناراضیِ رب سے پناہ مانگنا

۱۷۱- عَنِ ابْنِ عُمَرَ کَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ، وَ تَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ، وَ فَجْأَةِ نِقْمَتِکَ وَ جَمِیْعِ سَخَطِکَ۔ (مسلم)

ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ”خدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تیری جو نعمت مجھے حاصل ہے وہ چھن جائے، اور تجھ سے جو عافیت مجھے نصیب ہے وہ نصیب نہ رہے۔ اور تیرا غضب یکایک ٹوٹ پڑے اور پناہ مانگتا ہوں تیری ہر طرح کی ناراضی سے۔“

تخریج: حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْکَرِیْمِ اَبُوْ زُرْعَةَ، نَا ابْنُ بُکَیْرٍ، حَدَّثَنِیْ یَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مُوْسَی بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: کَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَ تَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَ فُجَاءَةِ نِقْمَتِکَ وَ جَمِیْعِ سَخَطِکَ۔ (۲۶)

علمِ غیر نافع، دلِ بے خوف اور نا قبول ہونے والی دعا سے پناہ مانگنا

۱۷۲- عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَ مِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَ مِنْ دَعْوَةٍ لَا یُسْتَجَابُ۔ (مسلم)

زید بن ارقمؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے ”خدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نافع نہ ہو، اس دل سے جو تیرا خوف نہ کرے، اس نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو، اور اس دعا سے جو قبول نہ کی جائے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نُمَیْرٍ وَاللَّفْظُ لِاِبْنِ نُمَیْرٍ قَالَ: اِسْحَاقُ اَنَا وَ قَالَ الْاٰخَرَانِ: نَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ وَ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّھْدِیِّ، عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ، قَالَ۔ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ اِلَّا کَمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ۔ قَالَ: کَانَ یَقُوْلُ: اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْھَرَمِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَ زَکِّھَا، اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکَّاھَا۔ اَنْتَ وَلِیُّھَا وَ مَوْلَاھَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ، وَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ، وَ مِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَ مِنْ دَعْوَةٍ لَا یُسْتَجَابُ لَھَا۔ (۲۷)

ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے صرف آخری حصہ نقل کیا ہے:

(اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْاَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ، وَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ، وَ مِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَ مِنْ دُعَآءٍ لَا یُسْمَعُ۔)

بھوک اور خیانت سے پناہ مانگنا

۱۷۳- عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِیْعُ، وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخِیَانَةِ فَاِنَّھَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ۔ (ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے "خدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں بھوک سے کیوں کہ وہ بدترین چیز ہے جس کے ساتھ کوئی رات گزارے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں خیانت سے کیوں کہ وہ بڑی بد باطنی ہے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنِ ابْنِ اِدْرِیْسَ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْمَقْبُرِیِّ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُوْعِ، فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِیْعُ، وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخِیَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ۔ (۲۸)

برص، جنون، جذام اور جملہ بری بیماریوں سے پناہ مانگنا

۱۷۴- عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُوْنِ، وَالْجُذَامِ وَ سَیِّءِ الْاَسْقَامِ۔ (ابو داؤد)

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے "خدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں کوڑھ اور جنون اور جذام اور تمام بری بیماریوں سے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، ثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ۔ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَ مِنْ سَیِّءِ الْاَسْقَامِ۔ (۲۹)

فتنۂ نار، تونگری اور مفلسی سے پناہ مانگنا

۱۷۵- عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ یَدْعُوْ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَ مِنْ شَرِّ الْغِنٰی وَالْفَقْرِ۔ (ترمذی و ابو داؤد)

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ ان کلمات کے ساتھ دعا مانگا کرتے تھے "خدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں آگ کے فتنہ سے اور مال داری اور مفلسی کے شر سے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی الرَّازِیُّ، اَخْبَرَنَا عِیْسٰی، ثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ یَدْعُوْ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَ عَذَابِ النَّارِ وَ مِنْ شَرِّ الْغِنٰی وَالْفَقْرِ۔ (۳۰)

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی روایت کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

حَدَّثَنَا یَحْیَى بْنُ مُوْسٰی، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَغْرَمِ

وَ الْمَاْثَمِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَ فِتْنَۃِ النَّارِ وَ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَ شَرِّ فِتْنَۃِ الْغِنٰی وَ شَرِّ فِتْنَۃِ الْفَقْرِ الخ۔ (۳۱)

بُرے اخلاق، بُرے اعمال اور بُری خواہشات سے پناہ مانگنا

۱۷۶- عَنْ قُطْبَۃَ بْنِ مَالِکٍ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مُّنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَھْوَآءِ۔ (ترمذی)

قطبہ بن مالک کہتے ہیں کہ نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے ''خدایا میں بُرے اخلاق، اور بُرے اعمال اور بُری خواہشات سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ وَکِیْعٍ، نَا اَحْمَدُ بْنُ بَشِیْرٍ وَ اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ زِیَادِ بْنِ عِلَاقَۃَ، عَنْ عَمِّہٖ، قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مُّنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَھْوَآءِ۔ (۳۲)

سمع و بصر، زبان و دل اور شہوتِ جنسی کے شر سے پناہ مانگنا

۱۷۷- اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَ مِنْ شَرِّ بَصَرِیْ، وَ مِنْ شَرِّ لِسَانِیْ، وَ مِنْ شَرِّ قَلْبِیْ وَ مِنْ شَرِّ مَنِیِّیْ۔ (ترمذی و ابو داؤد)

شکل بن حمید نے حضور ﷺ سے عرض کیا مجھے کوئی دعا بتایئے۔ فرمایا کہو ''خدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنی سماعت کے شر سے، اور اپنی بصارت کے شر سے، اور اپنی زبان کے شر سے، اور اپنے دل کے شر سے، اور اپنی شہوت کے شر سے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ (ابْنُ مُحَمَّدِ) بْنِ حَنْبَلٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ، ح وَ ثَنَا اَحْمَدُ، ثَنَا وَکِیْعٌ اَلْمَعْنٰی، عَنْ سَعْدِ بْنِ اَوْسٍ، عَنْ بِلَالِ الْعَبْسِیِّ عَنْ شُتَیْرِ بْنِ شَکَلٍ، عَنْ اَبِیْہِ (فِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ اَحْمَدَ شَکَلِ بْنِ حُمَیْدٍ) قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ دُعَآءً۔ قَالَ: قُلْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ، وَ مِنْ شَرِّ بَصَرِیْ، وَ مِنْ شَرِّ لِسَانِیْ، وَ مِنْ شَرِّ قَلْبِیْ، وَ مِنْ شَرِّ مَنِیِّیْ۔ (۳۳)

عاجزی، سُستی، بزدلی، بڑھاپے، بخل اور موت و حیات کے شر سے پناہ مانگنا

۱۷۸- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْھَرَمِ وَالْبُخْلِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ۔ (و فی روایۃ المسلم) وَ ضَلَعِ الدَّیْنِ وَ غَلَبَۃِ الرِّجَالِ۔ (بخاری و مسلم)

انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے ”خدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں عاجزی اور سستی اور بزدلی اور بڑھاپے اور بخل سے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب اور زندگی و موت کے فتنے سے (اور مسلم کی ایک روایت میں یہ بھی ہے) اور قرض کے بوجھ سے اور اس بات سے کہ لوگ مجھ پر غالب ہوں۔“

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: اَخْبَرَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبِیْ، قَالَ: سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ، یَقُوْلُ کَانَ نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ، وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ۔ (۳٤)

〈۲〉 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ صُهَیْبٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْهَرَمِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ۔ (۳۵)

مسلم کی روایت میں ہے:

〈۳〉 اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَالْبُخْلِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ۔ (۳٦)

〈۴〉 حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ اَبِیْ عَمْرٍو، قَالَ: سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ، کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَ ضَلَعِ الدَّیْنِ وَ غَلَبَةِ الرِّجَالِ۔ (۳۷)

کسی نئی جگہ پر قیام کے موقع پر مخلوقات کے شر سے پناہ مانگنا

۱۷۹- عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حُکَیْمِ السُّلَمِیَّةِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: مَنْ نَزَلَ مَنْزِلَةً ثُمَّ قَالَ: اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ یَضُرَّهٗ شَیْءٌ حَتّٰی یَرْتَحِلَ مِنْ ذٰلِکَ الْمَنْزِلِ۔ (مسلم)

خولہ بنت حکیم کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص نئی منزل پر اترے اور یہ الفاظ کہے کہ ”میں اللہ کے بے عیب کلمات کی پناہ مانگتا ہوں مخلوقات کے شر سے تو اسے کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی یہاں تک کہ وہ اس منزل سے کوچ کر جائے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ، نَا لَیْثٌ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، وَاللَّفْظُ لَهٗ اَنَا اللَّیْثُ، عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ یَعْقُوْبَ اَنَّ یَعْقُوْبَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَهٗ

اَنَّهٗ سَمِعَ بُسْرَ بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ سَعْدَ ابْنَ اَبِىْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ خَوْلَةَ بِنْتَ حَكِيْمٍ السُّلَمِيَّةَ، تَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يَضُرَّهٗ شَىْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهٖ ذٰلِكَ۔ (۳۸)

تاریکیِ شب سے پناہ مانگنا

۱۸۰- هٰذَا الْغَاسِقُ اِذَا وَقَبَ۔

متعدد صحیح احادیث میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت آئی ہے کہ رات کو چاند نکلا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اُس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ ’’اللہ کی پناہ مانگو، یہ اَلْغَاسِقُ اِذَا وَقَبَ ہے۔ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر حاکم، ابنِ مردویہ)

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ اَبِىْ ذِئْبٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ نَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ اسْتَعِيْذِىْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا فَاِنَّ هٰذَا هُوَ الْغَاسِقُ اِذَا وَقَبَ۔ (۳۹)

غروبِ آفتاب کے بعد بچوں کے باہر نہ نکلنے اور جانوروں کے باندھنے کا حکم

۱۸۱-اِنَّ الشَّمْسَ اِذَا غَرَبَتْ اَنْتَشَرَتِ الشَّيَاطِيْنُ، فَاَكْفِتُوْا صِبْيَانَكُمْ وَاحْبِسُوْا مَوَاشِيَكُمْ حَتّٰى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَآءِ۔

’’رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب سورج غروب ہو جائے تو شیاطین ہر طرف پھیل جاتے ہیں، لہٰذا اپنے بچوں کو گھروں میں سمیٹ لو اور اپنے جانوروں کو باندھ رکھو جب تک رات کی تاریکی ختم نہ ہو جائے۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: نَا زُهَيْرٌ، قَالَ: نَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ، ح قَالَ وَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى، قَالَ: نَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تُرْسِلُوْا فَوَاشِيَكُمْ وَ صِبْيَانَكُمْ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَآءِ، فَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تُبْعَثُ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَآءِ۔[1] (۴۰)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے جانوروں کو کھلے نہ چھوڑو اور بچوں (کو باہر نہ نکلنے دو) جب سورج غروب ہوتا وقتیکہ عشاء کی تاریکی جاتی رہے۔ (ایسا) اس لیے کہ شیطان بھیجے جاتے ہیں آفتاب کے غروب ہوتے ہی عشاء کی تاریکی غائب ہونے تک۔

تشریح: (مندرجہ بالا حدیث) کی تاویل میں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اِذَا وَقَبَ کا مطلب یہاں اِذَا خَسَفَ ہے، یعنی

---

(۱) متن والی حدیث انہی الفاظ میں نہیں ملی۔ (مرتب)

جب کہ وہ گہنا جائے یا چاند گرہن اس کو ڈھانک لے۔ لیکن کسی روایت میں بھی یہ نہیں آیا کہ جس وقت حضور ﷺ نے چاند کی طرف اشارہ کر کے یہ بات فرمائی تھی اُس وقت وہ گرہن میں تھا اور لغتِ عرب میں بھی اِذَا وَقَبَ کے معنی اِذَا خَسَفَ کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ ہمارے نزدیک اس حدیث کی صحیح تاویل یہ ہے کہ چاند نکلنے کا وقت چوں کہ رات ہی کو ہوتا ہے، دن کو اگر چاند آسمان پر ہوتا بھی ہے تو روشن نہیں ہوتا اس لیے حضور ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس کے (یعنی چاند کے) آنے کے وقت یعنی رات سے خدا کی پناہ مانگو، کیوں کہ چاند کی روشنی مدافعت کرنے والے کے لیے اتنی مددگار نہیں ہوتی جتنی حملہ کرنے والے کے لیے ہوتی ہے اور جرم کا شکار ہونے والے کے لیے اتنی مددگار نہیں ہوتی جتنی مجرم کے لیے ہوا کرتی ہے۔ اکثر جرائم اور مظالم رات ہی کے وقت ہوتے ہیں۔ موذی جانور بھی رات ہی کو نکلتے ہیں (پھر اس زمانے میں) عرب میں طوائف الملوکی کا جو حال تھا اس میں تو رات بڑی خوفناک چیز تھی۔ اس کے اندھیرے میں چھاپہ مار نکلتے تھے اور بستیوں پر غارت گری کے لیے ٹوٹ پڑتے تھے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی جان کے درپے تھے وہ بھی رات ہی کے وقت آپؐ کو قتل کر دینے کی تجویزیں سوچا کرتے تھے تاکہ قاتل کا پتہ نہ چل سکے۔ (اسی لیے سورۃ الفلق اور احادیث بالا میں ان تمام شرور و آفات سے خدا کی پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا جو رات کے وقت نازل ہوتی ہیں)۔ (تفہیم القرآن ج ۶، الفلق حاشیہ: ۵)

نفس کی شرارتوں سے پناہ مانگنے کا حکم

۱۸۲- نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا۔

”رسول اللہ ﷺ نے اپنے مشہور خطبۂ مسنونہ میں فرمایا ہے کہ ”ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں سے۔“

(تفہیم القرآن، ج ۶، الناس، حاشیہ: ۲)

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فِيْ خُطْبَةِ الْحَاجَةِ فِي النِّكَاحِ وَ غَيْرِهٖ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ، اَلْمَعْنٰى ثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْرَائِيْلَ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنِ الْاَحْوَصِ وَ اَبِيْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خُطْبَةَ الْحَاجَةِ، أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ، نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِهٖ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا، مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ الخ۔ (۴۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ حاجت سکھایا (یوں کہا کریں) کہ حمد اللہ کے لیے ہے، ہم اس سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے بخشش کے خواستگار ہیں اور اپنے نفسوں کے شر سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت سے نوازے اسے پھر کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے پھر کوئی راہِ راست دکھانے وچلانے والا نہیں۔ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں نیز اس کی شہادت دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

شیاطینِ انس وجنّ کے شر سے پناہ مانگنا

۱۸۳– امام احمد، نسائی اور ابنِ حبّان حضرت ابوذر کی روایت نقل کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ فرمایا: ابوذر تم نے نماز پڑھی؟ میں نے عرض کیا: نہیں، فرمایا: اٹھو اور نماز پڑھو چناں چہ میں نے نماز پڑھی اور پھر آ کر بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **یَا اَبَا ذَرٍّ، تَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ شَیَاطِیْنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ** ''اے ابوذر! شیاطینِ انس اور شیاطین جن کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو'' میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ، کیا انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ (تفہیم القرآن، ج ٦، الناس، حاشیہ: ٣)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا یَزِیْدُ، اَنَا الْمَسْعُوْدِیُّ عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو الشَّامِیِّ، عَنْ عُبَیْدِ بْنِ الْخَشْخَاشِ، عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ: قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَ ھُوَ فِی الْمَسْجِدِ، فَجَلَسْتُ اِلَیْہِ۔ فَقَالَ: یَا اَبَا ذَرٍّ ھَلْ صَلَّیْتَ؟ قُلْتُ: لَا قَالَ: قُمْ فَصَلِّ، قَالَ: فَقُمْتُ فَصَلَّیْتُ ثُمَّ اَتَیْتُہٗ فَجَلَسْتُ اِلَیْہِ۔ فَقَالَ لِیْ یَا اَبَا ذَرٍّ اسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ شَیَاطِیْنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ ھَلْ لِلْاِنْسِ مِنْ شَیَاطِیْنٍ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ الخ۔ (٤٢)

نسائی میں عبارت اس طرح ہے:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْہِ فَجِئْتُ فَجَلَسْتُ اِلَیْہِ۔ فَقَالَ: یَا اَبَا ذَرٍّ، تَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ شَیَاطِیْنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔ قُلْتُ: اَوَ لِلْاِنْسِ شَیَاطِیْنُ؟ قَالَ: نَعَمْ۔

تشریح: (ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ) پناہ مانگنے کے فعل میں لازماً تین اجزا شامل ہوتے ہیں۔ ایک بجائے خود پناہ مانگنا، دوسرے پناہ مانگنے والا، تیسرا وہ جس کی پناہ مانگی جائے۔ پناہ مانگنے سے مراد کسی چیز سے خوف محسوس کر کے اپنے آپ کو اس سے بچانے کے لیے کسی دوسرے کی حفاظت میں جانا یا اُس کی آڑ لینا یا اُس سے لپٹ جانا، یا اُس کے سایے میں چلا جانا ہے۔ پناہ مانگنے والا بہر حال وہی شخص ہوتا ہے جو محسوس کرتا ہے کہ جس چیز سے وہ ڈر رہا ہے اس کا مقابلہ وہ خود نہیں کر سکے گا بلکہ وہ اس کا حاجت مند ہے کہ اُس سے بچنے کے لیے دوسرے کی پناہ لے۔ پھر جس کی پناہ مانگی جاتی ہے وہ لازماً کوئی ایسا ہی شخص یا وجود ہوتا ہے جس کے متعلق پناہ لینے والا یہ سمجھتا ہے کہ اُس خوفناک چیز سے وہی اس کو بچا سکتا ہے۔ اب پناہ کی ایک قسم تو وہ ہے جو قوانینِ طبعی کے مطابق عالمِ اسباب کے اندر کسی محسوس مادّی چیز یا شخص یا طاقت سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ مثلاً دشمن کے حملہ سے بچنے کے لیے کسی قلعہ میں پناہ لینا یا گولیوں کی بوچھاڑ سے بچنے کے لیے خندق یا کسی دمدمے یا کسی دیوار کی آڑ لینا، یا کسی طاقتور ظالم سے بچنے کے لیے کسی انسان یا قوم یا حکومت کے پاس پناہ لینا، یا دھوپ سے بچنے کے لیے کسی درخت یا عمارت کے سایہ میں پناہ لینا۔ بخلاف اس کے دوسری قسم وہ ہے جس میں ہر طرح کے خطرات اور ہر طرح کی مادّی، اخلاقی یا روحانی مضرتوں اور نقصان رساں چیزوں سے کسی فوق الفطری ہستی کی پناہ اس عقیدے کی بنا پر مانگی جاتی ہے کہ وہ ہستی عالمِ اسباب پر حکمران ہے اور بالاتر از حسّ وادراک طریقے سے وہ اس شخص کی ضرور حفاظت کر سکتی ہے جو اُس کی

پناہ ڈھونڈ رہا ہے۔ پناہ کی یہ دوسری قسم ہی نہ صرف سورۂ فلق اور سورۂ الناس میں مراد ہے بلکہ قرآن اور حدیث میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہی خاص قسم کی پناہ ہے اور عقیدۂ توحید کا لازمہ یہ ہے کہ اس نوعیت کا تعوّذ یا استعاذہ (پناہ مانگنا) اللہ کے سوا کسی اور سے نہ کیا جائے۔ مشرکین اس نوعیت کا تحفظ اللہ کے سوا دوسری ہستیوں، مثلاً جنوں یا دیویوں اور دیوتاؤں سے مانگتے تھے اور آج بھی مانگتے ہیں۔ مادّہ پرست لوگ اس کے لیے بھی مادی ذرائع و وسائل ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں، کیوں کہ وہ کسی فوق الفطری طاقت کے قائل نہیں ہیں۔ مگر مومن ایسی تمام آفات و بلیّات کے مقابلے میں، جن کو دفع کرنے پر وہ خود اپنے آپ کو قادر نہیں سمجھتا، صرف اللہ کی طرف رجوع کرتا اور اسی کی پناہ مانگتا ہے۔ مثال کے طور پر مشرکین کے متعلق قرآن میں بیان کیا گیا ہے **وَ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ** (الجن:٦) ''اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے'' اور اس کی تشریح کرتے ہوئے ہم سورۂ جن حاشیہ ۷ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ روایت نقل کر چکے ہیں کہ مشرکین عرب کو جب رات کسی سُنسان وادی میں گزارنی پڑتی تو وہ پکار کر کہتے ''ہم اس وادی کے رب کی (یعنی اُس جن کی جو اس پر حکمران ہے یا اس وادی کا مالک ہے) پناہ مانگتے ہیں۔ بخلاف اس کے فرعون کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیش کردہ عظیم نشانیوں کو دیکھ کر **فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ** (الذاریات:٣٩) ''وہ اپنے بل بوتے پر اکڑ گیا'' لیکن خدا پرستوں کا رویہ قرآن میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس چیز کا بھی وہ خوف محسوس کرتے ہیں، خواہ وہ مادّی ہو یا اخلاقی یا روحانی، اس کے شر سے بچنے کے لیے وہ خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ چناں چہ حضرت مریمؑ کے متعلق بیان ہوا کہ جب اچانک تنہائی میں خدا کا فرشتہ ایک مرد کی شکل میں ان کے سامنے آیا (جب کہ وہ نہ جانتی تھیں کہ یہ فرشتہ ہے) تو انہوں نے کہا **اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا** (مریم:١٨) ''اگر تو خدا سے ڈرنے والا آدمی ہے تو میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں'' حضرت نوح علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے ایک بے جا دعا کی اور جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن پر ڈانٹ پڑی تو انہوں نے فوراً عرض کیا **رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ** (ہود:٤٧) ''میرے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں تجھ سے ایسی چیز کی درخواست کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے کہا کہ آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں، تو انہوں نے جواب میں فرمایا **اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ** (البقرہ:٦٧) ''میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ جاہلوں کی سی باتیں کروں۔''

یہی شان ان تمام تعوّذات کی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے کتب حدیث میں منقول ہوئے ہیں۔ (جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے)

(تفہیم القرآن، ج٦، الفلق حاشیہ:١، ٢)

ماٰخذ

(١) بخاری ج ٢ کتاب الطب باب من اکتوی او کوی غیرہ و فضل من لم یکتوِ☆ مسلم ج ١ کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنۃ بغیر حساب☆ ترمذی ج ٢ ابواب القیامۃ باب ھذا

حدیث حسن صحیح☆مسند احمد ج ۱ص ۲۷۱، ۳۲۱، ۴۰۱،۴۰۳، ۴۵۴، ج ۴ ص ۴۳۶، ۴۴۱، ۴۴۳ ☆المستدرک للحاکم ج ۴۔ باب کتاب الرقی والتمائم۔

(۲) ترمذی ابواب الطب باب ما جاء فی کراھیة الرقیة☆ مستدرک حاکم ج ۴، کتاب الرقی والتمائم۔
مستدرک میں لم یتوکل مَنِ استرقی او اکتوٰی ھے۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔
ابنِ ماجه کتاب الطب، باب ۲۳☆ مسند احمد ج ۴ص ۲۴۹- ۲۵۱- ۲۵۲ و فی الباب عن ابن مسعودؓ، وابن عباسؓ و عمران ابن حصین۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔

(۳) ابو داؤد ج ۴ کتاب الخاتم۔ باب ما جاء فی خاتم الذھب☆ نسائی ج ۸ کتاب الزینة، باب الخضاب بالصفرة☆ مسندِ احمد ج ۱ص ۳۸۰ عبد اللّٰہ بن مسعودؓ☆ مستدرک حاکم ج ۴ کتاب اللباس، ان نبی اللّٰہ کان یکرہ عشر خصال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ☆ فتح القدیر للشوکانی ج ۵ سورة الفلق۔ قَالَ اَبُوْ داؤد: انفرد باسناد ھذا الحدیث اھل البصرة۔ واللّٰہ اعلم۔

(۴) شعب الایمان للبیھقی ج ۲، حدیث نمبر ۲۵۷۵۔ فصل فی الاستشفاء بالقراٰنِ۔

(۵) حوالہ متذکرہ بالا حدیث نمبر ۲۵۷۶☆ الطبرانی الصغیر، بحوالہ فتح القدیر للشوکانی ج ۵ ص ۵۱۹۔

(۶) ترمذی ج ۲ ابواب الطب باب ما جاء فی الرقیة من العین☆مسند احمد ج ۱ص ۲۳۶، عبد اللّٰہ بن عباس ☆مشکوٰة باب عیادة المریض ص ۱۳۴۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔

(۷) بخاری ج ۱ کتاب الانبیاء باب یزفون النسلان فی المشی☆ ترمذی ج ۲ ابواب الطب☆ ابنِ ماجه کتاب الطب باب ۳۶، ما عوّذ به النبی ﷺ و ما عوِّذ به☆ ابو داؤد کتاب السنة باب فی القراٰن☆ مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۶- ۲۷۰، ابنِ عباس☆ مشکوٰة، باب عیادة المریض۔

(۸) مسند احمد ج ۴ص ۲۳، طلق بن علی☆ المستدرک حاکم ج ۴ کتاب الرقی والتمائم۔

(۹) مسلم ج ۲، کتاب الطب باب استحباب وضع یدہ علی موضع الا لم مع الدعا☆ ابنِ ماجه کتاب الطب باب ۳۶، ما عوّذ به النبی ﷺ وما عوِّذ به☆ مشکوٰة، باب عیادة المریض۔

(۱۰) مؤطا امام مالک ج ۲، کتاب الجامع باب التعوّذ والرقیة من المریض☆ ابو داؤد ج ۴، کتاب الطب باب کیف الرقی☆ ترمذی ج ۲ ابواب الطب۔

(۱۱) مسلم ج ۲ کتاب السلام باب الطب والمرض والرقی۔

(۱۲) مسلم ج ۲، کتاب السلام باب الطب والمرض والرقی☆ ترمذی ج ۱، ابواب الجنائز، ما جاء فی التعوّذ للمریض ☆ابنِ ماجه کتاب الطب باب ۳۶ ما عوذ به النبی ﷺ وما عوِّذ به☆ مسند احمد ج ۳ص ۲۸۔ ابو سعید خدری۔

(۱۳) المستدرک ج ۲، کتاب التفسیر سورة الفلق۔

(۱۴) مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۳، عبادة بن الصامت☆ المستدرک ج ۴، کتاب الرقی والتمائم (قدرے لفظی اختلاف)

(۱۵) مسند احمد ج ۶ص ۲۸۶، حفصة بنت عمر بن الخطاب☆ المستدرک ج ۴، کتاب الرقی والتمائم۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔

(۱۶) ابو داؤد ج ۴ کتاب الطب باب ما جاء فی الرقی☆ مسند احمد ج ۶ص ۳۷۲۔ حدیث شفاء بنت عبد اللّٰہ۔

(۱۷) مسلم ج ۲، کتاب السلام، باب استحباب الرقیة من العین الخ☆ ابو داؤد ج ۴، کتاب الطب۔ باب ما جاء فی الرقی۔

(۱۸) مسند احمد ج ۵ص ۲۲۳۔ عمیر مولٰی ابی اللحم۔

(۱۹) مسلم ج ۲، کتاب السلام باب استحباب الرقیة من العین الخ☆ المستدرک ج ٤، کتاب الرقی والتمائم☆ابنِ ماجه کتاب الطب باب ۳٤ ما رخص فیه من الرقی☆ مسند احمد ج۳ص ۳۱۵۔ عن جابر بن عبد اللّٰه۔
مسند کے صفحہ ۳۰۵ پر من استطاع ان ینفع اخاه فلیفعل ھے۔

(۲۰) مسلم ج ۲، کتاب السلام باب استحباب الرقیة من العین والنملة والحیة والنظرة۔

(۲۱) مسلم ج ۲، کتاب السلام،باب استحباب الرقیة من العین والنملة الخ☆ بخاری ج ۲، کتاب الطب باب رقیة الحیة والعقرب☆ ابنِ ماجه کتاب الطب باب ما رخص فیه من الرقی☆ مسند احمد ج٦ ص ۳۰ عن عائشةؓ۔

(۲۲) مسلم ج ۲ کتاب السلام، باب استحباب الرقیة من العین والنملة والحیة والنظرة☆ ترمذی ج ۲ ابواب الطب ما جاء فی الرخصة فی ذلك☆ ابنِ ماجه کتاب الطب باب ۳٤، ما رخص فیه من الرقی☆ مسند احمدج ۲ ص ۱۱۸، انس بن مالك☆ ابو داؤد نے کتاب الطب ج ٤ اور المستدرك حاکم نے ج ٤ پر انس بن مالك سے بایں الفاظ بھی روایت نقل کیا ھے۔ لا رُقیة الّا مِن عین او حُمَة او دَم یَرْقَاءُ۔

(۲۳) بخاری ج ۲، کتاب الطب۔ باب النفث فی الرقیة ☆بخاری کتاب الطب باب الشرط فی الرقیه بقطیع من الغنم ☆بخاری ج ۲ کتاب الطب۔ باب الرقی بفاتحة الکتاب۔ اس مقام پر مروی روایت میں مذکور ھے۔
فقالوا یا رسول اللّٰه اخذ علی کتاب اللّٰه اجرا فقال رسول اللّٰه ﷺ ان احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب اللّٰه۔
☆مسلم ج ۲، کتاب السلام۔ باب جواز اخذ الاجرة علی الرقیة بالقران والاذکار۔اس مقام پر مسلم نے واضربوا لی بسهم معکم نقل کیا ھے۔
☆ابو داؤد ج ٤، کتاب الطب باب کیف الرقی عن ابی سعید خُدریؓ☆ ابو داؤد کتاب الاجارة باب فی کسب الاطباء عن خارجه بن الصلت عن عمه☆ ترمذی ج ۲ ابواب الطب باب ما جاء فی اخذ الاجر علی التعویذ۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔ عن ابی سعید خدریؓ۔ ترمذی نے قالوا انا نعطیکم ثلاثین شاة بیان کیا ھے، یعنی ھم اس جھاڑ کے عوض تمھیں تیس بکریاں دیں گے۔ اور مسند احمد ج۳ص ۱۰، عن ابی سعید خدریؓ پر بھی ترمذی والی روایت منقول ھے اور ص ٤٤ پر بھی ھے☆ ابنِ ماجه ابواب التجارات، باب اجر الرقی عن ابی سعید خدریؓ۔

(۲٤) موطا امام مالك ج ۲، کتاب الجامع، باب التعوّذ والرقیة من المرض۔

(۲۵) مسلم ج ۲، کتاب الذکر والدعا والتوبة الخ باب فی الادعیة۔ ایك روایت میں کان یدعو به رسول اللّٰه ﷺ بھی ھے۔ ☆ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلوٰة، باب الاستعاذه۔ ☆نسائی ج ۸، کتاب الاستعاذه، باب الاستعاذة من شر ما عمل☆ ابنِ ماجه، کتاب الدعا۔ باب ۳ ما تعوذ به رسول اللّٰه ﷺ☆ مسند احمد ج٦ص ۱۳۹، عن عائشةؓ ☆کنز العمال ج ۲۔

(۲٦) مسلم ج ۲، کتاب الذکر والدعا والتوبة الخ۔ باب اکثر اھل الجنة الفقراء...☆ ابو داؤد ج ۲ کتاب الصلوٰة، باب الاستعاذة☆ المستدرك ج ۱ص ۵۳۱، عن ابن عمر۔

(۲۷) مسلم ج ۲، کتاب الذکر والدعا والتوبة الخ باب الادعیة۔

(۲۸) ابو داؤد ج۲، کتاب الصلاة۔ باب الاستعاذة ☆نسائی ج۸، کتاب الاستعاذة باب الاستعاذة من الخیانة۔ الاستعاذة من دعاء لا یسمع☆ ابنِ ماجه المقدمة۔ باب الانتفاع بالعلم والعمل به۔ (ابو داؤد والی روایت)☆ابن ماجه کتاب الدعاء باب ۲ دعاء رسول اللّٰه ﷺ☆ مسند احمد ج ٤ص ۳۷۱۔ زید بن ارقم۔
مسند احمد نے مسلم والی پوری روایت نقل کی ھے۔

☆مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۷ – ۱۹۸ – ۳۴۰ – ۳۶۵۔ ابو ہریرہ ج ۳، ان مقامات پر ابو داؤد والی روایت ہے۔
☆المستدرك للحاكم ج ۱، كتاب الدعا۔ التعوّذ من الاربع عبد الله بن عمرو اور ابو ہریرہؓ۔

(۲۹) ابو داؤد ج ۲، باب الاستعاذة☆ نسائی ج ۸، كتاب الاستعاذة باب الاستعاذة من الجوع☆ ابنِ ماجه كتاب الاطعمة باب ۵۳۔ التعوذ من الجوع عن ابی ہریرۃؓ۔

ابن ماجه نے جس سند سے اسے روایت کیا ہے اس کے سلسلہ اسناد میں لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔

(۳۰) ابو داؤد ج ۲، كتاب الصلاة باب الاستعاذة☆ نسائی ج ۸، كتاب الاستعاذة باب الاستعاذة من الجنون۔☆مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۲ – ۲۱۸۔

(۳۱) بخاری ج ۲، كتاب الدعوات، باب استعاذة من ارذل العمر اور باب الاستعاذة من فتنة الغنٰى☆مسلم ج ۲، كتاب الذكر باب الدعوات والتعوّذ عن عائشة رضى الله عنها☆ مسند احمد ج ۶ ص ۵۷ – ۲۰۷ عن عائشةؓ۔

(۳۲) ترمذی ج ۲، ابواب الدعوات باب دعاء ام سلمة۔ هذا حديث حسن غريب۔ و عمّ زياد بن علاقه۔ هو قطبة بن مالك صاحب النبی ﷺ۔

(۳۳) ابو داؤد ج ۲، كتاب الصلاة باب الاستعاذة☆ ترمذی ج ۲، ابواب الدعوات باب...☆ ابنِ ماجه كتاب الدعا باب ما تعوّذ منه رسول الله ﷺ عن عائشةؓ۔

(۳۴) ابو داؤد ج ۲، كتاب الصلاة باب الاستعاذة☆ ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات باب...☆نسائی ج ۸، كتاب الاستعاذة باب الاستعاذة من شر الذكر۔ نسائی نے اللهم عافنى من شر سمعى و بصرى و لسانى و قلبى و شر منيى يعنى ذكره نقل کیا ہے۔

(۳۵) بخاری ج ۲، كتاب الدعوات باب التعوذ من ارذل العمر۔

(۳۶) مسلم ج ۲، كتاب الذكر والدعا الخ☆بخاری ج ۲ كتاب الدعوات باب الاستعاذة من الجبن والكسل۔

(۳۷) بخاری ج ۲، كتاب الدعوات، باب الاستعاذة من الجبن☆ مسلم ج ۲، كتاب الذكر والدعا الخ باب الدعوات والتعوذ☆ ابو داؤد ج ۲ كتاب الصلاة باب الاستعاذة☆ ترمذی ج ۲، ابواب الدعوات☆نسائی ج ۸، كتاب الاستعاذة باب الاستعاذة من الهرم۔

(۳۸) مسلم ج ۲، كتاب الذكر والدعا والتوبة۔ الخ باب الدعوات والتعوذ☆ ترمذی ج ۲ ابواب الدعوات، باب ما جاء ما يقول اذا نزل منزلا۔

هذا حديث حسن غريب صحيح، و روى مالك بن انس، هذا الحديث انه بلغه عن يعقوب بن الأشج۔ فذكر نحو هذا الحديث و روى عن ابن عجلان هذا الحديث عن يعقوب بن عبد الله بن الأشج و يقول عن سعيد بن المسيّب عن خولة۔ و حديث الليث اصح من رواية ابن عجلان☆ابن ماجه كتاب الطب۔ باب ۴۶، الفزع والارق وما يتعوذ منه☆دارمی كتاب الاستيذان باب ۴۸ ما يقول اذا نزلًا منزلًا☆ مؤطا امام مالك ج ۲، الاستيذان۔ باب ما يؤمر به من الكلام فى السفر☆ مُسند احمد ج ۶ ص ۳۷۷ – ۳۷۸ – ۴۰۹۔

(۳۹) ترمذی ج ۲ ابواب التفسير سورة المعوّذتين☆ ابن جريرج ۳۰ المعوذتين☆مسند احمد ج ۶/ ۲۱۵ ☆رُوح المعانی ج ۳۰ سورة الفلق☆ المستدرك للحاكم ج ۲☆ مسند احمد ج ۶ ص ۶۱ پر قالت عائشة: اخذ رسول الله ﷺ بيدى فارانى القمر حين طلع۔ فقال تعوذى بالله من شر هذا الغاسق اذا وقب ہے۔

مستدرك میں فارانی کی جگہ فاشار بها هے۔☆تفسیر فتح القدیر للشوکانی ج ٥ سورة الفلق۔☆هذا حدیث حسن صحیح۔

(٤٠) مسلم ج٢، کتاب الاشربة باب استحباب تخمیر الاناء ... و کف الصبیان والمواشی بعد المغرب☆ابو داؤد ج٣، کتاب الجهاد باب فی کراهیة السیر فی اول اللیل☆ مسند احمد ج٣ص ٣١٢۔ جابر بن عبد اللّٰه ☆بخاری میں کتاب بدأ الخلق باب صفة ابلیس و جنوده اور کتاب الاشربة باب تغطیة الاناء دونوں مقامات پر اختلاف الفاظ و صیغه کے ساتھ منقول هے۔

(٤١) ابو داؤد ج٢، کتاب النکاح۔ باب فی خطبة النکاح☆ ترمذی ج١، ابواب النکاح۔ باب ما جاء فی خطبة النکاح☆ نسائی کتاب النکاح باب ما یستحب من الکلام عند النکاح۔
نسائی میں نعوذ به کی جگه نعوذ باللّٰه هے۔ ☆ابنِ ماجه کتاب النکاح باب ١٩ خطبة النکاح☆ دارمی کتاب النکاح باب ٢٠ فی خطبة النکاح☆ مسند احمد ج١ص ٣٩٢- ٤٣٢۔

(٤٢) مسند احمد ج٥/ ١٧٩، ابو ذر غِفاری☆ نسائی ج ٨ کتاب الاستعاذة۔ الاستعاذة من شر شیاطین الانس۔ ☆ابنِ کثیر ج ٤ سورة الناس۔

سجود القرآن

قرآن پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت

۱۸۴- ''نبی ﷺ بسا اوقات ایک بڑے مجمع میں قرآن پڑھتے اور اس میں جب آیت سجدہ آتی تو آپؐ خود بھی سجدہ میں گر جاتے تھے اور جو شخص جہاں ہوتا وہیں سجدہ ریز ہو جاتا تھا، حتی کہ کسی کو سجدہ کرنے کے لیے جگہ نہ ملتی تو وہ اپنے آگے والے کی پیٹھ پر سر رکھ دیتا۔''

تخریج:﴿۱﴾ **حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ اٰدَمَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْھِرٍ ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقْرَأُ السَّجْدَۃَ وَ نَحْنُ عِنْدَہٗ فَیَسْجُدُ وَ نَسْجُدُ مَعَہٗ، فَنَزْدَحِمُ حَتّٰی مَا یَجِدُ اَحَدُنَا لِجَبْھَتِہٖ مَوْضِعًا یَسْجُدُ عَلَیْہِ۔** (۱)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ (آیت) سجدۂ تلاوت فرماتے اور ہم آپ کے پاس موجود ہوتے تو آپ سجدہ فرماتے اور آپ کے ساتھ ہم بھی سجدہ کرتے، اگر ازدحام کی وجہ سے ہم میں سے کسی کو پیشانی رکھنے کے لیے زمین پر جگہ نہیں ملتی تو وہ اپنے آگے والے کی پیٹھ پر سر رکھ دیتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ایک دوسری روایت:

﴿۲﴾ **عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقْرَأُ السُّوْرَۃَ الَّتِیْ فِیْھَا السَّجْدَۃُ فَیَسْجُدُ وَ نَسْجُدُ حَتّٰی مَا یَجِدُ اَحَدُنَا مَکَانًا لِمَوْضِعِ جَبْھَتِہٖ۔** (۲)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اس سورت کی تلاوت فرماتے جس میں سجدہ ہوتا تو آپ سجدۂ تلاوت کرتے اور ہم بھی سجدہ کرتے ازدحام کی وجہ سے ہم میں سے کسی کو زمین پر کوئی جگہ نہ ملتی کہ وہ اس پر پیشانی رکھ کر سجدہ کرلے۔

ہر حالت میں سجدۂ تلاوت جائز ہے

۱۸۵- ''آپؐ نے فتح مکہ کے موقع پر قرآن پڑھا اور اس میں جب آیت سجدہ آئی تو لوگ زمین پر کھڑے تھے انہوں نے زمین پر سجدہ کیا اور جو گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار تھے وہ اپنی سواریوں پر ہی جھک گئے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ اَبُوْ الْجَمَاهِرِ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يعنى ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ عَامَ الْفَتْحِ سَجْدَةً فَسَجَدَ النَّاسُ كُلُّهُمْ مِنْهُمُ الرَّاكِبُ، وَالسَّاجِدُ فِى الْاَرْضِ، حَتّٰى اِنَّ الرَّاكِبَ يَسْجُدُ عَلٰى يَدِهٖ۔ (۳)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر آیت سجدہ تلاوت فرمائی تو سب لوگوں نے سجدۂ تلاوت کیا، ان میں سوار بھی تھے اور زمین پر سجدہ کرنے والے بھی۔ سوار نے اپنے ہاتھ پر سجدہ کیا (نیچے نہیں اترا)

بخاری نے باب ''ما جاء فی سجود القران و سنتها'' میں مختلف اصحاب کی رائے مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کی ہے:

مَنْ رَاٰى اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُوْجِبِ السُّجُوْدَ وَ قِيْلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، الرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا، قَالَ: اَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا كَاَنَّهٗ يُوْجِبُهٗ عَلَيْهِ، وَ قَالَ: سَلْمَانُ مَا لِهٰذَا غَدَوْنَا۔ وَ قَالَ: عُثْمَانُ اِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلٰى مَنِ اسْتَمَعَهَا وَ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا يَسْجُدُ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ طَاهِرًا، فَاِذَا سَجَدْتَّ وَ اَنْتَ فِيْ حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، فَاِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ۔ وَ كَانَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ لَا يَسْجُدُ بِسُجُوْدِ الْقَاصِّ۔

خطبہ کے دوران میں سجدۂ تلاوت

۱۸۶– ''کبھی آپؐ نے دوران خطبہ میں آیت سجدہ پڑھی ہے تو منبر سے اتر کر سجدہ کیا ہے اور پھر اوپر جا کر خطبہ شروع کر دیا ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، ثَنَا وَهْبٌ، اَخْبَرَنِىْ عَمْرٌو يعنى ابْنُ الْحٰرِثِ، عَنِ ابْنِ اَبِىْ هِلَالٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ سَرْحٍ، عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، اَنَّهٗ قَالَ: قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ صٓ فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَ سَجَدَ النَّاسُ مَعَهٗ۔ فَلَمَّا كَانَ يَوْمٌ اٰخَرَ قَرَأَ فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَةَ تَشَزَّنَ النَّاسُ لِلسُّجُوْدِ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّمَا هِىَ تَوْبَةُ نَبِيٍّ وَ لٰكِنِّىْ رَأَيْتُكُمْ تَشَزَّنْتُمْ لِلسُّجُوْدِ۔ فَنَزَلَ فَسَجَدَ وَ سَجَدُوْا۔ (٤)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر سورۂ صٓ کی تلاوت کی جب آپ آیت سجدہ پر پہنچے تو منبر سے نیچے اترے اور سجدۂ تلاوت فرمایا لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدۂ تلاوت کیا۔ دوسرے روز پھر آپ نے اس سورت کی تلاوت فرمائی جب آیت سجدہ پر پہنچے تو لوگ سجدہ کے لیے تیار ہوئے۔ آپ نے فرمایا یہ سجدہ تو ایک نبی کی توبہ تھی (داؤد علیہ السلام) مگر اب جب کہ تم لوگ سجدہ کے لیے مستعد ہو گئے ہو، آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور سجدۂ تلاوت فرمایا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔

شرائط سجدۂ تلاوت

اس سجدے کے لیے جمہور انہی شرائط کے قائل ہیں جو نماز کی شرطیں ہیں یعنی باوضو ہونا، قبلہ رخ ہونا، اور نماز کی طرح سجدے میں زمین پر سر رکھنا۔ لیکن جتنی احادیث سجود تلاوۃ کے باب میں ہم کو ملی ہیں ان میں کہیں ان شرطوں کے لیے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ اُن سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آیت سجدہ سن کر جو شخص جہاں جس حال میں ہو جھک جائے، خواہ باوضو ہو یا نہ ہو خواہ استقبال قبلہ ممکن ہو یا نہ ہو۔ خواہ زمین پر سر رکھنے کا موقع ہو یا نہ ہو۔ سلف میں بھی ہم کو ایسی شخصیتیں ملتی ہیں جن کا عمل اس طریقے پر تھا چناں چہ امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ وضو کے بغیر سجدۂ تلاوت کرتے تھے اور ابو عبدالرحمٰن سلمی کے متعلق فتح الباری میں لکھا ہے کہ وہ راستہ چلتے ہوئے قرآن مجید پڑھتے جاتے تھے اور اگر کہیں آیت سجدہ آجاتی تو بس سر جھکا لیتے تھے، خواہ باوضو ہوں یا نہ ہوں، اور خواہ قبلہ رخ بھی ہوں یا نہ ہوں۔ ان وجوہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ زیادہ مبنی بر احتیاط مسلک جمہور کا ہے لیکن اگر کوئی شخص جمہور کے مسلک کے خلاف عمل کرے تو اسے ملامت نہیں کی جاسکتی، کیوں کہ جمہور کی تائید میں کوئی سنت ثابت موجود نہیں ہے، اور سلف میں ایسے لوگ پائے گئے ہیں جن کا عمل جمہور کے مسلک سے مختلف تھا۔ (تفہیم القرآن، ج ۲، الاعراف، حاشیہ: ۱۵۷)

سورۃ الحج میں دو سجدے

۱۸۷- قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفُضِّلَتْ سُوْرَةُ الْحَجِّ عَلٰى سَائِرِ الْقُرْاٰنِ بِسَجْدَتَيْنِ؟ قَالَ نَعَمْ فَمَنْ لَمْ يَسْجُدْهُمَا فَلَا يَقْرَأْ هُمَا۔

’’میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، کیا سورۂ حج کو سارے قرآن پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ پس جو ان پر سجدہ نہ کرے وہ انہیں نہ پڑھے۔‘‘ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن مردویہ، بیہقی)

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِی ابْنُ لَهِيعَةَ، اَنَّ مُشَرِّحَ بْنَ هَاعَانَ اَبَا الْمُصْعَبِ حَدَّثَهُ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ حَدَّثَهُ قَالَ: قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: أَفِي سُوْرَةِ الْحَجِّ سَجْدَتَانِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَ مَنْ لَّمْ يَسْجُدْ هُمَا فَلَا يَقْرَأْ هُمَا۔ (۵)

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، اَنْبَأَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ جُشْبٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: فُضِّلَتْ سُوْرَةُ الْحَجِّ عَلٰى سَائِرِ الْقُرْاٰنِ بِسَجْدَتَيْنِ۔ (۶)

ترجمہ: حضرت خالد بن معدان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورۃ الحج کو باقی قرآن کے مقابلے میں دو سجدوں سے فضیلت دی گئی ہے۔

⟨۳⟩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ الْبَرْقِيِّ، ثَنَا ابْنُ اَبِی مَرْيَمَ، اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيْدَ،

عَنِ الْحَرْثِ بْنِ سَعِيدٍ الْعُتَقِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُنَيْنٍ مِنْ بَنِىْ عَبْدِ كِلَالٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَقْرَأَهٗ خَمْسَ عَشْرَةَ سَجْدَةً فِى الْقُرْاٰنِ: مِنْهَا ثَلَاثٌ فِى الْمُفَصَّلِ، وَ فِىْ سُوْرَةِ الْحَجِّ سَجْدَتَانِ، قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: رُوِىَ عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اِحْدٰى عَشْرَةَ سَجْدَةً، وَاِسْنَادُهٗ وَاهٍ۔ (۷)

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قرآن مجید کے پندرہ سجدے پڑھائے۔ ان میں سے تین مفصل میں اور سورۃ الحج میں دو۔

وَ قَدْ صَحَتِ الرِّوَايَةُ فِيْهِ، مِنْ قَوْلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، وَ اَبِىْ مُوْسٰى، وَ اَبِى الدَّرْدَآءِ وَ عَمَّارٍ وَ غَيْرِهِمْ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

حَدِيْثُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ:

﴿۴﴾ فَحَدَّثَنَاهُ اَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوْبَ، ثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ اِسْحَاقَ الصَّغَانِيُّ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، وَ سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ، قَالَا: ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ، اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ الصُّبْحَ فَسَجَدَ فِى الْحَجِّ سَجْدَتَيْنِ۔

ترجمہ: عبداللہ بن ثعلبہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز فجر ادا کی تو حضرت عمرؓ نے سورۃ الحج میں دو سجدے کیے۔

حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ:

﴿۵﴾ فَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحِ بْنِ هَانِىءٍ، ثَنَا السَّرِّيُّ بْنُ خُزَيْمَةَ، ثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، ثَنَا اَبِىْ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ، عَنْ اَبِى الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: فِىْ سُوْرَةِ الْحَجِّ سَجْدَتَانِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سورۃ الحج میں دو سجدے ہیں۔

حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ عَمَّارٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا:

﴿۶﴾ فَحَدَّثَنَاهُ اَبُو النَّضْرِ الْفَقِيْهِ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔ اَنَّهُمَا كَانَا يَسْجُدَانِ فِى الْحَجِّ سَجْدَتَيْنِ۔

حَدِيْثُ اَبِىْ مُوْسٰى:

﴿۷﴾ فَاَخْبَرَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الْعَدْلُ، ثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، ثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ، ثَنَا يُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ، عَنْ صَفْوَانِ بْنِ

مُحَرِّزٍ، اَنَّ اَبَا مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَجَدَ فِیْ سُوْرَةِ الْحَجِّ سَجْدَتَیْنِ وَ اَنَّهٗ قَرَأَ السَّجْدَةَ الَّتِیْ فِیْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْحَجِّ فَسَجَدَ وَ سَجَدْنَا مَعَهٗ۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے سورۃ الحج میں دوسجدے کیے۔ انہوں نے سورۃ الحج کی آخری سجدہ والی آیت تلاوت کی اور سجدۂ تلاوت کیا ہم نے بھی ان کے ساتھ سجدہ کیا۔

حَدِیْثُ اَبِی الدَّرْدَاءِ:

﴿۸﴾ فَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْحَسَنِ الْقَاضِیُّ، ثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْحُسَیْنِ، ثنا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ یَزِیْدَ بْنِ خُمَیْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَیْرٍ، قَالَ: رَأَیْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَجَدَ فِی الْحَجِّ سَجْدَتَیْنِ۔ (۸)

حَدِیْثُ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ:

﴿۹﴾ اَخْبَرَنَا اَبُوْ سَعِیْدِ بْنُ اَبِیْ عَمْرٍو، ثَنَا اَبُو الْعَبَّاسِ، اَنْبَأَ الرَّبِیْعُ، قَالَ: قَالَ الشَّافِعِیُّ حِکَایَةً عَنْ هُشَیْمٍ، عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجُعْفِیِّ، عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ، عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِنَّهٗ کَانَ یَسْجُدُ فِی الْحَجِّ سَجْدَتَیْنِ۔ (۹)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ سورۃ الحج میں دوسجدے کیا کرتے تھے۔

تشریح: امام شافعیؒ، امام احمدؒ، عبد اللہ بن مبارکؒ اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک سورۂ حج کی یہ آیت: **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ** (آیت:۷۷) بھی آیت سجدہ ہے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، حسن بصریؒ، سعید بن المسیبؒ، سعید بن جبیرؒ، ابراہیم نخعیؒ اور سفیان ثوریؒ اس جگہ سجدۂ تلاوت کے قائل نہیں ہیں۔ دونوں طرف کے دلائل ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

پہلے گروہ کا اوّلین استدلال ظاہراً آیت سے ہے کہ اس میں سجدے کا حکم ہے۔ دوسری دلیل عقبہ بن عامرؓ کی مندرجہ ذیل روایت ہے جسے احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابنِ مردویہ اور بیہقی نے نقل کیا ہے:

قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُفُضِّلَتْ سُوْرَةُ الْحَجِّ عَلٰی سَائِرِ الْقُرْاٰنِ بِسَجْدَتَیْنِ؟ قَالَ: نَعَمْ فَمَنْ لَّمْ یَسْجُدْهُمَا فَلَا یَقْرَأْهُمَا۔

''میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا سورۂ حج کو سارے قرآن پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس میں دوسجدے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ پس جو ان پر سجدہ نہ کرے وہ انہیں نہ پڑھے۔'' تیسری دلیل ابوداؤد اور ابن ماجہ کی وہ روایت ہے جس میں عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو سورۂ حج میں دوسجدے سکھائے تھے۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ، علیؓ، عثمانؓ، ابنِ عمرؓ، ابنِ عباسؓ، ابوالدرداءؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ اور عمار بن یاسرؓ سے یہ بات منقول ہے کہ سورۂ حج میں دوسجدے ہیں۔

دوسرے گروہ کا استدلال یہ ہے کہ آیت میں محض سجدے کا حکم نہیں ہے بلکہ رکوع اور سجدے کا ایک ساتھ ہے اور قرآن میں رکوع وسجود کو ملا کر جب بولا جاتا ہے تو اس سے مراد نماز ہی ہوتی ہے۔ نیز رکوع وسجود کا اجتماع نماز ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ عقبہ بن عامر کی روایت کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کو ابولہیعہ ابوالمصعب بصری سے روایت کرتا ہے اور یہ دونوں ضعیف راوی ہیں۔ خاص کر ابوالمصعب تو وہ شخص ہے جو حجاج بن یوسف کے ساتھ کعبے پر منجنیق سے پتھر برسانے والوں میں شامل تھا۔ عمرو بن عاصؓ والی روایت کو بھی وہ پایہ اعتبار سے ساقط قرار دیتے ہیں کیوں کہ اس کو سعید العتقی عبداللہ بن منین الکلابی سے روایت کرتا ہے اور دونوں مجہول ہیں، کچھ پتہ نہیں کہ کون تھے اور کس پایہ کے آدمی تھے، اقوال صحابہ کے سلسلے میں وہ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے سورۂ حج میں دو سجدے ہونے کا یہ مطلب بتایا ہے کہ **اَلْاُوْلٰی عَزْمَۃٌ وَالْاٰخِرَۃُ تَعْلِیْمٌ** یعنی پہلا سجدہ لازمی ہے، اور دوسرا سجدہ تعلیمی۔ (تفہیم القرآن، ج ۳، الحج، حاشیہ: ۱۲۷)

سورۂ صٓ

۱۸۸– ”عکرمہ کی روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا” یہ (آیت: ۲۴، سورۂ صٓ) ان آیات میں سے نہیں جن پر سجدہ لازم ہے مگر میں نے اس مقام پر نبی ﷺ کو سجدہ کرتے دیکھا ہے۔“ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مسند احمد)

تخریج: حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، ثَنَا وُھَیْبٌ، اَنَا اَیُّوْبَ عَنْ عِکْرِمَۃَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَیْسَ صٓ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ وَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَسْجُدُ فِیْھَا۔ (۱۰)

۱۸۹– سورۂ صٓ میں نبی ﷺ نے سجدہ کیا اور فرمایا:” داؤد علیہ السلام نے توبہ کے طور پر سجدہ کیا تھا اور ہم شکر کے طور پر سجدہ کرتے ہیں“، یعنی اس بات پر کہ ان کی توبہ قبول ہوئی۔ (نسائی)

تخریج: اَخْبَرَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِقْسَمِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ ذَرٍّ، عَنْ اَبِیْہِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سَجَدَ فِیْ صٓ وَ قَالَ سَجَدَھَا دَاوٗدُ تَوْبَۃً وَ نَسْجُدُھَا شُکْرًا۔ (۱۱)

۱۹۰– مجاہد نے (ابن عباسؓ) سے نقل کی ہے اس میں وہ فرماتے ہیں کہ) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ **اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ** (الانعام: ۹۰) ”یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے راہِ راست دکھائی تھی، لہٰذا تم ان کے طریقے کی پیروی کرو“ اب چوں کہ حضرت ابوداؤد بھی ایک نبی تھے اور انہوں نے اس موقع پر سجدہ کیا تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کے اقتدا میں یہاں سجدہ فرمایا۔ (بخاری)

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، ثَنَا سَھْلُ بْنُ یُوْسُفَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْعَوَّامَ بْنَ حَوْشَبٍ، عَنْ مُجَاھِدٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَسْجُدُ فِیْ صٓ فَقَرَأَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمَانَ حَتّٰی اَتٰی فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ۔ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: نَبِیُّکُمْ ﷺ مِمَّنْ اُمِرَ اَنْ یَقْتَدِیَ بِھِمْ۔ (۱۲)

تشریح: یہ تین بیانات تو حضرت ابن عباسؓ کے ہیں اور حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ میں سورۂ ص پڑھی اور جب آپؐ اس آیت وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ (آیت: ۲۴)(۱) پر پہنچے تو آپؐ نے منبر سے اتر کر سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ سب حاضرین نے بھی کیا۔ پھر ایک دوسرے موقع پر اسی طرح آپؐ نے یہی سورہ پڑھی تو اس آیت کو سنتے ہی لوگ سجدہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایک نبی کی توبہ ہے، مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ سجدے کے لیے تیار ہو گئے ہو۔'' یہ فرما کر آپؐ منبر سے اترے اور سجدہ کیا اور سب حاضرین نے بھی کیا۔ (ابوداؤد)

ان روایات سے اگرچہ وجوب سجدہ کی قطعی دلیل تو نہیں ملتی، لیکن کم از کم اتنی بات تو ضرور ثابت ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے اس مقام پر اکثر سجدہ فرمایا ہے، اور سجدہ نہ کرنے کی بہ نسبت یہاں سجدہ کرنا بہر حال افضل ہے۔ بلکہ ابن عباسؓ کی تیسری روایت، جو ہم نے اوپر بخاری کے حوالہ سے نقل کی ہے، عدمِ وجوب کی بہ نسبت وجوب کے حکم کا پلڑا جھکا دیتی ہے۔

ایک اور مضمون جو اس آیت سے نکلتا ہے، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں خَرَّ رَاكِعًا (رکوع میں گر پڑا) کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں، مگر تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد ''خَرَّ سَاجِدًا'' (سجدہ میں گر پڑا) ہے اسی بنا پر امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب نے یہ رائے ظاہر فرمائی ہے کہ نماز یا غیر نماز میں آیت سجدہ سن کر یا پڑھ کر آدمی سجدے کے بجائے صرف رکوع بھی کر سکتا ہے، کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رکوع کا لفظ استعمال کر کے سجدہ مراد لیا ہے تو معلوم ہوا کہ رکوع سجدے کا قائم مقام ہو سکتا ہے۔ فقہائے شافعیہ میں سے امام خطابی کی بھی یہی رائے ہے۔ یہ رائے اگرچہ بجائے خود صحیح اور معقول ہے، لیکن نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عمل میں ہم کو ایسی کوئی نظیر نہیں ملی کہ آیت سجدہ پر سجدہ کرنے کے بجائے رکوع ہی کر لینے پر اکتفا کیا گیا ہو۔ لہٰذا اس رائے پر عمل صرف اس صورت میں کرنا چاہیے جب سجدہ کرنے میں کوئی امر مانع ہو۔ اسے معمول بنا لینا درست نہیں ہے، اور خود امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا منشا بھی یہ نہیں ہے کہ اسے معمول بنایا جائے، بلکہ وہ صرف اس کے جواب کے قائل ہیں۔ (تفہیم القرآن، ج ۴ ص، حاشیہ: ۲۶)

سورۃ النجم

۱۹۱– حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت ہے کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سورۂ نجم پڑھی اور حضورؐ نے سجدہ نہ کیا۔'' (بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

تخریج: حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِيَاسٍ: قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: قَرَاْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا۔ (۱۳)

۱۹۲– حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، ابن عباسؓ، اور مطّلب بن وَدَاعہؓ کی متفق علیہ روایات یہ ہیں کہ ''حضورؐ نے جب پہلی مرتبہ حرم میں سورۂ نجم تلاوت فرمائی تو آپؐ نے سجدہ کیا اور آپؐ کے ساتھ مسلم و کافر سب سجدے میں گر گئے۔'' (بخاری، احمد، نسائی)

---

(۱) (یہ بات کہتے کہتے) داؤد سمجھ گیا کہ یہ تو ہم نے دراصل اس کی آزمائش کی ہے۔ چناں چہ اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر گیا اور رجوع کر لیا۔

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَ سَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ۔ (١٤)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سورۃ النجم میں سجدہ تلاوت فرمایا، مسلمانوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا، مشرکوں اور جنوں اور انسانوں نے بھی سجدہ کیا۔

⟨۲⟩ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ النَّجْمَ فَسَجَدَ فِیْهَا۔ (١٥)

ترجمہ: حضرت عبداللہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی تو سجدۂ تلاوت فرمایا۔

⟨۳⟩ عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَرَأَ النَّجْمَ فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَةَ سَجَدَ فِیْهَا۔ (١٦)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سورۃ النجم پڑھی جب آپ آیت سجدہ پر پہنچے تو سجدۂ تلاوت فرمایا۔

⟨۴⟩ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَسْجُدُ فِی النَّجْمِ بِمَكَّةَ، فَلَمَّا هَاجَرَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ تَرَكَهَا۔ (١٧)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں قیام کے دوران میں النجم میں سجدۂ تلاوت فرماتے رہے جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو یہ سجدہ کرنا چھوڑ دیا۔

⟨۵⟩ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، نَا اللَّیْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ یَزِیْدَ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ هِلَالٍ، عَنْ عُمَرَ وَ هُوَ ابْنُ حَیَّانَ الدِّمَشْقِیُّ، قَالَ: سَمِعْتُ مُخْبِرًا یُخْبِرُ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ، قَالَ: سَجَدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِحْدٰی عَشْرَةَ سَجْدَةً مِنْهَا الَّتِیْ فِی النَّجْمِ۔ (١٨)

۱۹۳– ''ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے نماز میں سورۂ نجم پڑھ کر سجدہ کیا اور دیر تک سجدے میں پڑے رہے۔''

(بیہقی، ابن مردویہ)

تخریج: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا، قَالَ: صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَرَأَ النَّجْمَ۔ فَسَجَدَ بِنَا فَاَطَالَ السُّجُوْدَ۔ (١٩)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی آپ نے سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی، اس میں آپ نے سجدۂ تلاوت فرمایا اور سجدہ لمبا کیا۔

سورۂ نجم کے سجدۂ تلاوت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف

یہ روایات سورۂ نجم کے سجدۂ تلاوت کے بارے میں ہیں۔ ان میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس آیت پر سجدہ کرنا لازم ہے۔ امام مالکؒ اگرچہ خود اس کی تلاوت کر کے سجدے کا التزام فرماتے تھے (جیسا کہ قاضی ابوبکر ابن العربی نے احکام القرآن میں نقل کیا ہے) مگر ان کا مسلک یہ تھا کہ یہاں سجدہ کرنا لازم نہیں ہے ان کی اس رائے کی بنا حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت (مندرجہ بالا) ہے۔ لیکن یہ حدیث اس آیت پر سجدہ لازم ہونے کی نفی نہیں کرتی، کیوں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ حضورؐ نے اس وقت کسی وجہ سے سجدہ نہ فرمایا ہو اور بعد میں کرلیا ہو۔ دوسری روایات اس باب میں صریح ہیں کہ اس آیت پر التزاماً سجدہ کیا گیا ہے۔

سبُرۃ الجہنی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فجر کی نماز میں سورۂ نجم پڑھ کر سجدہ کیا اور پھر اٹھ کر سورۂ زلزال پڑھی اور رکوع کیا خود امام مالکؒ نے بھی مؤطا، **باب ما جاء فی سجود القرآن** میں حضرت عمرؓ کا یہ فعل نقل کیا ہے۔[1]

(تفہیم القرآن، ج ۵، النجم، حاشیہ: ۵۵)

حرم پاک میں تلاوت کے موقع پر سب حاضرین کا سجدہ میں گر جانا

۱۹۴– نسائی میں حضرت مطلب بن ابی وَداعہ (جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے) کا اپنا بیان یہ نقل ہوا ہے کہ ''جب حضورؐ نے سورۂ نجم پڑھ کر سجدہ فرمایا اور سب حاضرین آپ کے ساتھ سجدے میں گر گئے تو میں نے سجدہ نہ کیا اور اسی کی تلافی اب میں اس طرح کرتا ہوں کہ اس سورہ کی تلاوت کے وقت سجدہ کبھی نہیں چھوڑتا۔''

تخریج: اَخبَرنَا عَبدُ المَلِکِ بنُ عَبدِ الحَمِیدِ بنِ مَیمُونِ بنِ ھران ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابنُ حَنبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنا اِبرَاھِیمُ بنُ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنا رَبَاحٌ عَنْ مَعمَرٍ، عَنِ ابنِ طَاوُسٍ، عَن عِکرِمَۃَ بنِ خَالِدٍ، عَنْ جَعفَرِ بنِ المُطَّلِبِ بنِ اَبِی وَدَاعَۃَ، عَن اَبِیہِ، قَالَ: قَرَاَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ بِمَکَّۃَ سُورَۃَ النَّجمِ فَسَجَدَ وَ سَجَدَ مَنْ عِندَہٗ فَرَفَعتُ رَاْسِیْ وَ اَبَیتُ اَنْ اَسجُدَ وَلَم یَکُنْ یَومَئِذٍ اَسلَمَ المُطَّلِبُ۔ (۲۰)

۱۹۵– بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ **اَوَّلُ سُورَۃٍ اُنزِلَت فِیھَا سَجدَۃٌ النَّجمُ** ''پہلی سورہ جس میں آیت سجدہ نازل ہوئی النجم ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا نَصرُ بنُ عَلِیٍّ، اَخبَرَنِی اَبُو اَحمَدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اِسرَائِیلُ عَن اَبِی اِسحَاقَ، عَنِ الاَسوَدِ بنِ یَزِیدَ، عَن عَبدِ اللّٰہِ، قَالَ: اَوَّلُ سُورَۃٍ اُنزِلَت فِیھَا السَّجدَۃُ النَّجمُ، قَالَ: فَسَجَدَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ وَ سَجَدَ مَنْ خَلفَہٗ اِلَّا رَجُلٌ رَاَیتُہٗ اَخَذَ کَفًّا مِن تُرَابٍ فَسَجَدَ عَلَیہِ فَرَاَیتُہٗ بَعدَ ذٰلِکَ قُتِلَ کَافِرًا وَ ھُوَ اُمَیَّۃُ بنُ خَلَفٍ۔ (۲۱)

---

(۱) حَدَّثَنِی عَن مَالِکٍ، عَنِ ابنِ شِھَابٍ، عَنِ الاَعرَجِ، اَنَّ عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ قَرَاَ بِالنَّجمِ اِذَا ھَوٰی، فَسَجَدَ فِیھَا، ثُمَّ قَامَ فَقَرَاَ بِسُورَۃٍ اُخرٰی۔ ☆مؤطا امام مالک ج ۱، ما جاء فی سجود القران☆ السنن الکبریٰ ج ۲، عن ابی ہریرۃؓ عن عمر رضی اللہ عنہ۔

تشریح: اس حدیث کے جواجزا اسود بن یزید، ابوالاسحاق اور زُہیر بن معاویہ کی روایات میں حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآن مجید کی وہ پہلی سورہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے قریش کے ایک مجمع عام میں (اور ابن مردویہ کی روایت کے مطابق حرم میں) سنایا تھا مجمع میں کافر اور مومن سب موجود تھے، آخر میں جب آپ نے آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ فرمایا تو تمام حاضرین آپ کے ساتھ سجدے میں گر گئے اور مشرکین کے وہ بڑے بڑے سردار تک جو مخالفت میں پیش پیش تھے، سجدہ کیے بغیر نہ رہ سکے۔ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کفار میں سے صرف ایک شخص امیہ بن خلف کو دیکھا کہ اس نے سجدہ کرنے کے بجائے کچھ مٹی اٹھا کر اپنی پیشانی سے لگالی اور کہا کہ میرے لیے، بس یہی کافی ہے بعد میں میری آنکھوں نے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں قتل ہوا۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ اس سے پہلے رجب ۵ نبوی میں صحابہ کرام کی ایک مختصر سی جماعت حبش کی طرف ہجرت کر چکی تھی۔ پھر جب اسی سال رمضان میں یہ واقعہ پیش آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کے مجمع عام میں سورۂ نجم کی تلاوت فرمائی اور کافر و مومن سب آپ کے ساتھ سجدے میں گر گئے تو حبش کے مہاجرین تک یہ قصہ اس شکل میں پہنچا کہ کفار مکہ مسلمان ہو گئے ہیں، اس خبر کو سن کر ان میں سے کچھ لوگ شوال ۵ نبوی میں مکہ واپس آ گئے مگر یہاں آ کر معلوم ہوا کہ ظلم کی چکی اسی طرح چل رہی ہے۔ جس طرح پہلے چل رہی تھی۔ آخر کار دوسری ہجرت حبشہ واقعہ ہوئی جس میں پہلی ہجرت سے بھی زیادہ لوگ مکہ چھوڑ کر چلے گئے۔

ابتدائے بعثت کے بعد سے پانچ سال تک رسول اللہ ﷺ صرف نجی صحبتوں اور مخصوص مجلسوں ہی میں اللہ کا کلام سنا سنا کر لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دیتے رہے تھے۔ اس پوری مدت میں آپ کو کبھی کسی مجمع عام میں قرآن سنانے کا موقع نہ مل سکا تھا۔ کیوں کہ کفار کی سخت مزاحمت اس میں مانع تھی۔ اُن کو اس امر کا خوب اندازہ تھا کہ آپ کی شخصیت اور آپ کی تبلیغ میں کس بلا کی کشش اور قرآن مجید کی آیات میں کس غضب کی تاثیر ہے۔ اس لیے وہ کوشش کرتے تھے کہ اس کلام کو نہ خود سنیں، نہ کسی کو سننے دیں، اور آپ کے خلاف طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلا کر محض اپنے جھوٹے پروپیگنڈے کے زور سے آپ کی دعوت کو دبادیں۔ اس غرض کے لیے ایک طرف تو وہ جگہ جگہ یہ مشہور کرتے پھر رہے تھے کہ محمد ﷺ بہک گئے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے درپے ہیں۔ دوسری طرف ان کا یہ مستقل طریق کار تھا کہ جہاں بھی آپ قرآن سنانے کی کوشش کریں وہاں شور مچادیا جائے تاکہ لوگ یہ جان ہی نہ سکیں کہ وہ بات کیا ہے جس کی بنا پر آپ کو گمراہ اور بہکا ہوا آدمی قرار دیا جارہا ہے۔

ان حالات میں ایک روز رسول اللہ ﷺ حرم پاک میں، جہاں قریش کے لوگوں کا ایک بڑا مجمع موجود تھا، یکا یک تقریر کرنے کھڑے ہو گئے، اور اس وقت آپ کی زبان مبارک پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خطبہ جاری ہوا جو سورۂ نجم کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ اس کلام کی شدتِ تاثیر کا حال یہ تھا کہ جب آپ نے اسے سنانا شروع کیا تو مخالفین کو اس پر شور مچانے کا ہوش ہی نہ رہا، اور خاتمے پر جب آپ نے سجدہ فرمایا تو وہ بھی سجدے میں گر گئے۔ بعد میں انہیں سخت پریشانی لاحق ہوئی کہ یہ ہم سے کیا کمزوری سرزد ہو گئی، اور لوگوں نے بھی انہیں اس پر مطعون کرنا شروع کیا کہ دوسروں کو تو یہ کلام سننے سے منع کرتے تھے، آج خود اسے نہ صرف کان لگا کر سنا بلکہ محمد ﷺ کے ساتھ سجدہ بھی کر گزرے۔ آخر انہوں نے یہ بات

بنا کر اپنا پیچھا چھڑایا کہ صاحب ہمارے کانوں نے تو ”اَفَرَءَ یْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰیo وَ مَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی“ (النجم:۱۹، ۲۰) کے بعد محمدؐ کی زبان سے یہ الفاظ سنے تھے تِلْکَ الغرانقۃ العُلٰی، و ان شفاعتھن لترجٰی ”یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں اور ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے“ اس لیے ہم نے سمجھا کہ محمدؐ ہمارے طریقے پر واپس آ گئے ہیں۔ حالاں کہ کوئی پاگل آدمی ہی یہ سوچ سکتا تھا کہ اس پوری سورہ کے سیاق وسباق میں ان فقروں کی بھی کوئی جگہ ہو سکتی ہے جو ان کا دعویٰ تھا کہ ان کے کانوں نے سنے ہیں۔ (تفہیم القرآن، ج ۵، النجم، زمانۂ نزول اور تاریخی پس منظر)

سورۃ الانشقاق

۱۹۶– امام مالکؒ، مسلمؒ اور نسائیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نماز میں یہ سورہ (الانشقاق) پڑھ کر اس مقام (اکیسویں آیت) پر سجدہ کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں سجدہ کیا ہے۔

(بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے ابورافع کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ) حضرت ابو ہریرہؓ نے عشاء کی نماز میں یہ سورہ (الانشقاق) پڑھی اور سجدہ کیا، میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابو القاسم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور حضورؐ نے اس مقام پر سجدہ کیا ہے۔ اس لیے میں مرتے دم تک یہ سجدہ کرتا رہوں گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اس سورہ (الانشقاق) میں اور اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ میں سجدہ کیا ہے۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ)

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا یَحیَ بْنُ یَحیٰ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ یَزِیْدَ مَوْلَی الْاَسْوَدِ بْنِ سُفْیَانَ، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ قَرَأَ لَهُمْ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فِیْهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ اَخْبَرَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سَجَدَ فِیْهَا۔ (۲۲)

〈۲〉 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبِیْ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَکْرٌ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ، قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ، فَقُلْتُ: مَا هٰذِهٖ؟ قَالَ: سَجَدْتُّ بِهَا خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ فِیْهَا حَتّٰی اَلْقَاهُ۔ (۲۳)

ابوسلمہ سے مروی دوسری حدیث:

〈۳〉 قَالَ: رَأَیْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ قَرَأَ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ بِهَا۔ فَقُلْتُ: یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَلَمْ اَرَکَ تَسْجُدُ، قَالَ لَوْ لَمْ اَرَی النَّبِیَّ ﷺ سَجَدَ لَمْ اَسْجُدْ۔ (۲۴)

〈۴〉 حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، وَ عَمْرٌو النَّاقِدُ، قَالَا نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ، عَنْ اَیُّوْبَ بْنِ مُوْسٰی، عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِیْنَآءَ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ سَجَدْنَا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ۔ (۲۵)

سورۂ علق

۱۹۷– ”مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت آئی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ (سورۂ علق کی آخری) آیت پڑھتے تھے تو سجدۂ تلاوت ادا فرماتے تھے۔“ (تفہیم القرآن، ج ۶، العلق، حاشیہ: ۱۶)

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ، قَالَ: اَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ مَوْلٰى بَنِيْ مَخْزُوْمٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّهٗ قَالَ: سَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔ (۲۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ میں سجدہ فرمایا۔

ماٰخذ

(۱) بخاری ج ۱، ابواب سجود القرآن، باب ما جاء فی سجود القران و سنتها، باب ا زدحام الناس اذا قرأ الامام السجدة☆ مسلم ج ۱، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰة باب سجود التلاوة۔
مسلم نے حتی ما یجد احدنا مکانا یسجد فیه فی غیر صلاة کے الفاظ زائد نقل کیے ھیں۔ ☆ السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۳۱۲۔

(۲) بخاری ج ۱، ابواب سجود القرآن باب ما جاء فی سجود القران و سنتها، باب من سجد لسجود القاری☆ مسلم ج ۱، کتاب المساجد و مواضع الصلاة باب سجود التلاوة۔ مسلم میں ان رسول اللّٰہ ﷺ کان یقرأ القرآن فیقرأ سورة الخ نقل کیا ھے۔ ☆ ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلاة باب فی الرجل یسمع السجدة و هو راکب (و فی غیر الصلاة)

(۳) ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلاة باب فی الرجل یسمع السجدة و هو راکب (و فی غیر الصلاة)

(٤) ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلاة باب تفریع ابواب السجود و کم سجدة فی القران "باب السجود فی صٓ"☆السنن الکبریٰ ج ۲، باب سجدة صٓ السنن میں تشزن الناس کی جگه تهیّأ الناس ھے۔ هٰذا حدیث حسن الاسناد صحیح۔ ☆دارمی ج ۱، باب السجود فی صٓ☆المستدرك ج ۲، کتاب التفسیر سورة صٓ☆ ابنِ کثیر ج ٤ ص ۳۲ ☆ابنِ خزیمة، ابنِ حبّان، ابنِ مردویة۔ دار قطنی بحواله فتح القدیر للشّوکانی ج ٤ ص ٤۲۹۔

(٥) ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلاة باب تفریع ابواب السجود۔ و کم سجدة فی القران☆ ترمذی ج ۱، ابواب السجود۔ باب فی السجدة فی الحج☆ مسند احمد ج ٤ ص ۱٥۱، عقبة بن عامر☆ مؤطا ج ۱، ما جاء فی سجود القران ☆المستدرك للحاکم ج ۱ کتاب الصلاة فضلت سورة الحج بسجدتین اورج ۲ ص ۳۹۰ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۲ کتاب الصلاة باب سجدتی سورة الحج☆ ابنِ مردویه بحواله فتح القدیر للشّوکانی ج ۳☆ابنِ

کثیر ج۳، سورة الحج☆ طبرانی بحواله كنز العمال ج ١ ۔☆ترمذی ج ۱، ابواب السجدة۔ قال ابو عیسٰی هذا حديث ليس اسناده بالقوی واختلف اهل العلم فی هذا۔ فروى عن عمر بن الخطاب وابن عمر انهما قالا فضلت سورة الحج بأن فيها سجدتين۔ و به يقول ابن المبارك والشافعى، واحمد و اسحاق و رأى بعضهم فيها سجدة و هو قول سفيان الثورى و مالك و اهل الكوفة۔ ☆ السنن الكبرٰى للبيهقى ج ٢۔

(٦) ابو داؤد فی المراسیل بحواله ابن کثیر ج۳ الحج:١٨☆السنن الكبرىٰ للبيهقى ج۲، كتاب الصلاة باب سجدتى سورة الحج☆كنز العمال ج ۱، فضلت سورة الحج على القران بسجدتين☆المصنف عبد الرزاق ج۳ عن ابنِ عباس۔ ثُمَّ قَالَ اَبُوْ داؤد: و قد اسند هذا يعنى من غير هذا الوجه ولا يصح۔

(٧) ابو داؤد ج ٢، كتاب الصلاة باب كم سجدة فی القرآن☆ ابنِ ماجه كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها۔ باب ٧١ باب عدد سجود القرآن۔ فهذه شواهد يشد بعضها بعضا الخ ☆ابنِ کثیر ج۳ ص ٢١١☆ السنن الكبرىٰ ج ٢ ☆المستدرك ج ١ خمس عشرة سجدة فی القرآن۔

(٨) المستدرك للحاكم ج ٢ كتاب التفسير سورة الحج☆ السنن الكبرٰى للبيهقى ج ٢ كتاب الصلاة باب سجدتى سورة الحج☆ رُوح المعانی ج ١٦ سورة الحج۔

(٩) السنن الكبرٰى للبيهقى ج ٢ جماع ابواب سجود التلاوة، باب سجدتى سورة الحج☆المصنف عبد الرزاق ج۳ وغیرہ پر اقوال درج ھیں۔

(١٠) بخاری ج ١، كتاب الانبياء باب واذكر عبدنا داؤد والايد انه اوّاب الخ☆ ابو داؤد ج ٢، كتاب الصلاة باب السجود فی صٓ☆ ترمذی ج ١ ابواب السفر باب ما جاء فی السجدة فی صٓ۔

قال ابو عيسى : هذا حديث حسن صحيح واختلف اهل العلم من اصحاب النبى ﷺ وغيرهم فى هذا فراى بعض اهل العلم ان يسجد فيها۔ و هو قول سفيان، وابن المبارك، والشافعى، واحمد و اسحاق و قال بعضهم انها توبة نبى ولم يروا السجود فيها۔ ☆السنن الكبرىٰ للبيهقى ج ٢ باب سجدة صٓ☆دارمى ج ١ باب السجود فی صٓ ☆ابنِ کثیر ج ٤☆ مسند احمد ج ١ ص ٢٧٩☆ المصنف عبد الرزاق ج ٣ ص ٣٣٧☆ ابنِ مردویه بحواله فتح القدير للشّوكانى ج ٤۔

(١١) نسائی ج ٢، كتاب الافتتاح باب سجود القرآن، السجود فی صٓ☆ طبرانی، حلية ابو نعيم، بحواله كنز العمال ج ٢☆ ابن مردوية بحواله فتح القدير للشّوكانى ج ٤☆ ابنِ کثیر ج ٤☆ السنن الكبرٰى للبيهقى ج ٢ باب سجدة صٓ☆ المصنف عبد الرزاق ج ٣☆ الشافعى فی القديم عن عمرو بن ذر مرسلا۔ بحواله كنز العمال ج ٢۔

(١٢) بخاری ج ١، كتاب الانبياء واذكر عبدنا داؤد والايد انه اوّاب۔ بخاری نے كتاب التفسير ميں فسجدها رسول الله ﷺ کا اضافه بھی نقل کیا ھے۔☆بخاری ج ٢، كتاب التفسير سورهٔ صٓ☆السنن الكبرىٰ للبيهقى ج ٢ باب سجدة صٓ☆المصنف عبد الرزاق ج ٣ ص ٣٣٧۔ مصنف نے فقال ابن عباس: نَبِيُّكُمْ ﷺ مِمَّنْ أُمِرَ اَنْ يَقْتَدِىَ بِهِمْ نقل نهيں کیا۔

(١٣) بخاری ج ١ باب من قرأ السجدة ولم يسجد☆ مسلم ج ١ كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب سجود التلاوة☆ ابو داؤد ج ٢ كتاب الصلاة باب قرأت على رسول الله ﷺ النجم فلم يسجد فيها☆ ترمذی ج ١ ابواب الصلاة باب ما جاء فی سجود القرآن باب ما جاء من لم يسجد فيه۔ قال ابو عيسٰى حديث زيد بن ثابت حديث حسن صحيح و تاوّل بعض اهل العلم هذا الحديث۔ فقال انما ترك النبى ﷺ السجود لان زيد بن ثابت

حین قرأ فلم یسجد۔ لم یسجد النبی ﷺ۔ و قالوا السجدة واجبة علی من سمعها ولم یرخصوا فی ترکھا۔ و قالوا ان سمع الرجل و ھو علی غیر وضوء فاذا توضأ سجد، و ھو قول سفیان و اھل الکوفة۔ و بہ یقول اسحاق۔ و قال بعض اھل العلم انما السجدة علی من اراد ان یسجد فیھا والتمس فضلھا۔ و رخصوا فی ترکھا۔ قالوا ان اراد ذٰلِکَ واحتجوا بالحدیث المرفوع حدیث زید بن ثابت۔ قال: قرأتُ علی النبی ﷺ النجم فلم یسجد۔ فقالوا لو کانت السجدة واجبة لم یترک النبی ﷺ زیدا حتی کان یسجد، و یسجد النبی ﷺ۔ واحتجوا بحدیث عمر انہ قرأ سجدة علی المنبر فنزل فسجد۔ ثم قرأھا فی الجمعة الثانیة فتھیّا الناس للسجود۔ فقال انھا لم تکتب علینا الا ان نشاء فلم یسجد ولم یسجدوا۔ و ذھب بعض اھل العلم الی ھٰذا و ھو قول الشافعی و احمد۔ ☆نسائی ج ۲ باب ترک السجود فی النجم☆دارمی ج ۱ کتاب الصلاة باب فی الذی یسمع السجدة ولا یسجد☆مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۳۔ زید بن ثابت☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۲ کتاب الصلاة باب من قال فی القراٰن الخ ☆طبرانی، ابن مردویہ عن زید بن ثابت بحوالہ فتح القدیر ج ۵ ☆مؤطا امام مالک ج ۱ ما جاء فی سجود القراٰن ☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۲ باب سجدة النجم۔

(۱٤) بخاری ج ۱، باب ما جاء فی سجود القراٰن و سننھا باب سجود المسلمین مع المشرکین الخ☆بخاری ج ۲ کتاب التفسیر باب قولہ فاسجدوا للّٰہ واعبدوہ☆ ترمذی ابواب السفر باب ما فی السجدة فی النجم☆نسائی ج ۲ کتاب الافتتاح باب سجود القراٰن السجود فی والنجم عن ابن مسعود☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۲ باب سجدة النجم☆ المستدرک للحاکم ج ۲ کتاب التفسیر سورة النجم☆مسند احمد ج ۱/ ۳۸۸، ٤۰۱، ٤۳۷، ٤٦۲۔

(۱۵) نسائی ج ۲، کتاب الافتتاح باب السجود فی النجم۔

(۱٦) ابنِ مردویہ بحوالہ فتح القدیر للشّوکانی ج ۵ ص ۱۰٤۔

(۱۷) ابن مردویہ بحوالہ فتح القدیر للشّوکانی ج ۵ ص ۱۰٤۔

(۱۸) ترمذی ج ۱، باب ما جاء فی سجود القراٰن☆ ابنِ ماجہ کتاب اقامة الصلاة والسنة فیھا باب عدد سجود القراٰن۔ و ھٰذا اصح من حدیث سفیان بن وکیع عن عبد اللّٰہ بن وھب۔

(۱۹) تفسیر رُوح المعانی ج ۲۷ بحوالہ ابن مردویہ۔ سورة النجم۔

(۲۰) نسائی ج ۲، کتاب الافتتاح باب سجود القراٰن۔ باب السجود فی والنجم☆ السنن الکبریٰ ج ۲ باب سجدة النجم۔ السنن میں قال المطلب فلا ادع السجود فیھا ابدا ھے۔ ☆المصنف عبد الرزاق ج ۳۔

(۲۱) بخاری ج ۲، کتاب التفسیر سورة النجم☆ مسلم ج ۱، کتاب المساجد و مواضع الصلاة☆ ابو داؤد ج ۲ کتاب الافتتاح۔ تفریع ابواب السجود و کم سجدة فی القراٰن باب من رای فیھا السجود☆ دارمی ج ۱ ۔ دارمی نے اخذ کفًا من حصی فرفعہ الی جبھتہ و قال: یکفینی ھٰذا بیان کیا ھے۔☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۲ ☆ابنِ کثیر ج ٤۔

(۲۲) مسلم ج ۱ کتاب المساجد و مواضع الصلاة باب سجود التلاوة☆ مؤطا امام مالک ج ۱، ما جاء فی سجود القراٰن ☆ نسائی ج ۲ کتاب الافتتاح باب السجود فی اذا السماء انشقت☆ ابنِ کثیر ج ٤ ☆السنن الکبریٰ ج ۲، باب السجدة اذا السماء انشقت☆المصنف عبد الرزاق ج ۳۔

(۲۳) بخاری ج ۱، ابواب ما جاء فی سجود القراٰن و سننھا۔ باب من قرأ السجدة فی الصلاة فسجد بھا۔☆مسلم ج ۱ کتاب المساجد و مواضع الصلاة باب سجود التلاوة☆ابو داؤد ج ۲ کتاب الصلاة باب السجود فی اذا السّماء

انشقت و اقرأ☆نسائی ج۲، کتاب الافتتاح، باب سجود القران باب السجود فی الفریضة۔☆فتح القدیر للشوکانی ج ٥☆ ابنِ کثیر ج٤☆ السنن الکبریٰ ج۲ باب سجدة اذا السماء انشقت۔

(٢٤) بخاری ج١، باب ما جاء فی سجود القران و سننها۔ باب سجدة اذا السماء انشقت☆ نسائی ج۲ کتاب الافتتاح، السجود فی الفریضة☆ دارمی ج١، کتاب الصلاة باب السجود فی اذا السماء انشقت☆ السنن الکبریٰ ج۲۔

(٢٥) مسلم ج١، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب سجود التلاوة☆ ابو داؤد ج۲ کتاب الصلاة باب السجود فی اذا السماء انشقت واقرأ☆ ترمذی ج١، ابواب السفر۔ باب فی سجدة فی اذا السماء انشقت و اقرأ باسم ربك☆ نسائی ج ۲ کتاب الافتتاح باب السجود فی اذا السماء انشقت☆ابنِ ماجه ج١ کتاب اقامة الصلاة باب عدد سجود القران☆ ابنِ کثیر ج٤☆دارمی ج١ باب السجود فی اقرأ باسم ربك☆السنن الکبریٰ ج ۲ ☆المصنف عبد الرزاق ج۳۔

(٢٦) مسلم ج١ کتاب المساجد و مواضع الصلوٰة باب سجود التلاوة☆ ابو داؤد ج۲ کتاب الصلاة باب السجود فی اذا السماء انشقت☆نسائی ج۲ باب سجود القرآن، السجود فی اقرأ باسم ربك☆دارمی کتاب الصلاة باب السجود فی اذا السماء انشقت☆ مسند ابی عوانة ج۲، بیان اثبات السجدة☆ ابنِ کثیر ج٤، سورة علق ☆السنن الکبریٰ ج۲ص العلق۔

فصل:۵

جمع وتدوین قرآن

ابتدا میں قرآن مقامی لہجات کے مطابق پڑھنے کی اجازت تھی

۱۹۸- عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا اَقْرَأُهَا وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَقْرَانِيْهَا فَكِدْتُ اَنْ اَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَمْهَلْتُهٗ حَتّٰى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهٗ بِرِدَائِهٖ فَجِئْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا اَقْرَأْتَنِيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْسِلْهُ، اِقْرَأْ فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُهٗ يَقْرَأُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: هٰكَذَا اُنْزِلَتْ، ثُمَّ قَالَ لِيْ اِقْرَأْ فَقَرَأْتُ. فَقَالَ: هٰكَذَا اُنْزِلَتْ، اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔ (متفق علیه واللفظ لمسلم)

”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (ایک روز) میں نے حضرت ہشام بن حکیم بن حزام کو سورۂ فرقان اُس سے مختلف طریقے پر پڑھتے سنا جس سے میں پڑھتا تھا، حالاں کہ سورۂ فرقان مجھے خود رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی تھی۔ قریب تھا کہ میں بے تابی سے ان پر جھپٹ پڑتا لیکن پھر میں نے (صبر کیا اور) انہیں مہلت دی، یہاں تک کہ انہوں نے اپنی قراءت مکمل کر لی پھر میں نے ان کی چادر پکڑی اور انہیں کھینچتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، میں نے ان کو سورۂ فرقان اس سے مختلف طریقے پر پڑھتے سنا ہے جس پر کہ آپ نے پڑھائی تھی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو، پھر حضرت ہشامؓ سے فرمایا کہ تم پڑھو، چناں چہ انہوں نے سورۂ فرقان اسی طرح پڑھی جس طرح کہ میں نے اُن کو پڑھتے سنا تھا۔ ان کی قراءت سُن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اسی طرح اُتری ہے۔ پھر حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ تم پڑھو۔ چناں چہ میں نے (اپنے طریقے پر) پڑھی تو آپؐ نے فرمایا کہ اسی طرح اُتری ہے۔ پھر مزید فرمایا کہ یہ قرآن سات حرفوں پر اُترا ہے، اس لیے جس طرح سہولت ہو اسی طرح پڑھو۔“

تخریج: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيْ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا اَقْرَأُهَا وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَقْرَانِيْهَا

فَكِدْتُّ اَنْ اَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَمْهَلْتُهٗ حَتّٰى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهٗ بِرِدَائِهٖ فَجِئْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى غَيْرِ مَا اَقْرَأْتَنِيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْسِلْهُ، اِقْرَأْ فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الَّتِىْ سَمِعْتُهٗ يَقْرَأُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: هٰكَذَا اُنْزِلَتْ، ثُمَّ قَالَ لِىْ اِقْرَأْ فَقَرَأْتُ. فَقَالَ: هٰكَذَا اُنْزِلَتْ، اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔ (۱)

تشریح: سات حرفوں سے مراد سات تلفظ یا سات لہجے ہیں۔ عربی زبان میں اختلاف لہجات ایک معروف چیز ہے۔ عرب کے مختلف قبائل اور مختلف علاقوں کی زبان میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس اختلاف کی نوعیت ایسی نہیں ہے کہ ان سے زبان کے اندر کوئی بنیادی تغیر رونما ہو جاتا ہو۔ مقامی تلفظات، لہجات، محاورات اور زبان کے بعض دوسرے اسالیب کے اختلافات کے باوجود زبان کا بنیادی سانچہ ایک ہی ہے۔ زبان کے مقامی رنگ اور اختلافات کا مشاہدہ آپ یہاں بھی کرتے ہیں۔ مثلاً آپ پنجاب کے مختلف حصوں میں جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہر ضلع کی، اور بعض اوقات ایک ضلع کے مختلف حصوں کی، زبان مختلف ہے۔ یہی حال اردو کا بھی ہے پشاور سے لے کر مدراس تک چلے جایئے، اردو بولنے والوں میں ایک ہی مضمون کو ادا کرنے کے لیے مختلف لہجے، مختلف تلفظ اور مختلف محاورے ملتے ہیں۔ ''دہلی والوں اور لکھنؤ والوں کی زبان'' تو آپ کہتے ہی ہیں۔ اسی طرح حیدر آباد (دکن) اور پنجاب والوں کی اردو ہے۔ ایک ہی مضمون کو ادا کرنے کے لیے مختلف علاقوں کے لوگ مختلف اسالیب اختیار کرتے ہیں۔ یہی چیز نزول قرآن کے وقت عرب میں بھی تھی اور آج بھی پائی جاتی ہے۔ عرب میں آپ یمن سے لے کر شام تک چلے جائیں، آپ کو لہجے اور تلفظ بدلتے ہوئے ملیں گے۔ ایک ہی مضمون کو عرب کے ایک حصے میں کسی اور طرح ادا کرتے ہیں اور دوسرے حصے میں کسی اور طرح، لیکن اس اختلاف کے باوجود معنی میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ چناں چہ اس حدیث میں سات حرفوں سے مراد یہی لہجات اور اسالیب وغیرہ کا اختلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید اگر چہ قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے لیکن اہل عرب کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ اسے اپنے مقامی لہجات اور تلفظات کے ساتھ بھی پڑھ سکیں کیوں کہ ایک عرب جب قرآن مجید کو پڑھے گا تو زبان کے مقامی اختلافات کے باوجود اس میں ایسا ردّ و بدل نہیں ہوگا جس سے معنی اور مفہوم تبدیل ہو جائیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ حرام حلال ہو جائے یا حلال حرام ہو جائے۔ یا توحید کا مضمون ہو اور وہ مشرکانہ زبان میں ادا کر دیا جائے۔

یہ اجازت صرف اس زمانے تک تھی جب قرآن ابھی عرب سے باہر نہیں نکلا تھا اور اس کو پڑھنے والے صرف عرب ہی تھے لیکن بعد میں یہ اجازت اور سہولت ختم کر دی گئی۔

اس بات کو بھی سمجھ لیجیے کہ مختلف لہجات کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی اجازت کیوں دی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید کی اشاعت اس زمانے میں تحریری شکل میں نہیں ہو رہی تھی، عرب کے لوگ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور معلوم ہے کہ نزول قرآن کے وقت صرف گنتی کے پڑھے لکھے لوگ ملتے تھے۔ عربوں میں لکھنے پڑھنے کا جو کچھ رواج ہوا وہ اسلام کے بعد ہی ہوا۔ چناں چہ اس زمانے میں لوگ قرآن زبانی سنتے اور یاد کرتے تھے۔ پھر چوں کہ ان کی مادری زبان عربی تھی اس

لیے انہیں قرآن مجید کو یاد کرنے اور یاد رکھنے میں زیادہ دقت پیش نہیں آتی تھی، ایک عرب جب قرآن سنتا تھا تو اسے اس کا پورا مضمون یاد ہو جاتا تھا۔ اس کے بعد جب وہ جا کر دوسرے لوگوں سے بیان کرتا تھا تو زبان کے مقامی اختلافات کے سبب سے اس کے بیان میں بعض جگہ لفظی ردّ و بدل ہو جاتا تھا لیکن اس سے نفس مضمون میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا تھا، کیوں کہ اس قوم کے محاورے کے مطابق وہ بات اس طرح ہوتی تھی جس طرح وہ ادا کرتا تھا یہی وجہ تھی کہ اس زمانے میں یہ گنجائش رکھی گئی کہ اہل عرب اپنے مقامی لہجات وتلفظات کے مطابق قرآن پڑھ سکیں۔

پیشِ نظر حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چوں کہ یہ سمجھا کہ جس طرح انہوں نے نبی ﷺ سے قرآن سنا تھا اسی طرح ہر آدمی کو پڑھنا چاہیے، اس لیے جب انہوں نے حضرت ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے مختلف طریقے سے قرآن پڑھتے سنا تو ان سے ضبط نہ ہو سکا۔ جتنی دیر تک وہ پڑھتے رہے یہ اپنی جگہ مضطرب رہے۔ ادھر وہ فارغ ہوئے اور ادھر انہوں نے ان کی چادر کھینچی اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔

اب یہ دیکھیے کہ رسول اللہ ﷺ کے مزاج میں کس قدر تحمل اور بردباری تھی۔ آپؐ نے بڑے سکون کے ساتھ ان کی بات سُنی اور پھر ان کو نہایت حکمت سے سمجھا دیا کہ میاں تم دونوں جس طریقے سے پڑھتے ہو وہ صحیح ہیں، اللہ تعالیٰ نے دونوں طرح پڑھنے کی اجازت دی ہے۔

مختلف لہجات میں قرآن پڑھنے کی اجازت ایک بہت بڑی سہولت تھی

۱۹۹- عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ لَقِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ جِبْرِیْلَ فَقَالَ یَا جِبْرِیْلُ اِنِّیْ بُعِثْتُ اِلٰی اُمَّۃٍ اُمِّیِّیْنَ مِنْھُمُ الْعَجُوْزُ وَالشَّیْخُ الْکَبِیْرُ وَالْغُلَامُ وَالْجَارِیَۃُ وَالرَّجُلُ الَّذِیْ لَمْ یَقْرَأْ کِتَابًا قَطُّ، قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ لِاَحْمَدَ وَ اَبِیْ دَاوٗدَ: قَالَ لَیْسَ مِنْھَا اِلَّا شَافٍ کَافٍ، وَ فِیْ رِوَایَۃٍ لِلنَّسَائِیِّ قَالَ اِنَّ جِبْرِیْلَ وَ مِیْکَائِیْلَ اَتَیَانِیْ فَقَعَدَ جِبْرِیْلُ عَنْ یَّمِیْنِیْ وَ مِیْکَائِیْلُ عَنْ یَّسَارِیْ فَقَالَ جِبْرِیْلُ اقْرَاِ الْقُرْاٰنَ عَلٰی حَرْفٍ، قَالَ مِیْکَائِیْلُ اسْتَزِدْہُ حَتّٰی بَلَغَ سَبْعَۃَ اَحْرُفٍ فَکُلُّ حَرْفٍ شَافٍ کَافٍ۔

”حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام سے رسول ﷺ ملے تو حضورؐ نے ان سے فرمایا کہ اے جبریلؑ! میں ایک ایسی امت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں جو ان پڑھ (لوگوں پر مشتمل) ہے اور پھر ان میں سے کوئی بوڑھا ہے، کوئی بہت زیادہ سن رسیدہ ہے، کوئی لڑکا ہے کوئی لڑکی ہے، کوئی ایسا آدمی ہے جس نے کبھی کوئی تحریر (یا کتاب) نہیں پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جبریلؑ نے مجھے جواب دیا کہ اے محمدؐ، قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔ یہ روایت ترمذی نے بیان کی ہے۔ امام احمد اور ابو داؤد کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے مزید یہ فرمایا کہ قرآن ان حروف میں سے جس حرف پر بھی نازل ہوا ہے وہ شافی کافی ہے۔

نسائی کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام

میرے پاس آئے۔ جبریل میری دائیں طرف بیٹھے اور میکائیل بائیں طرف، پھر حضرت جبریل نے مجھ سے کہا کہ قرآن مجید ایک حرف پر (یعنی قریش کی زبان کے مطابق) پڑھو۔ حضرت میکائیل نے مجھ سے کہا کہ ایک اور حرف پر پڑھنے کی اجازت مانگیے۔ (میں یہ اجازت مانگتا گیا) یہاں تک کہ سات حرفوں پر پڑھنے کی اجازت دے دی گئی اور ان میں سے ہر حرف شافی کافی ہے۔''

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، نَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسٰى، نَا شَيْبَانُ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ لَقِيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ جِبْرِيلَ فَقَالَ يَا جِبْرِيلُ اِنِّی بُعِثْتُ اِلٰى اُمَّةٍ اُمِّيِّينَ مِنْهُمُ الْعَجُوزُ وَالشَّيْخُ الْكَبِيرُ وَالْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ وَالرَّجُلُ الَّذِی لَمْ يَقْرَأْ كِتَابًا قَطُّ، قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ فِی رِوَايَةٍ لِاَحْمَدَ وَ اَبِی دَاوُدَ: قَالَ لَيْسَ مِنْهَا اِلَّا شَافٍ كَافٍ، وَ فِی رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِیِّ قَالَ اِنَّ جِبْرِيلَ وَ مِيكَائِيلَ اَتَيَانِی فَقَعَدَ جِبْرِيلُ عَنْ يَّمِينِی وَ مِيكَائِيلُ عَنْ يَّسَارِی فَقَالَ جِبْرِيلُ اقْرَاِ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ، قَالَ مِيكَائِيلُ اسْتَزِدْهُ حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَةَ اَحْرُفٍ فَكُلُّ حَرْفٍ شَافٍ كَافٍ۔(۲)

ابوداؤد نے اس روایت کو نقل کیا مگر الفاظ مختلف ہیں:

⟨۲⟩ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ يَا اُبَیُّ اِنِّی اُقْرِئْتُ الْقُرْاٰنَ فَقِيلَ لِی: عَلٰى حَرْفٍ اَوْ حَرْفَيْنِ، فَقَالَ الْمَلَكُ الَّذِی مَعِی: قَالَ عَلٰى حَرْفَيْنِ: قُلْتُ عَلٰى حَرْفَيْنِ فَقِيلَ لِی: عَلٰى حَرْفَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ، فَقَالَ الْمَلَكُ الَّذِی مَعِی: قَالَ عَلٰى ثَلَاثَةٍ، قُلْتُ عَلٰى ثَلَاثَةٍ حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَةَ اَحْرُفٍ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ مِنْهَا اِلَّا شَافٍ وَ كَافٍ۔ الخ (۳)

⟨۳⟩ اَخْبَرَنِی يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ، عَنْ اُبَیٍّ، قَالَ: مَا حَاكَ فِی صَدْرِی مُنْذُ اَسْلَمْتُ اِلَّا اَنِّی قَرَأْتُ اٰيَةً وَ قَرَأَهَا اٰخَرُ غَيْرَ قِرَاءَتِی، فَقُلْتُ اَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَ قَالَ الْاٰخَرُ اَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَاَتَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَقْرَأْتَنِی اٰيَةَ كَذَا وَ كَذَا قَالَ: نَعَمْ، وَ قَالَ الْاٰخَرُ اَلَمْ تُقْرِئْنِی اٰيَةَ كَذَا وَ كَذَا قَالَ: نَعَمْ، اِنَّ جِبْرِيلَ وَ مِيكَائِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَتَيَانِی فَقَعَدَ جِبْرِيلُ عَنْ يَمِينِی وَ مِيكَائِيلُ عَنْ يَسَارِی، فَقَالَ: جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِقْرَاِ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ قَالَ مِيكَائِيلُ اسْتَزِدْهُ حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَةَ اَحْرُفٍ فَكُلُّ حَرْفٍ شَافٍ كَافٍ۔(٤)

تشریح: ہر حرف کے شافی کافی ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان میں کسی قسم کی گمراہی کا خطرہ نہیں ہے جس طرح لغتِ قریش

کے مطابق قرآن کا پڑھنا شافی کافی ہے اسی طرح دوسرے قبیلوں کی لغت میں اسے پڑھنا شافی کافی ہے۔ ان میں سے کسی کے مطابق پڑھنے سے اس بات کا کوئی خطرہ نہیں کہ قرآن کا اصل منشا اور مفہوم بدل جائے۔

اختلافِ لہجات سے قرآن کے مفہوم میں فرق واقع نہیں ہوتا تھا

۲۰۰- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَقْرَانِیْ جِبْرِیْلُ عَلٰی حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهٗ فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِیْدُهٗ وَ یَزِیْدُنِیْ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ بَلَغَنِیْ اَنَّ تِلْکَ السَّبْعَةَ الْأَحْرُفَ اِنَّمَا هِیَ فِی الْاَمْرِ تَکُوْنُ وَاحِدًا لَا تَخْتَلِفُ فِیْ حَلَالٍ وَّلَا حَرَامٍ۔

(متفق علیہ)

"حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے پہلے مجھے قرآن مجید ایک حرف پر پڑھوایا۔ پھر میں نے بار بار ان سے اصرار کیا اور یہ مطالبہ کرتا گیا کہ قرآن مجید دوسرے حروف پر بھی پڑھنے کی اجازت دی جائے وہ یہ اجازت دیتے گئے یہاں تک کہ سات حرفوں تک پہنچ گئے۔ اس روایت کے راوی جناب ابن شہاب زہریؒ کہتے ہیں کہ وہ سات حروف جن پر قرآن پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی ایسے تھے کہ وہ تعداد میں سات ہونے کے باوجود گویا ایک ہی کے بمنزلہ تھے۔ ان پر قرآن پڑھنے سے (بات ایک ہی رہتی تھی اور) حلال وحرام کا فرق واقع نہیں ہوجاتا تھا۔"

تخریج: حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِی اللَّیْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عُقَیْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَقْرَأَنِیْ جِبْرِیْلُ عَلٰی حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهٗ فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِیْدُهٗ وَ یَزِیْدُنِیْ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ بَلَغَنِیْ اَنَّ تِلْکَ السَّبْعَةَ الْأَحْرُفَ اِنَّمَا هِیَ فِی الْاَمْرِ تَکُوْنُ وَاحِدًا لَا تَخْتَلِفُ فِیْ حَلَالٍ وَّلَا حَرَامٍ۔ الحدیث۔ (۵)

تشریح: اس بات کی وضاحت گزر چکی ہے کہ اہلِ عرب کو سات حروف (لہجات) پر قرآن مجید پڑھنے کی اجازت اس بنا پر دی گئی کہ نزولِ قرآن کے وقت عرب میں لکھنے پڑھنے کا عام رواج نہیں تھا اور صرف گنتی کے لوگ لکھنے پڑھنے کے قابل تھے، اس لیے لامحالہ قرآن کی تبلیغ و اشاعت کا کام زبانی تلقین و بیان ہی سے ہوسکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ قرآن مجید تقریر کی شکل میں بیان فرماتے تھے۔ اور لوگ اسے سُن کر یاد کر لیتے تھے اور آگے پہنچاتے تھے چوں کہ عرب کے مختلف علاقوں میں مقامی بولیاں اور لہجات رائج تھے اس لیے لوگوں کو ایک سخت آزمائش اور مشکل سے بچانے کے لیے قرآن مجید مقامی لہجات وتلفظات کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دی گئی۔ مگر یہ اجازت مستقل نہیں تھی۔ بعد میں حالات کی تبدیلی کے ساتھ یہ اجازت ختم کر دی گئی۔ آگے وہ احادیث آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجازت کس طرح ختم ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کی سالہا سال کی تبلیغ واشاعت دین کے نتیجے میں جب اسلامی حکومت کی بنیاد پڑی تو اس کے اولین فرائض میں سے ایک فریضہ لوگوں کو تعلیم یافتہ بنانا تھا کیوں کہ مسلمان اور جہالت دو چیزوں کا یکجا تصور نہیں ہوسکتا۔ اسلامی

حکومت نے ابتدائی دور میں تو لوگوں کو دین زیادہ تر زبانی تلقین کے ذریعے سے سکھایا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس امر کی مسلسل کوشش کی گئی کہ پوری قوم تعلیم یافتہ ہو جائے۔ چناں چہ خلافتِ راشدہ کے زمانے میں تعلیم کا اتنے بڑے پیمانے پر کام کیا گیا کہ ایک اندازے کے مطابق اس وقت سو فیصد خواندگی پیدا ہو چکی تھی اور یہ سب اہتمام صرف اس لیے کیا گیا کہ لوگ قرآن پڑھنے کے قابل ہو جائیں۔

یعنی مسلمان کی نگاہ میں خواندگی کی اوّلین اہمیت یہ نہیں ہے کہ وہ دنیا کے معاملات کی نوشت وخواند کرنے کے قابل ہو جائے، یہ تو محض ایک ضمنی فائدہ ہے اصل فائدہ یہ کہ آدمی قرآن پڑھنے کے قابل ہو سکے، جب تک وہ قرآن پڑھنے کے قابل نہیں ہوگا اور براہ راست یہ نہیں جان سکے گا کہ اس کے خدا نے اس پر کیا ذمے داریاں عائد کی ہیں، وہ کس امتحان میں ڈالا گیا ہے اور اس امتحان میں اس کی کامیابی کی کیا صورت ہے اور ناکامی کے اسباب کیا ہیں، اس وقت تک وہ ایک مسلمان کی زندگی بسر کرنے کے قابل نہیں ہو سکے گا۔ اس لیے تعلیم اسلامی معاشرے میں ایک بنیادی اہمیت رکھتی ہے اور اسلامی خلافت نے اس کام کو اپنے اوّلین بنیادی فریضے کی حیثیت ہی سے انجام دیا ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کے ابتدائی دور ہی میں یہ کام شروع کر دیا تھا۔ جنگ بدر کے موقع پر جب قریش کے لوگ گرفتار ہو کر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو پڑھے لکھے ہوں وہ ہمارے اتنے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں تو ہم ان کو کوئی فدیہ لیے بغیر رہا کر دیں گے۔ اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ کی نگاہ میں لوگوں کو خواندہ بنانے کی کیا اہمیت تھی۔

پھر جب لوگوں کو خواندہ بنا دیا گیا اور انہیں اس قابل کر دیا گیا کہ وہ پڑھ لکھ سکیں تو اس کے بعد قرآن مجید دوسرے لہجات پر پڑھنے کی اجازت ختم کر دی گئی، اور صرف قریش کے لہجے کو برقرار رکھا گیا کیوں کہ قرآن مجید قریش ہی کی زبان میں نازل ہوا تھا، جو رسول اللہ ﷺ کی مادری زبان تھی۔ حضور ﷺ کا قاعدہ یہ تھا کہ قرآن مجید جس وقت نازل ہوتا تھا آپ پہلی فرصت میں اسے کسی ایسے صحابی کو بلا کر لکھوا دیتے تھے جو لکھے پڑھے ہوتے تھے۔ آگے بعض احادیث میں اس کی کیفیت آتی ہے کہ قرآن مجید کس طرح جمع کیا گیا۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ قرآن مجید آغاز میں قریش کی زبان اور محاورے کے علاوہ دوسرے جن لہجات میں پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی وہ بعد میں ختم کر دی گئی، نیز قرآن مجید آغاز ہی سے تحریری شکل میں لغتِ قریش کے مطابق لکھا گیا تھا۔

دین میں اختلاف کے حدود و آداب

۲۰۱- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلاً قَرَأَ وَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقْرَأُ خِلَافَھَا فَاَخَذْتُ بِیَدِہٖ فَاَتَیْتُ بِہٖ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ کِلَا کُمَا مُحْسِنٌ قَالَ شُعْبَۃُ اَظُنُّہٗ قَالَ لَا تَخْتَلِفُوْا فَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ اِخْتَلَفُوْا فَھَلَکُوْا۔ (رواہ البخاری)

’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا اور اس سے پہلے میں نے نبی ﷺ کو اس سے مختلف طریقے سے پڑھتے سُنا تھا۔ میں اسے نبی ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور حضورؐ کو اس بات کی خبر دی (کہ یہ شخص ایک مختلف طریقے سے قرآن پڑھتا ہے) میں نے محسوس کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات ناگوار گزری

ہے۔ (میری بات سن کر) آپؐ نے فرمایا: تم دونوں ہی ٹھیک طرح پڑھتے ہو، آپس میں اختلاف مت کرو کیوں کہ تم سے پہلے جو قومیں ہلاک ہوئیں وہ اختلاف ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ، ثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ، اَخْبَرَنِی، قَالَ: سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَجُلاً قَرَأَ ايَةً وَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْرَأُ خِلَافَهَا فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَاَتَيْتُ بِهٖ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ قَالَ شُعْبَةُ اَظُنُّهٗ قَالَ لَا تَخْتَلِفُوا فَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اِخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا۔ (۶)

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابن مسعودؓ کو یہ بات سمجھائی کہ اگر اختلاف اس نوعیت کا ہو کہ اس سے اصل تعلیم یا اصل حکم نہ بدلتا ہو تو اس طرح کے اختلاف کو برداشت کرنا چاہیے۔ اگر برداشت نہ کرو گے تو آپس میں سر پھٹول کرو گے۔ اس طرح امت میں افتراق اور فتنے کا دروازہ کھلے گا۔ البتہ یہ بات ظاہر ہے کہ جہاں اصل دین یا دین کا کوئی حکم تبدیل ہو رہا ہو وہاں اختلاف نہ کرنا گناہ ہو جاتا ہے، کیوں کہ ایسے موقع پر اختلاف نہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ دین میں تحریف کو قبول کر لیا جائے۔

یہ ایک دوسرا فتنہ ہے جس کا سدّباب کرنا خود دین ہی کے لیے ضروری ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فصلِ سورت ہے

۲۰۲- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَعْرِفُ فَصْلَ السُّورَةِ حَتّٰى تَنْزِلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ (رواہ ابو داؤد)

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا میں یہ نہیں جانتے تھے کہ ایک سورت کہاں ختم ہوتی ہے اور دوسری کہاں سے شروع ہوتی ہے یہاں تک کہ آپ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی۔''

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِیُّ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالُوا: ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ قُتَيْبَةُ فِيهِ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَعْرِفُ فَصْلَ السُّورَةِ حَتّٰى تَنْزِلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ (۷)

تشریح: مراد یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورتوں کے آغاز و انجام کو معلوم کرنے میں دقت پیش آئی تو اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل کر کے یہ بتا دیا کہ جہاں سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شروع ہو اس سے یہ سمجھا جائے کہ یہاں ایک سورت ختم ہو گئی ہے اور دوسری شروع ہو رہی ہے۔ اس طرح یہ آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دراصل ''فصلِ سورت'' ہے جو اللہ تعالیٰ نے سورتوں کے آغاز و انجام میں فرق کرنے کے لیے نازل فرمائی۔ یہ قرآن مجید میں سورۂ نحل کی ایک آیت کے طور پر بھی آئی ہے ملکۂ سبا اپنے درباریوں سے کہتی ہے کہ میرے نام حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک خط آیا ہے جو اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع ہوتا ہے۔ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ اس طرح وہاں یہ اُس سورت کی ایک آیت کے طور پر

نازل ہوئی ہے لیکن دوسرے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اس کو سورتوں کے درمیان فصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

اب ہر سورت کا آغاز اسی سے ہوتا ہے البتہ اس میں صرف ایک استثناء ہے اور وہ یہ ہے کہ سورۂ توبہ کے آغاز میں بسم اللہ نہیں ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا لکھوایا ہوا جو مسودہ ملا تھا اس پر سورۂ توبہ کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں ملی تھی۔ اس لیے صحابۂ کرامؓ نے اس کو اسی طرح نقل کر دیا۔ انہوں نے اپنی طرف سے یہ نہیں کہا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا خود اضافہ کر دیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ قرآن مجید کو ایک مصحف کی شکل میں مرتب کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے کس قدر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ انہیں معلوم تھا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورتوں کے درمیان فصل کرنے کے لیے ہے اور وہ قیاس کر کے اسے آسانی سے سورۂ توبہ کے آغاز میں لکھ سکتے تھے، نیز وہ یہ بھی خیال کر سکتے تھے کہ ممکن ہے حضورؐ کو اس کے لکھوانے کا خیال نہ رہا ہو یا جس صحابی سے آپ لکھواتے تھے وہ لکھنا بھول گئے ہوں گے لیکن انھوں نے اس طرح کا کوئی قیاس نہیں کیا بلکہ جس طرح خود حضورؐ کا لکھوایا ہوا مسودہ ملا اس کو اسی طرح سے نقل کر دیا اور اپنی طرف سے اس میں کوئی ایک شوشہ بھی نہیں بڑھایا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے اپنی کتاب کی حفاظت کا ایسا بے نظیر انتظام کیا۔ دنیا میں اس وقت کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں کلامِ خداوندی بالکل اپنی اصلی صورت میں بغیر کسی آمیزش اور ردّ و بدل کے اس طرح محفوظ ہو۔ یہ شرف صرف قرآن مجید ہی کو حاصل ہے۔

قرآن مجید کیسے یکجا جمع کیا گیا

۲۰۳- عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَبُوْ بَكْرٍ مَقْتَلَ اَهْلِ الْيَمَامَةِ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهٗ، قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّ عُمَرَ اَتَانِيْ فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّآءِ الْقُرْاٰنِ وَ اِنِّيْ اَخْشٰى اِنِ اسْتَحَرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّآءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبُ كَثِيْرٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ وَ اِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ، قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَّمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ عُمَرُ هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِذٰلِكَ وَ رَأَيْتُ فِيْ ذٰلِكَ الَّذِيْ رَاٰى عُمَرُ، قَالَ زَيْدٌ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ وَ قَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتَتَبَّعِ الْقُرْاٰنَ فَاجْمَعْهُ، فَوَ اللّٰهِ لَوْ كَلَّفُوْنِيْ نَقْلَ جَبَلٍ مِّنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ اَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا اَمَرَنِيْ بِهٖ مِنْ جَمْعِ الْقُرْاٰنِ، فَقَالَ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ شَيْئًا لَّمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ اَبُوْ بَكْرٍ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِلَّذِيْ شَرَحَ لَهٗ صَدْرَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْاٰنَ اَجْمَعُهٗ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَ صُدُوْرِ الرِّجَالِ حَتّٰى وَجَدْتُّ اٰخِرَ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ مَعَ اَبِيْ خُزَيْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ لَمْ اَجِدْهَا مَعَ اَحَدٍ غَيْرِهٖ: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

حَتّٰی خَاتِمَةِ بَرَآءَةَ فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ اَبِیْ بَكْرٍ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَیَاتَهٗ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ۔ (رواہ البخاری)

’’حضرت زید بن ثابت انصاریؓ بیان فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں جنگ یمامہ میں کثرت سے صحابہ کرامؓ شہید ہوئے، حضرت ابوبکرؓ نے مجھے طلب فرمایا۔ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت عمر بن خطابؓ بھی وہاں تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ عمرؓ میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ جنگ یمامہ میں قرآن کے قاری (جنھیں قرآن یاد تھا اور وہ لوگوں کو پڑھ کر سناتے تھے) بہت کثرت سے شہید ہوئے ہیں اور مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر قرآن کے پڑھنے پڑھانے والے ایسی ہی دوسری جنگوں میں شہید ہوتے گئے تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کو جمع کرنے (یعنی کتابی صورت میں یکجا کرنے) کا حکم دے دیں۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عمرؓ سے کہا تم وہ کام کیسے کرو گے جس کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت عمرؓ نے مجھے جواب دیا کہ خدا کی قسم یہ کام اچھا ہے پھر وہ برابر مجھ سے اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا اور میری رائے بھی وہی ہوگئی جو حضرت عمرؓ کی تھی۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھ سے فرمایا: تم ایک جوان آدمی ہو، صاحبِ عقل ہو، تمہارے متعلق ہمیں کوئی شبہ بھی نہیں (یعنی تم ہر طرح قابلِ اعتماد ہو) اور تم پہلے رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی کی کتابت بھی کرتے رہے ہو۔ اس لیے اب تم قرآن مجید کے اجزا کو تلاش کر کے نکالو اور اسے یکجا جمع کر دو۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر وہ مجھے پہاڑ اٹھانے کا حکم دیتے تو وہ میرے لیے اتنا سخت بھاری کام نہ ہوتا جتنا بھاری یہ کام تھا جس کا انھوں نے حکم دیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ وہ کام کیسے کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں خدا کی قسم یہ کام اچھا ہے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ برابر مجھ سے اس پر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی کھول دیا جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا پھر میں نے قرآن کو کھجور کی چھالوں، سفید پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے تلاش کر کے جمع کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سورۂ توبہ کی یہ آخری آیات مجھے حضرت ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ملیں، کسی اور کے پاس نہیں ملیں، لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ... آخر سورت تک۔ اس طرح قرآن مجید کے جو صحیفے یکجا کیے گئے یا لکھے گئے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی زندگی تک رہے، اس کے بعد یہ حضرت عمرؓ کے پاس ان کی زندگی تک رہے۔ پھر یہ اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (بنتِ عمرؓ) کے پاس محفوظ رکھ دیے گئے۔

تخریج: حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَیْدِ بْنِ السَّبَّاقِ، اَنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ اَرْسَلَ اِلَیَّ اَبُوْ بَكْرٍ مَقْتَلَ اَهْلِ الْیَمَامَةِ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهٗ، قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّ عُمَرَ اَتَانِیْ فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ یَوْمَ الْیَمَامَةِ بِقُرَّآءِ الْقُرْاٰنِ وَ اِنِّیْ اَخْشٰی اِنِ اسْتَحَرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّآءِ بِالْمَوَاطِنِ فَیَذْهَبُ كَثِیْرٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ وَ اِنِّیْ اَرٰی اَنْ تَاْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ، قُلْتُ لِعُمَرَ كَیْفَ تَفْعَلُ شَیْئًا لَمْ یَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

فَقَالَ عُمَرُ هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِذٰلِكَ وَ رَأَيْتُ فِيْ ذٰلِكَ الَّذِيْ رَاٰى عُمَرُ، قَالَ زَيْدٌ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّكَ رَجُلٌ شَآبٌّ عَاقِلٌ لَانَتَّهِمُكَ وَ قَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتَتَبَّعِ الْقُرْاٰنَ فَاجْمَعْهُ، فَوَ اللّٰهِ لَوْ كَلَّفُوْنِيْ نَقْلَ جَبَلٍ مِّنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ اَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا اَمَرَنِيْ بِهٖ مِنْ جَمْعِ الْقُرْاٰنِ، فَقَالَ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ شَيْئًا لَّمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ اَبُوْ بَكْرٍ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِيْ لِلَّذِيْ شَرَحَ لَهٗ صَدْرَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْاٰنَ اَجْمَعُهٗ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَ صُدُوْرِ الرِّجَالِ حَتّٰى وَجَدْتُّ اٰخِرَ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ مَعَ اَبِيْ خُزَيْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ لَمْ اَجِدْهَا مَعَ اَحَدٍ غَيْرِهٖ: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ حَتّٰى خَاتِمَةِ بَرَآءَةَ فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ اَبِيْ بَكْرٍ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيَاتَهٗ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ۔ الحديث۔ (۸)

تشریح: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شبہ لاحق ہوا کہ اگر قرآن کو یکجا جمع کرنا اور دین کی حفاظت کے لیے ایسا کرنا لازم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی حیات مبارکہ ہی میں قرآن مجید کو مرتّب کرا کے کتابی شکل میں یکجا فرما دیتے۔ لیکن جب آپؐ نے یہ کام نہیں کیا تو اب ہم اسے کرنے کی کیسے جرأت کریں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استدلال یہ تھا کہ اگر یہ بجائے خود ایک اچھا کام ہے اور شریعت اور اسلام کے بنیادی تقاضوں کے مطابق ہے، اور اس کے خلاف کوئی ممانعت بھی موجود نہیں ہے تو یہ چیز اس بات کے لیے کافی دلیل ہے کہ یہ کام مباح ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میرے نزدیک یہ کام اچھا ہے۔

حضرت زیدؓ کا یہ قول کہ خدا کی قسم، اگر وہ مجھے پہاڑ اٹھانے کا حکم دیتے تو یہ میرے لیے اتنا سخت بھاری کام نہ ہوتا جتنا بھاری کام جمعِ قرآن کا تھا، اُن کے اس شدید احساس کی ترجمانی کرتا ہے کہ قرآن کو جمع کرنا ایک بڑی کٹھن ذمّے داری تھی۔ قرآن مجید کو مختلف جگہوں سے اکٹھا کرنا اور اس کے بعد اس کو اسی ترتیب سے لکھنا جو رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی تھی حقیقتاً ایک بڑی کڑی ذمے داری تھی اور حضرت زیدؓ کو اس بات کا پورا احساس تھا کہ اگر مجھ سے کوئی ذرّہ برابر بھی غلطی ہو گئی تو آئندہ نسلوں تک قرآن کے غلط شکل میں پہنچنے کی ساری ذمے داری مجھ پر پڑے گی۔ اسی احساس نے آپ سے یہ الفاظ کہلوائے کہ یہ بوجھ مجھ پر پہاڑ اٹھانے سے زیادہ سخت ڈالا گیا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن تین ذرائع سے جمع کیا گیا:

ایک ذریعہ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو قرآن مجید لکھوایا تھا وہ کھجور کی چھالوں یا سفید پتھر کی پتلی پتلی تختیوں پر لکھوایا تھا۔ حضورؐ کا طریقہ یہ تھا کہ جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپؐ صحابہ کرامؓ میں سے کسی لکھے پڑھے آدمی کو، جن کے لیے کاتبین وحی کا لفظ استعمال ہوتا ہے، بلاتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ اس سورت یا ان آیات کو فلاں فلاں مقام پر لکھ دو لکھوا کر پھر آپؐ سن لیتے تھے تاکہ اس کی صحت کا اطمینان ہو جائے۔ اس کے بعد ایک تھیلے میں یہ چیزیں ڈال دی جاتی تھیں۔ پھر

رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری زمانے میں (جیسا کہ آگے بعض احادیث آتی ہیں) یہ بھی بتادیا کہ فلاں آیت فلاں سورت کی ہے اور فلاں آیت فلاں آیت کے بعد اور فلاں سے پہلے رکھی جائے۔ اس طرح سورتوں کی ترتیب خود حضور ﷺ ہی نے قائم کرادی تھی۔ جس سے لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ سورتوں میں آیات کس ترتیب سے ہیں، لیکن اس ترتیب سے آپؐ نے قرآن مجید ایک کتابی شکل میں نہیں لکھوادیا تھا جس شکل میں وہ آج پایا جاتا ہے۔

حضرت زیدؓ کہتے ہیں کہ اس تھیلے میں پتھر کی جو تختیاں اور کھجور کی چھالیں پڑی ہوئی تھیں وہ میں نے نکالیں اور اس کے ساتھ دوسرا کام یہ کیا کہ جن لوگوں کو قرآن حفظ تھا ان کو بُلا کر اور ان سے مل کر لکھے ہوئے اور زبانی یاد کیے ہوئے قرآن کے درمیان مطابقت کرائی۔

ان دونوں چیزوں کی مطابقت سے جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ قرآن مجید کی آیت ہے اور اس ترتیب کے ساتھ ہے تو اسے ایک مرتب شکل میں جمع کرلیا۔

حضرت زیدؓ نے یہ جو فرمایا کہ سورۂ توبہ کی آخری آیات مجھے صرف حضرت ابوخزیمہ انصاریؓ کے پاس ملیں، تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ آیات اس تھیلے ہی میں نہیں تھیں کیوں کہ انتظام اس بات کا تھا کہ اس تھیلے میں سے جو کچھ ملے اس کو قرآن کے حافظوں سے ان کے حفظ کردہ حصوں کے ساتھ مطابقت کرنے کے بعد لکھا جائے۔ چناں چہ ان کے قول سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کے جو حافظ مجھے ملے ان میں سے سورۂ توبہ کی آخری آیات صرف حضرت ابوخزیمہ انصاریؓ کو یاد تھیں۔ میں نے مقابلہ کرنے کے بعد ان کو درج کرلیا۔

مُصحفِ عُثمانی کیسے تیار ہوا

۲۰۴۔عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ حُذَیْفَةَ بْنَ الْیَمَانِ قَدِمَ عَلٰی عُثْمَانَ وَ کَانَ یُغَازِیْ اَهْلَ الشَّامِ فِیْ فَتْحِ اَرْمِیْنِیَّةَ وَ اٰذَرْ بِیْجَانَ مَعَ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَاَفْزَعَ حُذَیْفَةَ اخْتِلَافُهُمْ فِی الْقِرَاءَةِ فَقَالَ حُذَیْفَةُ لِعُثْمَانَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَدْرِکْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَبْلَ اَنْ یَّخْتَلِفُوْا فِی الْکِتَابِ اخْتِلَافَ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی فَاَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰی حَفْصَةَ اَنْ اَرْسِلِیْ اِلَیْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِی الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا اِلَیْکِ فَارْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ اِلٰی عُثْمَانَ فَاَمَرَ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَیْرِ وَ سَعِیْدَ بْنَ الْعَاصِ وَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوْهَا فِی الْمَصَاحِفِ وَ قَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِیِّیْنَ الثَّلَاثِ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَاکْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَیْشٍ فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰی اِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِی الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ اِلٰی حَفْصَةَ وَ اَرْسَلَ اِلٰی کُلِّ اُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِّمَّا نَسَخُوْا وَ اَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِیْ کُلِّ صَحِیْفَةٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ یُّحْرَقَ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِیْ خَارِجَةُ بْنُ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهٗ سَمِعَ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ فَقَدْتُ اٰیَةً مِّنَ

الْاَحْزَابِ حِيْنَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ قَدْ كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنٰهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَاَلْحَقْنٰهَا فِيْ سُوْرَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ۔ (رواہ البخاری)

’’حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب آپ اہل اسلام کے لشکر کو اہل عراق کے لشکر کے ساتھ ملا کر آرمینیہ اور آذر بائیجان کی فتح کے لیے تیار کر رہے تھے۔ حضرت حُذیفہؓ اس بات سے سخت پریشان تھے کہ لوگ قرآن کی قراءت میں اختلاف کرتے ہیں۔ اس لیے اُنھوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ! اس اُمّت کی فکر کیجیے اس سے قبل کہ کتاب اللہ کے بارے میں ان کے درمیان وہی اختلاف پیدا ہو جائے جو یہود و نصاریٰ کے درمیان ہوا تھا۔

حضرت عثمانؓ نے (ان کی بات سُن کر) حضرت حفصہؓ کو پیغام بھیجا کہ آپ کے پاس قرآن مجید کے جو صحیفے ہیں (یعنی مصحف صدیقی جسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتب کروایا تھا) وہ ہمیں بھیج دیجیے تاکہ ہم اسے نقل کروا کر دوسرے مصاحف تیار کرالیں، اس کے بعد ہم یہ اصل صحیفے آپ کو لوٹا دیں گے۔ حضرت حفصہؓ نے وہ صحیفے حضرت عثمانؓ کو بھجوا دیئے اور انہوں نے چار اصحاب زید بن ثابت انصاری، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن عاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارثؓ بن ہشام کو اس کام پر مقرر کر دیا کہ وہ اس مصحف صدیقی سے نقل کر کے مصاحف تیار کریں۔ مزید برآں ان چار اصحاب میں سے قریش کے جو تین آدمی تھے (یعنی حضرت زبیرؓ، سعیدؓ اور عبدالرحمٰنؓ) کو یہ حکم دے دیا کہ جب کبھی قرآن کی کسی چیز کے بارے میں تمہارے اور زید بن ثابت انصاریؓ کے درمیان اختلاف ہو جائے تو تم قرآن کو قریش کی زبان کے مطابق لکھنا کیوں کہ وہ انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ ان اصحاب نے ایسا ہی کیا اور جب وہ مصاحف کی شکل میں قرآن کے (نئے) نسخے تیار کر چکے تو حضرت عثمانؓ نے مصحفِ صدیقی حضرت حفصہؓ کو لوٹا دیا اور قرآن کے جو نسخے تیار کیے گئے تھے اُن میں سے ایک ایک مصحف اسلامی مقبوضات کے ہر علاقے میں بھجوا دیا اور حکم دے دیا کہ اس کے سوا قرآن کا جو کوئی نسخہ یا صحیفہ کسی کے پاس موجود ہو وہ جلا دیا جائے۔ (اس روایت کے راوی) جناب ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ کے صاحب زادے حضرت خارجہ بن زیدؓ نے مجھے بتایا کہ انھوں نے اپنے والد حضرت زید بن ثابتؓ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب ہم یہ مُصحف عثمانی لکھنے لگے تھے تو اس وقت مجھے سورۂ احزاب کی وہ آیت نہ ملی جو میں رسول اللہ ﷺ کو پڑھتے سنا کرتا تھا۔ ہم نے اس آیت کو تلاش کرنا شروع کیا تو وہ حضرت خزیمہ بن ثابت انصاریؓ کے پاس ملی۔ وہ آیت ہے: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (آیت: ۲۳) تب ہم نے اس آیت کو قرآن کے اس نسخے میں اس کی سورت میں داخل کر دیا۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا مُوْسٰى، قَالَ: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهٗ، اَنَّ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ قَدِمَ عَلٰى عُثْمَانَ وَ كَانَ يُغَازِيْ اَهْلَ الشَّامِ فِيْ فَتْحِ اَرْمِيْنِيَّةَ وَ اٰذَرْ بِيْجَانَ مَعَ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَاَفْزَعَ حُذَيْفَةَ اِخْتِلَافُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمَانَ يَا

اَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ اَدْرِکْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَبْلَ اَنْ یَّخْتَلِفُوْا فِی الْکِتَابِ اِخْتِلَافَ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی فَأَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰی حَفْصَةَ اَنْ اَرْسِلِیْ اِلَیْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِی الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا اِلَیْکِ فَارْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ اِلٰی عُثْمَانَ فَاَمَرَ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَیْرِ وَ سَعِیْدَ بْنَ الْعَاصِ وَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوْهَا فِی الْمَصَاحِفِ وَ قَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِیِّیْنَ الثَّلَاثِ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَاکْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَیْشٍ فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰی اِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِی الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ اِلٰی حَفْصَةَ وَ اَرْسَلَ اِلٰی کُلِّ اُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِّمَّا نَسَخُوْا وَ اَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِیْ کُلِّ صَحِیْفَةٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ یُّحْرَقَ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِیْ خَارِجَةُ بْنُ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهٗ سَمِعَ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ فَقَدْتُّ اٰیَةً مِّنَ الْاَحْزَابِ حِیْنَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ قَدْ کُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقْرَأُ بِهَا فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنٰهَا مَعَ خُزَیْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِیِّ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَاَلْحَقْنٰهَا فِیْ سُوْرَتِهَا فِی الْمُصْحَفِ۔ الحدیث۔ (۹)

تشریح: حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی اس گھبراہٹ کی وجہ یہ تھی کہ چوں کہ سارے عرب کے لوگوں کو قرآن مجید اپنے اپنے علاقے کے محاورے، لہجے اور تلفظ کے مطابق پڑھنے کی اجازت دے دی گئی تھی اس لیے بعد کے زمانے میں جب بڑی بڑی مہمات پیش آئیں اور عرب کے مختلف علاقوں کے لوگ جمع ہو کر ایک ایک لشکر میں شامل ہوئے اور پھر مختلف ملکوں میں گئے تو وہاں اُن کے درمیان قرآن کی قراءت میں اختلافات پیدا ہونے شروع ہوئے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت حذیفہ بن یمانؓ سخت پریشان ہوئے اور وہ گھبرائے ہوئے حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آپ اس امّت کی فکر کیجیے ورنہ قرآن کے معاملے میں ان کے درمیان ویسے ہی اختلافات پیدا ہو جائیں گے جیسے یہود و نصاریٰ میں توریت و انجیل کے مسئلے میں پیدا ہوئے۔ چناں چہ حضرت عثمانؓ نے معاملے کی نزاکت کے پیشِ نظر قرآن کا ایک معیاری نسخہ تیار کرانے کا اہتمام کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کے اس معیاری نسخے کے علاوہ دوسرے صحیفوں کو جلانے کا حکم اس لیے دیا کہ جب لوگ لکھنے پڑھنے کے قابل ہو گئے تو اُنھوں نے قرآن مجید کو اپنے اپنے قبیلے کی زبان کے مطابق لکھ بھی لیا۔ اگر یہ لکھے ہوئے نسخے بعد میں محفوظ رہتے تو خود عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختلف علاقوں میں بھیجے ہوئے اس مصحف کے بارے میں کہ جس سے نقل کر کے پھر ساری امّت میں قرآن پھیلا، مختلف شبہات پیدا ہو جاتے۔ اس لیے جن جن لوگوں نے بھی قرآن مجید کا کوئی حصّہ لکھ لیا تھا، یہاں تک کہ اگر کسی کے پاس کوئی ایک آیت بھی لکھی ہوئی تھی وہ اس سے واپس لے لی گئی اور پھر جلا دی گئی۔ اور ایک عام حکم دے دیا گیا کہ قرآن کا یہ نسخہ جواب باقاعدہ سرکاری اہتمام میں تیار ہوا ہے۔ یہی اب اصل نسخہ

ہے جس کو بھی آئندہ قرآن مجید نقل کرنا ہو وہ اسی نسخے سے نقل کرے۔ اس طرح آئندہ کے لیے قرآن مجید کی کتابت اسی مصحف عثمانی پر موقوف کردی گئی اور باقی تمام صحیفے تلف کردیئے گئے۔

یہ جو فرمایا کہ ہمیں سورۂ احزاب کی ایک آیت صرف حضرت خزیمہ انصاریؓ کے پاس ملی تو اس سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جو مُصحف لکھا گیا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کاغذ زیادہ مضبوط نہیں تھا، اس لیے عین ممکن ہے کہ وہ آیت کسی کمزور کاغذ پر لکھی گئی ہو اور جب اس سے نقل کرنے کی نوبت آئی تو وہ واضح طور پر پڑھی نہیں جاسکی۔ اس لیے اس کی تحقیق کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ پھر یہ دیکھیے کہ اگرچہ حضرت زید بن ثابتؓ کو اچھی طرح یاد تھا کہ یہ آیت اس جگہ تھی لیکن اس کے باوجود انھوں نے کسی ایسے شخص کو تلاش کرنا ضروری سمجھا جس کو یہ آیت یاد ہو تاکہ اس بات کا پورا اطمینان ہوجائے کہ ہاں فی الواقع یہ قرآن کی آیت ہے۔ اس تلاش کے نتیجے میں حضرت خزیمہ بن ثابت انصاریؓ کے پاس وہ آیت نکل آئی، تب انہوں نے اس کو درج کیا۔

کتابت وحفاظتِ قرآن کے معاملے میں صحابہ کرامؓ کی احتیاط کا اندازہ کیجیے کہ یہ بات یاد ہونے کے باوجود کہ میں نے یہ آیت اس وقت مُصحف صدیقی میں لکھی تھی، اور یہ بھی کہ میں نے اسے رسول اللہ ﷺ کو پڑھتے ہوئے سنا ہے لیکن پھر بھی محض اپنے حفظ اور یاد کے اعتماد پر اس کو اس وقت تک لکھا نہیں جب تک کہ ایک آدمی مزید اس بات کی شہادت دینے والا نہ مل گیا کہ ہاں یہ آیت اس جگہ تھی، اور یہ اسی سورت کا حصّہ ہے۔

سورتوں کی ترتیب خود نبی ﷺ کی قائم کردہ ہے

۲۰۵- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُلْتُ لِعُثْمَانَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى اَنْ عَمَدْتُّمْ اِلَى الْاَنْفَالِ وَ هِيَ مِنَ الْمَثَانِيْ وَ اِلٰى بَرَاءَ ةَ وَ هِيَ مِنَ الْمِئِيْنَ فَقَرَنْتُمْ بَيْنَهُمَا وَلَمْ تَكْتُبُوْا سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَضَعْتُمُوْهَا فِي السَّبْعِ الطُّوَلِ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ عُثْمَانُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِمَّا يَأْتِيْ عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَ هُوَ تَنْزِلُ عَلَيْهِ السُّوَرُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ وَكَانَ اِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰٓؤُلَآءِ الْاٰيَاتِ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَ كَذَا وَ كَانَتِ الْاَنْفَالُ مِنْ اَوَائِلِ مَا نَزَلَتْ بِالْمَدِيْنَةِ وَ كَانَتْ بَرَاءَ ةُ مِنْ اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ نُزُوْلًا وَ كَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيْهَةً بِقِصَّتِهَا فَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا اَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ قَرَنْتُ بَيْنَهُمَا وَلَمْ اَكْتُبْ سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَوَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطُّوَلِ۔ (رواہ احمد والترمذی و ابو داؤد)

”حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا: یہ کیا بات ہے کہ آپ نے سورۂ انفال کو سورۂ توبہ کے ساتھ ملا دیا حالاں کہ سورۂ انفال کی آیتیں ۷۵ ہیں اور سورۂ توبہ کی سو سے زیادہ ہیں (اور قرآن مجید کے آغاز میں انھی سورتوں کو رکھا گیا ہے جو سو سے زیادہ آیت پر مشتمل ہیں) اور پھر ان دونوں سورتوں کے درمیان آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نہیں لکھی؟ کیا وجہ ہے کہ آپ نے اس سورۂ انفال کو ابتدائی سات بڑی سورتوں کے اندر شامل کر دیا (حالاں کہ اس کی آیتیں سو سے کم ہیں)؟

حضرت عثمانؓ نے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا قاعدہ یہ تھا کہ لمبی سورتوں کے نزول کے زمانے میں جب آپؐ پر کچھ آیات نازل ہوتی تھیں تو آپؐ کاتبین وحی میں سے کسی کو بلا کر فرماتے کہ ان آیات کو فلاں سورت میں رکھو جس میں فلاں فلاں چیز کا ذکر آیا ہے۔ اسی طرح جب کوئی آیت آپؐ پر نازل ہوتی تو آپؐ فرماتے تھے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں رکھو جس میں فلاں فلاں چیز کا ذکر آیا ہے اب سورۂ انفال اُن سورتوں میں سے ہے جو مدینہ طیبہ کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئیں اور سورۂ براءۃ (توبہ) آخری زمانے کی سورتوں میں سے ہے، اور ان دونوں سورتوں کا مضمون اگرچہ ایک دوسرے سے مشابہت رکھتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہم سے اس بات کی وضاحت نہیں فرمائی کہ سورۂ انفال سورۂ توبہ کا ایک حصہ ہے۔ اس لیے میں نے اِن دونوں کو ایک دوسرے سے الگ الگ رکھتے ہوئے انہیں ساتھ بھی رکھا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی، اور اس کو سات بڑی سورتوں کے اندر شامل کر دیا۔

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْىَ بْنُ سَعِيْدٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَابْنُ عَدِىّ وَ سَهْلُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالُوْا: نَا عَوْفُ بْنُ اَبِىْ جَمِيْلَةَ، نَا يَزِيْدُ الْفَارِسِىُّ نَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى اَنْ عَمَدْتُّمْ اِلَى الْاَنْفَالِ وَ هِىَ مِنَ الْمَثَانِىْ وَ اِلٰى بَرَاءَةَ وَ هِىَ مِنَ الْمِئِيْنَ فَقَرَنْتُمْ بَيْنَهُمَا وَلَمْ تَكْتُبُوْا سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَضَعْتُمُوْهَا فِى السَّبْعِ الطُّوَلِ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ عُثْمَانُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِمَّا يَأْتِىْ عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَ هُوَ تَنْزِلُ عَلَيْهِ السُّوَرُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ وَكَانَ اِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ شَىْءٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰٓؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ فِى السُّوْرَةِ الَّتِىْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَ كَذَا وَ كَانَتِ الْاَنْفَالُ مِنْ اَوَائِلِ مَا نَزَلَتْ بِالْمَدِيْنَةِ وَ كَانَتْ بَرَاءَةُ مِنْ اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ نُزُوْلًا وَ كَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيْهَةً بِقِصَّتِهَا فَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَّنَا اَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ قَرَنْتُ بَيْنَهُمَا وَلَمْ اَكْتُبْ سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَوَضَعْتُهَا فِى السَّبْعِ الطُّوَلِ۔ الحديث۔ (۱۰)

تشریح: حضورؐ کا یہ ارشاد کہ، اس آیت کو فلاں سورت میں رکھو جس میں فلاں چیز کا ذکر آیا ہے اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ سورتوں کے نام کیسے رکھے گئے۔ سورتوں کے ناموں کا تعین اس بات سے نہیں کیا گیا کہ اس میں فلاں فلاں موضوعات زیر بحث آئے ہیں (کیوں کہ موضوعات و مضامین کے تنوع کی وجہ سے ایسا کرنا ممکن نہیں تھا) بلکہ مختلف سورتوں کے نام محض علامتوں کے طور پر رکھے گئے ہیں۔ مثلاً پہلی سورت کا نام ''البقرۃ'' رکھنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس میں گائے کے مسئلے پر بحث کی گئی ہے بلکہ یہ نام صرف اس بنا پر رکھا گیا ہے کہ اس میں ایک مقام پر گائے کا ذکر آیا ہے۔

اس حدیث سے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے زمانے میں سورتوں کی ترتیب برابر دلواتے

جاتے تھے۔ دوسری احادیث جو یہاں نقل کی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ یہ بھی بتاتے تھے کہ اس آیت کو فلاں آیت سے پہلے اور فلاں آیت کے بعد رکھو۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک ایک سورت کی ترتیب بھی مکمل کر دی گئی تھی۔ ظاہر بات ہے کہ جب نماز میں قرآن مجید پڑھا جاتا تھا تو اس کی کوئی ترتیب قائم ہوئے بغیر اس کا پڑھنا ممکن نہ تھا۔ جس ترتیب سے رسول اللہ ﷺ مختلف سورتیں لکھواتے تھے اسی ترتیب سے وہ پڑھی جاتی تھیں اور اسی ترتیب سے لوگ انہیں سنتے تھے۔

سورۂ انفال اور سورۂ توبہ کی باہمی مشابہت اس طرح ہے کہ دونوں جہاد سے متعلق ہیں اور دونوں میں ملتے جلتے مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔ دونوں میں منافقین پر بھی تنقید ہے اور کفّار پر بھی۔ دونوں میں جنگ کے احکام بیان کیے گئے ہیں اور جہاد کے لیے اُبھارا گیا ہے۔ اس طرح مضامین کے اعتبار سے یہ دونوں سورتیں آپس میں قریبی مماثلت رکھتی ہیں۔

اگر چہ ان دونوں سورتوں کو الگ الگ بھی رکھا گیا ہے لیکن ان کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی نہیں لکھی گئی، اس کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وضاحت فرمائی کہ مضمون کی مشابہت کی بنا پر ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تو رکھا گیا لیکن ان کو ایک ہی سورت نہیں بنایا گیا کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں اس بات کی وضاحت نہیں فرمائی کہ یہ دونوں ایک ہی سورت ہیں۔ پھر چوں کہ رسول اللہ ﷺ کے لکھوائے ہوئے صحیفوں میں سورۂ توبہ کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی نہیں ملی اس لیے مصحفِ عثمانی میں بھی یہ نہیں لکھی گئی۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید جمع کرنے میں کس قدر احتیاط سے کام لیا اور اس نازک فریضے سے کس ذمّے داری سے عہدہ برآ ہوئے۔

ماٰخذ

(۱) **مسلم ج ۱، کتاب فضائل القراٰن۔ باب بیان ان القراٰن انزل علی سبعة احرف و بیان معناہ☆ بخاری ج ۲، کتاب ابواب فضائل القراٰن، باب من لم یر باساً ان یقول سورة البقرة و سورة کذا☆ بخاری ج ۱، کتاب الخصومات۔ بخاریؒ نے مسلم کی بہ نسبت ذرا تفصیل سے واقعہ نقل کیا ھے۔**
☆ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلاة باب انزل القراٰن علی سبعة احرف☆ ترمذی ج ۲، ابواب القراء ات باب ما جاء ان القراٰن انزل علی سبعة احرف☆ نسائی ج ۲، کتاب الافتتاح جامع ما جاء فی القراٰن☆ مؤطا امام مالک ج ۱ ☆مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۔

(۲) **ترمذی ج ۲، ابواب القراء ات، ما جاء ان القراٰن انزل علی سبعة احرف۔ و فی الباب: عن عمرو، و حذیفة بن الیمان، و ابی ہریرةؓ وام ایوب و ھی امرأة ابی ایوب الانصاری و سمرة و ابنِ عباس، وابی جھیم بن الحارث بن الصّمة۔ ھذا حدیث صحیح۔ قد روی عن ابی بن کعب من غیر وجه۔**

(۳) **ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلوٰة باب انزل القراٰن علی سبعة احرف☆ مسند احمد ج ۵ ص ۱۱۴، عبادة بن الصامت عن ابی بن کعب☆ کنز العمال ج ۲ ص ۵۲۔**

(٤) نسائی ج ۲، کتاب الافتتاح جامع ما جاء فی القرآن☆ مسند احمد ج ٥ ص ١١٤، عبادة بن الصامت عن ابی بن کعب مسند میں ما تخلج فی نفسی من الاسلام ما تخلج یومئذ مروی ھے۔☆ طبرانی عن ابی بکرۃ ابن الضریس عن عبادة بن الصامت بحوالہ کنز العمال ج ۲۔

(٥) بخاری ج ۲، کتاب ابواب فضائل القرآن باب انزل القرآن علی سبعة احرف☆ مسلم ج ۱، کتاب فضائل القرآن باب ترتیل القراء ة الخ۔ مسلم میں الفاظ ھے قال ابن شھاب: بلغنی ان تلك السبعة الاحرف انما ھی فی الامر الذی یکون واحدا لا یختلف فی حلال ولا حرام۔ ☆ابو داؤد ج ۲، کتاب الصلاۃ، باب انزل القرآن علی سبعة احرف۔ نیز بخاری نے کتاب بدأ الخلق میں اور مسلم نے کتاب صلاۃ المسافرین میں بھی اس روایت کو نقل کیا ھے۔ ☆مسند احمد ج ۱ ص ٢٦٤، ٢٩٩، ۳۱۳☆ کنز العمال ج ۲ حدیث نمبر ٣٠٦٨۔

(٦) بخاری ج ۱، باب ما یذکر فی الاشخاص والخصومة بین المسلم والیھودی☆ بخاری ج ۲، کتاب ابواب فضائل القرآن باب اقرأوا القرآن ما ائتلفت قلوبکم☆ مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۳۔ عن ابن مسعودؓ۔ ☆بخاری ج ۲ پر فھلکوا کی جگہ فاھلکھم اللّٰہ ھے۔

(٧) ابو داؤد ج ۱، کتاب الصلاۃ باب من جھرھا۔☆ شعب الایمان ج ۲، عن ابن عباسؓ۔

(٨) بخاری ج ۲، کتاب ابواب فضائل القرآن باب جمع القرآن☆ ترمذی ج ۲، ابواب التفسیر سورۃ التوبة۔☆مسند احمد ج ۱ ص ١٠، عن ابی بکر الصدیق (بہت مختصر)☆کنز العمال ج ۲، حدیث نمبر ٤٧٥١، بحوالہ ابنِ جریر ابنِ ابی داؤد فی المصاحف، ابنِ المنذر، ابن حبان اور ابنِ سعد وغیرہ۔☆شعب الایمان ج ۱، عن زید بن ثابت۔

(٩) بخاری ج ۲، کتاب ابواب فضائل القرآن باب جمع القرآن☆ ترمذی ج ۲، ابواب التفسیر سورۃ التوبة۔ ھذا حدیث حسن صحیح☆ کنز العمال ج ۲، حدیث نمبر ٤٧٧٥ بحوالہ ابنِ سعد، ابنِ ابی داؤد و ابن الأنباری معًا فی المصاحف، ابن حبان وغیرہ☆ جامع الاصول ج ۲ ص ٥٠٣۔

(١٠) ترمذی ج ۲، ابواب التفسیر سورۃ التوبة☆ ابو داؤد ج ۱، کتاب الصلاۃ باب من جھر بھا☆ کنز العمال ج ۲، حدیث نمبر ٤٧٧٠، بحوالہ ابنِ المنذر، ابنِ ابی داؤد، ابنِ الأنباری معًا فی المصاحف، ابنِ حبان، ابو نُعیم فی المعرفة، ابن مردویہ وغیرہ☆ المستدرك للحاکم ج ۲، کتاب التفسیر سورۃ التوبة۔

متفرقات

فصل:۱

حدود حلال وحرام

مسئلہ اباحت

۱-اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مِمَّا عَفَا عَنْہُ۔ (ابو داؤد عن سلیمان فارسی)

"حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کردیا۔ رہیں وہ چیزیں جن کا ذکر نہیں کیا گیا تو وہ معاف ہیں۔"

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ مُوْسٰی الْفَزَارِیُّ، ثَنَا سَیْفُ بْنُ ھَارُوْنَ الْبُرْجُمِیُّ عَنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ، عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ، عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ السَّمْنِ، وَالْجُبْنِ، وَالْفِرَاءِ، فَقَالَ: اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ، وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ، وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مِمَّا عَفَا عَنْہُ۔ (۱)

تشریح: زمین وآسمان کی ساری چیزیں انسان کے لیے ہیں۔ لہٰذا انسان ان سے کام لینے اور فائدہ اٹھانے کا مستحق ہے۔ ایک ایک چیز کے لیے الگ الگ اجازت لینے کی ضرورت نہیں، بلکہ جب تک کسی خاص چیز کے استعمال یا طریق استعمال کی ممانعت نہ ہو، سب چیزوں کو مباح اور طاہر ہی سمجھا جائے گا۔ (تفہیمات حصہ دوم، نماز میں آلہ مکبر الصوت کا استعمال)

عمل صالح کے ساتھ شرط اوّل، حلال رزق

۲-اَلرَّجُلُ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ وَ مَطْعَمُہٗ حَرَامٌ وَ مَلْبَسُہٗ حَرَامٌ وَ غُذِیَ بِالْحَرَامِ یَمُدُّ یَدَیْہِ اِلَی السَّمَآءِ یَا رَبِّ یَا رَبِّ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذَالِکَ۔

"نبی ﷺ نے فرمایا: کہ ایک شخص لمبا سفر کر کے غبار آلودہ اور پراگندہ ہو کر آتا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتا ہے، یا رب، یا رب، مگر حال یہ ہوتا ہے کہ روٹی اس کی حرام، کپڑے اس کے حرام[(۱)] اور جسم اس کا حرام کی روٹیوں سے پلا ہوا۔ اب کس طرح ایسے شخص کی دعا قبول ہو۔" (مسلم، ترمذی، احمد من حدیث ابی ہریرۃؓ)

---

(۱) قیمتی ملبوسات، زروجواہر کے زیورات، سونے چاندی کے ظروف اور تصاویر اور مجسموں کے بارے میں نبی ﷺ سے جو احکام مروی ہیں ان سب میں دوسرے مصالح کے ساتھ ایک بڑی مصلحت یہ بھی پیش نظر ہے کہ جو دولت تمہارے بہت سے غریب بھائیوں کی ناگزیر ضرورتیں پوری کرسکتی ہے، اُن کو زندگی کے مایحتاج فراہم کر کے دے سکتی ہے، اسے محض اپنے جسم اور اپنے گھر کی تزئین اور آرائش پر صرف کردینا جمالیت نہیں، شقاوت اور بدترین خود غرضی ہے۔ (اسلام اور جدید معاشی نظریات، اقتصاد کا حکم)

تخریج: حَدَّثَنِی اَبُوْ کُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: نَا اَبُوْ اُسَامَةَ، قَالَ: نَا فُضَیْلُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: حَدَّثَنِی عَدِیُّ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَیُّهَا النَّاسُ: اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ، لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا، وَ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ، فَقَالَ: یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ. وَ قَالَ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَآءِ یَا رَبِّ! یَا رَبِّ! وَ مَطْعَمُهٗ حَرَامٌ، وَ مَشْرَبُهٗ حَرَامٌ، وَ مَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَ غُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ۔ (۲)

تشریح: پاک چیزوں سے مراد ایسی چیزیں ہیں جو بجائے خود بھی پاکیزہ ہوں اور پھر حلال طریقے سے بھی حاصل ہوں۔ طیبات کھانے کی ہدایت کر کے رہبانیت اور دنیا پرستی کے درمیان اسلام کی راہِ اعتدال کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔ مسلمان نہ تو راہب کی طرح اپنے آپ کو پاکیزہ رزق سے محروم کرتا ہے، اور نہ دنیا پرست کی طرح حرام وحلال کی تمیز کے بغیر ہر چیز پر منہ مار دیتا ہے۔ عمل صالح سے پہلے طیبات کھانے کی ہدایت سے صاف اشارہ اس طرف نکلتا ہے کہ حرام خوری کے ساتھ عمل صالح کے کوئی معنی نہیں۔ صلاح کے لیے شرطِ اوّل یہ ہے کہ آدمی رزق حلال کھائے۔

(تفہیم القرآن، ج ۳، المؤمنون، حاشیہ: ۴۶)

۳- لِکُلِّ مَلِکٍ حِمًی وَ اِنَّ حِمَی اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ فَمَنْ وَقَعَ حَوْلَ الْحِمٰی، یُوْشِکُ اَنْ یَّقَعَ فِیْهِ۔

(نبی ﷺ نے فرمایا) ”ہر بادشاہ کی ایک حمیٰ ہوتی ہے اور اللہ کی حمیٰ اس کی وہ حدیں ہیں جن سے اس نے حرام وحلال اور اطاعت ومعصیت کا فرق قائم کیا ہے۔ جو جانور حمیٰ کے گرد ہی چرتا رہے گا، ہوسکتا ہے کہ ایک روز وہ حمیٰ کے اندر داخل ہو جائے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ، حَدَّثَنَا زَکَرِیَّا عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِیْرٍ، یَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ. وَ بَیْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا یَعْلَمُهَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَی الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَاَ لِدِیْنِهٖ وَ عِرْضِهٖ، وَ مَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُهَاتِ کَرَاعٍ یَرْعٰی حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ اَنْ یُّوَاقِعَهٗ، اَلَا: وَ اِنَّ لِکُلِّ مَلِکٍ حِمًی، اَلَا اِنَّ حِمَی اللّٰهِ فِیْ اَرْضِهٖ مَحَارِمُهٗ، اَلَا وَ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ، صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ، وَ اِذَا فَسَدَتْ، فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ، اَلَا وَ هِیَ الْقَلْبُ۔ (۳)

کتاب البیوع میں بخاری نے نقل کیا ہے:

اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ. وَ بَیْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَةٌ، فَمَنْ تَرَکَ مَا شُبِّهَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ

كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ اَتْرَكَ، وَ مَنِ اجْتَرَأَ عَلٰى مَا يَشُكُّ فِيْهِ مِنَ الْاِثْمِ اَوْشَكَ اَنْ يُّوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ، وَالْمَعَاصِيْ حِمَى اللّٰهِ مَنْ يَّرْتَعْ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُّوَاقِعَهٗ۔ (٤)

تشریح: اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مقام سے معصیت کی حد شروع ہوتی ہے، عین اسی مقام کے آخری کناروں پر گھومتے رہنا آدمی کے لیے خطرناک ہے۔ سلامتی اس میں ہے کہ آدمی سرحد سے دور ہی رہے تاکہ بھولے سے بھی قدم اس کے پار نہ چلا جائے۔

عربی زبان میں حمیٰ اس چراگاہ کو کہتے ہیں، جسے کوئی رئیس یا بادشاہ پبلک کے لیے ممنوع کر دیتا ہے۔ حضورؐ نے اسی استعارے کو استعمال فرمایا۔

افسوس ہے کہ بہت سے لوگ جو شریعت کی روح سے ناواقف ہیں، ہمیشہ اجازت کی آخری حدوں تک ہی جانے پر اصرار کرتے ہیں اور بہت سے علماء و مشائخ بھی اسی غرض کے لیے سندیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر جواز کی آخری حدیں انہیں بتایا کرتے ہیں، تاکہ وہ اس باریک خط امتیاز ہی پر گھومتے رہیں، جہاں اطاعت اور معصیت کے درمیان محض بال برابر فاصلہ رہ جاتا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ بکثرت لوگ معصیت بلکہ معصیت سے بھی بڑھ کر ضلالت میں مبتلا ہو رہے ہیں، کیوں کہ ان باریک سرحدی خطوط کی تمیز اور ان کے کنارے پہنچ کر اپنے آپ کو قابو میں رکھنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں ہے۔

(تفہیم القرآن، ج۱، البقرہ، حاشیہ:۱۹۶)

لاضرر ولاضرار کا مفہوم

٤- لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْاِسْلَامِ۔

تخریج: حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: لَا ضَرَرَ، وَلَا ضِرَارَ۔ (٥)

تشریح: جن چیزوں کی حُرمت کا صریح حکم نہیں ہے ان کے معاملے میں اس قاعدہ کلیہ کے لحاظ سے دیکھا جائے گا کہ آیا وہ انسان کے لیے مضرت رساں ہیں یا منفعت بخش۔ اگر وہ مضر ثابت ہوں تو وہ حرام ہیں اور منفعت ثابت ہوں تو حلال۔ اسی طرح ان کے طریق ہائے استعمال کو بھی اسی قاعدے کے لحاظ سے جانچا جائے گا۔ جو طریق استعمال موجبِ فساد ہو وہ ممنوع ہے اور جو طریق استعمال موجبِ صلاح ہو وہ مباح ہے۔

(تفہیمات حصہ دوم، نماز میں آلۂ مکبر الصوت کا استعمال)

حیلہ سازی

٥- اگر کوئی شخص ایک بات کی قسم کھا بیٹھا ہو اور بعد میں معلوم ہو کہ وہ نامناسب بات ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے۔ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اس صورت میں اسے وہی کام کرنا چاہیے جو بہتر ہو اور یہی اس کا کفارہ ہے۔“

”دوسری روایت حضورؐ سے یہ ہے کہ اس نامناسب کام کے بجائے آدمی وہ کام کرے جو اچھا ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُو النُّعمَانِ مُحَمَّدُ بنُ الفَضلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بنُ حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الحَسَنُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبدُ الرَّحمٰنِ بنُ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَا عَبدَ الرَّحمٰنِ بنَ سَمُرَةَ، لَا تَسئَلِ الاِمَارَةَ، فَاِنَّکَ اِن اُوتِيتَهَا عَن مَسئَلَةٍ وُکِّلتَ اِلَيهَا، وَ اِن اُتِيتَهَا مِن غَيرِ مَسئَلَةٍ، اُعِنتَ عَلَيهَا، وَ اِذَا حَلَفتَ عَلٰی يَمِينٍ، فَرَأَيتَ غَيرَهَا خَيرًا مِنهَا فَکَفِّر عَن يَمِينِکَ وَأْتِ الَّذِی هُوَ خَيرٌ۔ (٦)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن سمرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن امارت کا مطالبہ نہ کر اگر تمہارے مطالبہ کی وجہ سے امارت تجھے دے دی گئی تو تمہیں اس کے حوالہ کر دیا جائے گا اور اگر تمہارے مطالبہ اور خواہش کے بغیر امارت تمہارے سپرد کی گئی تو پھر تمہاری مدد کی جائے گی۔ اور جب تم کسی بات پر قسم کھالو اور تم دیکھو کہ بھلائی اور خیر دوسرے میں ہے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دو اور بہتر کو اختیار کر لو۔

تشریح: بعض لوگوں نے اس کو حیلۂ شرعی کے لیے دلیل قرار دیا ہے حالاں کہ حدیث میں وہ حیلہ فرض سے بچنے کے لیے نہیں بلکہ ایک برائی سے بچنے کے لیے بتایا گیا ہے۔ لہٰذا شریعت میں صرف وہی حیلے جائز ہیں جو آدمی کو اپنی ذات سے یا کسی دوسرے شخص سے ظلم اور گناہ اور برائی کو دفع کرنے کے لیے استعمال کیے جائیں۔ ورنہ حرام کو حلال کرنے یا فرائض کو ساقط کرنے یا نیکی سے بچنے کے لیے حیلہ سازی گناہ در گناہ ہے۔ بلکہ اس کے ڈانڈے کفر سے جا ملتے ہیں کیوں کہ جو شخص ان ناپاک اغراض کے لیے حیلہ کرتا ہے وہ گویا خدا کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ مثلاً جو شخص زکوٰۃ سے بچنے کے لیے سال ختم ہونے سے پہلے اپنا مال کسی اور کی طرف منتقل کر دیتا ہے وہ محض ایک فرض سے ہی فرار نہیں کرتا۔ وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اس ظاہری فعل سے دھوکا کھا جائے گا اور اسے فرض سے سبکدوش سمجھ لے گا۔ جن فقہاء نے اس طرح کے حیلے اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ احکام شریعت سے جان چھڑانے کے لیے یہ حیلہ بازیاں کرنی چاہئیں۔ بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک گناہ کو قانونی شکل دے کر بچ نکلے تو قاضی یا حاکم اس پر گرفت نہیں کر سکتا اس کا معاملہ خدا کے حوالے ہے۔

قرآن کی رُو سے حرام جانور

قرآن میں چار جگہ صاف صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے مردار، خون، سور کا گوشت، اور وہ جانور جسے اللہ کے سوا اور کسی کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، حرام ہے، یہ حکم مکی سورتوں میں سے سورۂ انعام (آیت: ۱۴۵) اور سورۂ نحل (آیت: ۱۱۵) میں وارد ہوا ہے اور مدنی سورتوں میں سے سورۂ بقرہ (آیت: ۱۷۳) اور سورۂ مائدہ (آیت: ۳) میں اس کا اعادہ کیا گیا ہے۔

سورۂ مائدہ، جو آخری احکامی سورہ ہے، اس پر دو باتوں کا مزید اضافہ کرتی ہے۔

اوّل یہ کہ صرف وہی مردار حرام نہیں ہے جو طبعی موت مرا ہو، بلکہ وہ جانور بھی حرام ہے جو گلا گھٹ کر یا چوٹ لگ کر، یا بلندی سے گر کر، یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو۔

دوم یہ کہ جو جانور مشرکین کی قربان گاہوں میں ذبح کیا جائے وہ بھی حرمت کے حکم ”مَا اُهِلَّ لِغَيرِ اللّٰهِ بِهٖ“ کے ساتھ شریک ہے خواہ اس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے یا نہ لیا جائے۔ (تفہیمات حصہ سوم، اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت و حرمت ”تحقیق مسئلہ“)

درندے، کچلیوں اور پنجوں والے جانور حرام ہیں

۶- نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ عَنْ کُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَ کُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ۔ (ابنِ عباس)

''درندے حرام ہیں۔ اور ان پرندوں کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ جن کے پنجے ہوتے ہیں اور جو دوسرے جانور کا شکار کر کے کھاتے ہیں یا مردار خور ہوتے ہیں۔''

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، قَالَ: نَا سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ، قَالَ: اَنَا اَبُوْ عَوَانَۃَ، قَالَ: نَا الْحَکَمُ وَ اَبُوْ بِشْرٍ عَنْ مَیْمُوْنِ بْنِ مِھْرَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَھٰی عَنْ کُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، وَ عَنْ کُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ۔ (۷)

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَالِکٌ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ، عَنْ اَبِیْ اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیِّ، عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَھٰی عَنْ اَکْلِ کُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ۔ (۸)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے مویشی کی قسم کے چرندے چوپائے حلال کیے۔ اس سے حکم وسیع ہو جاتا ہے اور وہ سب چرندہ جانور اس کے دائرے میں آ جاتے ہیں جو مویشی کی نوعیت کے ہوں، یعنی جو کچلیاں نہ رکھتے ہوں۔ حیوانی غذا کے بجائے نباتی غذا کھاتے ہوں اور دوسری حیوانی خصوصیات میں انعام عرب سے مماثلت رکھتے ہوں نیز اس سے اشارتاً یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ وہ چوپائے جو مویشیوں کے برعکس کچلیاں رکھتے ہوں اور دوسرے جانوروں کو مار کر کھاتے ہوں حلال نہیں۔ (تفہیم القرآن، ج ۱، المائدہ، حاشیہ: ۲)

خنزیر اور درندوں کا گوشت حرام کیوں ہے؟

قرآن میں جن چیزوں کو کھانے سے منع کیا گیا ہے ان کی حرمت میں ممکن ہے کہ ضمناً کچھ لحاظ ان کے طبّی نقصانات کا بھی ہو، مگر اصل وجہ حرمت طبّی نہیں بلکہ اخلاقی اور اعتقادی ہے۔ بعض چیزیں اعتقادی بنیادوں پر حرام کی گئی ہیں جیسے ''مَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ'' ''وہ جانور جسے اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو'' اور بعض چیزیں اخلاقی نقصانات کی وجہ سے حرام کی گئی ہیں، جیسے خنزیر۔ ان چیزوں کے اخلاقی نقصانات کا ہمیں پورا علم نہیں ہے، مگر کسی حد تک اپنے مشاہدات کی بنا پر ہم اُن کو جان سکتے ہیں، مثلاً خنزیر کے متعلق دنیا کا تجربہ بتاتا ہے کہ اس کا گوشت نہایت بے حیائی پیدا کرنے والا ہے۔ جو قومیں اسے کثرت سے استعمال کرتی ہیں ان کے اخلاقی حالات اس پر گواہ ہیں۔ دنیا میں شاید خنزیر ہی ایک ایسا جانور ہے جس کی ایک مادہ کے گرد بہت سے نر جمع ہو جاتے ہیں اور باری باری سے ایک دوسرے کے سامنے اس کے ساتھ جفتی کرتے ہیں اب آپ خود دیکھ لیں کہ بے حیائی کی یہ خاص نوعیت کن قوموں میں سے سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ جن قوموں کے آداب مجلس (Etiquette) میں یہ چیز داخل ہو کہ مجلس میں ایک شخص کی بیوی لازماً دوسرے شخص کے پہلو میں بیٹھے، اور بال روم میں اپنی بیوی کے ساتھ خود ناچنا رشک و تنگ دلی کی علامت ہو اور اسے دوسروں کے ساتھ سینے سے سینہ ملا کر ناچنے کے لیے چھوڑ دینا فراخ دلی اور مروّت کی دلیل سمجھی جائے، ان کے اس اخلاقی تخیل کا ماخذ اگر آپ تلاش کریں گے تو بعید نہیں کہ اس کا

سراغ اس جانور کی جبلت ہی میں آپ کو مل جائے جس کا گوشت ان کے ہاں کثرت سے کھایا جاتا ہے۔ اسی طرح درندہ جانوروں کے متعلق بھی ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ ان کا استعمال خون خواری پیدا کرنے والا ہے۔ بہتے ہوئے خون یا بہائے ہوئے خون کے استعمال سے بھی درندگی اور قساوت کا پیدا ہونا کچھ بعید از قیاس نہیں ہے۔

(رسائل ومسائل حصہ دوم، عام مسائل، خنزیر اور درندوں کا...)

سؤر تمام شریعتوں میں حرام قرار دیا گیا ہے

س: سؤر کو تمام شریعتوں میں حرام قرار دیا گیا ہے یہودی شریعت میں بھی حرام تھا۔ پرانے عہد نامہ میں اب بھی صریحاً حرام لکھا ہوا ہے: ''لیکن بائیبل (نیا عہد نامہ) کی رو سے تو حلال ہے کیوں کہ اس میں سؤر کی حرمت یا حلت کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں ہے؟''

ج: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا میں پچھلی شریعت کی تنسیخ کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس کی توثیق کرنے آیا ہوں اور ان احکام کا ایک شوشہ بھی نہیں بدلوں گا۔ اب گزشتہ شریعتوں میں چوں کہ سؤر حرام تھا اس لیے دوبارہ نام لینے کی حاجت محسوس نہیں کی گئی۔ اس کے بعد سؤر کو سینٹ پال نے ''حلال'' کیا۔ ہوا یوں کہ جب اس نے دیکھا کہ یہ اہلِ مغرب سور کھانے لگے ہیں اور اگر انہیں منع کیا گیا تو یہ عیسائیت کو قبول نہیں کریں گے۔ تو اس نے اس استدلال کی بنا پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے سارے گناہوں کا کفارہ دینے کے لیے سولی پر چڑھ گئے ہیں صرف سؤر ہی کو نہیں بلکہ ان تمام چیزوں کو حلال کر دیا جو شریعت میں حرام تھیں۔

اصل میں معاملہ یہ ہے کہ انسان اپنی عقل و تجربے کی بنا پر، جن چیزوں کا نقصان دہ اور ضرر رساں ہونا معلوم کر سکتا ہے، ان کی حُرمت کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا مثلاً سنکھیا انسان کے لیے مہلک شے ہے مگر قرآن وحدیث میں اسے حرام نہیں قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی عقل و تجربے کی بنا پر اس کی ہلاکت آفرینی معلوم کی جا سکتی ہے نقصان دہ چیزوں کی دوسری قسم وہ ہے جن کی مضرت کو انسان اپنی عقل و تجربے سے نہیں جان سکتا، ان کو حرام قرار دیا گیا ہے، سُور بھی انہی میں شامل ہے۔

سؤر میں بے غیرتی کی خاصیت دوسرے تمام جانوروں سے بڑھ کر پائی جاتی ہے اور آپ دیکھیں گے جو قومیں سؤر کھاتی ہیں بے حیائی اور بے غیرتی ان کی رَگ رَگ میں اُتر چکی ہے۔ ایک دوسرے کی بیویوں کے ساتھ بیٹھنا، گھومنا اور ان کے ساتھ ناچنا، ان کے آدابِ مجلس میں شامل ہے، ان قوموں کے مقابلے میں وہ قومیں جو سؤر نہیں کھاتیں، ان کے ہاں آپ یہ بے غیرتی نہیں پائیں گے۔

س: لیکن اب تو بعض دوسرے ملکوں میں بھی یہ بے غیرتی اور بے حیائی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے، حالاں کہ وہاں سؤر نہیں کھایا جاتا۔''

ج: یہ درست ہے مگر یہ بے حیائی تقلید کے طور پر اختیار کی جا رہی ہے تہذیب کے طور پر نہیں خود ہمارے ہاں اسے بے حیائی ہی سمجھا جاتا ہے اور اسی لیے یہ بے حیائی یہاں آدابِ مجلس کا حصہ یا ایٹی کیٹ نہیں بن سکی۔

اگر ہمیں خدا پر اعتماد ہے تو ان چیزوں سے اجتناب لازم ہے جو خدا نے حرام کر رکھی ہیں کیوں کہ ان میں ہمارے لیے مضرت کے پہلو ہیں۔

پھر یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ انسان پر غذا کا اثر دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک اس کے جسم پر اور دوسرا اس کے اخلاق پر۔ سائنس داں یہ تو بتلا سکتا ہے کہ فلاں غذا کا انسانی جسم پر کیا اثر ہوتا ہے لیکن کوئی شخص آج تک یہ نہیں بتا سکا کہ غذا کا اثر انسان کے اخلاق پر کیا ہوتا ہے اور یہ بات سائنس کے ذریعے معلوم نہیں کی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حرام کی ہیں ان میں مصلحت یہی ہے کہ بنیادی طور پر انسانی اخلاق پر ان کا بُرا اثر پڑتا ہے۔ (۵۔اے ذیلدار پارک حصہ دوم ،ص ۲۶-۲۷)

ہمیں تو اس بات پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں گندگیوں سے بچنے کی تمیز عطا فرمائی ہے اور تعین کے ساتھ ان چیزوں سے دور رہنے کی تلقین کی ہے جن کے متعلق انسان عام طور پر نہیں جانتا کہ ان میں کیا برائی یا گندگی ہے۔ درندوں کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا کہ اس کے کھانے سے درندگی کی خصلت پیدا ہوتی ہے خون پینے سے اس لیے روکا کہ اس فعل سے انسان کے اندر خون خواری پیدا ہوتی ہے۔ سؤر اس لیے حرام کیا کہ اس کے کھانے سے انسان میں بے حیائی پیدا ہوتی ہے۔ ان ممنوعات کے علاوہ بہت سے ممنوعات ایسے ہیں جن کے متعلق ہمیں بظاہر ابھی تک معلوم نہیں ہوا کہ ان میں کیا بُرائی ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں کوئی نہ کوئی برائی کا پہلو ضرور موجود ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان سے منع فرمایا ہے۔ (۵۔اے ذیلدار پارک ،حصہ دوم ،ص: ۸۳)

جانوروں کے حلال وحرام ہونے میں ائمہ کا اختلاف

نبی ﷺ نے بعض چیزوں کے کھانے سے یا تو منع فرمایا یا ان پر کراہت کا اظہار فرمایا ہے۔ اس وجہ سے اکثر فقہاء تحریم محدود نہیں مانتے بلکہ اسے وسیع قرار دیتے ہیں مگر اس کے بعد پھر مختلف چیزوں کی حلت وحرمت میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے مثلاً پالتو گدھے کو امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ حرام قرار دیتے ہیں لیکن بعض دوسرے فقہاء کہتے ہیں کہ وہ حرام نہیں ہے بلکہ کسی وجہ سے نبی ﷺ نے ایک موقع پر اس کی ممانعت فرمادی تھی۔ درندہ جانوروں اور شکاری پرندوں اور مردار خور حیوانات کو حنفیہ مطلقاً حرام قرار دیتے ہیں۔ مگر امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک شکاری پرندے حلال ہیں۔ لیث کے نزدیک بلّی حلال ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف وہ درندے حرام ہیں جو انسان پر حملہ کرتے ہیں جیسے شیر، بھیڑیا یا چیتا وغیرہ۔

عِکرِمہ کے نزدیک کوّا اور بجّو دونوں حلال ہیں۔ اسی طرح حنفیہ تمام حشرات الارض کو حرام قرار دیتے ہیں مگر ابن ابی لیلیٰ، امام مالک، اور اوزؔاعی کے نزدیک سانپ حلال ہے۔

ان تمام مختلف اقوال اور ان کے دلائل پر غور کرنے سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ دراصل شریعت الٰہی میں قطعی حرمت ان چار چیزوں کی ہے جن کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے ان کے سوا دوسری حیوانی غذاؤں میں مختلف درجوں کی کراہت ہے جن چیزوں کی کراہت صحیح روایات کے مطابق نبی ﷺ سے ثابت ہے وہ حرمت کے درجے سے قریب تر ہیں اور جن چیزوں میں فقہاء کے درمیان میں اختلاف ہوا ہے ان کی کراہت مشکوک ہے۔ رہی طبعی کراہت جس کی بنا پر بعض اشخاص

بعض چیزوں کو کھانا پسند نہیں کرتے یا طبقاتی کراہت جس کی بنا پر انسانوں کے بعض طبقے بعض چیزوں کو ناپسند کرتے ہیں یا قومی کراہت جس کی بنا پر بعض قومیں بعض چیزوں سے نفرت کرتی ہیں تو شریعت الٰہی کسی کو مجبور نہیں کرتی کہ وہ خواہ مخواہ ہر اس چیز کو ضرور ہی کھا جائے جو حرام نہیں کی گئی ہے۔ اور اسی طرح شریعت کسی کو یہ حق بھی نہیں دیتی کہ وہ اپنی کراہت کو قانون قرار دے اور ان لوگوں پر الزام عائد کرے جو ایسی غذائیں استعمال کرتے ہیں جنہیں وہ ناپسند کرتا ہے۔

(تفہیم القرآن، ج ۱، الانعام، حاشیہ: ۱۲۱)

ذبح کے شرعی احکام

جانوروں کی ذکات کا صحیح طریقہ

شریعت میں جانوروں کی ذکات (یعنی شرعی طریقے سے ان کے ذبح) کے جو احکام ہیں ان کو اصولاً دو حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

ایک قسم کے جانور وہ جو ہمارے قابو میں ہیں اور جن کو ہم مقرر طریقے کے مطابق ذبح کر سکتے ہوں اُن کی شرطِ ذکات اور ہے اور اسے اصطلاحاً ذکاتِ اختیاری کہا جا سکتا ہے۔

دوسری قسم کے جانور وہ ہیں جو ہمارے قابو میں نہ ہوں۔ مثلاً جنگلی جانور یا وہ اہلی جانور جو بھاگ نکلا ہو اور وحشی کے حکم میں آ گیا ہو یا وہ جانور جو کہیں گر پڑا ہو اور جس کی شرطِ ذکات مقرر طریقے پر ادا نہ کی جا سکتی ہو، یا وہ جانور جو کسی وجہ سے مرنے کے قریب ہو اور ذبح کے لیے چھری تلاش کرتے کرتے اس کے مر جانے کا امکان ہو۔ ایسے تمام جانوروں کی شرطِ ذکات دوسری ہے اور اسے اصطلاحاً ہم ذکات اضطراری کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

پہلی قسم کے جانوروں کا مقامِ ذبح حلق ہے اور اُن کے ذبح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کسی تیز دھار والے آلے سے ان کے حلقوم کو اس حد تک کاٹا جائے کہ نرخرہ اور رگِ گلو کھُل جائے۔

رہے دوسری قسم کے جانور تو اُن کا سارا جسم مقام ذبح ہے اور کسی چیز سے، خواہ وہ کوئی ہو، اُن کے جسم میں اتنا خرق (Puncture) کر دینا کافی ہے کہ خون بہہ جائے۔

أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ۔ (المائدہ: ۴)

”حلال کر دی گئیں تمہارے لیے ساری پاک چیزیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھایا ہو، جن کو خدا کے دیئے ہوئے علم کی بنا پر شکار کی تعلیم دیا کرتے ہو وہ جس جانور کو تمہارے لیے پکڑ رکھیں۔ اس کو تم کھا لو اور اس پر اللہ کا نام لو“ اس سے معلوم ہوا کہ سدھائے ہوئے شکاری جانور کو اگر خدا کا نام لے کر چھوڑا گیا ہو تو اس کے پنجوں اور کچلیوں سے جو زخم وحشی جانور کو لگ جاتا ہے اور جو خون اس طرح نکل جاتا ہے اس سے اضطراری ذکات کی شرط پوری ہو جاتی ہے۔ اور اگر ایسا جانور زندہ نہ ملے اور اسے باقاعدہ ذبح نہ کیا جا سکا ہو تب بھی وہ حلال ہے۔

۷- كُلْ مَا خَرَقَ، وَمَا اَصَابَ بِعَرْضِهٖ فَقَتَلَ فَاِنَّهٗ وَقِيْذٌ فَلَا تَأْكُلْهُ۔ (متفق علیه)

"اگر وہ چھید دے تو کھالو۔لیکن اگر معراض اپنے عرض کی طرف سے جانور کو لگی ہو اور اس سے وہ مرگیا تو وہ چوٹ کھایا ہوا جانور (موقوذہ) ہے۔اسے نہ کھاؤ۔"

تخریج: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِى السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمِعْرَاضِ، فَقَالَ: اِذَا اَصَبْتَ بِحَدِّهٖ، فَكُلْ وَ اِذَا اَصَابَ بِعَرْضِهٖ، فَقَتَلَ فَاِنَّهٗ وَقِيْذٌ فَلَا تَاْكُلْ، فَقُلْتُ: اُرْسِلُ كَلْبِىْ؟ فَقَالَ: اِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ، وَ سَمَّيْتَ، فَكُلْ، قُلْتُ: فَاِنْ اَكَلَ؟ قَالَ: فَلَا تَاْكُلْ فَاِنَّهٗ لَمْ يُمْسِكْ عَلَيْكَ، اِنَّمَا اَمْسَكَ عَلٰى نَفْسِهٖ، قُلْتُ: اُرْسِلُ كَلْبِىْ، فَاَجِدُ مَعَهٗ كَلْبًا اٰخَرَ؟ قَالَ: لَا تَاْكُلْ فَاِنَّكَ اِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلٰى كَلْبِكَ، وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الْاٰخَرِ۔ (۹)

بخاری نے باب ما اصاب المعراض بعرضه کے تحت مروی روایت میں "قلت: انا نرمى بالمعراض؟ قَالَ: كُلْ مَا خَرَقَ، وَمَا اَصَابَ بِعَرْضِهٖ، فَلَا تَاْكُلْ۔"

پس منظر: حضرت عدی بن حاتم نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ ہم معراض پھینک کر شکار کرتے ہیں تو حضورؐ نے مندرجہ بالا جواب دیا۔

تشریح: معراض ایک بھاری لکڑی یا عصا کو کہتے ہیں، جس کے سرے پر یا تو لوہے کی انی لگی ہوئی ہو یا ویسے ہی لکڑی کو نوکدار بنا دیا گیا ہو۔اس کی چوٹ سے جسم کے کسی حصے کا اس حد تک پھٹ جانا یا چھد جانا کہ اس سے خون بہہ جائے، شرطِ ذکات پوری کرنے کے لیے کافی ہے۔

۸- مَا اَنْهَرَ الدَّمَ وَ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ فَكُلْ لَيْسَتِ السِّنَّ وَالظُّفُرَ۔ (متفق علیه)

"خدا کا نام لے کر جس چیز سے بھی خون بہا دیا جائے، ایسے جانور کو کھالو البتہ دانتوں اور ناخنوں سے یہ کام نہ لیا جائے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ جَدِّهٖ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِى الْحُلَيْفَةِ، فَاَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ، فَاَصَبْنَا اِبِلًا وَ غَنَمًا، وَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِىْ اُخْرَيَاتِ النَّاسِ، فَعَجِلُوْا، فَنَصَبُوا الْقُدُوْرَ، فَدَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ اِلَيْهِمْ، فَاَمَرَ بِالْقُدُوْرِ فَاُكْفِئَتْ ثُمَّ قَسَمَ، فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ، فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ، وَ كَانَ فِى الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيْرَةٌ، فَطَلَبُوْهُ فَاَعْيَاهُمْ، فَاَهْوٰى اِلَيْهِ رَجُلٌ بِسَهْمٍ، فَحَبَسَهُ اللّٰهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ۔ اِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ اَوَابِدَ، كَاَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا نَدَّ عَلَيْكُمْ مِنْهَا، فَاصْنَعُوْا بِهٖ هٰكَذَا، قَالَ: وَ قَالَ

جَدّیٰ: اِنَّا لَنَرْجُو اَوْ نَخَافُ اَنْ نَلْقَی الْعَدُوَّ غَدًا وَ لَیْسَ مَعَنَا مُدًی اَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ قَالَ: مَا اَنْهَرَ الدَّمَ وَ ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ، فَکُلْ، لَیْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَ اَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَ اَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَی الْحَبَشَۃِ۔ (۱۰)

پس منظر: رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کل دشمن سے ہمارا مقابلہ ہے اور ہمارے ساتھ چھریاں نہیں ہیں کہ ہم جانوروں کو ذبح کر سکیں۔ تو کیا ہم پھٹے ہوئے بانس کی کھچی سے ذبح کر سکتے ہیں؟ تو آپ نے یہ جواب دیا۔

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ اصل چیز وہ آلہ نہیں ہے جس سے کام لیا جا رہا ہو، بلکہ شرطِ ذکات پوری کرنے میں صرف یہ بات معتبر ہے کہ خون بہا دیا جائے۔ اسی کی تائید یہ حدیث کرتی ہے کہ حضرت عدی بن حاتم نے پوچھا ''یا رسول اللہ اگر ہم میں سے کسی شخص کو شکار مل جائے اور اس کے پاس چھری نہ ہو تو کیا وہ پتھر کی دھار یا پھٹی ہوئی لکڑی سے ذبح کر سکتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: **اُمرر الدّم بما شئت واذکر اسم اللّٰہ** ''یعنی خون بہا دو جس چیز سے چاہو اور اللہ کا نام لو۔''

۹- ابوالعشراء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! کیا ذبح کا مقام صرف حلق اور لبلبہ ہی نہیں ہے؟ آپؐ نے فرمایا: **لَوْ طَعَنْتَ فِیْ فَخِذِھَا لَأَجْزَءَ عَنْکَ** (ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) یعنی اگر تو اس کی ران میں بھی چبھو دے تو کافی ہے۔'' ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ ایسے جانور کی ذکات ہے جو کسی گڑھے وغیرہ میں گر گیا ہو۔ ترمذی کہتے ہیں تمام ضرورت کے موقعوں کے لیے یہی ذکات ہے۔

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ، قَالَ: ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِی الْعَشْرَاءِ، عَنْ اَبِیْہِ، اَنَّہٗ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَمَا تَکُوْنُ الذَّکَاۃُ اِلَّا مِنَ اللَّبَّۃِ اَوِ الْحَلْقِ؟ قَالَ: فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لَوْ طَعَنْتَ فِیْ فَخِذِھَا لَاَجْزَأَ عَنْکَ۔ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدُ: وَ ھٰذَا لَا یَصْلَحُ اِلَّا فِی الْمُتَرَدِّیَۃِ وَالْمُتَوَحِّشِ۔ (۱۱)

تشریح: اس سے ثابت ہوا کہ جو جانور ہمارے قابو میں نہیں ہے۔ اس کے جسم کا ہر حصہ مقام ذبح ہے۔ نیز یہ کہ اصل شے وہ آلہ نہیں ہے جس سے کام لیا جائے، بلکہ صرف جسم کو چھید دینا ہے تاکہ خون بہہ جائے۔

۱۰- ''کعب بن مالک کہتے ہیں کہ ہماری بکریاں مقام سلع میں چر رہی تھیں۔ یکایک ہماری لونڈی نے دیکھا کہ ایک بکری مرنے کے قریب ہے۔ اس نے فوراً ایک پتھر توڑا اور اُسے ذبح کر دیا۔ نبی ﷺ نے اس کے کھانے کی اجازت دی۔'' (بخاری)

تخریج: حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَیْرِیَۃُ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِیْ سَلِمَۃَ، اَخْبَرَ عَبْدُ اللّٰہِ اَنَّ جَارِیَۃً لِکَعْبِ بْنِ مَالِکٍ تَرْعٰی غَنَمًا لَہٗ بِالْجُبَیْلِ الَّذِیْ بِالسُّوْقِ وَ ھُوَ بِسَلْعٍ، فَاُصِیْبَتْ شَاۃٌ مِنْھَا، فَاَدْرَکَتْھَا، فَکَسَرَتْ حَجَرًا، فَذَبَحَتْھَا۔ فَذَکَرُوْا لِلنَّبِیِّ ﷺ فَاَمَرَھُمْ بِاَکْلِھَا۔

بخاری کی ایک روایت میں **فَکُلُوْھَا** بھی مروی ہے۔ بخاری کی ایک اور روایت میں قدرے وضاحت ہے:

اَنَّ جَارِیَۃً لَّھُمْ کَانَتْ تَرْعٰی غَنَمًا بِسَلْعٍ۔ فَاَبْصَرَتْ بِشَاۃٍ مِنْ غَنَمِھَا مَوْتَھَا، فَکَسَرَتْ حَجَرًا، فَذَبَحَتْھَا، فَقَالَ لِاَھْلِہٖ: لَا تَاْکُلُوْا حَتّٰی اٰتِیَ النَّبِیَّ ﷺ فَاَسْاَلَہٗ اَوْ حَتّٰی اُرْسِلَ اِلَیْہِ مَنْ یَسْاَلُہٗ فَاَتَی النَّبِیَّ ﷺ وَ بَعَثَ اِلَیْہِ فَاَمَرَ النَّبِیُّ ﷺ بِاَکْلِھَا۔ (۱۲)

۱۱– ’’عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ بنی حارثہ میں سے ایک شخص اُحد کے قریب گھاٹی میں ایک اونٹنی چرا رہا تھا۔ یکا یک اس نے دیکھا کہ اونٹنی مر رہی ہے مگر اُسے کوئی چیز ایسی نہیں ملی جس سے وہ ذبح کر سکتا ہو۔ آخر کار اس نے خیمہ گاڑنے کی ایک میخ لی اور اُسے اونٹنی کے لبلبے میں چبھو دیا، یہاں تک کہ اس کا خون بہہ گیا۔ پھر نبی ﷺ کو اس کی خبر دی اور آپ نے اسے کھا لینے کی اجازت دے دی۔‘‘ (ابوداؤد، مؤطا)

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ، ثَنَا یَعْقُوْبُ، عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِیْ حَارِثَۃَ، اَنَّہٗ کَانَ یَرْعٰی لِقْحَۃً بِشِعْبٍ مِنْ شِعَابِ اُحُدٍ، فَاَخَذَھَا الْمَوْتُ، فَلَمْ یَجِدْ شَیْئًا یَنْحَرُھَا بِہٖ فَاَخَذَ وَتِدًا فَوَجَاءَ بِہٖ فِیْ لَبَّتِھَا حَتّٰی اُھْرِیْقَ دَمُھَا، ثُمَّ جَآءَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَاَخْبَرَہٗ بِذٰلِکَ، فَاَمَرَہٗ بِاَکْلِھَا۔ (۱۳)

تشریح: ٹوٹے ہوئے پتھر کی دھار تو پھر بھی دھار کی تعریف میں آتی ہے لیکن لکڑی کی نوکدار میخ کو دھار والے آلے کی تعریف میں جس حد تک لایا جا سکتا ہے ظاہر ہے۔ (رسائل و مسائل حصہ اول، فقہیات، بندوق کے شکار کی حلت و حرمت)

شکاری جانور اور پرندے کو شکار پر چھوڑتے وقت اللہ کا نام لینا

۱۲– حضرت عدی بن حاتم نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ آیا میں کتے کے ذریعے شکار کر سکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ’’اگر اس کو چھوڑتے ہوئے تم نے اللہ کا نام لیا ہو تو کھاؤ ورنہ نہیں۔ اور اگر اس نے شکار میں سے کچھ کھا لیا ہو تو نہ کھاؤ کیوں کہ اس نے شکار کو دراصل اپنے لیے پکڑا‘‘ پھر انہوں نے پوچھا کہ اگر میں شکار پر اپنا کتا چھوڑوں اور بعد میں دیکھوں کہ کوئی اور کتا وہاں موجود ہے؟ آپ نے جواب دیا ’’اس شکار کو نہ کھاؤ اس لیے کہ تم نے خدا کا نام اپنے کتے پر لیا تھا نہ کہ دوسرے کتے پر۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ شُجَاعِ السَّکُوْنِیُّ، قَالَ: نَا عَلِیُّ بْنُ مُسْھِرٍ عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِذَا اَرْسَلْتَ کَلْبَکَ، فَاذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ، فَاِنْ اَمْسَکَ عَلَیْکَ، فَاَدْرَکْتَہٗ حَیًّا، فَاذْبَحْہُ، وَ اِنْ اَدْرَکْتَہٗ قَدْ قَتَلَ وَلَمْ یَاْکُلْ مِنْہُ، فَکُلْہُ، وَ اِنْ وَجَدْتَّ مَعَ کَلْبِکَ کَلْبًا غَیْرَہٗ وَ قَدْ قُتِلَ فَلَا تَاْکُلْ، فَاِنَّکَ لَا تَدْرِیْ اَیُّھُمَا قَتَلَہٗ۔ وَ اِنْ رَمَیْتَ سَھْمَکَ فَاذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ، فَاِنْ غَابَ عَنْکَ یَوْمًا، فَلَمْ تَجِدْ فِیْہِ اِلَّا اَثَرَ سَھْمِکَ، فَکُلْ اِنْ شِئْتَ، وَ اِنْ وَجَدْتَّہٗ غَرِیْقًا فِی الْمَاءِ فَلَا تَاْکُلْ۔ (۱۴)

تشریح: شکاری جانور کو شکار پر چھوڑتے وقت خدا کا نام لینا ضروری ہے۔ اس کے بعد اگر شکار زندہ ملے تو پھر خدا کا نام لے کر اسے ذبح کر لینا چاہیے اور اگر زندہ نہ ملے تو اس کے بغیر ہی وہ حلال ہوگا کیوں کہ ابتدا شکاری جانور کو اس پر چھوڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لیا جا چکا تھا، یہی حکم تیر کا بھی ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ۱، المائدہ، حاشیہ: ۲۰)

شکار کرنا جائز اور شکار کھیلنا مکروہ

شکار کھیلنا مکروہ ہے، البتہ شکار کرنا جائز ہے۔ شکار کرنے اور کھیلنے میں فرق یہ ہے کہ جو شکار کھانے کے لیے کیا جائے خواہ بہ ضرورت ہو یا بلا ضرورت وہ جائز ہے۔ اور جو شکار محض تفریحاً کیا جائے اور جس میں خواہ مخواہ جانوروں کی جانیں ہلاک کی جائیں وہ اگر ناجائز نہیں تو مکروہ ضرور ہے۔

کسی جانور پر اگر شکاری کتے یا دوسرے شکاری جانور کو اللہ کا نام لے کر چھوڑا جائے اور وہ شکاری جانور کے حملے سے مر جائے تو اس کا کھانا از روئے قرآن جائز ہے۔ اور اگر تیر اللہ کا نام لے کر چھوڑا جائے اور اس کی ضرب سے جانور مر جائے تو اس کا کھانا از روئے حدیث جائز ہے۔

پہلی چیز کی دلیل سورۂ مائدہ کے پہلے رکوع میں موجود ہے اور دوسری چیز کی دلیل کے لیے حدیث کی کسی کتاب میں کتاب الصید نکال کر دیکھ لیجیے۔ (رسائل و مسائل حصہ دوم، فقہی مسائل، شکار کرنے اور شکار کھیلنے میں فرق)

ذبح کے لیے تذکیہ کی شرط

قرآن مجید یہ بیان کرتا ہے کہ صرف وہی جانور حلال ہے جس کا تذکیہ کیا گیا ہو۔ سورۂ مائدہ میں ارشاد ہوا ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ... وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ۔

(سورۂ مائدہ : ۳)

"حرام کیا گیا تم پر مرا ہو جانور اور گلا گھونٹا ہوا اور چوٹ کھایا ہوا اور گرا ہوا اور ٹکر کھایا ہوا اور جس کو درندے نے پھاڑا ہو، بجز اس کے جس کا تم نے تذکیہ کیا ہو۔"

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس جانور کی موت تذکیہ سے واقع ہو صرف وہی حرمت کے حکم سے مستثنیٰ ہے، باقی تمام وہ صورتیں جن میں تذکیہ کے بغیر موت واقع ہو جائے، حرمت کا حکم ان سب پر جاری ہوگا۔ تذکیہ کے مفہوم کی کوئی تشریح قرآن میں نہیں کی گئی ہے اور نہ لغت اس کی صورت متعین کرنے میں کچھ زیادہ مدد کرتی ہے۔ اس لیے لامحالہ اس کے معنی متعین کرنے کے لیے ہم کو سنت کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ سنت میں اس کی دو شکلیں بیان کی گئی ہیں۔

ایک شکل یہ ہے کہ جانور ہمارے قابو میں نہیں ہے، مثلاً جنگلی جانور ہے جو بھاگ رہا ہے یا اڑ رہا ہے۔ یا وہ ہمارے قابو میں تو ہے مگر کسی وجہ سے ہم ان کو باقاعدہ ذبح کرنے کا موقع نہیں پاتے۔ اس صورت میں جانور کا تذکیہ یہ ہے کہ ہم کسی تیز چیز سے اس کے جسم کو اس طرح زخمی کر دیں کہ خون بہہ جائے اور جانور کی موت ہمارے پیدا کردہ زخم کی وجہ سے خون بہنے کی بدولت واقع ہو۔

دوسری شکل یہ ہے کہ جانور ہمارے قابو میں ہے اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ذبح کر سکتے ہیں اس صورت میں

با قاعدہ تذکیہ کرنا ضروری ہے اور اس کا طریقہ سنت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اونٹ اور اس کے مانند جانور کو نحر کیا جائے اور گائے، بکری یا اس کی مانند جانوروں کو ذبح۔ نحر سے مراد یہ ہے کہ جانور کے حلقوم میں نیزے جیسی تیز چیز زور سے چبھوئی جائے تاکہ اس سے خون کا فوارہ چھوٹے اور خون بہہ بہہ کر جانور بالآخر بے دم ہو کر گر جائے۔ اونٹ ذبح کرنے کا یہ طریقہ عرب میں معروف تھا، قرآن میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ اور سنت نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرتؐ اسی طریقے سے اونٹ ذبح کیا کرتے تھے۔ رہا ذبح تو اس کے متعلق احادیث میں حسب ذیل احکام وارد ہوئے ہیں۔

۱۳-اَمْرِرِ الدَّمَ بِمَا شِئْتَ۔ (ابو داؤد، نسائی)

"جس چیز سے چاہو خون بہادو۔"

تخریج: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، ثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ مُرِّيِّ بْنِ قَطَرِيٍّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اَرَأَيْتَ اِنْ اَحَدُنَا اَصَابَ صَيْدًا، وَ لَيْسَ مَعَهُ سِكِّيْنٌ أَيَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَ شِقَّةِ الْعَصَا؟ فَقَالَ: اَمْرِرِ الدَّمَ بِمَا شِئْتَ، وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ (۱۵)

۱۴- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بُدَيْلَ بْنَ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيَّ عَلٰى جَمَلٍ اَوْرَقَ فِيْ فِجَاجِ مِنٰى۔ اَلَا اِنَّ الذَّكَاةَ فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ وَلَا تَعْجَلُوْا الْاَنْفُسَ اَنْ تَزْهَقَ۔

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حج کے موقع پر بُدیل بن ورقاء الخزاعی کو ایک خاکستری رنگ کے اونٹ پر بھیجا تاکہ منیٰ کے پہاڑی راستوں پر یہ اعلان کردیں کہ ذبح کی جگہ حلق اور لبلبہ کے درمیان ہے اور ذبیحہ کی جان جلدی سے نہ نکال دو۔"

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَخْلَدٍ وَ اٰخَرُوْنَ، قَالُوْا: نَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْحَارِثِ الْوَاسِطِيُّ، نَا سَعِيْدُ بْنُ سَلَامٍ الْعَطَّارُ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُدَيْلٍ الْخُزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بُدَيْلَ بْنَ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيَّ عَلٰى جَمَلٍ اَوْرَقَ يَصِيْحُ فِيْ فِجَاجِ مِنٰى: اَلَا، اِنَّ الذَّكَاةَ فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ، اَلَا، وَلَا تَعْجَلُوا الْاَنْفُسَ اَنْ يَزْهَقَ۔ الحديث۔ (۱۶)

۱۵- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الذَّبِيْحَةِ اَنْ تُفْرَسَ۔ (طبرانی)

"ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ ذبح کرتے ہوئے آدمی نُخاع تک کاٹ ڈالے۔"

تخریج: اَخْبَرَنَا اَبُوْ سَعْدِ الْمَالِيْنِيُّ، انبأ اَبُوْ اَحْمَدَ بْنُ عَدِيِّ الْحَافِظُ، ثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ مُوْسَى الْحَاسِبُ، ثَنَا جُبَارَةٌ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ بَهْرَامَ، حَدَّثَنِيْ شَهْرٌ هُوَ ابْنُ حَوْشَبٍ،

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُمَا نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الذَّبِیحَةِ اَنْ تُفرَسَ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتَ۔

اس مضمون کی روایت امام محمد نے سعید بن المسیّب سے بھی مرسلاً روایت کی ہے جس کے الفاظ ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی اَنْ تَنْخَعَ الشَّاۃُ اِذَا ذُبِحَتْ۔ (۱۷)

ترجمہ: نبی ﷺ نے اس سے منع کیا کہ بکری کو ذبح کرتے وقت نخاع تک کاٹ ڈالا جائے۔

تشریح: اضطراری اور اختیاری ذکات کی یہ تینوں صورتیں جو قرآن کی تشریح کرتے ہوئے سنت میں بتائی گئی ہیں، اس امر میں مشترک ہیں کہ ان میں جانور کی موت یکلخت واقع نہیں ہوتی بلکہ اس کے دماغ اور جسم کا تعلق آخری سانس تک باقی رہتا ہے، تڑپنے اور پھڑ پھڑانے سے اس کے ہر حصہ جسم کا خون کھنچ کر باہر آ جاتا ہے اور صرف سیلانِ خون ہی اس کی موت کا موجب ہوتا ہے۔ اب چوں کہ قرآن نے اپنے حکم کی خود کوئی تشریح نہیں کی ہے اور صاحبِ قرآن سے اس کی یہی تشریح ثابت ہے، اس لیے ماننا پڑے گا کہ ''**اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ**'' سے یہی ذکات مراد ہے اور جس جانور کو یہ شرط ذکات پوری کیے بغیر ہلاک کیا گیا ہو وہ حلال نہیں ہے۔

ان صورتوں کے علاوہ قرآن مجید میں تذکیہ کی ایک اور شکل بھی بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی جانور کو سدھائے ہوئے شکاری درندے نے مارا ہو، بشرطے کہ یہ سدھایا ہوا درندہ اپنے مالک کے لیے شکار کو روک رکھے۔ اس صورت میں اگر جانور درندے کے پھاڑنے سے مر بھی جائے تو وہ مذکّی شمار ہوگا۔

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُکَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰهُ، فَکُلُوْا مِمَّآ اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ۔

(المائدۃ: ٤)

''اور جن شکاری جانوروں کو تم سدھاتے ہو، جنہیں تم شکار کی وہ تعلیم دیتے ہو جو خدا نے تمہیں سکھائی ہے، وہ جس جانور کو تمہارے لیے روک رکھیں اس کا گوشت کھاؤ۔''

۱۶- فَاِنْ اَمْسَکَ عَلَیْکَ فَاَدْرَکْتَهٗ حَیًّا فَاذْبَحْهُ، وَ اِنْ اَدْرَکْتَهٗ قَدْ قَتَلَ وَلَمْ یَأْکُلْ مِنْهُ فَکُلْهُ وَ اِنْ اَکَلَ فَلَا تَاْکُلْ۔ (بخاری، مسلم)

''اگر وہ جانور کو تیرے لیے روک رکھے اور تو اسے زندہ پالے تو ذبح کر۔ اور اگر جانور تجھے اس حالت میں ملے کہ تیرے کتے نے اسے ہلاک کر دیا ہو لیکن اس میں سے کچھ کھایا نہ ہو تو اسے کھالے۔ لیکن اگر کتے نے کھایا ہو تو پھر اسے نہ کھا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ شُجَاعٍ السَّکُوْنِیُّ، قَالَ: نَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا اَرْسَلْتَ کَلْبَکَ، فَاذْکُرِ اسْمَ اللّٰهِ، فَاِنْ اَمْسَکَ عَلَیْکَ، فَأَدْرَکْتَهٗ حَیًّا، فَاذْبَحْهُ، وَ اِنْ اَدْرَکْتَهٗ قَدْ قَتَلَ وَلَمْ یَاْکُلْ مِنْهُ، فَکُلْهُ، وَ اِنْ وَجَدْتَّ مَعَ کَلْبِکَ کَلْبًا غَیْرَهٗ وَ قَدْ قُتِلَ فَلَا تَاْکُلْ، فَاِنَّکَ لَا

تَدرِیْ اَیُّهُمَا قَتَلَهٗ۔ وَ اِنْ رَمَیْتَ سَهْمَکَ، فَاذْکُرِ اسْمَ اللّٰهِ، فَاِنْ غَابَ عَنْکَ یَوْمًا، فَلَمْ تَجِدْ فِیْهِ اِلَّا اَثَرَ سَهْمِکَ، فَکُلْ اِنْ شِئْتَ، وَ اِنْ وَجَدْتَهٗ غَرِیْقًا فِی الْمَاءِ فَلَا تَاْکُلْ۔ (١٨)

١٧- وَ اِنْ اَکَلَ مِنْهُ فَلَا تَاْکُلْ فَاِنَّمَا اَمْسَکَ عَلٰی نَفْسِهٖ۔ (بخاری، مسلم، احمد)

''اگر کتّے نے اس میں سے کچھ کھالیا ہوتو اس جانور کو نہ کھا، کیوں کہ اس نے وہ شکار اپنے لیے پکڑا تھا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُوْسٰی ابْنُ اِسْمَاعِیْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ یَزِیْدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِیِّ، عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اِذَا اَرْسَلْتَ کَلْبَکَ وَ سَمَّیْتَ، فَاَمْسَکَ۔ وَ قَتَلَ فَکُلْ، وَ اِنْ اَکَلَ فَلَا تَاْکُلْ، فَاِنَّمَا اَمْسَکَ عَلٰی نَفْسِهٖ ۔الخ (١٩)

١٨- وَمَا صِدْتَّ بِکَلْبِکَ غَیْرِ مُعَلَّمٍ فَاَدْرَکْتَ ذَکَاتَهٗ فَکُلْ۔ (بخاری، مسلم)

''اور جو شکار تو نے بے سدھے کتے سے کیا ہو اسے اگر زندہ پا کر تو نے ذبح کرلیا تو اسے کھالے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یَزِیْدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَیْوَةُ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ رَبِیْعَةُ بْنُ یَزِیْدَ الدِّمَشْقِیُّ، عَنْ اَبِیْ اِدْرِیْسَ، عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ، قَالَ: قُلْتُ: یَا نَبِیَّ اللّٰهِ، اِنَّا بِاَرْضِ قَوْمٍ اَهْلِ الْکِتَابِ، اَفَنَاْکُلُ فِیْ اٰنِیَتِهِمْ، وَ بِاَرْضِ صَیْدٍ اَصِیْدُ بِقَوْسِیْ وَ بِکَلْبِیَ الَّذِیْ لَیْسَ بِمُعَلَّمٍ وَ بِکَلْبِیَ الْمُعَلَّمِ فَمَا یَصْلُحُ لِیْ؟ قَالَ: اَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ، فَاِنْ وَجَدْتُّمْ غَیْرَهَا فَلَا تَاْکُلُوْا فِیْهَا، وَ اِنْ لَّمْ تَجِدُوْا، فَاغْسِلُوْهَا وَ کُلُوْا فِیْهَا، وَمَا صِدْتَّ بِقَوْسِکَ، وَ ذَکَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ، فَکُلْ، وَمَا صِدْتَّ بِکَلْبِکَ الْمُعَلَّمِ فَذَکَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَکُلْ، وَمَا صِدْتَّ بِکَلْبِکَ غَیْرِ مُعَلَّمٍ فَاَدْرَکْتَ ذَکَاتَهٗ فَکُلْ۔ (٢٠)

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ سدھائے ہوئے شکاری درندے کا کسی جانور کو مالک کے لیے مارنا قرآن کی رو سے شرطِ ذکات پوری کر دیتا ہے اس لیے یہ ''مَا اَکَلَ السَّبُعُ'' کی حرمت سے خارج ہو کر ''اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ'' کے حکم استثناء میں آجاتا ہے۔ لیکن قرآن یہ حکم صرف سدھائے ہوئے شکاری درندے ہی کے لیے بیان کرتا ہے۔ اور نبی ﷺ اس حکم سے اُس درندے کو بھی خارج کر دیتے ہیں جو پالا ہوا ہو مگر شکار کے لیے سدھایا ہوا نہ ہو، لہٰذا اس پر کسی دوسری چیز کو قیاس کر کے اس کے چیرے پھاڑے ہوئے جانور کے جواز کا پہلو نہیں نکالا جا سکتا۔

حدیث کے یہ الفاظ کہ بے سدھے کتّے کا مارا ہوا شکار اگر تو نے زندہ پا کر ذبح کر لیا ہو تو اسے کھالے، اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیتے ہیں کہ تذکیہ کے سوا جس دوسری صورت سے بھی کوئی جانور مرا ہو وہ مردار کے حکم میں ہے۔

(تفہیمات حصہ سوم، اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت وحرمت، ذبح کے لیے تذکیہ کی شرط)

ان احادیث کی بنا پر، اور عہد نبوی وعہد صحابہؓ کے معمول بہ عمل کی شہادتوں پر حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ذبح

کے لیے حلقوم اور مری (غذا کی نالی) کو اور مالکیہ کے نزدیک حلقوم اور ودجین (گردن کی رگوں) کو کاٹنا چاہیے۔
(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج۱/ ۷۲۵ تا ۷۳۰)

ذبیحہ کی حلّت کے لیے تسمیہ کی شرط

۱۹- اَمْرِرِ الدَّمَ بِمَا شِئْتَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ۔ (ابو داؤد، نسائی)

''خون بہادو جس چیز سے چاہو اور اللہ کا نام لے لو۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، ثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ مُرِّيّ بْنِ قَطَرِيّ، عَنْ عَدِيّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اَرَأَيْتَ اِنْ اَحَدُنَا اَصَابَ صَيْدًا، وَ لَيْسَ مَعَهُ سِكِّيْنٌ أَ يَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَ شِقَّةِ الْعَصَا؟ فَقَالَ: اَمْرِرِ الدَّمَ بِمَا شِئْتَ، وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ (۲۱)

۲۰-''مَا عَلَّمْتَ مِنْ كَلْبٍ أَوْ بَازٍ ثُمَّ اَرْسَلْتَهُ وَ ذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلْ مِمَّا اَمْسَكَ عَلَيْكَ۔'' (ابو داؤد، احمد)

''جو کتا یا باز تمہارا سدھایا ہوا ہو، پھر تم اسے شکار پر چھوڑو اور چھوڑتے وقت اللہ کا نام لے لو، تو جس جانور کو وہ تمہارے لیے روک رکھے اس کا گوشت تم کھا سکتے ہو۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ، ثَنَا مُجَالِدٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيّ بْنِ حَاتِمٍ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَا عَلَّمْتَ مِنْ كَلْبٍ اَوْ بَازٍ ثُمَّ اَرْسَلْتَهُ، وَ ذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ مِمَّا اَمْسَكَ عَلَيْكَ، قُلْتُ: وَ اِنْ قَتَلَ؟ قَالَ: اِذَا قَتَلَهُ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْهُ شَيْئًا، فَاِنَّمَا اَمْسَكَهُ عَلَيْكَ، قَالَ اَبُو دَاوُدَ: اَلْبَازُ اِذَا اَكَلَ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَالْكَلْبُ اِذَا اَكَلَ كُرِهَ، وَ اِنْ شَرِبَ الدَّمَ فَلَا بَأْسَ بِهِ۔ (۲۲)

تشریح: اب دیکھیے نبی ﷺ سے جو روایات صحیح اور قوی سندوں کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں وہ ذبح کے لیے تسمیہ کی شرعی حیثیت کیا ظاہر کرتی ہیں۔ حاتم طائی کے صاحب زادے عدی بن حاتم وہ شخص ہیں جنہوں نے نبی ﷺ سے اکثر شکار کے مسائل پوچھے ہیں۔ ان کو حضورؐ نے جو احکام اس سلسلے میں بتائے وہ یہ ہیں۔

اِذَا اَرْسَلْتَ كَلْبَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَاِنْ اَمْسَكَ عَلَيْكَ فَاَدْرَكْتَهُ حَيًّا فَاذْبَحْهُ وَ اِنْ اَدْرَكْتَهُ قَدْ قُتِلَ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنْهُ فَكُلْهُ...وَ اِذَا رَمَيْتَ سَهْمَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ۔ (بخاری، و مسلم) ''جب تم شکار پر اپنا کتا چھوڑنے لگو تو اللہ کا نام لے لو، پھر اگر کتا اس جانور کو تمہارے لیے روک رکھے اور تم اسے زندہ پالو تو ذبح کر لیا کرو اور اگر تم اسے اس حال میں پاؤ کہ کتے نے اسے مار ڈالا ہے مگر اس میں سے کچھ کھایا نہیں ہے تو تم اسے کھا سکتے ہو...اور شکار پر تیر چھوڑتے وقت بھی اللہ کا نام لے لو۔''

وَمَا صِدْتَّ بِقَوْسِکَ فَذَکَرْتَ اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ فَکُلْ، وَمَا صِدْتَّ بِکَلْبِکَ الْمُعَلَّمِ فَذَکَرْتَ اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ فَکُلْ۔ ''جس جانور کا شکار تم نے تیر کمان سے کیا ہو اور اس پر اللہ کا نام لے لیا ہو اسے کھالو اور جس کا شکار تم نے سدھائے ہوئے کتے کے ذریعے سے کیا ہو اور اس پر اللہ کا نام لے لیا ہو اسے بھی کھالو۔''

عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا اگر میں خدا کا نام لے کر اپنا کُتا چھوڑوں، پھر جب شکار کے پاس پہنچوں تو وہاں ایک اور کتا بھی کھڑا نظر آئے اور پتہ نہ چل سکے کہ دونوں میں سے کس نے یہ شکار مارا ہے تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ فرمایا:

فَلَا تَأْکُلْ فَاِنَّمَا سَمَّیْتَ عَلٰی کَلْبِکَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلٰی غَیْرِہٖ۔ ''(بخاری، مسلم، احمد) ''اسے نہ کھاؤ کیوں کہ تم نے خدا کا نام اپنے کتے پر لیا تھا، دوسرے کتے پر تو نہیں لیا تھا۔''

قرآن میں یہ قید لگائی گئی ہے کہ جانور کو قتل کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا جائے۔ اس حکم کو متعدد مقامات پر مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ ایجابی طور پر فرمایا گیا ہے:

فَکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِنْ کُنْتُمْ بِاٰیٰتِہٖ مُؤْمِنِیْنَ۔ (الانعام: ۱۱۸) ''پس کھاؤ اس جانور کا گوشت جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اگر تم اس کی آیات پر ایمان لانے والے ہو۔''

سلبی طریقہ سے فرمایا گیا:

وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَ اِنَّہٗ لَفِسْقٌ۔ (الانعام: ۱۲۱) ''اور نہ کھاؤ اس جانور کا گوشت جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یقیناً یہ (یعنی اللہ کا) نام لیے بغیر ذبح کرنا ایسے جانور کا (گوشت کھانا) فسق ہے۔''

سدھائے ہوئے درندے کے ذریعے سے شکار کے معاملے میں بھی ہدایت فرمادی گئی:

فَکُلُوْا مِمَّآ اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔ (المائدہ: ٤) ''پس کھاؤ اس جانور کا گوشت جسے تمہارے لیے روک رکھیں اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرو وہ جلدی حساب لینے والا ہے۔''

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن بہت سے مقامات پر لفظ ذبح استعمال ہی نہیں کرتا بلکہ اس کی جگہ ''جانور پر اللہ کا نام لینے'' کے الفاظ بطور اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ لِیَشْھَدُوْا مَنَافِعَ لَھُمْ وَ یَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْۢ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ۔ (الحج: ۲۸) ''تاکہ وہ اپنے لیے فائدے دیکھیں اور چند مخصوص دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اُس نے انہیں بخشے ہیں۔'' (یعنی ان کو ذبح کریں) وَ لِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا لِّیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْۢ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ۔ (الحج: ۳٤) ''ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر کی ہے تاکہ وہ اللہ کا نام لیں اُن مویشی جانوروں پر جو اُس نے ان کو بخشے ہیں۔'' (یعنی ان کو ذبح کرو) فَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْھَا صَوَآفَّ۔ (الحج: ۳۶) ''پس ان اونٹوں پر اللہ کا نام لو کھڑا کر کے۔'' (یعنی انہیں نحر کرو)

ذبح کے لیے تسمیہ کی اصطلاح کا یہ مسلسل اور پے در پے استعمال اس امر کی صریح دلیل ہے کہ قرآن کی نگاہ میں ذبیحہ اور تسمیہ ہم معنی ہیں، کسی ذبیحۂ حلال کا تصور تسمیہ کے بغیر نہیں کیا جا سکتا، اور تسمیہ ذبیحۂ حلال کی عین حقیقت میں شامل ہے۔

خدااور رسولؐ کے ان صاف اور قطعی احکام کے بعد اس امر میں کسی شک کی گنجایش نہیں رہتی کہ شریعت میں ذبیحہ کی حلّت کے لیے تسمیہ شرط ہے اور جس جانور کو اللہ کا نام لیے بغیر مارا گیا ہو اس کا کھانا حرام ہے، اگر ایسی صریح آیات اور احادیث سے بھی کوئی حکم ثابت نہ ہوتا ہو تو پھر ہمیں بتایا جائے کہ آخر کسی حکم کے ثبوت کے لیے کس قسم کی نص درکار ہے۔

(تفہیمات حصہ سوم، اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت وحرمت، ذبیحہ کی حلت کے لیے تسمیہ کی شرط)

تسمیہ کا وجوب

۲۱- سَمُّوْا عَلَیْهِ اَنْتُمْ وَ کُلُوْا۔ (بخاری، ابو داؤد، نسائی، ابنِ ماجہ عن عائشۃ)

''تم خود ہی اس پر اللہ کا نام لے لیا کرو۔ اور کھالیا کرو۔''

تخریج:〈ا〉 حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا اُسَامَةُ بْنُ حَفْصٍ الْمَدَنِیُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ قَوْمًا قَالُوْا لِلنَّبِیِّ ﷺ: اِنَّ قَوْمًا یَأْتُوْنَنَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِیْ أَذُکِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ أَمْ لَا؟ فَقَالَ: سَمُّوْا عَلَیْهِ اَنْتُمْ وَ کُلُوْهُ۔ قَالَتْ: وَ کَانُوْا حَدِیْثِیْ عَهْدٍ بِالْکُفْرِ۔ (۲۳)

پس منظر: ایک گروہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ کچھ لوگ (جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے) باہر سے ہماری بستی میں گوشت بیچنے آتے ہیں۔ ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ وہ جانور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں یا نہیں۔ کیا ہم یہ گوشت کھا سکتے ہیں؟ حضورؐ نے اس کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

شافعیہ کا عدم وجوب پر استدلال

اس سے شافعیہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ تسمیہ واجب نہیں، کیوں کہ اگر یہ واجب ہوتا تو حضور ﷺ شک کی حالت میں اس گوشت کے کھانے کی اجازت نہ دیتے۔

حالاں کہ دراصل یہ حدیث ان کے مدعا کے خلاف پڑتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تسمیہ واجب ہونا عہد نبوی میں مسلمانوں کے درمیان ایک معلوم و معروف مسئلہ تھا، اسی وجہ سے تو لوگ اس گوشت کے متعلق پوچھنے آئے جو نئے نئے مسلمان ہونے والے دیہاتی کاٹ کر لاتے تھے۔ ورنہ یہ سوال پیدا ہی کیوں ہوتا اور پوچھنے کا تکلف ہی کیوں کیا جاتا۔ پھر ان کے سوال کا جو جواب حضور ﷺ نے دیا وہ بھی اس خیال کی توثیق کرنے والا تھا۔ اگر ان لوگوں کا خیال صحیح نہ ہوتا اور گوشت کے حلال یا حرام ہونے سے تسمیہ اور عدم تسمیہ کا درحقیقت کوئی اثر نہ ہوتا تو حضور ﷺ صاف صاف ان سے یہی فرما دیتے کہ ذبیحہ کی حلّت کے لیے تسمیہ شرط نہیں ہے، تم لوگ ہر قسم کا گوشت کھالیا کرو خواہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیا گیا ہو یا نہ لیا گیا ہو۔ لیکن اس کے بجائے حضورؐ نے فرمایا تو یہ کہ تم خود خدا کا نام لے کر کھالیا کرو۔ اس کا معقول مطلب جو ادنیٰ تامّل آدمی کی سمجھ میں آجاتا ہے وہ یہ ہے کہ اوّل تو مسلمان کے ذبح کیے ہوئے گوشت کے متعلق تمہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ قاعدے کے مطابق ٹھیک

ذبح کیا گیا ہوگا اور اطمینان کے ساتھ اسے کھالینا چاہیے، لیکن اگر تمہارے دل میں کوئی شک رہ ہی جاتا ہے تو رفع وسواس کے لیے خود بسم اللہ کہہ لیا کرو۔

ظاہر ہے کہ مسلمان کے ہر ذبیحے کے متعلق جو شہروں اور دیہات کی دکانوں پر ملتا ہے، آدمی کہاں یہ تحقیق کرتا پھر سکتا ہے، اور شریعت کب اس کو اس تحقیق کا مکلّف کرتی ہے کہ اس نے حلال جانور کاٹا ہے یا حرام۔ تذکیہ کیا ہے یا نہیں؟ اور وہ نیا مسلمان ہے یا پرانا، تمام قواعد شریعہ سے واقف ہے یا نہیں۔ بادی النظر میں آدمی کو مسلمان کی ہر چیز کو صحیح سمجھنا چاہیے اِلّا یہ کہ اس کے غلط ہونے کا کوئی ثبوت سامنے آجائے۔ ثبوت کے بغیر جو شک دل میں پیدا ہو اسے وجہ اجتناب بنانے کے بجائے اس طرح کے شک کو **بسم اللہ** یا **استغفر اللہ** کہہ کر رفع کر دینا چاہیے۔ یہ تعلیم ہے جو اس حدیث سے ملتی ہے۔ تسمیہ کے عدمِ وجوب کی کوئی دلیل اس میں نہیں ہے۔

ایسا ہی کمزور استدلال وہ ایک تابعی بزرگ کی اس مرسل روایت سے کرتے ہیں جسے ابوداؤد نے مراسیل میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **ذَبِیحَةُ الْمُسْلِمِ حَلَالٌ ذَکَرَ اسْمَ اللّٰهِ اَوْ لَمْ یَذْکُرْ اِنَّهٗ اِنْ ذَکَرَ لَمْ یَذْکُرْ اِلَّا اسْمَ اللّٰهِ** ” مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے خواہ اس نے اللہ کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو، وہ نام لے گا بھی تو ظاہر ہے کہ اللہ ہی کا لے گا۔“

یہ حدیث اوّل تو ایک غیر معروف تابعی کی مرسل روایت ہے جس کا یہ وزن کبھی نہیں ہوسکتا کہ متعدد آیات اور مرفوع متصل احادیث سے جس کا وجوب ثابت ہو رہا ہو اسے یہ غیر واجب ثابت کر سکے۔

پھر دیکھنا یہ ہے کہ اگر یہ روایت قطعی صحیح بھی ہو تو کیا واقعی اس سے تسمیہ کا عدمِ وجوب ظاہر ہوتا ہے؟ زیادہ سے زیادہ جو بات اس سے ظاہر ہوتی ہے وہ تو بس یہ ہے کہ کوئی مسلمان اگر خدا کا نام لیے بغیر جانور ذبح کر بیٹھا ہو تو اسے عملاً ترکِ تسمیہ پر محمول کرنے کے بجائے نسیان پر محمول کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ اگر وہ نام لیتا تو اللہ ہی کا لیتا غیر اللہ کا نہ لیتا، اور اس بنا پر اس کے ذبیحہ کو حلال سمجھ کر کھالیا جائے۔

اس سے یہ مضمون کہاں نکلتا ہے کہ جو لوگ ذبیحہ پر خدا کا نام لینے کے سرے سے قائل ہی نہ ہوں، اور جن کا نظریہ ہی اس کے خلاف ہو، ان کا ذبیحہ بھی حلال ہے اور سرے سے ذبیحہ پر خدا کا نام لینا ہی ضروری نہیں ہے۔ اس حدیث کے الفاظ کو چاہے کتنا ہی کھینچا اور تانا جائے، اس سے اس مفہوم کی گنجایش نہیں نکلتی۔

یہ ہے کل کائنات ان دلائل کی جو فقہائے شافعیہ تسمیہ کے غیر واجب ہونے پر لائے ہیں۔ کوئی شخص تقلید کی قسم کھا کر بیٹھ گیا ہو تو ممکن ہے کہ وہ انہیں اٹل دلائل سمجھے۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ جو شخص ان کا تنقیدی جائزہ لے وہ کبھی یہ محسوس کیے بغیر رہ سکتا ہے کہ وجوب تسمیہ کے دلائل کے مقابلے میں یہ کس قدر بے وزن دلائل ہیں۔

پس جانوروں کے گوشت کی حلت کے بارے میں جو شرائط قرآن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں وہ یہ ہیں کہ:

۱- وہ ان اشیاء میں سے نہ ہو جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے فی نفسہ حرام قرار دیا ہے۔

۲- ان کا تذکیہ کیا گیا ہو۔

۳- ان کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

جس گوشت میں یہ تینوں شرائط پوری نہ ہوں وہ طیبات سے خارج اور ان خبائث میں داخل ہے جن کا استعمال اہلِ ایمان کے لیے جائز نہیں ہے۔ (تفہیمات حصہ سوم، اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت و حرمت، عدم وجوب تسمیہ...)

﴿۲﴾ عَنْ مُسَدَّدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دَاوٗدَ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ الصَّلْتِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ذَبِيْحَةُ الْمُسْلِمِ حَلَالٌ ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اَوْ لَمْ يَذْكُرْ اِنَّهٗ اِنْ ذَكَرَ لَمْ يَذْكُرْ اِلَّا اسْمَ اللّٰهِ۔ (۲٤)

سوال: ہمارے ہاں یہ جو مشینی ذبیحہ کی وجہ سے حلال وحرام کی بحث چھڑ گئی ہے اس کا سبب کیا ہے؟

جواب: ''حلال اور حرام کا معاملہ بڑا نازک ہے اگر ایک دفعہ اس سلسلے میں ڈھیل دے دی جائے تو پھر یہ کسی حد پر بھی نہیں رک سکتا۔ مشرق وسطیٰ میں یہی کچھ ہوا ہے۔ بعض مقامات پر ذبیحہ کے معاملے میں لاپروائی اختیار کی گئی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں حلال وحرام کی تمیز ہی اٹھ گئی، اور اب تو بعض جگہ سوٴر کا گوشت کھلم کھلا بازاروں میں فروخت ہوتا ہے۔ ایسے معاملات میں ابتدائی غفلت ہی انتہائی نتائج کا سبب بن جاتی ہے۔'' (۵۔اے ذیلدار پارک حصہ دوم،ص:۱۶۰)

اہلِ بادیہ کا ذبیحہ

۲۲–اُذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اَنْتُمْ وَكُلُوْهَا۔'' (ابو داؤد)

''تم خود اللہ کا نام لے لو اور اُسے کھالو۔''

تخریج: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى، قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ، قَالَ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ هُنَا اَقْوَامًا حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِشِرْكٍ يَأْتُوْنَا بِلُحْمَانٍ لَا نَدْرِيْ يَذْكُرُوْنَ عَلَيْهَا اسْمَ اللّٰهِ اَمْ لَا؟ قَالَ: اُذْكُرُوْا اَنْتُمْ اسْمَ اللّٰهِ وَكُلُوْا۔

ابوداؤد نے عن عائشہ کے حوالہ سے مندرجہ ذیل متن نقل کیا ہے:

اَنَّهُمْ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ قَوْمًا حَدِيْثُوْا عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ يَأْتُوْنَ بِلُحْمَانٍ لَا نَدْرِيْ أَذَكَرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اَمْ لَمْ يَذْكُرُوْا، اَفَنَأْكُلُ مِنْهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: سَمُّوْا (اللّٰهَ) وَكُلُوْا۔

نسائی نے:

اِنَّ اُنَاسًا مِنَ الْاَعْرَابِ كَانُوْا يَأْتُوْنَا بِلَحْمٍ وَلَا نَدْرِيْ اَذَكَرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اَمْ لَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ عَزَّوَجَلَّ وَكُلُوْا۔ (۲۵)

پس منظر: حضور ﷺ سے ایسے گوشت کے بارے میں دریافت کیا گیا جو اہلِ بادیہ شہر لے کر آتے تھے اور جس کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا تھا کہ انہوں نے جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں۔ تو آپؐ نے یہ جواب ارشاد فرمایا۔

۲۳-إِنِّی لَا أُحَرِّمُ حَلاَ لاً۔

''میں ایک حلال چیز کو حرام نہیں کر سکتا۔''

تخریج: عَنْ اَبِی اَیُّوبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ مَرْعُوْبٌ، فَقَالَ اَطِیْعُوْنِی مَا کُنْتُ بَیْنَ اَظْهُرِکُمْ وَ عَلَیْکُمْ بِکِتَابِ اللّٰهِ، اَحِلُّوْا حَلَالَهٗ وَ حَرِّمُوْا حَرَامَهٗ۔ (۲۶)

پس منظر: ایک مرتبہ آپ سے رومی پنیر کے بارے میں دریافت کیا گیا اور آپؐ کو بتایا کہ اس پنیر کو اہل روم خنزیر کے بچوں کے چُستے سے بناتے ہیں۔ آپؐ نے جواب میں اتنا فرمایا کہ میں ایک حلال چیز کو حرام نہیں کر سکتا اور مزید سائل کی بات کی طرف دھیان نہ دیا۔

۲۴- ''غزوہ تبوک کے موقع پر حضورؐ کے لیے پنیر لایا گیا اور آپؐ نے چھری منگا کر اللہ کا نام لیا اور اسے کاٹ کر نوش فرمالیا۔''

(ابوداؤد، کتاب الاطعمة)

تخریج: حَدَّثَنَا یَحْیَ بْنُ مُوْسَی الْبَلْخِیُّ، قَالَ: ثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَنْصُوْرٍ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِجُبْنَةٍ فِی تَبُوْکَ، فَدَعَا بِسِکِّیْنٍ، فَسَمّٰی وَ قَطَعَ۔ (۲۷)

تشریح: خطابی نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ پنیر چُستے سے جمایا جاتا تھا (یعنی جانور کے دودھ پیتے بچے کو کاٹ کر معدہ نکال لیا جاتا اور اس کے ذریعہ سے پنیر بنانے کے لیے دودھ جمایا جاتا تھا) اور یہ صنعت کفار اور مسلمانوں کی مشترکہ تھی۔ ابوداؤد نے یہ روایت اس غرض کے لیے نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے اسے مباح سمجھا کیوں کہ بظاہر اس کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آرہی تھی۔ (مختصر سنن ابی داؤد، مرتبہ حامد الفقی جزء خامس ص: ۳۲۸)

۲۵- ''ایک لڑائی میں حضورؐ کے پاس پنیر کا ایک ٹکڑا لایا گیا آپؐ نے پوچھا کہاں کا بنا ہوا ہے؟ عرض کیا گیا کہ ایران کا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ یہ مردار سے بنتا ہے (یعنی ایسے جانور کے چُستے سے جس کو غیر اہل الذبح یعنی مجوسی ذبح کرتے ہیں)۔ نبی ﷺ نے حکم دیا کہ اللہ کا نام لے کر اسے کاٹو اور کھالو۔'' (مسند احمد بروایت ابن عباس)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِی اَبِی، ثَنَا اَسْوَدُ، ثَنَا شَرِیْکٌ عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عِکْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِجُبْنَةٍ فِی غَزَاةٍ، فَقَالَ: اَیْنَ صُنِعَتْ هٰذِهٖ؟ فَقَالُوْا: بِفَارِسَ، وَ نَحْنُ نَرٰی اَنَّهٗ یُجْعَلُ فِیْهِ مَیْتَةٌ، فَقَالَ: اطْعَنُوْا فِیْهَا بِالسِّکِّیْنِ، وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَ کُلُوْا۔ (۲۸)

عکرمہ ہی کی دوسری روایت جو ابوداؤد طیالسی نے عمرو ابن عمرو کے واسطے سے نقل کی ہے اس میں مردار کا ذکر نہیں بلکہ صرف ''طعام یُصْنَعُ بِاَرْضِ الْعَجَمِ'' کا ذکر ہے۔ (مسند ابوداؤد حدیث: ۲۶۸۴)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَمْرٍو مَوْلَی الْمُطَّلِبِ، عَنْ عِکْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: کُنْتُ اَسْمَعُ قِرَاءَ ةَ النَّبِیِّ ﷺ لَمَّا کَانَ فَتْحُ مَکَّةَ رَاٰی جُبْنَةً، فَقَالَ: مَا ھٰذَا؟ قَالُوْا: طَعَامٌ یُصْنَعُ بِاَرْضِ الْعَجَمِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ضَعُوْا فِیْهِ السِّکِّیْنَ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَکُلُوْا۔ (۲۹)

تشریح: اس قصّے کو ابن عباسؓ کے شاگرد عکرمہ کے حوالہ سے روایت کرنے والا شخص مشہور کذاب جابر جعفی ہے اس لیے یہ روایت قابلِ قبول نہیں۔

مستنبط قواعد: اس موضوع پر فقہاء نے جو قواعد مستنبط کیے ہیں ان میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ **اِنَّ الطَّعَامَ لَا یُطْرَحُ بِالشَّکِّ** ''محض شک کی بنا پر طعام کو ردّ نہیں کیا جائے گا'' نیز یہ قاعدہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ **دِیْنُ اللّٰهِ یُسْرٌ فَیَسِّرُوْا وَلَا تَعَسَّرُوْا وَلَا تَنَفَّرُوْا** ''اللہ کے دین میں آسانی ہے تم اسے آسان ہی رکھو، سخت نہ بناؤ اور لوگوں کو اس سے متنفر نہ کرو۔''

(تفہیمات حصہ سوم، اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت وحرمت، فتویٰ نمبر ۲)

زندہ جانور کے جسم کا کاٹا ہوا گوشت حرام ہے

۲۶- مَا قُطِعَ (أَوْ مَابَان) مِنَ الْبَهِیْمَةِ وَ هِیَ حَیَّةٌ فَهِیَ مَیْتَةٌ۔

''جانور سے جو گوشت اس حالت میں کاٹا جائے کہ ابھی وہ زندہ ہو وہ مردار ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، ثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ، عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ، عَنْ اَبِیْ وَاقِدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِیْمَةِ وَ هِیَ حَیَّةٌ فَهِیَ مَیْتَةٌ۔ (۳۰)

تشریح: قرآن میں حکم دیا گیا ہے کہ جب اونٹ زمین پر ٹک جائے تب اسے ذبح کیا جائے۔ ٹکنے کا مطلب صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ وہ زمین پر گر جائیں بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ گر کر ٹھہر جائیں یعنی تڑپنا بند کر دیں اور جان پوری طرح نکل جائے۔ حدیث بالا سے اسی چیز کی وضاحت ہوتی ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ۳، الحج، حاشیہ: ۶۷)

کوّے کی حلت وحرمت

سوال: کیا کوّے کا گوشت حلال ہے؟ نیز یہ تحریر فرمائیں کہ کون کون سے جانور اور پرندے حرام یا حلال ہیں؟ نیز درمختار کا بعض لوگ حوالہ دیتے ہیں کہ اس میں کوّے کے گوشت کو حلال قرار دیا گیا ہے، یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: جن جانوروں کی حرمت کے متعلق قرآن پاک یا حدیث صحیح میں تصریح ہے، ان پر تو امت میں اتفاق ہے لیکن جن جانوروں کے بارے میں تصریح نہیں ہے بلکہ اصول بیان کیے گئے ہیں ان کی حلت وحرمت میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ کوّے کے گوشت کے متعلق درالمختار میں لکھا ہے۔

ولا یحل ... الغراب الأبقع الذی یأکل الجیف لانه ملحق بالخبائث قاله المصنف (أی صاحب تنویر الأبصار) ثم قال والخبیث ما تستخبثه الطباع السلیمة ’’اور حلال نہیں ہے...وہ کوّا جس کے رنگ میں سیاہی اور سپیدی ملی جلی ہو اور مردار کھاتا ہو، کیوں کہ وہ خبائث میں شامل ہے۔ یہ بات مصنف (یعنی صاحب تنویر الابصار) نے لکھی ہے، پھر کہا ہے کہ خبیث وہ ہے جسے سلیم الطبع لوگ گندا اور ناپاک سمجھتے ہیں۔‘‘

علامہ شامی نے ردُّ المحتار میں اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

أما الغراب الأبقع الذی فیه بیاض و سوادٌ والأسود فهو أنواع ثلاثة، نوع یلتقط الحب، ولا یأکل الجیف و لیس بمکروهٍ، و نوع لا یأکل إلا الجیف فإنه مکروه، و هو الذی سماه المصنف الابقع۔ و نوع یخلط، یأکل الحبّ مرة والجیف اخریٰ، ولم یذکره فی الکتاب، و هو غیر مکروه عنده۔ (ای أبی حنیفة) و مکروه عند أبی یوسف۔ ’’ملے جلے رنگ یا سیاہ رنگ کے کوّوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو دانے چگتا ہے اور مردار نہیں کھاتا، وہ مکروہ نہیں ہے۔ دوسرا وہ جو مردار ہی کھاتا ہے۔ وہ مکروہ ہے اور مصنف نے اسی کو ملے جلے رنگ کا کوّا کہا ہے۔ تیسرا وہ جو کبھی مردار کھاتا ہے اور کبھی دانے چگتا ہے۔ مصنف نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ وہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے۔‘‘ (ردالمحتار ج ۵/۲۶۶)

اسی کتاب میں مندرجہ بالا بحث کو آپ دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ کون کون سے پرندے حلال ہیں۔

(رسائل و مسائل حصہ پنجم، فقہی مسائل، کوّے کی حلت و حرمت...)

ماٰخذ

(۱) ترمذی ج ۱، ابواب اللباس، باب ما جاء فی لبس الفِراء ترمذی نے و فی الباب عن المغیرة کهه کر هذا حدیث غریب لا نعرفه مرفوعاً الا من هذا الوجه، و روی سفیان و غیره عن سلیمان التیمی عن ابی عثمان عن سلمان قوله و کانّ الحدیث موقوف اصح کها هے۔☆ ابنِ ماجه کتاب الاطعمة باب ۶۰ اکل الجبن والسمن، عن سلمان فارسی۔

(۲) مسلم ج ۱ کتاب الزکوٰة باب بیان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف☆ترمذی ج ۲، ابواب تفسیر القرآن، سورة بقره، هذا حدیث غریب۔ انما نعرفه من حدیث فضیل بن مرزوق☆ سنن دارمی ج ۲، کتاب الرقاق باب ۹ فی اکل الطیب☆مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۸، عن ابی هریرة☆ مختصر شعب الایمان للبیهقی۔

(۳) بخاری ج ۱، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینه۔

(۴) بخاری ج ۱، کتاب البیوع، باب الحلال بین والحرام بین و بینهما مشتبهات۔☆مسلم ج ۲، کتاب المساقاة والمزارعة، باب اخذ الحلال و ترک الشبهات☆ ابو داؤد ج ۳، کتاب البیوع، باب فی اجتناب الشبهات ☆ترمذی ج ۱، ابواب البیوع، باب ما جاء فی ترک الشبهات☆ نسائی ج ۷، کتاب البیوع، باب اجتناب الشبهات فی الکسب☆ ابنِ ماجه کتاب الفتن، باب ۱۴، الوقوف عند الشبهات☆ سنن دارمی ج ۲،

كتاب البيوع۔ باب ۱فى الحلال بيّن والحرام بيّن۔☆مُسند احمد ج٤/٢٦٧- ٢٦٩- ٢٧٠- ٢٧١- ٢٧٥ ☆السنن الكبرىٰ للبيهقى ج ٥، كتاب البيوع۔ باب طلب الحلال و اجتناب الشبهات☆ مختصر شعب الايمان۔

(٥) مؤطا امام مالك ج ٢، كتاب الاقضية القضاء فى المرفق☆ابنِ ماجه كتاب الاحكام، باب من بنى فى حقه ما يضر بجاره عن ابن عباس۔ اس سند ميں جابر جعفى هے جو متهم هے۔☆سنن دار قطنى ج٢، كتاب البيوع ☆مسند حمد ج١ ص ٣١٣ اور ج٥ص ٣٢٧۔

(٦) بخارى ج٢، كتاب الايمان و النذور، باب قول اللّٰه لا يؤاخذكم اللّٰه باللغو فى ايمانكم الخ☆ بخارى ج٢، كتاب الاحكام، باب من لم يسأل اللّٰه الامارة اعانه اللّٰه ص ٩٩٥ اور ص ١٠٥٨پر ايك روايت ميں و ان اعطيتها بهى مروى هے☆ مسلم ج٢، كتاب الايمان والنذور باب ندب من حلف يمينا فراى غيرها خيرا منها ان يأتى الذى هو خير و يكفر عن يمينه۔☆ مؤطا امام مالك ج ١، كتاب الايمان باب ما تجب فيه الكفارة من الايمان☆ مسند احمد ج٥ص ٦١- ٦٢- ٦٣۔ عن عبد الرحمٰن بن سمرة۔

(٧) مسلم ج٢، كتاب الصيد والذبائح، باب تحريم اكل كل ذى ناب من السباع و كل ذى مخلب من الطير ☆ابو داؤد ج٣، كتاب الاطعمة باب النهى عن اكل السباع، عن ابن عباس۔ ابو داؤد نے من السبع نقل كيا هے: ☆ترمذى ج١، ابواب الصيد، باب فى كراهية كل ذى ناب و ذى مخلب☆ ابنِ ماجه كتاب الصيد، باب ١٣، اكل كل ذى ناب من السباع، عن ابن عباس☆ سنن دارمى ج٢، كتاب الاضاحى، باب مالا يوكل من السباع ☆مسندِ احمد ج١ص ٢٤٤، ٢٨٩، عن ابن عباس☆ مختصر سنن ابى داؤد ج ٥، كتاب الاطعمة باب النهى عن اكل السباع۔ حديث نمبر ٣٦٥٥۔

(٨) بخارى ج٢، كتاب الذبائح والصيد، باب أكل كل ذى ناب من السباع☆مسلم ج٢، كتاب الصيد والذبائح باب تحريم أكل كل ذى ناب من السباع☆ ابو داؤد ج٣، كتاب الاطعمة، باب النهى عن اكل السباع عن ابى ثعلبة☆ترمذى ج١، ابواب الصيد۔ باب فى كراهية اكل ذى ناب و ذى مخلب۔ عن ابى ثعلبة☆نسائى ج٧، كتاب الصيد والذبائح، باب تحريم اكل السباع عن ابى ثعلبة☆ ابن ماجه كتاب الصيد باب ١٣، باب اكل كل ذى ناب من السباع، عن ابى ثعلبة☆سنن دارمى ج٢، كتاب الاضاحى، باب مالا يؤكل من السباع۔ عن ابى ثعلبة☆مؤطا امام مالك ج ١، كتاب الصيد باب تحريم اكل كل ذى ناب من السباع۔ عن ثعلبة الخشنى ☆مختصر سنن ابى داؤد ج٥، كتاب الصيد باب النهى عن أكل السباع حديث نمبر ٣٦٥٤۔ عن ابى ثعلبة ☆مسند احمد ج٤ص ١٩٤، ابو ثعلبة خشنى۔ بخارى نے كتاب الطب، مسلم نے كتاب الصيد، ابو داؤد نے كتاب السنة اور كتاب الاطعمة اور ترمذى نے ابواب الصيد اور ابواب السير ميں اور مسند احمد نے ج١ ص٦٤٧، ج٤ص ١٩٣- ١٩٤ پر نهى النبى ﷺ عن اكل كل ذى نابٍ من السبع بهى نقل كيا هے۔ تابعه يونس و معمر و ابن عيينة والماجشون عن الزهرى۔

(٩) بخارى ج٢، كتاب الذبائح والصيد والتسمية باب صيد المعراض۔☆مسلم ج٢، كتاب الصيد والذبائح ☆ابو داؤد ج٣، كتاب الصيد، باب فى الصيد☆ ترمذى ج١ ابواب الصيد، باب ما جاء فى صيد المعراض۔ ترمذى نے فهو و قيذ تك نقل كيا هے۔☆نسائى ج ٧، كتاب الصيد والذبائح، باب الكلب يأكل من الصيد عن عدى بن حاتم۔☆ ابنِ ماجه كتاب الصيد، باب ٧ صيد المعراض عن عدى بن حاتم۔ ابنِ ماجه نے بهى فهو

وقید تك نقل کیا ھے۔☆سنن دارمی ج ۲، کتاب الصید باب فی صید المعراض عن عدی بن حاتم۔ دارمی ے فإنه وقیذ فلا تأکل روایت کیا ھے۔☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۹، کتاب الصید والذبائح، باب المعلم یأکل من الصید الذی قد قتل، عن عدی بن حاتم۔

(۱۰) بخاری ج ۲، کتاب الذبائح والصید والتسمیة باب التسمیة علی الذبیحة و من ترك متعمداً۔ بخاری کتاب الشرکة اور کتاب الجهاد میں بھی منقول ھے۔ ☆بخاری ج ۲، کتاب الذبائح والصید باب اذا اصاب قوم غنیمة الخ☆ مسلم ج ۲، کتاب الاضاحی، باب جواز الذبح بکل ما انهر الا السن والظفر، عن رافع بن خدیج☆ ابو داؤد ج ۳، کتاب الأضاحی باب فی الذبیحة بالمروة، عن رافع ابن خدیج☆ ترمذی ج ۱، ابواب الصید، باب فی الزکوٰة بالقصب وغیره، عن رافع بن خدیج☆ نسائی ج ۷، کتاب الضحایا، باب فی الذبح بالسن☆ ابنِ ماجه کتاب الذبائح باب ۵ ما یذکی به۔ عن رافع بن خدیج☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۹، کتاب الصید والذبائح باب ما یذکی به۔ عن رافع بن خدیج☆ مُسندِ احمد ج ۴ ص ۱۴۰ - ۱۴۲، عن رافع بن خدیج۔

(۱۱) ابو داؤد ج ۳، کتاب الأضاحی، باب ما جاء فی ذبیحة المتردیة☆ ترمذی ج ۱، ابواب الصید باب فی الزکوٰة فی الحلق واللبة۔ قل احمد بن منیع: قال یزید بن هارون هذا فی الضرورة۔ و فی الباب عن رافع بن خدیج و هذا حدیث غریب، لا نعرفه الا من حدیث حماد بن سلمة، ولا نعرف لأبی العشراء عن ابیه غیر هذا الحدیث۔ واختلفوا فی اسم ابی العشراء فقال بعضهم: اسمه أُسامة بن قِهطم، و یُقال یسار بن برز، و یقال ابن بلز، و یقال: اسمه عطارِد☆ نسائی ج ۷، کتاب الضحایا باب ذکر المتردیة فی البئر التی لا یوصل الی حلقها۔ نسائی میں لا جزاك ھے۔☆ ابنِ ماجه کتاب الذبائح باب ۹ ذکاةُ النادّ من البهائم۔ ابن ماجه میں بھی لاجزاك مروی ھے۔ ☆سنن دارمی ج ۲، کتاب الأضاحی باب ۱۲ فی ذبیحة المتردی فی البئر۔ قال حماد: حملناه علی المتردی ☆مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۴ ☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۹، کتاب الصید والذبائح باب ما جاء فی ذکوٰة مالا یقدر علی ذبحه الا برمی او سلاح۔ قال الخطابی: ضعفوا هذا الحدیث لأن راویه مجهول و ابو العشراء لا یدری من ابوه ولم یرو عنه الا حماد بن سلمة۔ (حاشیه دارمی ج ۹ ص ۲)

(۱۲) بخاری ج ۲، کتاب الذبائح والصید، باب ما انهر الدم من القصب والمروة والحدید۔☆ ابن ماجه کتاب الذبائح باب ۸ ذبیحة المرأة (مختصر ھے) ☆السنن الکبریٰ ج ۹، کتاب الضحایا باب الزکوٰة بما انهر الدم الخ۔

(۱۳) ابو داؤد ج ۳، کتاب الاضاحی، باب فی الذبیحة بالمروة☆السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۹، کتاب الصید والذبائح باب ما جاء فی البهیمة ترید ان تموت فتذبح☆ السنن الکبریٰ ج ۹، کتاب الضحایا، باب الزکوٰة بما انهر الدم و فری الأوداج والمذبح ولم یثرد، الا الظفر والسن عن رجل من بنی حارثة۔

(۱۴) مسلم ج ۲، کتاب الصید والذبائح باب الصید بالکلاب المعلمة☆بخاری ج ۲، کتاب الذبائح والصید، باب الصید اذا غاب عنه یومین او ثلاثة۔ بخاری میں فأدرکته حیًّا فاذبحه کا فقره منقول نهیں۔ بخاری کی ایك دوسری روایت میں فان اکل، فلا تاکل کے الفاظ مروی هیں۔

(۱۵) ابو داؤد ج ۳ کتاب الاضاحی، باب فی الذبیحة بالمروة۔

(۱۶) سنن دار قطنی ج ۲، باب الصید ☆ السنن الکبریٰ ج ۹، کتاب الضحایا، باب الزکوٰة فی المقدور علیه ما بین اللبة والحلق۔ هذا من وجه ضعیف مرفوعا و لیس بشیء۔

(۱۷) السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۹، کتاب الضحایا باب کراھۃ النخع والفرس۔ و ھٰذا اسناد ضعیف۔

(۱۸) مسلم ج ۲، کتاب الصید والذبائح باب الصید بالکلاب المعلمۃ☆ بخاری ج ۲، کتاب الذبائح والصید، باب الصید اذا غاب عنہ یومین او ثلاثۃ۔ بخاری میں فادرکتہ حیًّا فاذبحہ کا فقرہ منقول نہیں۔ بخاری کی ایک دوسری روایت میں فان اکل، فلا تاکل کے الفاظ مروی ہیں۔

(۱۹) بخاری ج ۲، کتاب الذبائح والصید باب الصید اذا غاب عنہ یومین او ثلاثۃ☆ ابو داؤد ج ۳، کتاب الصید، باب فی الصید۔ ابو داؤد میں وَ ان اکل منہ فلا تأکل ہے۔

(۲۰) بخاری ج ۲، کتاب الذبائح والصید، باب صید القوس☆ مسلم ج ۲، کتاب الصید والذبائح☆ابو داؤد ج ۳، کتاب الصید باب فی الصید۔

(۲۱) ابو داؤد ج ۳، کتاب الاضاحی، باب فی الذبیحۃ بالمروۃ☆ ابنِ ماجہ کتاب الذبائح باب ۵ ما یذکی بہ، عن عدی بن حاتم۔ ابنِ ماجہ میںبالمروۃ کی جگہ فلا نجد سکینا الا الظرار و شقۃ العصا مذکور ہے۔☆نسائی ج ۷، کتاب الضحایا، باب اباحۃ الذبح بالعود، عن عدی بن حاتم۔ نسائی نے امرر کی جگہ انھر الدم ذکر کیا ہے اور نسائی میں قطری کو قطری ق کے ضمہ سے نقل کیا ہے۔☆مسند احمد ج ٤ ص ۲٥٦ - ۲٥۸، عن عدی بن حاتم☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۹، کتاب الضحایا، باب الزکوٰۃ بما انھر الدم الخ۔

(۲۲) ابو داؤد ج ۳، کتاب الصید، باب فی الصید۔

(۲۳) بخاری ج ۲، کتاب التوحید، باب السؤال باسماء اللّٰہ والاستعاذۃ بھا☆ بخاری ج ۲ پر کتاب الذبائح والصید میں مندرجہ ذیل سند اور متن سے روایت ذکر کی ہے۔

(۲٤) السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۹، کتاب الصید والذبائح باب من ترك التسمیۃ و ھو ممن تحل ذبیحتہٗ۔☆ کنز العمال ج ٦، کتاب الذبائح بحوالہ ابو داؤد فی مراسیلہ عن الصلت مرسلاً۔ عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں راشد بن سعد سے مرسلا روایت کیا ہے۔ ذبیحۃ المسلم حلال سمی اولم یسم مالم یتعمد والصید کذلك۔ ☆کنز العمال ج ٦، کتاب الذبح۔

(۲٥) ابو داؤد ج ۳، کتاب الاضاحی، باب ما جاء فی اکل اللحم لا یدری اذکر اسم اللّٰہ علیہ ام لا۔☆ نسائی ج ۷، کتاب الضحایا، باب ذبیحۃ من لم یعرف، عن عائشۃ۔☆ابنِ ماجہ کتاب الذبائح باب ٤ التسمیۃ عند الذبح ☆سنن دارمی ج ۲، کتاب الاضاحی باب اللحم یوجد فلا یدری اذکر اسم اللّٰہ علیہ ام لا☆السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۹، کتاب الصید والذبائح۔ باب من ترك التسمیۃ و ھو ممن تحل ذبیحتہ☆ مختصر سنن ابی داؤد ج ٤، کتاب الضحایا باب ما جاء فی اکل اللحم لا یدری اذکر اسم اللّٰہ علیہ ام لا۔ تابعہ محمد بن عبد الرحمن والدراوردی و اسامۃ بن حفص۔

(۲٦) مجمع الزوائد للھیشمی ج ۱ ص ۱۷۰☆ مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۲، ۲۱۲☆ کنز العمال ج ۱ حدیث ۹۰٦۔

(۲۷) ابو داؤد ج ۳، کتاب الاطعمۃ باب اکل الجبن☆ مختصر سنن ابو داؤد ج ٥، قال ابو حاتم الرازی: الشعبی لم یسمع من ابن عمر، و ذکر غیر واحد : انہ سمع من ابن عمر، اخرج البخاری و مسلم فی صحیحھما حدیث الشعبی عن ابن عمر، و فیہ : قاعدتُ ابن عمر سنتین، او سنۃ و نصفاً۔ و فی اسناد حدیث ابن عمر، فی الجبنۃ ابراھیم

بن عيينة اخو سفيان بن عيينة قال ابو حاتم الرازی: شيخ يأتی بمناكير۔ و سئل ابو داؤد السجستانی عن ابراهيم بن عيينة، و عمران بن عيينة، و محمد بن عيينة؟ فقال : كلهم صالح۔ و حديثهم قريب من قريب☆ مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۴-۳۰۲☆ السنن الكبرٰى للبيهقی ج ۱۰، كتاب الضحايا، باب اكل الجبن۔

(۲۸) مُسند احمد ج ۱ ص ۳۰۲- ۳۰۳۔ ذكره شريك مرة اخرى فزاد فيه فَجَعَلُوا يَضْرِبُوْنَهَا بِالْعَصِيِّ۔

(۲۹) مسند ابی داؤد الطيالسی جزء ۱۱، حديث نمبر ۲۶۸۴☆ السنن الكبرٰى للبيهقی ج ۱۰، كتاب الضحايا، باب اكل الجبن۔ عن ابن عباس۔

(۳۰) ابو داؤد ج ۳، كتاب الصيد، باب فی الصيد قطع منه قطعةً☆ ابنِ ماجه الصيد، باب ما قطع من البهيمة و هی حية، عن ابنِ عمر۔ ابنِ ماجه میں ما قطع من البهيمة و هی حية، فما قطع منها فهو ميتة ہے۔ ترمذی، دار قطنی، دارمی، المصنف وغیرہ میں مندرجہ ذیل الفاظ ہیں قدم النبی ﷺ المدينة و هم يجبون اسنمة الابل و يقطعون اليات الغنم فقال : ما قطع من البهيمة و هی حية فهو ميتة۔☆ترمذی ج ۱، ابواب الصيد، باب ما جاء ما قطع من الحیّ فهو ميت۔ ترمذی نے هذا حديث غريب لا نعرفه الا من حديث زيد بن اسلم والعمل على هذا عند اهل العلم، و ابو واقد الليثی اسمه الحارث بن عوف۔☆دار قطنی ج ٤، باب الصيد والذبائح الخ☆ سنن دارمی ج ۲، كتاب الصيد، باب ۹ فی الصيد يبين منه العضو☆ مسند احمد ج ۵، ص ۲۱۸ ابو واقد الليثی☆المصنف عبد الرزاق ج ٤ ☆السنن الكبرٰى للبيهقی ج ۹، كتاب الصيد والذبائح۔ باب ما قطع من الحیّ فهو ميتة۔ عن ابی واقد الليثی ☆تفسير ابن كثير ج ۳، سورة الحج زیر آیت فاذا وجبت جنوبها الآية۔

فصل: ۲

بدعت

لغوی اور اصطلاحی مفہوم اور اس کی تشریح

کسی فعل کو بدعتِ مذمومہ قرار دینے کے لیے صرف یہی بات کافی نہیں ہے کہ وہ نبی ﷺ کے زمانے میں نہ ہوا تھا۔ لغت کے اعتبار سے تو ضرور ہر نیا کام بدعت ہے مگر شریعت کی اصطلاح میں جس بدعت کو ضلالت قرار دیا گیا ہے اس سے مراد وہ نیا کام ہے جس کے لیے شرع میں کوئی دلیل نہ ہو، جو شریعت کے کسی قاعدے یا حکم سے متصادم ہو، جس سے کوئی ایسا فائدہ حاصل کرنا یا کوئی ایسی مضرت رفع کرنا متصوّر نہ ہو جس کا شریعت میں اعتبار کیا گیا ہے، جس کا نکالنے والا اسے خود اپنے اوپر یا دوسروں پر اس ادّعا کے ساتھ لازم کرے کہ اس کا التزام نہ کرنا گناہ اور کرنا فرض ہے۔ یہ صورت اگر نہ ہو تو مجرد اس دلیل کی بنا پر کہ ''فلاں کام حضوؐر کے زمانے میں نہیں ہوا'' اسے ''بدعت'' بمعنی ضلالت نہیں کہا جا سکتا۔ بخاری نے کتاب الجمعہ میں چار حدیثیں نقل کی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ عہدِ رسالت اور عہدِ شیخین میں جمعہ کی صرف ایک اذان ہوتی تھی، حضرت عثمانؓ نے اپنے دور میں ایک اذان کا اور اضافہ کر دیا۔ لیکن اسے بدعتِ ضلالت کسی نے بھی قرار نہیں دیا بلکہ تمام اُمت نے اس نئی بات کو قبول کر لیا۔ بخلاف اس کے انہی حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں قصر کرنے کے بجائے پوری نماز پڑھی تو اس پر اعتراض کیا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ صلوٰۃ ضحیٰ کے لیے خود بدعت اور احداث کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ **اِنَّهَا لِمَنْ اَحْسَنِ مَا اَحْدَثُوْا** ''یہ اُن بہترین نئے کاموں میں سے ہے جو لوگوں نے نکال لیے ہیں'' **بِدْعَةٌ وَ نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ** ''بدعت ہے اور اچھی بدعت ہے''[1] **مَا اَحْدَثَ النَّاس شَيْئًا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْهَا** ''(لوگوں نے کوئی ایسا نیا کام نہیں کیا ہے جو مجھے اس سے زیادہ پسند ہو۔'' (رسائل و مسائل حصہ چہارم، عام مسائل، غلاف کعبہ کی نمائش...)

بدعت کی اقسام

بدعت کی پانچ اقسام جن کا ذکر امام نووی نے شرح مسلم[1] میں کیا ہے اور علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں جس کی توثیق کی ہے۔ خود احادیث پر غور کرنے سے ہر شخص کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ بدعت سے مراد اگر ہر وہ نیا کام ہو جو حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں ہوا، تو ایسا ہر نیا کام بدعتِ ضالّہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کی پانچ اقسام بنتی ہیں۔ مثال کے طور پر ملاحظہ کیجیے:

(۱) نبی ﷺ نے اپنے عہد میں قرآن مجید کو ایک مصحف کی شکل میں مرتّب نہیں کیا تھا، صحابہ کرامؓ نے بعد میں اسے مصحف

---

(۱) علامہ عینی نے عمدۃ القاری کتاب الجمعۃ میں عبد بن حمید سے حضرت عثمانؓ کے دور کی اذان والا واقعہ بیان کیا ہے۔

کی شکل میں مرتّب کر کے لکھوایا اور پھر اسی مستند نسخے کی نقلیں شائع کرائیں۔ یہ نیا کام ضرور تھا، لیکن دین کی حفاظت کرنے کے لیے اس کی ضرورت تھی، اس لیے یہ بدعتِ واجبہ تھی۔

(۲) نبی ﷺ کے زمانے میں جمعہ کی ایک اذان ہوتی تھی حضرت عثمانؓ نے ایک اور اذان رائج کی۔ یہ بھی ایک نیا کام تھا، لیکن مدینہ کی آبادی بڑھ جانے کے بعد جمعہ کے لیے لوگوں کو جمع کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی تھی اس لیے صحابہ کرامؓ نے اسے قبول کیا۔ یہ بدعت مستحبّہ تھی۔

(۳) نبی ﷺ کے زمانے میں لوگ حج کے لیے اونٹوں پر جاتے تھے، یا پیدل۔ آج لوگ موٹر اور ہوائی جہاز اور بحری جہاز پر جا رہے ہیں۔ یہ بھی نیا کام ہے، مگر ایک عبادت کو ادا کرنے کے لیے وہ طریقہ اختیار کیا جا رہا ہے جو شریعت میں ممنوع نہیں ہے اور کسی قاعدہ شرعی سے متصادم نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ بدعتِ مباح ہے۔

(۴) نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں اسلامی حکومت اور اسلامی فوج کی علامت کے طور پر جھنڈے استعمال ضرور کیے گئے ہیں مگر اُن کو سلامی نہیں دی گئی۔ جھنڈوں کی سلامی کو حرام قرار دینے کے لیے کوئی نص نہیں ہے، لیکن یہ فعل اسلام کے مجموعی مزاج سے مناسبت نہیں رکھتا، اس لیے یہ بدعتِ مکروہہ ہے۔

(۵) حضورؐ کے زمانے میں عورتیں مسجد میں خوشبو لگا کر بجنے والے زیور پہن کر نہیں آتی تھیں، اور اس فعل سے آپؐ نے بالفاظ صریح منع کیا ہے۔ لہٰذا اب اگر عورتیں اس حالت میں آئیں تو یہ بدعتِ محرّمہ ہے۔

بدعت کی یہ پانچ اقسام خود احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتی ہیں۔ (مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ حصہ اول، مکتوب: ۵۲)

کیا تراویح باجماعت بدعتِ ضلالہ ہے؟

۲۷- كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

تخریج:(ا) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، اَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ۔ وَ صَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ، وَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ اَنَّهٗ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ اِلَى الْمَسْجِدِ، فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ، وَ يُصَلِّي الرَّجُلُ۔ فَيُصَلِّيْ بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ، اِنِّيْ اَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰٓؤُلَآءِ عَلٰى قَارِئٍ وَاحِدٍ، لَكَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ، فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ

(ا) كتاب الجمعة۔

لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّتِىْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِىْ تَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ اٰخِرَ اللَّيْلِ، وَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ۔ (۱)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ ماہِ رمضان میں، میں حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد کی طرف گیا۔ دیکھا کہ لوگ مختلف ٹولیوں میں متفرق طور پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ کوئی تنہا اپنی ہی نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی کچھ لوگوں کو نماز پڑھا رہا ہے یہ منظر دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: بخدا کاش میں انہیں ایک قاری کے تحت اکٹھے کر دیتا تو یہ زیادہ بہتر ہوتا۔ پھر حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء پر اکٹھے کر دیا۔ عبدالرحمٰنؒ کا بیان ہے کہ میں دوسری رات بھی حضرت عمرؓ کی معیت میں نکلا تو لوگ اپنے قاری کی امامت میں نماز پڑھ رہے تھے، یہ منظر دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ ''کیسی اچھی ہے یہ بدعت۔'' الخ۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى، قَالَ: نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا خَطَبَ اِحْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَ عَلَا صَوْتُهٗ، وَاشْتَدَّ غَضَبُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُوْلُ: صَبَّحَكُمْ مَسَّاكُمْ، وَ يَقُوْلُ: بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَ يَقْرِنُ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى، وَ يَقُوْلُ: اَمَّا بَعْدُ: فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَ خَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ الخ۔ (۲)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطاب (خطبہ) ارشاد فرماتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہو جاتی اور غصّہ میں شدت آ جاتی (اور ایسی کیفیت ہو جاتی) کہ گویا ایسے لشکر سے ڈرانے والے ہوتے تھے کہ صبح وشام وہ لشکر ٹوٹ پڑنے والا ہے نیز یہ فرماتے کہ میری بعثت اور قیامت کی آمد ایسی ہے جیسے یہ دو انگلیاں یعنی اپنی شہادت کی انگلی اور وسط والی انگلی کو ملاتے اور فرماتے کہ اللہ کی حمد وستائش کے بعد یہ بات جان لو کہ ہر بات سے بہتر اللہ کی کتاب ہے اور راستہ سے بہتر راستہ محمد ﷺ کا اختیار و بیان کردہ راستہ ہے اور سب کاموں سے برے کام نئے ایجاد کردہ کام ہیں اور ہر بدعت (نیا کام) ضلالت وگمراہی ہے۔

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِى الْمَسْجِدِ، فَصَلّٰى بِصَلَاتِهٖ نَاسٌ، ثُمَّ صَلّٰى مِنَ الْقَابِلَةِ، فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ، فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا اَصْبَحَ، قَالَ: قَدْ رَاَيْتُ الَّذِىْ صَنَعْتُمْ وَلَمْ يَمْنَعْنِىْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَيْكُمْ اِلَّا اَنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ يُفْرَضَ عَلَيْكُمْ وَ ذٰلِكَ فِىْ رَمَضَانَ۔

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھی، لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر دوسری رات بھی آپ نے نماز پڑھی تو نمازیوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوگیا۔ پھر تیسری یا چوتھی رات لوگ پھر جمع ہوئے تو رسول اللہ ﷺ (حجرے) سے باہر تشریف نہ لائے۔ جب صبح ہوئی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا جو کچھ تم لوگوں نے کیا اسے میں نے دیکھا ہے۔ مجھے باہر آنے سے بجز اس اندیشہ وخوف کے کسی چیز نے نہیں روکا کہ کہیں (یہ نماز) تم پر فرض قرار نہ دے دی جائے۔ (یاد رہے) یہ رمضان کا واقعہ ہے۔

اس مقام پر:

قَالَ اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ وَ لٰكِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا، فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ۔ (۳)

امابعد کے بعد فرمایا: ”تم لوگوں کی موجودگی مجھ پر پوشیدہ نہیں ہے لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تم پر فرض نہ کر دی جائے اور تم اس کی ادائے گی سے عاجز ہو جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور معاملہ اسی حالت پر رہا۔“

تشریح: شرعی اصطلاح میں جس چیز کو بدعت کہتے ہیں، اس کی کوئی قسم حسنہ نہیں ہے، بلکہ ہر بدعت سیئہ اور ضلالہ ہی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے ”**كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ**“ البتہ لغوی اعتبار سے محض نئی بات کے معنی میں بدعت حسنہ بھی ہو سکتی ہے اور سیئہ بھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز تراویح با جماعت کے بارے میں ”**نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ**“ کے الفاظ جو فرمائے تھے، اُن میں بدعت سے مراد اصطلاحی بدعت نہیں، بلکہ لغوی بدعت ہی ہو سکتی ہے اس لیے اسے بدعت کی ایک قسم ”حسنہ“ قرار دینے کے لیے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

اس بات کو سمجھنے کے لیے پہلے بدعت کا شرعی مفہوم سمجھ لینا چاہیے پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا نماز تراویح با جماعت کا طریقہ رائج کرنا اس مفہوم کے اعتبار سے بدعت کی تعریف میں آتا بھی ہے؟

عربی زبان میں بدعت کا لفظ قریب قریب اس معنی میں استعمال ہوا ہے جس میں لفظ ”جدّت“ ہم اردو میں استعمال کرتے ہیں۔ یعنی ایک نئی بات جو پہلے نہ ہوئی ہو یا جس کی کوئی مثال موجود نہ ہو۔ لیکن شریعت میں یہ لفظ اس وسیع مفہوم میں استعمال نہیں ہوتا۔ نہ اس مفہوم میں نئی چیز یا نئے کام اور طریقے کو گمراہی قرار دیا گیا ہے۔ شرعی اصطلاح میں بدعت سے مراد یہ ہے کہ جن مسائل و معاملات کو دینِ اسلام نے اپنے دائرے میں لیا ہے، اُن میں کوئی ایسا طرزِ فکر یا طرزِ عمل اختیار کرنا جس کے لیے دین کے اصلی مأخذ میں کوئی دلیل و حجت موجود نہ ہو۔ اس تعریف کی رُو سے وہ مسائل و معاملات یا مسائل و معاملات کے وہ پہلو، جن سے دین نفیاً اثباتاً کوئی تعرّض نہیں کرتا جن کے متعلق صاحبِ شریعت نے خود فرما دیا کہ ”**اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاَمُوْرِ دُنْيَاكُمْ**“ بدعت و سنت کی بحث سے خود بخود خارج ہو جاتے ہیں۔ کسی چیز کے بدعت ہونے یا نہ ہونے کا سوال صرف انہی اُمور میں پیدا ہوتا ہے جن میں انسان کی رہ نمائی کرنا دین نے اپنے ذمے لیا ہے، اور جن میں اللہ اور اس کے رسولؐ نے احکام دیئے ہیں، یا اصولی ہدایات فرمائی ہیں، خواہ وہ عقائد اور خیالات و تصورات کے باب سے تعلق رکھتے ہوں، یا اخلاق سے، یا

عبادت اور مذہبی رسوم سے، یا معاشرت، تمدّن، سیاست، معیشت اور دوسری ان چیزوں سے جنھیں عام طور پر دنیاوی معاملات سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان اُمور میں جب کوئی ایسی بات کی جائے گی جس کے ماٰخذ کا حوالہ خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی تعلیم و ہدایت میں نہ دیا جاسکتا ہو، یا جن کے حق میں دین کے ان ماٰخذ اصلیہ سے کوئی معقول دلیل نہ پیش کی جاسکتی ہو، تو وہ بدعت ہوگی، اور اگر وہ کتاب وسنّت کی تعلیمات کے خلاف پڑتی ہو تو اس پر محض بدعت کا نہیں بلکہ فسق اور معصیّت کا اطلاق ہوگا۔

بدعت کے شرعی مفہوم کی اس تشریح کے بعد یہ بات محتاجِ کلام نہیں رہتی کہ اس معنی میں جو چیز بدعت ہو، اس کے حسنہ ہونے کا تصوّر ہی نہیں کیا جاسکتا۔ وہ تو لازماً سیئہ ہی ہوگی اور اس کو سیئہ ہی ہونا چاہیے۔ کیوں کہ دین نام ہے اس نظام کا، جو خدا اور اس کے رسولؐ کی تعلیم و ہدایت پر مبنی ہو، اور اس نظام میں بہر حال ایسی کوئی چیز داخل نہیں ہوسکتی جو اس تعلیم و ہدایت پر مبنی نہ ہو۔ ایسی کوئی چیز جب بھی اس میں داخل ہوگی، اس نظام کے مزاج اور اس کی ترکیب کو بگاڑ دے گی۔ پھر کیسے تصوّر کیا جاسکتا ہے کہ کوئی بگاڑنے والی چیز حسنہ بھی ہو۔

اب دیکھیے کہ حضرت عمرؓ نے جس چیز کو ''اچھی بدعت'' کہا تھا، کیا واقعی اسی معنی میں بدعت تھی، جس میں کوئی شے اصطلاحِ شرع میں بدعت قرار پاسکتی ہے؟

جہاں تک نفسِ تراویح کا تعلّق ہے۔ یعنی رمضان میں نمازِ عشا کے بعد قیامِ لیل، وہ تو صرف جائز ہی نہیں، مندوب اور مسنون بھی ہے۔ کیوں کہ نبی ﷺ نے اس کی ترغیب دی ہے، اس کو دوسرے دنوں کے قیامِ لیل سے زیادہ اہمیت دی ہے، اور خود اس پر عمل فرمایا ہے۔ جہاں تک اس کے جماعت کے ساتھ پڑھنے کا تعلق ہے اس پر بھی حضوؐر کے زمانے میں اور حضور ﷺ کے علم میں عمل ہوا ہے اور آپؐ نے اسے جائز رکھا ہے چناں چہ مسند احمد میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ مسجدِ نبویؐ میں مختلف مقامات پر مختلف لوگ رمضان میں رات کے وقت نماز پڑھتے تھے جس کو جتنا قرآن یاد ہوتا، وہ اتنا ہی پڑھتا اور کسی کے ساتھ ایک، کسی کے ساتھ پانچ، کسی کے ساتھ سات یا کم وبیش مقتدی کھڑے ہوجاتے تھے۔ پھر جہاں تک ایک جماعت میں سب کو جمع کر کے ایک امام کے پیچھے تراویح پڑھنے کا تعلّق ہے، اس پر بھی نبی ﷺ نے خود کئی مرتبہ عمل فرمایا ہے۔ ترمذی، ابوداؤد اور دوسری کُتب سُنن میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک رمضان کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ مہینہ ختم ہونے میں سات دن باقی تھے کہ رات کے وقت حضور ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی یہاں تک کہ تہائی شب گزر گئی، پھر ایک دن چھوڑ کر ایک روز سحری کے وقت تک پڑھاتے رہے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک اور رمضان کا حال بیان فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے دو یا تین دن مسلسل نماز تراویح پڑھائی۔ پھر تیسرے یا چوتھے روز جب لوگ جمع ہوئے تو آپؐ نماز پڑھانے کے لیے نہ نکلے، اور بعد میں اس کی وجہ یہ بیان کی کہیں یہ فرض نہ قرار دے دی جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ تو مسنون تھا اب جس چیز کوئی بات کہا جاسکتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس طریقہ کو ہمیشہ کے لیے جاری کر دیا۔ اس چیز کو بدعت اس لیے نہیں کہا جاسکتا کہ حضور ﷺ نے ہمیشہ جماعت کے ساتھ

تراویح نہ پڑھانے کی وجہ صرف یہ بیان فرمائی تھی کہ کہیں یہ لوگوں پر فرض نہ قرار دے دی جائے۔ یہ وجہ خود اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ آپؐ کے نزدیک یہ طریقہ رائج ہونا اور تمام حیثیتوں سے تو پسندیدہ تھا، البتہ فرض قرار پا جانے کا اندیشہ اس میں مانع تھا کہ آپؐ اسے رائج فرمائیں۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد اس اندیشہ کے لیے کوئی گنجایش باقی نہ رہی۔ کیوں کہ کسی دوسرے شخص کا عمل کسی چیز کے شریعت میں فرض ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کے اس منشا کو پورا کر دیا، جو آپ کی توجیہ میں مضمر تھا۔ یعنی یہ کہ طریقہ رائج تو ہو مگر مشروع اور مسنون طریقے کی حیثیت سے، نہ کہ فرض کی حیثیت سے، اس پر بعض لوگوں کو جب بدعت ہونے کا شبہ ہوا تو حضرت عمرؓ نے یہ کہہ کر اسے ردّ کر دیا کہ ''یہ اچھی بدعت ہے'' یعنی یہ نئی بات تو ہے مگر اس نوعیت کی نئی بات نہیں ہے جسے شریعت میں مذموم قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام صحابہؓ نے بالاتفاق اس طریقے کے رواج کو قبول کیا اور اُن کے بعد ساری امت اس پر عمل کرتی رہی، ورنہ کون یہ تصوّر کر سکتا ہے کہ شرعی اصطلاح میں جس چیز کو بدعت کہتے ہیں، اسے رائج کرنے کا ارادہ حضرت عمرؓ کے دل میں پیدا ہوتا اور صحابہ کی پوری جماعت بھی آنکھیں بند کر کے اسے قبول کر لیتی۔ (رسائل و مسائل حصہ سوم، اختلافی مسائل، بدعت اور اس کے ...)

بدعت کے اثرات کی ذمے داری

۲۸- مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا يَرْضَاهَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلَ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا۔

''جس نے کسی نئی گمراہی کا آغاز کیا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک ناپسندیدہ ہو، تو اس پر لوگوں کے گناہ کی ذمہ داری عائد ہوگی جنھوں نے اس کے نکالے ہوئے طریقے پر عمل کیا، بغیر اس کے کہ خود ان عمل کرنے والوں کی ذمے داری میں کوئی کمی ہو۔'' (تفہیم القرآن، ج ۲، الاعراف، حاشیہ: ۳۰)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ: اِعْلَمْ، قَالَ: مَا اَعْلَمُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: اِنَّهٗ مَنْ اَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِيْ قَدْ اُمِيْتَتْ بَعْدِيْ، فَاِنَّ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَ مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا يَرْضَاهَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلَ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اَوْزَارِ النَّاسِ شَيْئًا۔ (٤)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میری مُردہ یعنی نظر انداز شدہ یا (متروک العمل) سنت کو زندہ کیا اس کے لیے اس شخص جتنا اجر و ثواب ہوگا جس نے اس پر عمل کیا۔ ان کے اجر میں سے بغیر کسی کمی کے اسے پورا اجر دیا جائے گا اور جس نے بدعت ضلالہ ایجاد کی (یعنی دین میں نیا کام شروع کیا) جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ اور نہ اس کے رسول کی نظر میں پسندیدہ

ہے۔ تو اس کی گردن پر اتنا گناہوں کا بوجھ ہوگا جتنا اس پر کوئی عمل کرے گا لوگوں کے گناہوں کے بھار میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

۲۹- لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا لِاَنَّهُ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ۔

”دنیا میں جو انسان بھی ظلم کے ساتھ قتل کیا جاتا ہے اُس کے خونِ ناحق کا ایک حصہ آدم علیہ السلام کے اس پہلے بیٹے کو پہنچتا ہے جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا، کیوں کہ قتل انسان کا راستہ سب سے پہلے اسی نے کھولا تھا۔“

تخریج: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، ثَنَا اَبِىْ، ثَنَا الْاَعْمَشُ، ثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا لِاَنَّهُ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ۔ (۵)

تشریح: (انسانوں) کا یہ گروہ کسی کا خلف تھا تو کسی کا سلف بھی تھا۔ اگر کسی گروہ کے اسلاف نے اس کے لیے فکر وعمل کی گمراہیوں کا ورثہ چھوڑا تھا تو خود وہ بھی اپنے اخلاف کے لیے ویسا ہی ورثہ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوا۔ اگر ایک گروہ کے گمراہ ہونے کی کچھ ذمے داری اس کے اسلاف پر عائد ہوتی ہے تو اس کے اخلاف کی گمراہی کا اچھا خاصا بار خود اس پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اسی بنا پر (قرآن میں) فرمایا کہ ہر ایک کے لیے دوہرا عذاب ہے۔ ایک عذاب خود گمراہی اختیار کرنے کا اور دوسرا عذاب دوسروں کو گمراہ کرنے کا۔ ایک سزا اپنے جرائم کی اور دوسری سزا دوسروں کے لیے جرائم پیشگی کی میراث چھوڑ آنے کی۔

(مندرجہ بالا احادیث سے) معلوم ہوا کہ جو شخص یا گروہ کسی غلط خیال یا غلط رویہ کی بنا ڈالتا ہے وہ صرف اپنی ہی غلطی کا ذمے دار نہیں ہوتا بلکہ دنیا میں جتنے انسان اس سے متأثر ہوتے ہیں اُن سب کے گناہ کی ذمے داری کا بھی ایک حصہ اس کے حساب میں لکھا جاتا رہتا ہے اور جب تک اس کی اس غلطی کے اثرات چلتے رہتے ہیں اس کے حساب میں ان کا اندراج ہوتا رہتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر شخص اپنی نیکی یا بدی کا صرف اپنی ذات کی حد تک ہی ذمے دار نہیں ہے بلکہ اس امر کا بھی جواب دہ ہے کہ اس کی نیکی یا بدی کے کیا اثرات دوسروں کی زندگیوں پر مرتب ہوئے۔

مثال کے طور پر ایک زانی کو لیجیے۔ جن لوگوں کی تعلیم وتربیت سے، جن کی صحبت کے اثر سے، جن کی بُری مثالیں دیکھنے سے، اور جن کی ترغیبات سے اس شخص کے اندر زنا کاری کی صفت نے ظہور کیا وہ سب اس کے زنا کار بننے میں حصہ دار ہیں۔ اور خود اُن لوگوں نے اوپر جہاں جہاں سے اس بدنظری بدنیتی اور بدکاری کی میراث پائی ہے وہاں تک اس کی ذمے داری پہنچتی ہے حتی کہ یہ سلسلہ اس اولین انسان پر منتہی ہوتا ہے جس نے سب سے پہلے نوعِ انسانی کو خواہشِ نفس کی تسکین کا یہ غلط راستہ دکھایا۔ یہ اُس زانی کے حساب کا وہ حصہ ہے جو اس کے ہم عصروں اور اس کے اسلاف سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر وہ خود بھی اپنی زنا کاری کا ذمے دار ہے۔ اُس کو بھلے اور بُرے کی جو تمیز دی گئی تھی، اس میں ضمیر کی جو طاقت رکھی گئی تھی، اس کے اندر ضبطِ نفس کی جو قوت ودیعت کی گئی تھی، اس کو نیک لوگوں سے خیر وشر کا جو علم پہنچا تھا، اس کے سامنے اخیار کی جو مثالیں موجود

تھیں، اس کو صنفی بدعملی کے برے نتائج سے جو واقفیت تھی ان میں سے کسی چیز سے بھی اس نے فائدہ نہ اُٹھایا اور اپنے آپ کو نفس کی اُس اندھی خواہش کے حوالے کر دیا جو صرف اپنی تسکین چاہتی تھی خواہ وہ کسی طریقہ سے ہو۔ یہ اس کے حساب کا وہ حصہ ہے جو اس کی اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر یہ شخص اُس بدی کو جس کا اکتساب اس نے کیا اور جسے خود اپنی سعی سے وہ پرورش کرتا رہا، دوسروں میں پھیلانا شروع کرتا ہے۔ کسی مرضِ خبیث کی چھوت کہیں سے لگالاتا ہے اور اسے اپنی نسل میں اور خدا جانے کن کن نسلوں میں پھیلا کر نہ معلوم کتنی زندگیوں کو خراب کر دیتا ہے۔ کہیں اپنا نطفہ چھوڑ تا آتا ہے اور جس بچہ کی پرورش کا بار اسے خود اُٹھانا چاہیے تھا اسے کسی اور کی کمائی کا ناجائز حصہ دار، اس کے بچوں کے حقوق میں زبردستی کا شریک، اس کی میراث میں ناحق کا حق دار بنا دیتا ہے اور اِس حق تلفی کا سلسلہ نہ معلوم کتنی نسلوں تک چلتا رہتا ہے۔ کسی دوشیزہ لڑکی کو پھُسلا کر بداخلاقی کی راہ پر ڈالتا ہے اور اس کے اندر وہ بُری صفات اُبھار دیتا ہے جو اس سے منعکس ہو کر نہ معلوم کتنے خاندانوں اور نسلوں تک پہنچتی ہیں اور کتنے گھر بگاڑ دیتی ہیں۔ اپنی اولاد، اپنے اقارب، اپنے دوستوں اور اپنی سوسائٹی کے دوسرے لوگوں کے سامنے اپنے اخلاق کی ایک بُری مثال پیش کرتا ہے اور نہ معلوم کتنے آدمیوں کے چال چلن خراب کرنے کا سبب بن جاتا ہے جس کے اثرات بعد کی نسلوں میں مدّت ہائے دراز تک چلتے رہتے ہیں۔ یہ سارا فساد جو اس شخص نے سوسائٹی میں برپا کیا، انصاف چاہتا ہے کہ یہ بھی اس کے حساب میں لکھا جائے اور اس وقت تک لکھا جاتا رہے جب تک اس کی پھیلائی ہوئی خرابیوں کا سلسلہ دنیا میں چلتا رہے۔

اس پر نیکی کو بھی قیاس کر لینا چاہیے۔ جو نیک ورثہ اپنے اسلاف سے ہم کو مِلا ہے اُس کا اجر اُن سب لوگوں کو پہنچنا چاہیے جو ابتدائے آفرینش سے ہمارے زمانے تک اُس کے منتقل کرنے میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ پھر اس ورثہ کو لے کر اسے سنبھالنے اور ترقی دینے میں جو خدمت ہم انجام دیں گے اس کا اجر ہمیں بھی ملنا چاہیے۔ پھر اپنی سعیِ خیر کے جو نقوش و اثرات ہم دنیا میں چھوڑ جائیں گے انہیں بھی ہماری بھلائیوں کے حساب میں اس وقت تک برابر درج ہوتے رہنا چاہیے جب تک یہ نقوش باقی رہیں اور ان کے اثرات کا سلسلہ نوعِ انسانی میں چلتا رہے اور ان کے فوائد سے خلق خدا متمتع ہوتی رہے۔

جزا کی یہ صورت جو قرآن پیش کر رہا ہے، ہر صاحبِ عقل انسان تسلیم کرے گا کہ صحیح اور مکمل انصاف اگر ہوسکتا ہے تو اِسی طرح ہوسکتا ہے۔ اس حقیقت کو اگر اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو اس سے اُن لوگوں کی غلط فہمیاں بھی دور ہوسکتی ہیں جنہوں نے جزا کے لیے اِسی دنیا کی موجودہ زندگی کو کافی سمجھ لیا ہے، اور اُن لوگوں کی غلط فہمیاں بھی جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ انسان کو اس کے اعمال کی پوری جزا تناسخ کی صورت میں مل سکتی ہے۔ دراصل ان دونوں گروہوں نے نہ تو انسانی اعمال اور ان کے اثرات ونتائج کی وسعتوں کو سمجھا ہے اور نہ منصفانہ جزا اور اس کے تقاضوں کو۔ ایک انسان آج اپنی پچاس ساٹھ سال کی زندگی میں جو اچھے یا بُرے کام کرتا ہے ان کی ذمے داری میں نہ معلوم اوپر کی کتنی نسلیں شریک ہیں جو گزر چکیں اور آج یہ ممکن نہیں کہ انہیں اس کی جزا یا سزا پہنچ سکے۔ پھر اس شخص کے یہ اچھے یا بُرے اعمال جو وہ آج کر رہا ہے اس کی موت کے ساتھ ختم نہیں ہو جائیں گے بلکہ ان کے اثرات کا سلسلہ آئندہ صدہا برس تک چلتا رہے گا، ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں تک پھیلے گا اور اس کے حساب کا کھاتا اس وقت تک کھلا رہے گا جب تک یہ اثرات چل رہے ہیں اور پھیل رہے ہیں۔ کس طرح ممکن ہے

کہ آج ہی اِس دنیا کی زندگی میں اس شخص کو اس کے کسب کی پوری جزا مل جائے درآں حالے کہ ابھی اس کے کسب کے اثرات کا لاکھواں حصہ بھی رُونما نہیں ہوا ہے۔ پھر اس دنیا کی محدود زندگی اور اس کے محدود امکانات سرے سے اتنی گنجایش ہی نہیں رکھتے کہ یہاں کسی کو اس کے کسب کا پورا بدلہ مل سکے۔ آپ کسی ایسے شخص کے جرم کا تصور کیجیے مثلاً جو دنیا میں ایک جنگِ عظیم کی آگ بھڑکا تا ہے اور اس کی اس حرکت کے بے شمار بُرے نتائج ہزاروں برس تک اربوں انسانوں تک پھیلتے ہیں۔ کیا کوئی بڑی سے بڑی جسمانی، اخلاقی، روحانی، یا مادی سزا بھی، جو اس دنیا میں دی جانی ممکن ہے، اُس کے اِس جرم کی پوری منصفانہ سزا ہوسکتی ہے؟ اسی طرح کیا دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا انعام بھی، جس کا تصور آپ کر سکتے ہیں، کسی ایسے شخص کے لیے کافی ہوسکتا ہے جو مدّۃ العمر نوعِ انسانی کی بھلائی کے لیے کام کرتا رہا ہو اور ہزاروں سال تک بے شمار انسان جس کی سعی کے ثمرات سے فائدہ اُٹھائے چلے جارہے ہوں۔ عمل اور جزا کے مسئلے کو اس پہلو سے جو شخص دیکھے گا اُسے یقین ہو جائے گا کہ جزا کے لیے ایک دوسرا ہی عالم درکار ہے جہاں تمام اگلی اور پچھلی نسلیں جمع ہوں، تمام انسانوں کے کھاتے بند ہو چکے ہوں، حساب کرنے کے لیے ایک علیم وخبیر خدا انصاف کی کرسی پر متمکن ہو، اور اعمال کا پورا بدلہ پانے کے لیے انسان کے پاس غیر محدود زندگی اور اس کے گردوپیش جزا وسزا کے غیر محدود امکانات موجود ہوں۔

پھر اسی پہلو پر غور کرنے سے اہل تناسُخ کی ایک اور بنیادی غلطی کا ازالہ بھی ہوسکتا ہے جس میں مبتلا ہو کر انہوں نے آواگون کا چکر تجویز کیا ہے۔ وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھے کہ صرف ایک ہی مختصر سی پچاس سالہ زندگی کے کارنامے کا پھل پانے کے لیے اُس سے ہزاروں گنی زیادہ طویل زندگی درکار ہے، کجا کہ اس پچاس سالہ زندگی کے ختم ہوتے ہی ہماری ایک دوسری اور پھر تیسری ذمے دارانہ زندگی اِسی دنیا میں شروع ہو جائے اور ان زندگیوں میں بھی ہم مزید ایسے کام کرتے چلے جائیں جن کا اچھا اور بُرا پھل ہمیں ملنا ضروری ہو۔ اِس طرح تو حساب بے باق ہونے کے بجائے اور زیادہ بڑھتا ہی چلا جائے گا اور اس کے بے باق ہونے کی نوبت کبھی آہی نہ سکے گی۔ (تفہیم القرآن، ج ۲، الاعراف، حاشیہ: ۳۰)

ماٰخذ

(۱) **بخاری ج ۱، کتاب الصوم، باب فضل من قام رمضان☆ مؤطا امام مالك كتاب الصلوٰة فی رمضان، ما جاء فی قيام رمضان۔ مؤطا میں نعم البدعة... تك هے۔**

(۲) **مسلم ج ۱، کتاب الجمعة باب خطبة الجمعة☆ ابو داؤد ج ٤، كتاب السنة، باب فی لزوم السنة عن عرباض بن سارية۔ ابو داؤد نے و اياكم و محدثات الامور فان كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة نقل كيا هے۔☆نسائی ج ۳، كتاب العيدين باب كيف الخطبة☆ ابنِ ماجه المقدمة باب ۷ اجتناب البدع والجدل☆ سنن دارمی مقدمة باب ۱٦، اتباع السنة اور باب ۲۳ فی كراهية اخذ الرأی نسائی میں هے و شر الامور محدثاتها و كل**

محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فى النار الخ☆ مسند احمد ج۳ص ۳۱۰، ۳۷۱، ج٤ص ۱۲٦-۱۲۷ ☆جامع بيان العلم و فضله ج۲۔

(۳) بخاری ج۱، کتاب التهجد، باب تحريض النبی ﷺ على قيام الليل والنوافل من غير ايجاب الخ☆ بخاری ج۱، كتاب الصوم باب فضل من قام رمضان۔

(٤) ترمذی ج۲، ابواب العلم، باب الأخذ بالسنة و اجتناب البدعة☆ ابنِ ماجه المقدمة، باب ۱۵، من احياء سنة قد أميتت۔ عن كثير بن عبد اللّٰه عن ابيه، عن جدّہٖ۔ هذا حديث حسن۔ و محمد بن عيينة هذا هو مصيصى شامى۔ و كثير بن عبد اللّٰه هو ابن عمرو بن عوف المزنى۔

(٥) بخاری ج۱، كتاب الانبياء، باب خلق ادم و ذريّته☆بخاری ج۲، كتاب الديات باب قول اللّٰه و من احياها الخ۔ کے تحت عبد اللّٰه بن مسعودؓ کے واسطے سے مروی روایت میں لا تقتل نفس الا كان على ابن ادم الاول كفل منها منقول هے۔ اور بخاری ج۲، كتاب الاعتصام والسنة باب اثم من دعا الى ضلالة او سنّ سنّة سيئة لقول اللّٰه و من اوزار الذين يضلونهم بغير علم کے تحت عبد اللّٰه بن مسعودؓ کی روایت میں ليس من نفس تقتل ظلما الا كان على ابن ادم الاول كفل منها و ربما قال سفيان۔ عن دمها لانه سن القتل اولا هے۔ ☆ترمذی ج۲ ابواب العلم، باب ماجاء ان الدال على الخير كفاعله۔ ترمذی نے بھی مَا من نفس تقتل نقل کیا هے۔ عن عبد اللّٰه بن مسعودؓ۔ هذا حديث حسن صحيح☆مسند احمد ج۱ ص ٤۳۳، عن عبد اللّٰه بن مسعودؓ۔ مسند احمد میں بھی ما من نفس تقتل ظلما هی منقول هے۔

فصل : ۳

دورِ جاہلیّت کی یادگاریں

تین کام دورِ جاہلیّت کی یادگار

۳۰- ایک مرتبہ حضرت ابوالدرداء نے کسی شخص سے جھگڑا کرتے ہوئے اس کی ماں کو گالی دے دی۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا ''تم میں ابھی تک جاہلیت موجود ہے۔''... حضورؐ نے فرمایا: ''تین کام جاہلیت کے ہیں، دوسروں کے نسب پر طعن کرنا، ستاروں کی گردش سے فال لینا اور مردوں پر نوحہ کرنا۔''

تخریج: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لِاَبِی الدَّرْدَاءِ وَ قَالَ لِرَجُلٍ وَ ھُوَ یُنَازِعُہٗ: یَا ابْنَ فُلَانَۃَ لِاُمٍّ کَانَ یُعِیْرُہٗ بِھَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: یَا اَبَا الدَّرْدَاءِ اِنَّ فِیْکَ جَاھِلِیَّۃً، قَالَ: أَجَاھِلِیَّۃُ کُفْرٍ أَوْ اِسْلَامٍ؟ قَالَ: بَلْ جَاھِلِیَّۃُ کُفْرٍ، قَالَ: فَتَمَنَّیْتُ اَنْ لَوْ کُنْتُ ابْتَدَأْتُ اِسْلَامِیْ یَوْمَئِذٍ۔ قَالَ وَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ ثَلَاثٌ مِنْ عَمَلِ اَھْلِ الْجَاھِلِیَّۃِ، لَا یَدَعُھُنَّ النَّاسُ: اَلطَّعْنُ بِالْاَنْسَابِ، وَالْاِسْتِمْطَارُ بِالْکَوَاکِبِ، وَالنِّیَاحَۃُ۔ (۱)

تشریح: اسلام کی اصطلاح میں جاہلیت سے مراد ہر وہ طرزِ عمل ہے جو اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی اخلاق وآداب اور اسلامی ذہنیت کے خلاف ہو۔

جاہلیت کا لفظ قرآن مجید میں چار جگہ استعمال ہوا ہے ایک سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۳ میں جہاں فرمایا کہ عورتیں سابق دور جاہلیت جیسی سج دھج نہ دکھاتی پھریں۔ دوسرا آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۴ میں، جہاں اللہ کی راہ میں لڑنے سے جی چرانے والوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ ''اللہ کے بارے میں حق کے خلاف جاہلیت کے سے گمان رکھتے ہیں'' تیسرے سورۂ مائدہ، آیت نمبر ۵۰ میں جہاں خدا کے قانون کے بجائے کسی اور قانون کے مطابق اپنے مقدمات کا فیصلہ کرانے والوں کے متعلق فرمایا گیا۔ ''کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں'' چوتھے سورۂ فتح آیت نمبر ۲۶ میں، جہاں کفار مکہ کے اس فعل کو 'حمیّت جاہلیہ' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ انہوں نے محض تعصب کی بنا پر مسلمانوں کو عمرہ نہ کرنے دیا۔ (تفہیم القرآن، ج ۴، الاحزاب، حاشیہ: ۴۹)

گھر، گھوڑے اور عورت میں نحوست

۳۱- عَنْ اَبِیْ حَسَّانَ الْاَعْرَجِ اَنَّ رَجُلَیْنِ دَخَلَا عَلٰی عَائِشَۃَ وَ قَالَا اِنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ یُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الطِّیَرَۃُ فِی الْمَرْأَۃِ وَالدَّابَّۃِ وَالدَّارِ۔ فَقَالَتْ وَالَّذِیْ اَنْزَلَ

الْفُرْقَانَ عَلٰی اَبِی الْقَاسِمِ مَا هٰكَذَا كَانَ يَقُوْلُ وَ لٰكِنْ يَقُوْلُ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ: اَلطِّيَرَةُ فِي الْمَرْأَةِ وَالدَّابَّةِ وَالدَّارِ۔ ثُمَّ قَرَأَتْ عَائِشَةُ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَبْرَأَهَا۔

’’ابوحسان اعرج سے روایت ہے کہ دو آدمی حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ’’بدشگونی تو صرف عورت، گھوڑے اور گھر میں ہے۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے قرآن ابوالقاسم (یعنی آں حضرتؐ) پر نازل کیا ہے، آپؐ یوں نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ آپؐ یہ کہا کرتے تھے کہ اہلِ جاہلیت عورت، گھوڑے اور گھر میں نحوست و بدشگونی کے قائل تھے۔ پھر حضرت عائشہؓ نے یہ آیت پڑھی: کوئی مصیبت زمین میں اور تمہارے نفوس میں نہیں آتی مگر اس کے رونما ہونے سے پہلے وہ ایک نوشتے میں لکھی ہوئی ہوتی ہے۔‘‘

تخریج:﴿۱﴾ عَنْ اَبِیْ حَسَّانَ، اَنَّ رَجُلَيْنِ دَخَلَا عَلٰی عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا، فَقَالَا: اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ، كَانَ يَقُوْلُ: اِنَّمَا الطِّيَرَةُ فِي الْمَرْأَةِ، وَالدَّابَّةِ، وَالدَّارِ، فَقَالَتْ: وَالَّذِيْ اَنْزَلَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی اَبِی الْقَاسِمِ ﷺ مَا هٰكَذَا كَانَ يَقُوْلُ، وَ لٰكِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ: اِنَّمَا الطِّيَرَةُ فِي الْمَرْأَةِ، وَالدَّابَّةِ، وَالدَّارِ، ثُمَّ قَرَأَتْ: مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَأَهَا۔ (الحدید: ۲۲) (۲)

﴿۲﴾ اَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَعْقُوْبَ الْعَدْلُ، ثَنَا يَحْیَ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ، اَنْبَأَ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، انبأ سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِیْ حَسَّانَ الْاَعْرَجِ، اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ: اِنَّمَا الطِّيَرَةُ فِي الْمَرْأَةِ، وَالدَّابَّةِ، وَالدَّارِ، ثُمَّ قَرَأَتْ: مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَأَهَا ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔ (الحدید ۲۲) (۳)

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ بْنَ سَعْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ يُحَدِّثُ سَعْدًا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُوْنِ بِاَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْهَا وَ اِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَ اَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا، فَقُلْتُ: اَنْتَ سَمِعْتَهُ يُحَدِّثُ سَعْدًا وَلَا يُنْكِرُهُ قَالَ: نَعَمْ۔ (۴)

تشریح: اُم المؤمنین کی اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جو روایت بیان کی ہے وہ غالباً صحیح الفاظ میں نقل نہیں ہوئی ہے۔ تاہم اگر اس کو درست بھی مان لیا جائے تو اس کی ایک معقول توجیہ بھی ہو سکتی ہے۔

نحوست کا ایک مفہوم تو وہم پرستانہ ہے جسے اسلام سے کوئی علاقہ نہیں ہے لیکن نحوست کا ایک دوسرا علمی مفہوم بھی

ہے۔اس سے مراد کسی چیز کا ناموافق اور ناساز گار ہونا ہے یہ مفہوم معقول بھی ہے اور شریعت میں معتبر بھی۔ چناں چہ حدیث میں مکان کے منحوس ہونے کا جہاں ذکر ہے وہاں مطلب یہ نہیں ہے کہ مکان میں کوئی ایسی وہمی چیز موجود ہے جو رہنے والوں کی قسمت بگاڑ دیتی ہے بلکہ اس کا مدعا یہ ہے کہ تجربے اور مشاہدے نے اس مکان کو سکونت کے لیے ناموافق ثابت کر دیا ہے۔ بسا اوقات کسی مرض کے متعدد مریض ایک مکان میں یکے بعد دیگرے رہتے چلے آتے ہیں یہاں تک کہ مرض کے زہریلے اثرات وہاں مستقل طور پر جاگزیں ہو جاتے ہیں۔اب اگر تجربے سے معلوم ہو جائے کہ جو وہاں رہا وہ اس مرضِ خاص میں مبتلا ہو گیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ مکان اب سکونت کے لیے ناموافق ہو گیا ہے۔خصوصیت کے ساتھ طاعون اور دق کے معاملے میں یہ بات بارہا تجربے سے ثابت ہو چکی ہے۔

احادیث میں بھی یہ حکم موجود ہے کہ جہاں طاعون پھیلا ہوا ہو وہاں سے بھاگو بھی نہیں اور قصداً وہاں جاؤ بھی نہیں۔ ایسا ہی معاملہ عورت اور گھوڑے کا بھی ہے۔اگر متعدد آدمیوں کو ایک گھوڑے کی سواری ناموافق آئی ہو، یا متعدد آدمی ایک عورت سے یکے بعد دیگرے نکاح کر کے خاص مرض کے شکار ہوئے ہوں تو یہی سمجھا جائے گا کہ اس گھوڑے یا اس عورت میں کوئی نامعلوم خرابی ہے۔ (رسائل ومسائل حصہ دوم،تفسیر آیات وتاویل احادیث ''گھر،گھوڑا اور عورت...'')

فال گیری اور شگون

۳۲-اَلنِّیَاقَةُ وَالطَّرْقُ وَالطِّیَرُ مِنَ الْجِبْتِ۔

''جانوروں کی آوازوں سے فال لینا، زمین پر جانوروں کے نشانات قدم سے شگون نکالنا اور فال گیری کے دوسرے طریقے سب ''جِبت'' کے قبیل سے ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيٰ، ثَنَا عَوْفٌ، ثَنَا حَيَّانٌ، قَالَ غَيْرُ مُسَدَّدٍ، حَيَّانُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: ثَنَا قَطَنُ بْنُ قَبِيصَةَ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: الْعِيَافَةُ، وَالطِّيَرَةُ، وَالطَّرْقُ[۱] مِنَ الْجِبْتِ۔ (۵)

تشریح: جبت کے اصلی معنی بے حقیقت، بے اصل اور بے فائدہ چیز کے ہیں۔اسلام کی زبان میں جادو، کہانت (جوتش) فال گیری، ٹونے ٹوٹکے، شگون اور مہورت اور تمام دوسری وہمی وخیالی باتوں کو جبت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

پس جبت کا مفہوم وہی ہے جسے ہم اردو زبان میں اوہام کہتے ہیں اور جس کے لیے انگریزی میں (Superstition) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۱، النساء، حاشیہ:۸۱)

کیا ہر ماہ کا آخری بدھ منحوس ہوتا ہے

۳۳-اٰخِرُ اَرْبَعَاءَ فِي الشَّهْرِ يَوْمُ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ۔

''ابن مردویہ اور خطیب بغدادی کی روایت ہے کہ مہینے کا آخری بدھ منحوس ہے۔جس کی نحوست مسلسل جاری رہتی ہے۔''

---

(۱) الطرق الزجر، والعيافة الخط .. قال عوف: العيافة زجر الطير، والطرق الخط يخط فی الارض۔ (ابو داؤد ۱۶/۴)

يَوْمُ الْاَرْبَعَاءَ يَوْمُ نَحِسٍ مُسْتَمِرٍّ۔

(طبرانی کی روایت ہے کہ) ''بدھ کا دن پیہم نحوست کا دن ہے۔''

تخریج: اَبُو الْوَزِيْرِ، صَاحِبُ دِيْوَانِ الْمَهْدِيِّ، اَسْنَدَ الْحَدِيْثَ عَنِ الْمَهْدِيِّ۔ رَوٰى عَنْهُ مَسْلَمَةُ بْنُ الصَّلْتِ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ اَحْمَدَ الرَّزَّازُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَحْمَدَ بْنِ الْحُسَيْنِ الْخِرَقِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَالِبِ بْنِ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ صَالِحِ الْهَاشِمِيُّ، حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ الصَّلْتِ، حَدَّثَنَا اَبُو الْوَزِيْرِ صَاحِبُ دِيْوَانِ الْمَهْدِيِّ، حَدَّثَنَا الْمَهْدِيُّ، اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، اَنَّهٗ قَالَ: اٰخِرُ اَرْبَعَاءَ مِنَ الشَّهْرِ يَوْمُ نَحِسٍ مُسْتَمِرٍّ۔ (٦)

تشریح: ان احادیث میں بدھ کے دن کو منحوس کہا گیا ہے۔ لیکن مندرجہ بالا دونوں احادیث ضعیف ہیں۔ پہلی حدیث کو ابن جوزی موضوع کہتے ہیں۔ ابن رجب نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ جتنے طریقوں سے یہ منقول ہوئی ہے وہ سب واہی ہیں اور طبرانی کی روایت کو بھی محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

بعض اور روایات جو اس سلسلے میں ہیں ان میں یہ باتیں بھی مروی ہیں کہ بدھ کو سفر نہ کیا جائے، لین دین نہ کیا جائے، ناخن نہ کٹوائے جائیں، مریض کی عیادت نہ کی جائے اور یہ کہ جُذام اور برص اسی روز شروع ہوتے ہیں۔ مگر یہ تمام روایات ضعیف ہیں اور ان پر کسی عقیدے کی بنا نہیں رکھی جاسکتی۔ محقق مناوی کہتے ہیں: **توقی الاربعاء علی جهة الطيرة و ظن اعتقاد المنجمين حرام شديد التحريم، اذ الايام كلها لله تعالىٰ، لا تنفع ولا تضر بذاتها،** ''بدفالی کے خیال سے بدھ کے دن کو منحوس سمجھ کر چھوڑنا اور نجومیوں کے سے اعتقادات اس باب میں رکھنا حرام ہے کیوں کہ سارے دن اللہ کے ہیں، کوئی دن بذات خود نہ نفع پہنچانے والا ہے نہ نقصان'' علامہ آلوسی کہتے ہیں ''سارے دن یکساں ہیں، بدھ کی کوئی تخصیص نہیں۔ رات دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں ہے جو کسی کے لیے اچھی اور کسی دوسرے کے لیے بری نہ ہو۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کسی کے لیے موافق اور کسی کے لیے ناموافق حالات پیدا کرتا رہتا ہے۔'' (تفہیم القرآن ج ۵، القمر حاشیہ: ۱۶)

کاہن کی حیثیت

۳۴- ''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ بعض لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے بارے میں سوال کیا، آپؐ نے فرمایا وہ کچھ نہیں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات تو وہ ٹھیک بتا دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ٹھک بات جو ہوتی ہے اسے کبھی کبھار جن لے اڑتے ہیں اور جا کر اپنے دوست کے کان میں پھونک دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ جھوٹ کی بہت سی آمیزش کر کے ایک داستان بنا لیتا ہے۔'' (تفہیم القرآن ج ۳، الشعراء، حاشیہ: ۱۴۱)

تخریج: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَ حَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي

يَحىَ بْنُ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ قَالَتْ عَائِشَةُ: سَأَلَ اُنَاسٌ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْكُهَّانِ، فَقَالَ: اِنَّهُمْ لَيْسُوْا بِشَيْءٍ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَاِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَ بِالشَّيْءِ يَكُوْنُ حَقًّا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيُقَرْقِرُهَا فِيْ اُذُنِ وَلِيِّهِ كَقَرْقَرَةِ الدُّجَاجَةِ فَيَخْلِطُوْنَ فِيْهِ اَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ۔ (۷)

گانے بجانے والی لونڈیوں کی خرید وفروخت

۳۵- لَا يَحِلُّ بَيْعُ الْمُغَنِّيَاتِ وَلَا شِرَاؤُهُنَّ وَلَا التِّجَارَةُ فِيْهِنَّ وَلَا اَثْمَانُهُنَّ۔

''مغنیہ عورتوں کا بیچنا اور خریدنا اور ان کی تجارت کرنا حلال نہیں ہے اور نہ ان کی قیمت لینا حلال ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ، قَالَ: ثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ خَلَّادٍ الصَّفَّارِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَحِلُّ بَيْعُ الْمُغَنِّيَاتِ، وَلَا شِرَاؤُهُنَّ، وَلَا التِّجَارَةُ فِيْهِنَّ، وَلَا اَثْمَانُهُنَّ۔ وَ فِيْهِنَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ۔ (۸)

۳۶-اَكْلُ ثَمَنِهِنَّ حَرَامٌ۔

''ان کی قیمت کھانا حرام ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا ابْنُ وَكِيْعٍ، قَالَ: ثَنِيْ اَبِيْ عَنْ خَلَّادٍ الصَّفَّارِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِهِ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ: اَكْلُ ثَمَنِهِنَّ حَرَامٌ۔ (۹)

۳۷-لَا يَحِلُّ تَعْلِيْمُ الْمُغَنِّيَاتِ وَلَا بَيْعُهُنَّ وَلَا شِرَاؤُهُنَّ وَ ثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ۔

''لونڈیوں کو گانے بجانے کی تعلیم دینا اور ان کی خرید وفروخت کرنا حلال نہیں ہے اور ان کی قیمت حرام ہے۔''

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ اٰدَمَ بْنِ اَبِيْ اِيَاسٍ الْعَسْقَلَانِيُّ، قَالَ: ثَنَا اَبِيْ، قَالَ: ثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ الْكِلَابِيِّ، عَنْ اَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ، قَالَ: وَ ثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ مُطَّرِحِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا يَحِلُّ تَعْلِيْمُ الْمُغَنِّيَاتِ، وَلَا بَيْعُهُنَّ، وَلَا شِرَاؤُهُنَّ وَ ثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ۔

وَ قَدْ نَزَلَ تَصْدِيْقُ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ۔ (لقمان:٦) (١٠)

ترمذی میں اسی روایت کو امامہ باہلی کے حوالہ سے مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، نَا بَكْرُ بْنُ مُضَرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا تَبِيْعُوا الْقَيْنَاتِ، وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ، وَلَا تُعَلِّمُوْهُنَّ، وَلَا خَيْرَ فِيْ تِجَارَةٍ فِيْهِنَّ وَ ثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ۔ (١١)

﴿۳﴾ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَّمَ الْقَيْنَةَ وَ بَيْعَهَا وَ ثَمَنَهَا وَ تَعْلِيْمَهَا، وَالْاِسْتِمَاعَ اِلَيْهَا۔ قَرَأَتْ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ۔ (١٢)

٣٧- مَنْ جَلَسَ اِلٰى قَيْنَةٍ يَسْمَعُ مِنْهَا صُبَّ فِيْ اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

''جو شخص گانے والی لونڈی کی مجلس میں بیٹھ کر اس کا گانا سُنے گا قیامت کے روز اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔''

تخریج: وَ رَوٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ جَلَسَ اِلٰى قَيْنَةٍ يَسْمَعُ مِنْهَا صُبَّ فِيْ اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (١٣)

تشریح: اس سلسلے میں یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ اس زمانے میں گانے بجانے کی ''ثقافت'' تمام تر، بلکہ کلیتاً لونڈیوں کی بدولت زندہ تھی، آزاد عورتیں اس وقت تک ''آرٹسٹ'' نہ بنی تھیں۔ اسی لیے حضوؐر نے مغنیات کی بیع وشراء کا ذکر فرمایا اور ان کی فیس کو قیمت کے لفظ سے تعبیر کیا اور گانے والی خاتون کے لیے قینہ کا لفظ استعمال کیا جو عربی زبان میں لونڈی کے لیے بولا جاتا ہے۔

ثقافت اور آرٹ

جب نبی ﷺ کی دعوت کفار مکہ کی تمام کوششوں کے باوجود پھیلتی چلی جارہی تھی تو نضر بن حارث نے قریش کے لوگوں سے کہا کہ جس طرح تم اس شخص کا مقابلہ کر رہے ہو اس سے کام نہ چلے گا۔ یہ شخص تمہارے درمیان بچپن سے ادھیڑ عمر کو پہنچا ہے۔ آج تک وہ اپنے اخلاق میں تمہارا سب سے بہتر آدمی تھا۔ سب سے زیادہ سچا اور سب سے بڑھ کر امانت دار تھا۔ اب تم کہتے ہو کہ وہ کاہن ہے، ساحر ہے، شاعر ہے، مجنون ہے۔ آخر ان باتوں کو کون باور کرے گا؟ کیا لوگ ساحروں کو نہیں جانتے کہ وہ کس قسم کی جھاڑ پھونک کرتے ہیں؟ کیا لوگوں کو معلوم نہیں کہ کاہن کس قسم کی باتیں بنایا کرتے ہیں؟ کیا لوگ شعرو شاعری سے ناواقف ہیں؟ کیا لوگوں کو جنون کی کیفیات کا علم نہیں ہے؟ ان الزامات میں سے آخر کون سا الزام محمدؐ پر چسپاں ہوتا ہے کہ اس کا یقین دلا کر تم عوام کو اس کی طرف توجہ کرنے سے روک سکو گے۔ ٹھہرو، اس کا علاج میں کرتا ہوں۔ اس کے

بعدوہ مکہ سے عراق گیااوروہاں سے شاہانِ عجم کے قصے اوررستم واسفندیار کی داستانیں لاکراس نے قصہ گوئی کی محفلیں برپا کرنا شروع کردیں تاکہ لوگوں کی توجہ قرآن سے ہٹے اور وہ ان کہانیوں میں کھوجائیں۔ (سیرۃ ابن ہشام،۱/۳۲۰-۳۲۱) یہی روایت اسباب النزول میں واحدی نے کلبی اور مقاتل سے نقل کی ہے اورابن عباسؓ نے اس پر مزید اضافہ کیا ہے کہ نضر نے اس مقصد کے لیے گانے والی لونڈیاں بھی خریدی تھی۔ جس کسی کے متعلق وہ سنتا کہ نبی ﷺ کی باتوں سے متاثر ہورہا ہےاس پر اپنی ایک لونڈی مسلط کردیتااوراس سے کہتا کہ اسے خوب کھلا پلا اور گانا سنا تاکہ تیرے ساتھ مشغول ہوکراس کا دل ادھر سے ہٹ جائے۔ یہ قریب قریب وہی چال تھی جس سے قوموں کے اکابر مجرمین ہرزمانے میں کام لیتے رہے ہیں۔ وہ عوام کوکھیل تماشوں اور رقص وسرود (کلچر) میں غرق کردینے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ انہیں زندگی کے سنجیدہ مسائل کی طرف توجہ کرنے کا ہوش ہی نہ رہے اوراس عالم مستی میں ان کوسرے سے یہ محسوس ہی نہ ہونے پائے کہ انہیں کس تباہی کی طرف دھکیلا جارہا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۴،لقمان، حاشیہ:۶)

قحبہ گری اوراسلام

۳۸- لَا مُسَاعَاةَ فِی الْاِسْلَامِ۔

”نبی ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ ”اسلام میں قحبہ گری کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔“ (ابوداؤد بروایت ابن عباسؓ، باب فی ادعاء ولد الزنا)

تخریج: حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ، ثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ سَلْمٍ. یعنی ابْنَ اَبِی الذَّیَالِ، حَدَّثَنِیْ بَعْضُ اَصْحَابِنَا عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا مُسَاعَاةَ فِی الْاِسْلَامِ الْحَدِیْثِ۔ (۱٤)

۳۹- ”رافع بن خدیجؓ کی روایت ہے کہ آپ نے مہرالبغی یعنی زنا کے معاوضے کوخبیث اورشر المکاسب ناپاک اور بدترین آمدنی قراردیا۔“ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

تخریج:﴿۱﴾ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، قَالَ: نَا یَحْیٰ بْنُ سَعِیْدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوْسُفَ، قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ یَزِیْدَ یُحَدِّثُ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ: شَرُّ الْکَسْبِ مَهْرُ الْبَغِیِّ، وَ ثَمَنُ الْکَلْبِ، وَ کَسْبُ الْحَجَّامِ۔ (۱٥)

مسلم میں رافع بن خدیج سے مروی ایک اورروایت:

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ، قَالَ: اَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ، عَنْ یَحْیٰ بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ قَارِظٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ رَافِعُ بْنُ خَدِیْجٍ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ثَمَنُ الْکَلْبِ خَبِیْثٌ، وَ مَهْرُ الْبَغِیِّ خَبِیْثٌ، وَ کَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِیْثٌ۔ (۱٦)

۴۰۔ ''ابو جحیفہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کسب البغی یعنی پیشہ زنا سے کمائی ہوئی آمدنی کو حرام ٹھہرایا۔'' (بخاری، مسلم، احمد)

تخریج:(ا) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِی اَبِی، ثَنَا عَفَّانُ، ثنا شُعْبَةُ، اَخْبَرَنِی عَوْنُ بْنُ جُحَیْفَةَ، قَالَ: رَأَیْتُ اَبِی اشْتَرٰی حَجَّامًا، فَاَمَرَ بِالْمَحَاجِمِ، فَکَسَرَتْ، قَالَ: فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِکَ، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَ ثَمَنِ الْکَلْبِ، وَ کَسْبِ الْبَغِیِّ۔ الخ۔ (۱۷)

۴۱۔ ''ابو مسعودؓ عقبہ بن عمروؓ کی روایت ہے کہ آپ نے مہر البغی کا لین دین ممنوع قرار دیا۔'' (صحاح ستہ، احمد)

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ، عَنْ مَالِکٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِی بَکْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ اَبِی مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ، وَ مَهْرِ الْبَغِیِّ وَ حُلْوَانِ الْکَاهِنِ۔ (۱۸)

۴۲۔ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ کَسْبِ الْاَمَةِ حَتّٰی یَعْلَمَ مِنْ اَیْنَ هُوَ۔

''رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لونڈی سے کوئی آمدنی وصول کرنا ممنوع قرار دیا جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو کہ یہ آمدنی اسے کہاں سے حاصل ہوتی ہے۔'' (ابوداؤد کتاب الاجارہ)

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، ثَنَا ابْنُ اَبِی فُدَیْکٍ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ۔ یعنی ابْنِ هُرَیْرٍ۔ عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعٍ۔ هُوَ ابْنُ خَدِیْجٍ۔ قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ کَسْبِ الْاَمَةِ حَتّٰی یَعْلَمَ مِنْ اَیْنَ هُوَ؟ (۱۹)

۴۳۔نَهَانَا نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ عَنْ کَسْبِ الْاَمَةِ اِلَّا مَا عَمِلَتْ بِیَدِهَا وَ قَالَ هٰکَذَا بِاَصَابِعَهٖ نَحْوَ الْخُبْزِ، وَالْغَزْلِ وَالنَّفْشِ۔

''رافع بن رفاعہ انصاری کی روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہم کو لونڈی کی کمائی سے منع کیا بجز اُس کے جو وہ ہاتھ کی محنت سے حاصل کرے، اور آپ نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ یوں، جیسے روٹی پکانا، سوت کاتنا، یا اُون اور روئی دھنکنا۔''

(مسند احمد، ابوداؤد کتاب الاجارہ)

تخریج: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، ثنا عِکْرِمَةُ، حَدَّثَنِی طَارِقُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِیُّ قَالَ: جَاءَ رَافِعُ بْنُ رِفَاعَةَ اِلٰی مَجْلِسِ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ: لَقَدْ نَهَانَا نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ الْیَوْمَ، فَذَکَرَ اَشْیَاءَ، وَ نَهٰی عَنْ کَسْبِ الْاَمَةِ اِلَّا مَا عَمِلَتْ بِیَدِهَا، وَ قَالَ: هٰکَذَا بِاَصْبِعِهٖ نَحْوَ الْخُبْزِ وَالْغَزْلِ، وَالنَّفْشِ۔ (۲۰)

۴۴۔ ''اس معنی میں ایک روایت ابوداؤد اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے جس میں کسب الاماء (لونڈیوں کی کمائی) اور مہر البغی (زنا کی آمدنی) وصول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔''

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا مُسلِمُ بنُ اِبرَاهِیمَ، ثَنَا شُعبَةُ عَن مُحَمَّدِ بنِ جُحَادَةَ، عَن اَبِی حَازِمٍ، عَن اَبِی هُرَیرَةَ، قَالَ: نَهَی النَّبِیُّ ﷺ عَن كَسبِ الاِمَاءِ۔ (۲۱)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بنُ مِنهَالٍ، اَنَا شُعبَةُ، اَخبَرَنِی عَونُ بنُ جُحَیفَةَ، قَالَ: رَاَیتُ اَبِی اشتَرٰی حَجَّامًا، فَاَمَرَ بِمَحَاجِمِهٖ، فَكُسِرَت، فَسَاَلتُهٗ عَن ذٰلِكَ، قَالَ: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَن ثَمَنِ الدَّمِ، وَ ثَمَنِ الكَلبِ وَ كَسبِ الاَمَةِ۔ الخ۔ (۲۲)

﴿۳﴾ قَالَ یَحیَی بنُ سُلَیمَانَ: حَدَّثَنَا ابنُ وَهبٍ عَن یُونُسَ ح قَالَ وَ حَدَّثَنَا اَحمَدُ بنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَنبَسَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا یُونُسُ عَنِ ابنِ شِهَابٍ، قَالَ: اَخبَرَنِی عُروَةُ بنُ الزُّبَیرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوجَ النَّبِیِّ ﷺ اَخبَرَتهُ اَنَّ النِّكَاحَ فِی الجَاهِلِیَّةِ كَانَ عَلٰی اَربَعَةِ اَنحَاءٍ: فَنِكَاحٌ مِنهَا، نِكَاحُ النَّاسِ الیَومَ یَخطُبُ الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ وَلِیَّتَهٗ اَوِ ابنَتَهٗ، فَیُصدِقُهَا، ثُمَّ یُنكِحُهَا، وَ نِكَاحٌ اٰخَرُ: كَانَ الرَّجُلُ یَقُولُ لِاِمرَاَتِهٖ: اِذَا طَهُرَت مِن طَمثِهَا اَرسِلِی اِلٰی فُلَانٍ، فَاستَبضِعِی مِنهُ، وَ یَعتَزِلُهَا زَوجُهَا وَلَا یَمَسُّهَا اَبَدًا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ حَملُهَا مِن ذٰلِكَ الرَّجُلِ الَّذِی تَستَبضِعُ مِنهُ، فَاِذَا تَبَیَّنَ حَملُهَا اَصَابَهَا زَوجُهَا اِذَا اَحَبَّ، وَ اِنَّمَا یَفعَلُ ذٰلِكَ رَغبَةً فِی نَجَابَةِ الوَلَدِ، فَكَانَ هٰذَا النِّكَاحُ نِكَاحَ الاِستِبضَاعِ، وَ نِكَاحٌ اٰخَرُ: یَجتَمِعُ الرَّهطُ مَا دُونَ العَشَرَةِ، فَیَدخُلُونَ عَلَی المَرأَةِ كُلُّهُم یُصِیبُهَا، فَاِذَا حَمَلَت وَ وَضَعَت، وَ مَرَّ عَلَیهَا لَیَالٍ بَعدَ اَن تَضَعَ حَملَهَا اَرسَلَت اِلَیهِم، فَلَم یَستَطِع رَجُلٌ مِنهُم اَن یَّمتَنِعَ حَتّٰی یَجتَمِعُوا عِندَهَا تَقُولُ لَهُم: قَد عَرَفتُمُ الَّذِی كَانَ مِن اَمرِكُم، وَ قَد وَلَدتُّ فَهُوَ ابنُكَ یَا فُلَانُ! تُسَمِّی مَن اَحَبَّت بِاسمِهٖ فَیَلحَقُ بِهٖ وَلَدُهَا، وَلَا یَستَطِیعُ اَن یَمتَنِعَ بِهِ الرَّجُلُ، وَ نِكَاحُ الرَّابِعِ یَجتَمِعُ النَّاسُ الكَثِیرُ، فَیَدخُلُونَ عَلَی المَرأَةِ لَا تَمتَنِعُ مِمَّن جَاءَهَا وَ هُنَّ البَغَایَا، كُنَّ یَنصِبنَ عَلٰی اَبوَابِهِنَّ رَایَاتٍ تَكُونُ عَلَمًا، فَمَن اَرَادَهُنَّ، دَخَلَ عَلَیهِنَّ، فَاِذَا حَمَلَت اِحدَاهُنَّ وَ وَضَعَت حَملَهَا، جُمِعُوا لَهَا وَ دَعَوا لَهُمُ القَافَةَ، ثُمَّ اَلحَقُوا وَلَدَهَا بِالَّذِی یُرَونَ فَالتَاطَ بِهٖ وَ دُعِیَ ابنَهٗ لَا یَمتَنِعُ مِن ذٰلِكَ، فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ ﷺ بِالحَقِّ هَدَمَ نِكَاحَ الجَاهِلِیَّةِ كُلَّهٗ اِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الیَومَ۔ (۲۳)

تشریح: ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے اس بدترین معاشرے میں کس طرح اصلاح کی۔ (فرمان الٰہی ہے)
”اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دنیوی فائدوں کی خاطر قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ خود پاک دامن رہنا چاہتی ہوں، اور جو کوئی ان کو مجبور کرے تو اس جبر کے بعد اللہ اُن کے لیے غفور و رحیم ہے۔“

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر لونڈیاں خود پاک دامن نہ رہنا چاہتی ہوں تو ان کو قحبہ گری پر مجبور کیا جا سکتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر لونڈی خود اپنی مرضی سے بدکاری کی مرتکب ہو تو وہ اپنے جرم کی آپ ذمہ دار ہے، قانون اس کے جرم پر اسی کو پکڑے گا، لیکن اگر اس کا مالک جبر کر کے اس سے یہ پیشہ کرائے تو ذمہ داری مالک کی ہے اور وہی پکڑا جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ جبر کا سوال پیدا ہی اس وقت ہوتا ہے جب کہ کسی کو اس کی مرضی کے خلاف کسی کام پر مجبور کیا جائے۔ رہا "دنیوی فائدوں کی خاطر" کا فقرہ تو دراصل یہ ثبوتِ حکم کے لیے شرط اور قید کے طور پر استعمال نہیں ہوا ہے کہ اگر مالک اس کی کمائی نہ کھا رہا ہو تو لونڈی کو قحبہ گری پر مجبور کرنے میں وہ مجرم نہ ہو، بلکہ اس سے مقصود اس کمائی کو بھی حرمت کے حکم میں شامل کرنا ہے جو اس ناجائز جبر کے ذریعے حاصل کی گئی ہو۔ لیکن اس حکم کا پورا مقصد محض اس کے الفاظ اور سیاق و سباق سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اسے اچھی طرح سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان حالات کو بھی نگاہ میں رکھا جائے جن میں یہ نازل ہوا ہے۔ اس وقت عرب میں قحبہ گری کی دو صورتیں رائج تھیں۔ ایک خانگی پیشہ، دوسرے باقاعدہ چکلہ۔ خانگی پیشہ کرنے والی زیادہ تر آزاد شدہ لونڈیاں ہوتی تھیں جن کا کوئی سرپرست نہ ہوتا، یا ایسی آزاد عورتیں ہوتی تھیں جن کی پشت پناہی کرنے والا کوئی خاندان یا قبیلہ نہ ہوتا۔ یہ کسی گھر میں بیٹھ جاتیں اور کئی کئی مردوں سے بیک وقت ان کا معاہدہ ہو جاتا کہ وہ ان کو مدد خرچ دیں گے اور اپنی حاجت پوری کرتے رہیں گے۔ جب بچہ پیدا ہوتا تو عورت ان مردوں میں سے جس کے متعلق کہہ دیتی کہ یہ بچہ اس کا ہے اسی کا بچہ وہ تسلیم کر لیا جاتا تھا۔ یہ گویا معاشرے میں ایک مسلم ادارہ تھا جسے اہلِ جاہلیت ایک قسم کا نکاح سمجھتے تھے۔ اسلام نے آکر نکاح کے صرف اس معروف طریقے کو قانونی نکاح قرار دیا جس میں ایک عورت کا صرف ایک شوہر ہوتا ہے اور اس طرح باقی تمام صورتیں زنا میں شمار ہو کر آپ سے آپ جرم ہو گئیں۔ (ابو داؤد، باب فی وجوہ النکاح التی کان یتناکح اهل الجاهلية)

۲۵۵- دوسری صورت یعنی کھلی قحبہ گری، تمام تر لونڈیوں کے ذریعے سے ہوتی تھی۔ اس کے دو طریقے تھے۔ ایک یہ کہ لوگ اپنی جوان لونڈیوں پر ایک بھاری رقم عائد کر دیتے تھے کہ ہر مہینے کما کر ہمیں اتنا دیا کرو، اور وہ بے چاریاں بدکاری کرا کرا کر یہ مطالبہ پورا کرتی تھیں۔ اس کے سوا نہ کسی دوسرے ذریعے سے وہ اتنا کما سکتی تھیں، نہ مالک ہی یہ سمجھتے تھے کہ وہ کسی پاکیزہ کسب کے ذریعے سے یہ رقم لایا کرتی ہیں، اور نہ جوان لونڈیوں پر عام مزدوری کی شرح سے کئی کئی گنا رقم عائد کرنے کی کوئی دوسری معقول وجہ ہی ہو سکتی تھی۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ لوگ اپنی جوان جوان اور خوبصورت لونڈیوں کو کوٹھوں پر بٹھا دیتے تھے اور ان کے دروازوں پر جھنڈے لگا دیتے تھے جنہیں دیکھ کر دور ہی سے معلوم ہو جاتا تھا کہ "حاجت مند" آدمی کہاں اپنی حاجت رفع کر سکتا ہے۔ یہ عورتیں "قلیقیات" کہلاتی تھیں اور ان کے گھر "مواخیر" کے نام سے مشہور تھے۔ بڑے بڑے معزز رئیسوں نے اس طرح کے چکلے کھول رکھے تھے۔ خود عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین، وہی صاحب جنہیں نبی ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اہل مدینہ اپنا بادشاہ بنانا طے کر چکے تھے، اور وہی صاحب جو حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے میں سب سے پیش پیش تھے) مدینے میں ان کا ایک باقاعدہ چکلہ تھا جس میں چھ خوبصورت لونڈیاں رکھی گئی تھیں۔ ان کے ذریعے سے وہ صرف دولت ہی نہیں کماتے تھے بلکہ عرب کے مختلف حصوں سے آنے والے معزز مہمانوں کی تواضع بھی انہی سے فرمایا کرتے تھے اور ان کی ناجائز اولاد سے اپنے خدم و حشم کی فوج بھی بڑھاتے تھے۔ انہی لونڈیوں میں سے ایک، جس کا نام معاذہ تھا، مسلمان ہو گئی اور اس نے توبہ کرنی چاہی۔ ابن ابی نے اس پر تشدد کیا۔ اس نے جا کر حضرت ابوبکرؓ سے شکایت کی۔ انہوں نے معاملہ

سرکار تک پہنچایا اور سرکار رسالت مآب نے حکم دے دیا کہ لونڈی اس ظالم کے قبضے سے نکال لی جائے (ابن جریر ۱۸/ ۵۵ تا ۵۸-۱۰۳-۱۰۴ الاستیعاب ابن عبدالبر، ۲/ ۷۶۲-ابن کثیر ۳/ ۲۸۸-۲۸۹) یہی زمانہ تھا جب بارگاہ خداوندی سے یہ آیت نازل ہوئی۔ اس پس منظر کو نگاہ میں رکھا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اصل مقصود محض لونڈیوں کو جرم زنا پر مجبور کرنے سے روکنا نہیں ہے بلکہ دولت اسلامیہ کے حدود میں قحبہ گری (Prostitution) کے کاروبار کو بالکل خلاف قانون قرار دے دینا ہے، اور ساتھ ساتھ اُن عورتوں کے لیے اعلان معافی بھی ہے جو اس کاروبار میں جبراً استعمال کی گئی ہوں۔

احادیث بالا میں اوّل تو حضوؐر نے قحبہ گری کو ممنوع قرار دیا۔ دوئم یہ کہ زنا سے حاصل ہونے والی آمدنی کو حرام ناپاک اور قطعی ممنوع قرار دیا۔ سوئم یہ کہ لونڈی سے جائز طور پر صرف ہاتھ پاؤں کی خدمت لی جاسکتی ہے اور مالک کوئی ایسی رقم اس پر عاید یا اس سے وصول نہیں کرسکتا جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ یہ رقم وہ کہاں سے اور کیا کر کے لاتی ہے۔

اس طرح نبی ﷺ نے قحبہ گری کی ان تمام صورتوں کو مذہباً ناجائز اور قانوناً ممنوع قرار دے دیا جو اس وقت عرب میں رائج تھیں۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر عبداللہ بن ابی کی لونڈی معاذہ کے معاملے میں جو کچھ فیصلہ فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس لونڈی سے اس کا مالک جبراً پیشہ کرائے اس پر سے مالک کی ملکیت بھی ساقط ہو جاتی ہے۔

(تفہیم القرآن، ج ۳، النور، حاشیہ: ۵۹)

قحبہ گری دورِ جاہلیت کی یادگار

۴۵– ترمذی اور ابو داوٗد میں ہے کہ مرثد بن ابی مرثد ایک صحابی تھے جن کے زمانے جاہلیت میں مکّے کی ایک بدکار عورت عناق سے ناجائز تعلقات رہ چکے تھے۔ بعد میں انہوں نے چاہا کہ اس سے نکاح کرلیں اور حضور ﷺ سے اجازت مانگی۔ دو دفعہ پوچھنے پر آپؐ خاموش رہے۔ تیسری دفعہ پھر پوچھا تو آپ نے فرمایا: **يَا مَرْثَدُ، اَلزَّانِیُ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً فَلَا تَنْکِحْهَا۔**

تخریج: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّیْمِیُّ، ثَنَا یَحْیٰ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَخْنَسِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، اَنَّ مَرْثَدَ بْنَ اَبِیْ مَرْثَدِ الْغَنَوِیَّ کَانَ یَحْمِلُ الْاُسَارٰی بِمَكَّةَ، وَكَانَ بِمَكَّةَ بَغِیٌّ يُقَالُ لَهَا عَنَاقٌ، وَكَانَتْ صَدِیْقَتَهٗ، قَالَ: جِئْتُ (اِلَی) النَّبِیِّ ﷺ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنْكِحُ عَنَاقَ؟ قَالَ: فَسَكَتَ عَنِّیْ، فَنَزَلَتْ "وَالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ" فَدَعَانِیْ فَقَرَأَهَا عَلَیَّ وَ قَالَ: لَا تَنْکِحْهَا۔ (۲۴)

تشریح: (عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی روایت ہے کہ) ایک عورت ام مہزول نامی تھی جو قحبہ گری کا پیشہ کرتی تھی ایک مسلمان نے اس سے نکاح کرنا چاہا اور نبی ﷺ سے اجازت طلب کی۔ آپ نے منع فرمایا اور **اَلزَّانِیُ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً ...وَ حُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔** (النور: ۳) آیت پڑھی۔ (مسند احمد، نسائی)

اس کے علاوہ متعدد روایات حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور عمار بن یاسرؓ سے منقول ہیں کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا "جو شخص دیوث ہو (یعنی جسے معلوم ہو کہ اس کی بیوی بدکار ہے اور یہ جان کر بھی وہ اس کا شوہر بنا رہے) وہ جنت میں داخل

نہیں ہوسکتا'' (احمد، نسائی، ابوداوٗد طیالسی) شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا طرزِ عمل یہ رہا ہے کہ جو غیر شادی شدہ مرد و عورت زنا کے الزام میں گرفتار ہوتے ان کو وہ پہلے سزائے تازیانہ دیتے تھے اور پھر انہی کا آپس میں نکاح کر دیتے تھے۔ ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ ایک روز ایک شخص بڑی پریشانی کی حالت میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کچھ اس طرح بات کرنے لگا کہ اس کی زبان پوری طرح کھلتی نہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اسے الگ لے جا کر معاملہ پوچھو، حضرت عمرؓ کے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ ایک شخص اس کے ہاں مہمان کے طور پر آیا تھا، وہ اس کی لڑکی سے ملوث ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا **قبحک اللہ، الا سترت علی ابنتک** ''تیرا برا ہو، تو نے اپنی لڑکی کا پردہ ڈھانک نہ دیا؟'' آخر کار لڑکے اور لڑکی پر مقدمہ قائم ہوا، دونوں پر حد جاری کی گئی اور پھر ان دونوں کا باہم نکاح کر کے حضرت ابوبکرؓ نے ایک سال کے لیے ان کو شہر بدر کر دیا۔ ایسے ہی اور چند واقعات قاضی ابوبکر ابن العربی نے اپنی کتاب احکام القرآن میں نقل کیے ہیں۔

(جلد ۲/۸۶) (تفہیم القرآن ج ۳، النور، حاشیہ: ۵)

فوٹو اور مجسّمہ سازی

فوٹو کے متعلق اصولی بات یہ سمجھ لینی چاہیے کہ اسلام جاندار چیزوں کی مستقل شبیہ محفوظ کرنے کو بالعموم روکنا چاہتا ہے کیوں کہ انسانی تاریخ کا طویل تجربہ یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ چیز اکثر فتنہ کی موجب بنی ہے۔ اب چوں کہ اصل فتنہ صورت کا محفوظ ہونا ہے لہٰذا اس سے بحث نہیں کی جائے گی کہ اس کو کس طریقہ سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ طریقہ خواہ سنگ تراشی کا ہو یا عکاسی کا یا کوئی جو آئندہ ایجاد ہو، بہر حال وہ ناجائز ہی رہے گا۔ کیوں کہ یہ سارے طریقے اصل فتنہ کا سبب بننے میں یکساں ہیں۔ پس فوٹو گرافی اور مصوّری میں کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا۔ اور ممانعت چوں کہ جاندار اشیاء کی تصویروں کی ہے، اس لیے تمام تصویریں حرام رہیں گی، خواہ وہ فحش ہوں یا غیر فحش۔ البتہ فحش تصویر میں ایک وجہ حرمت کی اور بڑھ جاتی ہے۔

استثنائی صورتیں

اس عام حکم کے اندر اگر کوئی استثنا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ جہاں تصویر لینے کا کوئی حقیقی تمدّنی فائدہ ہو، یا جب کہ تصویر کسی بڑی تمدنی مصلحت کے لیے ناگزیر ہو تو صرف اس غرض کو پورا کرنے کی حد تک یہ فعل جائز ہوگا، مثلاً پاسپورٹ، پولیس کا مجرموں کی شناخت کے لیے تصویریں محفوظ کرنا، ڈاکٹروں کا علاج کے لیے یا فن طب کی تعلیم کے لیے مریضوں کی تصویریں لینا، اور جنگی اغراض کے لیے فوٹو گرافی کا استعمال[(۱)]

یہ اور دوسرے استعمالات حکم عام سے مستثنیٰ قرار پائیں گے، بشرطے کہ وہ غرض جس کے لیے اسی استثناء سے فائدہ اٹھایا جارہا ہو، بجائے خود حلال ہو۔

زندہ اور مرے ہوئے لیڈروں کی تصاویر

لیکن لیڈروں کی تصویریں اور جلسوں اور جلوسوں کی تصویریں کسی طرح بھی جائز اور حقیقی ضرورت کی تعریف میں نہیں آتیں۔

---

(۱) استثناء اسی اصول پر مبنی ہے جس کی بنیاد پر علماء سلف نے لڑکیوں کی تربیت اور کھیل کے لیے گڑیوں کے استعمال کی اجازت دی ہے اور جس کا ثبوت حدیث سے ملتا ہے۔

خصوصاً لیڈروں کی تصویریں تو بندگانِ خدا کو اس خطرہ سے بہت قریب پہنچا دیتی ہیں، جس کی وجہ سے تصویر کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ یہ کانگریس کے اجلاس میں گاندھی جی کا باون فٹ لمبا فوٹو، یہ پولینڈ پر رُوسی قبضہ کے بعد ہی اسٹالین کی تصویروں کا پولینڈ کے ایک ایک گاؤں میں درآمد کیا جانا، یہ روس میں ہر جگہ اسٹالین اور پولٹ بیورو کے ارکان کی تصویروں کا لوگوں کے سروں پر مسلّط رہنا، یہ جرمن سپاہیوں کا ہٹلر کی تصویر کو سینے سے لگائے پھرنا اور ہسپتال میں مرتے وقت اس کی تصویر کو آنکھوں سے لگا کر جان دینا، یہ سینما میں شاہ انگلستان کی تصویر سامنے آتے ہی لوگوں کا کھڑا ہو جانا، یہ سکّوں پر بادشاہ کی تصویر کا بطورِ علامت حاکمیت ثبت کیا جانا، کیا یہ سب بت پرستی کی جڑیں نہیں ہیں؟ آخر اسی لیے تو اسلام نے تصویر کو حرام کیا ہے۔ کہ انسان کے دل و دماغ پر خدا کے سوائے کسی دوسرے کی کبریائی کا نقش قائم نہ ہونے پائے۔ میں تو چھوٹے بچوں کی تصویریں لینے کو بھی اسی لیے حرام سمجھتا ہوں کہ معلوم نہیں ان بچوں میں آگے چل کر کس کو خدا بنالیا جائے اور اس کی تصویر فتنہ کی موجب بن جائے۔ کنھیا جی کی تصویر آج تک بِک رہی ہے لہٰذا یہ پیشہ شریعت کے نقطہ نظر سے جائز نہیں ہے۔ اگر (تصویریں کھینچنے والے) خدا کا خوف رکھتے ہیں تو بتدریج اس پیشہ کو چھوڑ کر کوئی دوسرا ذریعہ معاش تلاش کریں۔ اور اگر یہی کام کرنا چاہتے ہیں تو اسے خواہ مخواہ حلال بنانے کی کوشش نہ کریں۔ اخلاقی تنزّل کا بدترین مرتبہ یہ ہے کہ آدمی جس گناہ میں مبتلا ہو اسے جھوٹی تاویلوں سے صواب ٹھہرائے۔ اس گڑھے میں گرنے کے بعد پھر آدمی کے سنبھلنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔

(رسائل و مسائل حصہ اوّل، فقہیات، فوٹو کا مسئلہ)

امتحانات کے لیے فوٹو کا جواز

فوٹو کھچوانا اگرچہ ناجائز ہے لیکن جہاں کسی حقیقی تمدنی نقصان سے بچنے یا کسی حقیقی تمدنی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے فوٹو کا استعمال ناگزیر ہو، وہاں صرف اس ضرورت کی حد تک ایسا کرنا جائز ہے۔ امتحانات کے سلسلہ میں چوں کہ یہ تجربہ ہوا ہے کہ بہت سے لوگ دھوکہ دے کر کسی دوسرے شخص کو اپنے بجائے امتحان دینے کے لیے بھیج دیتے ہیں، اس لیے درخواست کے ساتھ تصویر لگانا لازم کیا گیا ہے۔ اس ضرورت کو تصویر کے سوا کسی دوسرے طریقے سے پورا کرنا مشکل ہے۔ اور دھوکے اور فریب کا سدّ باب بھی ضروری ہے۔ لہٰذا اس مقصد کے لیے تصویر کھچوانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح میرے نزدیک پاسپورٹ، تفتیش جرائم، طبی تحقیقات و ضروریات، جہاد اور ناگزیر تعلیمی اغراض کے لیے بھی فنِ تصویر کا استعمال درست ہے۔ اصولِ فقہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ ''اَلضَّرُوْرَاتُ تَبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتَ'' انسان کی حقیقی ضروریات کے لیے وہ چیزیں جائز ہو جاتی ہیں جو بجائے خود ناجائز ہیں۔''

(رسائل و مسائل حصہ اوّل، فقہیات، فوٹو کا مسئلہ)

مجسمہ سازی، تصویر کشی اور فوٹو گرافی احادیثِ نبوی کی روشنی میں

۴۶— ام المومنین حضرت عائشہؓ کی روایت:

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةِ وَ اُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيْسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيْهَا تَصَاوِيْرُ، فَذَكَرَتَا لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَقَالَ: اِنَّ اُولٰٓئِکَ اِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ

مَسْجِداً وَ صَوَّرُوْا فِیْهِ تِلْکَ الصُّوَرَ فَاُولٰٓئِکَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ، مسلم کتاب المساجد، نسائی کتاب المساجد)

’’ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے حبش میں ایک کنیسہ دیکھا تھا جس میں تصویریں تھیں اس کا ذکر انھوں نے نبی ﷺ سے کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی صالح شخص ہوتا تو اس کے مرنے کے بعد وہ اس کی قبر پر ایک عبادت گاہ بناتے اور اس میں یہ تصویریں بنا لیا کرتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک بدترین خلائق قرار پائیں گے۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ ذَکَرَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ کَنِیْسَةً: رَأَتْهَا بِاَرْضِ الْحَبَشَةِ یُقَالُ لَهَا مَارِیَةُ، فَذَکَرَتْ لَهٗ مَا رَأَتْ فِیْهَا مِنَ الصُّوَرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُولٰٓئِکَ قَوْمٌ اِذَا مَاتَ فِیْهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ اَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَ صَوَّرُوْا فِیْهِ تِلْکَ الصُّوَرَ، اُولٰٓئِکَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ۔ (۲۵)

۴۷- ابو جحیفہؓ کی روایت:

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ الْمُصَوِّرَ۔ (بخاری کتاب البیوع، کتاب الطلاق و کتاب اللباس)

’’ابو جحیفہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مصوّر پر لعنت فرمائی ہے۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ، ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَةَ، قَالَ: رَأَیْتُ اَبِیْ اشْتَرٰی عَبْدًا حَجَّامًا، فَاَمَرَ بِمَحَاجِمِهٖ فَکُسِرَتْ، فَسَأَلْتُهٗ، فَقَالَ: نَهَی النَّبِیُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَ ثَمَنِ الدَّمِ، وَ نَهٰی عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمُوْشُوْمَةِ، وَ اٰکِلِ الرِّبَا وَ مُؤْکِلِهٖ، وَ لَعَنَ الْمُصَوِّرَ۔ (۲۶)

۴۸- ابو زرعہؒ کی روایت:

عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ دَارًا بِالْمَدِیْنَةِ فَرَاٰی اَعْلَاهَا مُصَوِّرًا یُصَوِّرُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ یَخْلُقُ کَخَلْقِیْ فَلْیَخْلُقُوْا حَبَّةً وَلْیَخْلُقُوْا ذَرَّةً۔ (بخاری کتاب اللباس)

’’ابو زرعہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ ایک مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ مکان کے اوپر ایک مصوّر تصویریں بنا رہا ہے اس پر ابو ہریرہؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میری تخلیق کے مانند تخلیق کی کوشش کرے۔ یہ لوگ ایک دانہ یا ایک چیونٹی تو بنا کر دکھائیں۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا مُوْسٰی، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ، حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ دَارًا بِالْمَدِیْنَةِ، فَرَاٰهَا اَعْلَاهَا مُصَوِّرًا یُصَوِّرُ، قَالَ: سَمِعْتُ

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِيْ، فَلْيَخْلُقُوْا حَبَّةً، وَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً ثُمَّ دَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ يَدَيْهِ حَتّٰى بَلَغَ اِبْطَهُ، فَقُلْتُ: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ؛ اَشَيْءٌ سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مُنْتَهَى الْحِلْيَةِ۔ (۲۷)

مسلم کی ایک دوسری روایت میں تصریح ہے کہ یہ مکان سعید یا مروان کا تھا:

عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ اَنَا وَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ دَارًا تُبْنٰى بِالْمَدِيْنَةِ لِسَعِيْدٍ اَوْ لِمَرْوَانَ، قَالَ: فَرَاٰى مُصَوِّرًا يُصَوِّرُ فِي الدَّارِ۔

۴۹- حضرت علیؓ کی روایت:

عَنْ اَبِيْ مُحَمَّدِ الْهُذَلِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ جَنَازَةٍ، فَقَالَ: اَيُّكُمْ يَنْطَلِقُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَا يَدَعُ بِهَا وَثَنًا اِلَّا كَسَّرَهُ وَلَا قَبْرًا اِلَّا سَوَّاهُ وَلَا صُوْرَةً اِلَّا لَطَخَهَا، فَقَالَ رَجُلٌ: اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَانْطَلِقْ، فَانْطَلَقَ، ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ اَدَعْ بِهَا وَثَنًا اِلَّا كَسَرْتُهُ وَلَا قَبْرًا اِلَّا سَوَّيْتُهُ وَلَا صُوْرَةً اِلَّا لَطَخْتُهَا۔ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ عَادَ لِصَنْعَةِ شَيْءٍ مِنْ هٰذَا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔

(مسند احمد، مسلم کتاب الجنائز اور نسائی کتاب الجنائز میں بھی اس مضمون کی ایک حدیث منقول ہوئی ہے)

''ابو محمد ہذلی حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنازے میں شریک تھے آپ نے فرمایا تم لوگوں میں سے کون ہے جو جا کر مدینہ میں کوئی بت نہ چھوڑے جسے زمین کے برابر نہ کر دے اور کوئی تصویر نہ چھوڑے جسے مٹا نہ دے۔ ایک شخص نے عرض کیا میں اس کے لیے حاضر ہوں۔ چناں چہ وہ گیا مگر اہل مدینہ کے خوف سے یہ کام کیے بغیر پلٹ آیا۔ پھر حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں جاتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اچھا تم جاؤ۔ حضرت علیؓ گئے اور واپس آ کر انہوں نے عرض کیا کہ میں نے کوئی بت نہیں چھوڑا جسے توڑ نہ دیا ہو۔ کوئی قبر نہیں چھوڑی جسے زمین کے برابر نہ کر دیا ہو اور کوئی تصویر نہیں چھوڑی جسے مٹا نہ دیا ہو۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اب اگر کسی شخص نے ان چیزوں میں سے کوئی چیز بنائی تو اس نے اس تعلیم سے کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ، ثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ الْهُذَلِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ جَنَازَةٍ، فَقَالَ: اَيُّكُمْ يَنْطَلِقُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ، فَلَا يَدَعُ بِهَا وَثَنًا اِلَّا كَسَّرَهُ، وَلَا قَبْرًا اِلَّا سَوَّاهُ، وَلَا صُوْرَةً اِلَّا لَطَخَهَا، فَقَالَ: اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَانْطَلَقَ، فَهَابَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ، فَرَجَعَ، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَا اَنْطَلِقُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: فَانْطَلِقْ، فَانْطَلَقَ، ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؛ لَمْ اَدَعْ بِهَا وَثَنًا اِلَّا كَسَرْتُهُ، وَلَا قَبْرًا اِلَّا سَوَّيْتُهُ، وَلَا صُوْرَةً اِلَّا

لَطَخْتُهَا، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ عَادَ لِصَنْعَةِ شَیْءٍ مِنْ هٰذَا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم، ثُمَّ قَالَ: لَا تَكُوْنَنَّ فَتَّانًا وَلَا مُخْتَالًا، وَلَا تَاجِرًا اِلَّا تَاجِرَ خَيْرٍ، فَاِنَّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمَسْبُوْقُوْنَ بِالْعَمَلِ۔ (۲۸)

۵۰- ابن عباسؓ کی روایت:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم.. وَ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ اَنْ يَّنْفُخَ فِيْهَا وَ لَيْسَ بِنَافِخٍ۔ (بخاری کتاب التعبیر، ترمذی ابواب اللباس، نسائی کتاب الزینۃ، مسند احمد)

''ابنِ عباسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں...اور جس شخص نے تصویر بنائی اسے عذاب دیا جائے گا اور مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ نہ پھونک سکے گا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، يُحَدِّثُ قَتَادَةَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَ هُمْ يَسْئَلُوْنَهٗ وَلَا يَذْكُرُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰى سُئِلَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّداً صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِي الدُّنْيَا، كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنْ يَنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ وَ لَيْسَ بِنَافِخٍ۔ (۲۹)

۵۱- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِذَا اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا عَبَّاسٍ اِنِّيْ اِنْسَانٌ اِنَّمَا مَعِيْشَتِيْ مِنْ صَنْعَةِ يَدِيْ وَ اِنِّيْ اَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِيْرَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ، سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ: مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فَاِنَّ اللّٰهَ مُعَذِّبُهٗ، حَتّٰى يَنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ، وَ لَيْسَ بِنَافِخٍ فِيْهَا اَبَداً فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيْدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهٗ، فَقَالَ وَيْحَكَ اِنْ اَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ كُلِّ شَیْءٍ لَيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ۔

(بخاری کتاب البیوع، مسلم کتاب اللباس، نسائی کتاب الزینۃ، مسند احمد)

''سعید بن ابوالحسن کہتے ہیں کہ میں ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے ابوعباسؓ میں ایک ایسا شخص ہوں جو اپنے ہاتھ سے روزی کماتا ہوں اور میرا روزگار یہ تصویریں بنانا ہے۔ ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ میں تم سے وہی بات کہوں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنی ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے کہ جو شخص تصویر بنائے گا اللہ اسے عذاب دے گا اور اسے نہ چھوڑے گا جب تک وہ اس میں روح نہ پھونکے اور وہ کبھی روح نہ پھونک سکے گا۔ یہ بات سُن کر وہ شخص سخت برافروختہ ہوا اور اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔ اس پر ابن عباسؓ نے کہا بندۂ خدا، اگر تجھے تصویر بنانی ہی ہے تو اس درخت کی بنا کسی ایسی چیز کی بنا جس میں روح نہ ہو۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ثنا عَوفٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِى الْحَسَنِ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا اَبَا عَبَّاسٍ! اِنِّى اِنْسَانٌ اِنَّمَا مَعِيْشَتِىْ مِنْ صَنْعَةِ يَدِىْ، وَ اِنِّىْ اَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِيْرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: سَمِعْتُهُ، يَقُوْلُ: مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فَاِنَّ اللّٰهَ مُعَذِّبُهُ حَتّٰى يَنْفُخَ فِيْهِ الرُّوْحَ وَ لَيْسَ بِنَافِخٍ فِيْهَا اَبَدًا، فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيْدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ، فَقَالَ: وَيْحَكَ اِنْ اَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ۔ (۳۰)

۵۲- ابن مسعودؓ کی روایت:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ۔

(بخاری کتاب اللباس، مسلم کتاب اللباس، نسائی کتاب الزینۃ، مسند احمد)

”عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز اللہ کے ہاں سخت ترین سزا پانے والے مصور ہوں گے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ مَسْرُوْقٍ فِىْ دَارِ يَسَارِ بْنِ نُمَيْرٍ فَرَاٰى فِىْ صُفَّتِهِ تَمَاثِيْلَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ الْمُصَوِّرُوْنَ۔ (۳۱)

۵۳- ابن عمرؓ کی روایت:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ لَهُمْ: اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ۔

(بخاری کتاب اللباس، مسلم کتاب اللباس، نسائی کتاب الزینۃ، مسند احمد)

”عبداللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے بنایا ہے اسے زندہ کرو۔“

تخریج: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لَهُمْ: اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ۔ (۳۲)

۵۴- حضرت عائشہؓ کی مزید روایات:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَابِ وَلَمْ يَدْخُلْ۔ فَقُلْتُ: اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مِمَّا اَذْنَبْتُ، قَالَ: مَا هٰذِهِ النُّمْرُقَةُ؟ قُلْتُ: لِتَجْلِسَ عَلَيْهَا

وَ تَوَسَّدَهَا، قَالَ: اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالَ لَهُمْ: اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ، وَ اِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتاً فِيْهِ الصُّوْرَةُ۔

(بخاری کتاب اللباس، مسلم کتاب اللباس، نسائی کتاب الزینۃ، ابن ماجہ کتاب التجارات، مؤطا کتاب الاستیذان)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک تکیہ خریدا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں پھر نبی ﷺ تشریف لائے اور دروازے ہی میں کھڑے ہو گئے اندر داخل نہ ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ میں خدا سے توبہ کرتی ہوں ہر اس گناہ سے جو میں نے کیا ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ تکیہ کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ اس غرض کے لیے ہے کہ آپ یہاں تشریف رکھیں اور اس پر ٹیک لگائیں۔ فرمایا ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے بنایا ہے اس کو زندہ کرو۔ اور ملائکہ (ملائکہ رحمت) کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ، فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ، فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ، وَ قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ؟ قَالَ: مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟ قَالَتْ: اشْتَرَيْتُهَا لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَ تَوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ يُقَالُ لَهُمْ اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ، وَ قَالَ: اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ۔ (۳۳)

۵۵- عَنْ عَائِشَةَؓ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ اَنَا مُتَسَتِّرَةٌ بِقِرَامٍ فِيْهِ صُوْرَةٌ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهٗ ثُمَّ تَنَاوَلَ السِّتْرَ فَهَتَكَهٗ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ مِنْ اَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُشَبِّهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ۔

(مسلم کتاب اللباس، بخاری کتاب اللباس، نسائی کتاب الزینۃ)

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور میں نے ایک پردہ لٹکا رکھا تھا جس میں تصویر تھی۔ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، پھر آپ نے اس پردہ کو لے کر پھاڑ ڈالا اور فرمایا قیامت کے روز سخت ترین عذاب جن لوگوں کو دیا جائے گا ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ کی تخلیق کے مانند تخلیق کی کوشش کرتے ہیں۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ اَبِيْ مُزَاحِمٍ، قَالَ: نَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ اَنَا مُتَسَتِّرَةٌ بِقِرَامٍ، فِيْهِ صُوْرَةٌ، فَتَلَوَّنَ وَجْهُهٗ ثُمَّ تَنَاوَلَ السِّتْرَ فَهَتَكَهٗ ثُمَّ قَالَ: اِنَّ مِنْ اَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُشَبِّهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ۔ (۳۴)

۵۶-عَنْ عَائِشَةَؓ، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ، وَ قَدْ سَتَّرْتُ عَلٰی بَابِیْ دُرْنُوْكاً فِيْهِ الْخَيْلُ ذَوَاتُ الْاَجْنِحَةِ، فَاَمَرَنِیْ فَنَزَعْتُهٗ۔ (مسلم کتاب اللباس، نسائی کتاب الزینۃ)

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سفر سے واپس تشریف لائے اور میں نے اپنے دروازے پر ایک پردہ لٹکا رکھا تھا جس میں پَر دار گھوڑوں کی تصویریں تھیں۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اسے اتار دو اور میں نے اتار دیا۔"

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ، وَ اَبُوْ كُرَيْبٍ، قَالَا: نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ وَ قَدْ سَتَّرْتُ عَلٰی بَابِیْ دُرْنُوْكاً فِيْهِ الْخَيْلُ ذَوَاتُ الْاَجْنِحَةِ، فَاَمَرَنِیْ فَنَزَعْتُهٗ۔ (۳۵)

۵۷- جابر بن عبداللہؓ کی روایت:

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصُّوْرَةِ فِی الْبَيْتِ وَ نَهٰی اَنْ يُصْنَعَ ذَالِکَ۔

(ترمذی ابواب اللباس)

"جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ گھر میں تصویر رکھی جائے اور اس سے بھی منع فرمایا گیا کہ کوئی شخص تصویر بنائے۔"

تخریج: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، ثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، ثنی اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصُّوْرَةِ فِی الْبُيْتِ، وَ نَهٰی اَنْ يُّصْنَعَ ذٰلِکَ۔ (۳۶)

۵۸- ابوطلحہؓ کی روایت:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ۔ (بخاری کتاب اللباس)

"ابن عباسؓ ابوطلحہ انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ (ملائکہ رحمت) کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا پلا ہوا ہو اور نہ ایسے گھر میں جس میں تصویر ہو۔"

تخریج: حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ، اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ اَبَا طَلْحَةَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةُ تَمَاثِيْلَ۔ (۳۷)

۵۹- ابن عمرؓ کی روایت:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: وَعَدَ النَّبِیَّ ﷺ جِبْرِيْلُ فَرَاثَ عَلَيْهِ حَتّٰی اشْتَدَّ عَلٰی

النَّبِیّ ﷺ، فَخَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ فَلَقِیَهٗ، فَشَكَا اِلَیْهِ مَا وَجَدَ، فَقَالَ لَهٗ اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَیْتًا فِیْهِ صُوْرَةٌ وَلَا كَلْبٌ۔ (بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، امام مالک اور امام احمد نے متعدد صحابہ سے نقل کی ہیں)

”عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبریلؑ نے نبی ﷺ کے پاس آنے کا وعدہ کیا، مگر بہت دیر لگ گئی اور وہ نہ آئے۔ حضور ﷺ کو اس سے پریشانی ہوئی اور آپ گھر سے نکلے تو وہ مل گئے۔ آپ نے ان سے شکایت کی تو انہوں نے کہا ہم کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا تصویر ہو۔“

تخریج: حَدَّثَنَا یَحْیَ بْنُ سُلَیْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِی ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِیْهِ، قَالَ: وَعَدَ النَّبِیَّ ﷺ جِبْرَئِیْلُ، فَرَاثَ عَلَیْهِ حَتّٰی اشْتَدَّ عَلَی النَّبِیّ ﷺ، فَخَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ فَلَقِیَهٗ، فَشَكَا اِلَیْهِ مَا وَجَدَ، فَقَالَ لَهٗ: اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَیْتًا فِیْهِ صُوْرَةٌ وَلَا كَلْبٌ۔ (۳۸)

وہ روایات جن میں رخصت کا پہلو ہے

۶۰- ان روایات کے مقابلے میں کچھ روایتیں ایسی بھی پیش کی جاتی ہیں جن میں تصاویر کے معاملے میں رخصت پائی جاتی ہے۔ مثلاً ابوطلحہؓ انصاری کی یہ روایت کہ ”جس کپڑے میں تصویر کڑھی ہو اس کا پردہ لٹکانے کی اجازت ہے۔“

(بخاری کتاب اللباس)

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ بُكَیْرٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَیْتًا فِیْهِ صُوْرَةٌ، قَالَ بُسْرٌ: ثُمَّ اشْتَكٰی زَیْدٌ، فَعُدْنَاهُ، فَاِذَا عَلٰی بَابِهٖ سِتْرٌ فِیْهِ صُوَرٌ، فَقُلْتُ لِعُبَیْدِ اللّٰهِ زَبِیْبِ مَیْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ اَلَمْ یُخْبِرْنَا زَیْدٌ عَنِ الصُّوَرِ یَوْمَ الْاَوَّلِ فَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ: اَلَمْ تَسْمَعْهُ حِیْنَ قَالَ اِلَّا رَقْمٌ فِیْ ثَوْبٍ، وَ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو حَدَّثَهٗ بُكَیْرٌ، حَدَّثَهٗ بُسْرٌ، حَدَّثَهٗ اَبُوْ طَلْحَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ۔ (۳۹)

۶۱- ”حضرت عائشہؓ کی یہ روایت کہ تصویر دار کپڑے کو پھاڑ کر جب انہوں نے گدا بنا لیا تو حضور ﷺ نے اسے بچھانے سے منع نہ فرمایا۔“ (مسلم کتاب اللباس)

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ، قَالَ: اَنَا جَرِیْرٌ، عَنْ سُهَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ یَسَارٍ اَبِی الْحُبَابِ مَوْلٰی بَنِی النَّجَّارِ عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِیِّ، عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِیِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَیْتًا فِیْهِ كَلْبٌ وَلَا تَمَاثِیْلُ، قَالَ: فَاَتَیْتُ عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: اِنَّ هٰذَا یُخْبِرُنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: لَا تَدْخُلُ

الْمَلائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا تَمَاثِيلُ فَهَلْ سَمِعْتِ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَ ذٰلِكَ؟ فَقَالَتْ: لَا، وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكُمْ مَا رَأَيْتُهُ فَعَلَ، رَأَيْتُهُ خَرَجَ فِي غَزَوَاتِهِ، فَأَخَذْتُ نَمَطًا، فَسَتَّرْتُهُ عَلَى الْبَابِ، فَلَمَّا قَدِمَ، فَرَأَى النَّمَطَ عَرَفْتُ الْكَرَاهِيَةَ فِي وَجْهِهِ، فَجَذَبَهُ حَتّٰى هَتَكَهُ اَوْ قَطَعَهُ وَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَأْمُرْنَا اَنْ نَكْسُوَ الْحِجَارَةَ وَالطِّيْنَ قَالَتْ: فَقَطَعْنَا مِنْهُ وِسَادَتَيْنِ وَحَشَوْتُهُمَا لِيْفًا فَلَمْ يَعِبْ ذَالِكَ عَلَيَّ۔ (۴۰)

۶۲- ”سالم بن عبداللہ بن عمر کی یہ روایت کہ ممانعت اس تصویر کی ہے جو نمایاں مقام پر نصب کی گئی ہو نہ کہ اس تصویر کی جو فرش کے طور پر بچھادی گئی ہو۔“ (مسند احمد)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِي اَبِي، ثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، ثَنَا لَيْثٌ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَ هُوَ مُتَّكِئٌ عَلٰى وِسَادَةٍ فِيهَا تَمَاثِيلُ طَيْرٍ وَ وَحْشٍ، فَقُلْتُ: اَلَيْسَ يُكْرَهُ هٰذَا؟ قَالَ: لَا اِنَّمَا يُكْرَهُ مَا نُصِبَ نَصْبًا الخ۔ (۴۱)

تشریح: ان میں سے کوئی حدیث بھی دراصل ان احادیث کی تردید نہیں کرتی جو اوپر نقل کی گئی ہیں۔ جہاں تک تصویر بنانے کا تعلق ہے اس کا جواز ان میں سے کسی حدیث سے بھی نہیں نکلتا۔ یہ احادیث صرف اس مسئلے سے بحث کرتی ہیں کہ اگر کسی کپڑے پر تصویر بنی ہوئی ہو اور آدمی اس کو لے چکا ہو تو کیا کرے۔ اس باب میں ابوطلحہؓ انصاری والی روایت کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہے کیوں کہ وہ بکثرت دوسری صحیح احادیث سے ٹکراتی ہے جن میں نبی ﷺ نے تصویر دار کپڑا لٹکانے سے نہ صرف منع فرمایا ہے بلکہ اسے پھاڑ دیا ہے۔ نیز خود حضرت ابوطلحہؓ کا اپنا عمل جو ترمذی اور موطا میں منقول ہوا ہے وہ یہ ہے کہ تصویر دار پردہ لٹکانا تو درکنار وہ ایسا فرش بچھانے میں بھی کراہت محسوس کرتے تھے جس میں تصاویر ہوں۔ رہیں حضرت عائشہؓ اور سالم بن عبداللہ کی روایات تو ان سے صرف اتنا جواز نکلتا ہے کہ اگر تصویر احترام کی جگہ پر نہ ہو بلکہ ذلت کے ساتھ فرش پر رکھی جائے اور اسے پامال کیا جائے تو وہ قابلِ برداشت ہے۔ ان احادیث سے آخر اس پوری ثقافت کا جواز کیسے نکالا جاسکتا ہے جو تصویر کشی اور مجسمہ سازی کے آرٹ کو تہذیب انسانی کا قابل فخر کمال قرار دیتی ہے اور اسے مسلمانوں میں رواج دینا چاہتی ہے۔

آپ ﷺ کا چھوڑا ہوا ضابطہ اور صحابہؓ کا طرز عمل

تصاویر کے معاملے میں نبی ﷺ نے آخر کار امت کے لیے جو ضابطہ چھوڑا ہے اس کا پتہ اکابر صحابہؓ کے اس طرز عمل سے چلتا ہے جو انہوں نے اس باب میں اختیار کیا۔ اسلام میں یہ اصول مسلّم ہے کہ معتبر اسلامی ضابطہ وہی ہے جو تمام تدریجی احکام اور ابتدائی رخصتوں کے بعد حضور ﷺ نے اپنے آخر عہد میں مقرر کردیا ہو۔ اور حضور ﷺ کے بعد اکابر صحابہؓ کا کسی طریقے پر عمل درآمد کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اسی طریقے پر حضور ﷺ نے امت کو چھوڑا تھا۔ اب دیکھیے کہ تصویروں کے ساتھ اس مقدس گروہ کا کیا برتاؤ تھا۔

حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل: قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّا لَا نَدْخُلُ کَنَائِسَکُمْ مِنْ اَجْلِ التَّمَاثِیْلِ الَّتِیْ فِیْهَا الصُّوَرَ۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ) ''حضرت عمرؓ نے عیسائیوں سے کہا کہ ہم تمہارے کنیسوں میں اس لیے داخل نہیں ہوتے کہ ان میں تصویریں ہیں۔'' کَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ یُصَلِّیْ فِیْ بَیْعَةٍ اِلَّا بِیْعَةً فِیْهَا تَمَاثِیْلُ۔ (بخاری کتاب الصلوۃ) ''ابن عباسؓ گرجوں میں نماز پڑھ لیتے تھے مگر کسی ایسے گرجے میں نہیں جس میں تصویریں ہوں۔'' حضرت علیؓ کا طرزِ عمل: عَنْ اَبِی الْهَیَّاجِ الْاَسَدِیِّ، قَالَ لِیْ عَلِیٌّ: اَلَا اَبْعَثُکَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالاً اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْراً مُشْرِفاً اِلَّا سَوَّیْتَهٗ وَلَا صُوْرَةً اِلَّا طَمَسْتَهَا۔ (مسلم کتاب الجنائز، نسائی کتاب الجنائز) ''ابوالھیاج اسدی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے مجھ سے کہا: کیا نہ بھیجوں میں تم کو اس مہم پر جس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا؟ اور وہ یہ ہے کہ تم کوئی مجسمہ نہ چھوڑو جسے توڑ نہ دو اور کوئی اونچی قبر نہ چھوڑو جسے زمین کے برابر نہ کردو اور کوئی تصویر نہ چھوڑو جسے مٹا نہ دو۔'' عَنْ حَنَشٍ الْکِنَانِیِّ، عَنْ عَلِیٍّ اَنَّهٗ بَعَثَ عَامِلَ شُرْطَتِهٖ، فَقَالَ لَهٗ : اَتَدْرِیْ عَلٰی مَا اَبْعَثُکَ؟ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ اَنْحَتَ کُلَّ صُوْرَةٍ وَ اَنْ اُسَوِّیَ کُلَّ قَبْرٍ۔ (مسندِ احمد) ''حنش الکنانی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنی پولیس کے کوتوال سے کہا کہ تم جانتے ہو میں کس مہم پر تمہیں بھیج رہا ہوں؟ اس مہم پر جس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا۔ یہ کہ میں ہر تصویر کو مٹا دوں اور ہر قبر کو زمین کے برابر کردوں۔''

فقہ حنفی اور تصویر سازی

اسی ثابت شدہ اسلامی ضابطہ کو فقہائے اسلام نے تسلیم کیا ہے اور اسے قانون اسلامی کی ایک دفعہ قرار دیا ہے۔ چناں چہ علامہ بدرالدین عینی توضیح کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

''ہمارے اصحاب (یعنی فقہائے احناف) اور دوسرے فقہاء کہتے ہیں کہ کسی جاندار چیز کی تصویر بنانا حرام ہی نہیں، سخت حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے، خواہ بنانے والے نے اسے کسی ایسے استعمال کے لیے بنایا ہو جس میں اس کی تذلیل ہو، یا کسی دوسری غرض کے لیے۔ ہر حالت میں تصویر کشی حرام ہے، کیوں کہ اس میں اللہ کی تخلیق سے مشابہت ہے۔ اسی طرح تصویر خواہ کپڑے میں ہو یا فرش میں یا دینار یا درہم یا پیسے یا کسی برتن میں یا دیوار میں، بہرحال اس کا بنانا حرام ہے۔ البتہ جاندار کے سوا کسی دوسری چیز مثلاً درخت وغیرہ کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے۔ ان تمام امور میں تصویر کے سایہ دار ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

تصویر سازی اور فقہ مالکی

یہی رائے امام مالکؒ، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے علماء کی ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس سے لڑکیوں کی گڑیاں مستثنیٰ ہیں۔ مگر امام مالکؒ ان کے خریدنے کو بھی ناپسند کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۰۔ اسی مسلک کو امام نووی نے شرح مسلم میں زیادہ تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو شرح نووی مطبوعہ مصر۔ ج ۱۴ ص ۸۱-۸۲) یہ تو ہے تصویر

سازی کا حکم۔ رہا دوسرے کی بنائی ہوئی تصویر کے استعمال کا مسئلہ تو اس کے بارے میں فقہائے اسلام کے مسالک علامہ ابن حجر نے اس طرح نقل کیے ہیں۔

''مالکی فقیہ ابن عربی کہتے ہیں کہ جس تصویر کا سایہ پڑتا ہو اس کے حرام ہونے پر تو اجماع ہے قطع نظر اس سے کہ وہ تحقیر کے ساتھ رکھی گئی ہو یا نہ۔ اس اجماع سے صرف لڑکیوں کی گڑیاں مستثنیٰ ہیں۔ ابن عربی یہ بھی کہتے ہیں کہ جس تصویر کا سایہ نہ پڑتا ہو وہ اگر اپنی حالت میں باقی رہے (یعنی آئینہ کی پرچھائیں کی طرح نہ ہو بلکہ چھپی ہوئی تصویر کی طرح ثابت و قائم ہو) تو وہ بھی حرام ہے خواہ اسے حقارت کے ساتھ رکھا گیا ہو یا نہ۔ البتہ اگر اس کا سر کاٹ دیا گیا ہو یا اس کے اجزا الگ الگ کر دیئے گئے ہوں تو اس کا استعمال جائز ہے۔''

امام الحرمین نے ایک مسلک یہ نقل کیا ہے کہ پردے یا تکیے پر اگر تصویر ہو تو اس کے استعمال کی اجازت ہے مگر دیوار یا چھت میں جو تصویر لگائی جائے وہ ممنوع ہے کیوں کہ اس صورت میں اس کا اعزاز ہو گا، بخلاف اس کے پردے اور تکیے کی تصویر حقارت سے رہے گی۔ ابن ابی شَیبہ نے عِکرِمہ سے نقل کیا ہے کہ زمانہ تابعین کے علماء یہ رائے رکھتے تھے کہ فرش اور تکیے میں تصویر کا ہونا اُس کے لیے باعث ذلت ہے۔ نیز ان کا یہ خیال بھی تھا کہ اونچی جگہ پر جو تصویر لگائی گئی ہو وہ حرام ہے اور قدموں میں پامال کیا جاتا ہو وہ جائز ہے۔ یہی رائے ابنِ سیرین، سالم بن عبداللہ، عکرمہ بن خالد اور سعید بن جبیر سے بھی منقول ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۳۰۰)

اس تفصیل سے یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام میں تصاویر کی حرمت کوئی مختلف فیہ یا مشکوک مسئلہ نہیں بلکہ نبی ﷺ کے صریح ارشادات، صحابہ کرام کے عمل اور فقہائے اسلام کے متفقہ فتاویٰ کی رو سے ایک مسلّم قانون ہے جسے آج بیرونی ثقافتوں سے متاثر لوگوں کی موشگافیاں بدل نہیں سکتیں۔

چند مزید قابلِ فہم باتیں

اس سلسلے میں چند باتیں اور بھی سمجھ لینی ضروری ہیں تا کہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے۔ بعض لوگ فوٹو اور ہاتھ سے بنی ہوئی تصویر میں فرق کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالاں کہ شریعت بجائے خود تصویر کو حرام کرتی ہے نہ کہ تصویر سازی کے کسی خاص طریقے کو، فوٹو اور دستی تصویر میں ہونے کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے، ان کے درمیان جو کچھ بھی فرق ہے وہ طریق تصویر سازی کے لحاظ سے ہے اور اس لحاظ سے شریعت نے احکام میں کوئی فرق نہیں کیا ہے۔[1]

بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ اسلام میں تصویر کی حرمت کا حکم محض بُت پرستی کو روکنے کی خاطر دیا گیا تھا، اور اب اس کا کوئی خطرہ نہیں ہے، لہٰذا یہ حکم باقی نہ رہنا چاہیے۔ لیکن یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ اوّل تو احادیث میں کہیں یہ بات نہیں کہی گئی ہے کہ تصاویر صرف شرک و بت پرستی کے خطرے سے بچانے کے لیے حرام کی گئی ہے۔ دوسرے یہ دعویٰ بھی بالکل

---

(۱) عرب ممالک کے لوگوں نے فوٹو جائز کر کے بڑی غلطی کی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اب وہاں مجسمے تک بننے لگے ہیں اور شاہراہوں پر نصب ہونے لگے ہیں۔ حالاں کہ کسی مسلمان ملک میں کبھی اس کا تصور تک نہ کیا جا سکتا تھا۔ (مکاتیب ص ۹۵ مورخہ ۱۸ ستمبر ۶۳)

بے بنیاد ہے کہ اب دنیا میں شرک و بُت پرستی کا خاتمہ ہوگیا ہے۔آج خود براعظم ہندو پاک میں کروڑوں بُت پرست مشرکین موجود ہیں، دنیا کے مختلف خطوں میں طرح طرح سے شرک ہورہا ہے۔عیسائی اہلِ کتاب بھی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ اور اپنے متعدد اولیاء کی تصاویر اور مجسّموں کو پوج رہے ہیں حتّٰی کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد بھی مخلوق پرستی کی آفتوں سے محفوظ نہیں ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف وہ تصویریں ممنوع ہونی چاہئیں جو مشرکانہ نوعیت کی ہیں، یعنی ایسے اشخاص کی تصاویر اور مجسّمے جن کو معبود بنالیا گیا ہو، باقی دوسری تصویروں اور مجسّموں کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔لیکن اس طرح کی باتیں کرنے والے دراصل شارع کے احکام وارشادات سے قانون اخذ کرنے کے بجائے آپ ہی اپنے شارع بن بیٹھتے ہیں۔ ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ تصویر صرف ایک شرک و بت پرستی ہی کی موجب نہیں بنتی، بلکہ دنیا میں دوسرے بہت سے فتنوں کی موجب بھی بنی ہے اور بن رہی ہے۔تصویر اُن بڑے ذرائع میں سے ایک ہے جس سے بادشاہوں، ڈکٹیٹروں اور سیاسی لیڈروں کی عظمت کا سکّہ عوام الناس کے دماغوں پر بٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔تصویر کو دنیا میں شہوانیت پھیلانے کے لیے بھی بہت بڑے پیمانے پر استعمال کیا گیا ہے اور آج یہ فتنہ ہر زمانے سے زیادہ برسرِ عروج ہے۔تصاویر قوموں میں نفرت اور عداوت کے بیج بونے، فساد ڈلوانے اور عام لوگوں کو طرح طرح سے گمراہ کرنے کے لیے بھی بکثرت استعمال کی جاتی رہی ہیں اور آج سب سے زیادہ استعمال کی جارہی ہیں۔اس لیے یہ سمجھنا کہ شارع نے تصویر کی حرمت کا حکم صرف بت پرستی کے استیصال کی خاطر دیا ہے اصلاً غلط ہے۔شارع نے مطلقاً جاندار اشیاء کی تصویر کو روکا ہے۔ہم اگر خود شارع نہیں بلکہ شارع کے متبع ہیں تو ہمیں علی الاطلاق اس سے رک جانا چاہیے۔ہمارے لیے یہ کسی طرح جائز نہیں ہے کہ اپنی طرف سے کوئی علت حکم خود تجویز کر کے اس لحاظ سے بعض تصویروں کو حرام اور بعض کو حلال قرار دینے لگیں۔

بعض لوگ چند بالکل ''بے ضرر'' قسم کی تصاویر کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ آخر ان میں کیا خطرہ ہے یہ تو شرک اور شہوانیت اور فساد انگیزی اور سیاسی پروپیگنڈے اور ایسے ہی دوسرے مفسدات سے قطعی پاک ہیں۔ پھر ان کے ممنوع ہونے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ اس معاملے میں لوگ پھر وہی غلطی کرتے ہیں کہ پہلے علتِ حکم خود تجویز کر لیتے ہیں اور اس کے بعد یہ سوال کرتے ہیں کہ جب فلاں چیز میں یہ علت نہیں پائی جاتی تو وہ کیوں ناجائز ہے۔علاوہ بریں یہ لوگ اسلامی شریعت کے اس قاعدے کو بھی نہیں سمجھتے کہ وہ حلال اور حرام کے درمیان ایسی دھندلی اور مبہم حد بندیاں قائم نہیں کرتی جن سے آدمی یہ فیصلہ نہ کرسکتا ہو کہ وہ کہاں تک جواز کی حد میں ہے اور کہاں اس حد کو پار کر گیا ہے۔بلکہ ایسا واضح خط امتیاز کھینچتی ہے جسے ہر شخص روز روشن کی طرح دیکھ سکتا ہو۔تصاویر کے درمیان یہ حد بندی قطعی واضح ہے کہ جانداروں کی تصویریں حرام اور بے جان اشیاء کی تصویریں حلال ہیں۔اس خط امتیاز میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے جسے احکام کی پیروی کرنی ہو وہ صاف صاف جان سکتا ہے کہ اس کے لیے کیا چیز جائز ہے اور کیا ناجائز۔لیکن اگر جانداروں کی تصاویر میں سے بعض کو جائز اور بعض کو ناجائز ٹھیرا جاتا تو دونوں قسم کی تصاویر کی کوئی بڑی سے بڑی فہرست بیان کر دینے کے بعد بھی جواز وعدم کی سرحد کبھی واضح نہ ہوسکتی اور

بے شمار تصویروں کے بارے میں یہ اشتباہ باقی رہ جاتا کہ انہیں حد جواز کے اندر سمجھا جائے یا باہر۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے شراب کے بارے میں اسلام کا یہ حکم کہ اس سے قطعی اجتناب کیا جائے ایک صاف حد قائم کر دیتا ہے۔ لیکن اگر یہ کہا جاتا کہ اس کی اتنی مقدار استعمال کرنے سے پرہیز کیا جائے جس سے نشہ پیدا ہوتا ہو تو حلال اور حرام کے درمیان کسی جگہ بھی حدِّ فاصل قائم نہ کی جاسکتی اور کوئی شخص بھی فیصلہ نہ کرسکتا کہ کس حد تک وہ شراب پی سکتا ہے اور کہاں جا کر اسے رک جانا چاہیے۔
(تفہیم القرآن، ج ۴، سبا حاشیہ: ۲۰)

ماٰخذ

(۱) تفسیر ابنِ جریر الطبری ج ۱۰، سورة الأحزاب امن یبدأ الخلق ثم یعیده الاٰیة۔

(۲) روح المعانی ج۹ پ۲۷، سورة الحدید: ۲۲۔

(۳) المستدرك للحاکم ج ۲ سورة الحدید: ۲۲۔

امام بخاری نے صحیح بخاری کتاب النکاح میں عبد اللّٰہ بن عمرؓ سے "ان رسول اللّٰہ ﷺ قال: الشؤم فی المرأة والدار، والفرس" نقل کیا ھے ایك دوسری روایت میں مذکور ھے "ذکروا الشؤم عند النبی ﷺ، فقال النبی ﷺ: ان کان الشؤم فی شیء، ففی الدار، والمرأة والفرس" اور بخاری نے سھل بن سعد سے روایت بیان کی ھے اس میں ھے۔ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال : ان کان فی شیء، ففی الفرس، والمرأة، والمسکن۔
☆بخاری ج ۲، کتاب النکاح، باب ما یتّقیٰ من شؤم المرأة و قوله تعالیٰ ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم۔
نیز امام بخاری نے کتاب الجهاد میں انما کلمه حصر کے ساتھ روایت کیا ھے انما الشؤم فی ثلاثة فی الفرس، والمرأة والدار۔☆ مسلم ج ۲، کتاب السلام، باب الطیرة والفال، وما یکون فیه الشؤم۔ مسلم نے بھی بخاری والی اکثر روایات نقل کی ھیں۔ ☆موطا امام مالك ج ۲، کتاب الجامع، باب ما یتقیٰ من الشؤم☆ ابو داؤد ج ٤، کتاب الطب، باب فی الطیرة، ترمذی ج ۲، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی الشؤم عن ابنِ عمر☆ ابنِ ماجه کتاب النکاح، باب ما یکون فیه الیمن والشؤم☆نسائی ج ۲، کتاب الخیل، باب شؤم الخیل☆ رُوح المعانی ج ۱۰۔ هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه۔

(٤) بخاری ج ۲، کتاب الطب، باب یذکر فی الطاعون۔

اسی باب میں عبد الرحمٰن بن عوف سے مروی روایت میں فلا تخرجوا فرارا منه کے الفاظ بھی ھیں۔

☆مسلم ج ۲، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرة الخ۔

(٥) ابو داؤد ج ۲، کتاب الطب، باب فی الخط و زجر الطیر☆ مسند احمد ج ۳ ص ٤٧٧، ج ٥ ص ٦٠۔

(٦) تاریخ بغداد خطیب بغدادی ج ١٤ ص ٤٠٥☆ رُوح المعانی ج ۹ پ ۲۷، سورة القمر۔

صاحب روح المعانی لکھتے ھیں والحدیث المذکور فی سنده مسلمة بن الصلت، قال ابو حاتم : متروك۔ و جزم ابن الجوزی بوضعه و قال ابن رجب : حدیث لا یصح و رفعه غیر متفق علیه۔ فقد رواه الطوری، من طریق

اخر موقوفا على ابن عباس۔ و قال السخاوی : طرقه كلها واهية وضعفوا ايضا خبر الطبرانی يوم الاربعاء يوم نحس مستمر۔

قال المناوی:

والحاصل ان توقی الاربعاء علی جهة الطيرة و ظن اعتقاد المنجمين حرام شديد التحريم، اذ الأيام كلها للّٰه تعالٰی لا تنفع ولا تضر بذاتها۔

(۷) بخاری ج ۲، کتاب التوحيد، الرد علی الجهمية وغيرهم، باب قراء ة الفاجر و المنافق واصواتهم و تلاوتهم لا يجاوز حناجرهم، بخاری ج ۲، کتاب الطب باب الكهانة، بخاری ج ۲، کتاب الأدب باب قول الرجل للشیء ليس بشیء و هو ينوی انه ليس بحقّ۔ اس مقام پر بخاری نے فانهم يحدثون احياناً بالشیء نقل کیا ھے، بخاری ج ۱، کتاب بدأ الخلق، باب صفة ابليس و جنوده۔ بخاری نے ج ۱ پر فتقرّها فی اذان الكهّان كما تقر القارورةُ فيزيدون معها مائة كذبة نقل کیا ھے☆ مسلم ج ۲، کتاب السلام، باب تحريم الكهانة و اتيان الكهان۔

مسلم نے بھی اپنی روایت میں فانهم يحدثون احيانا الشیء يكون حقا الخ نقل کیا ھے۔

☆مسند احمد ج ٦ ص ٨٧، عن عائشة۔

(۸) تفسیر ابنِ جریر ج ١٠ پ ٢١، سورۃُ لقمان☆ احکام القران لابن العربی، ج ۳ ص ١٤٩٣، سورۃُ لقمان۔

(۹) تفسیر ابنِ جریر ج ١٠ پ ٢١، سورۃُ لقمان۔

(۱۰) تفسیر ابنِ جریر ج ١٠ پ ٢١، سورۃُ لقمان☆ تفسیر ابن کثیر، ج ۳، سورۃُ لقمان۔

(۱۱) ترمذی ج ۲، ابواب التفسیر، سورۃُ لقمان۔ طبرانی، ابنِ ابی حاتم، ابنِ المُنذر وغیرہ بحوالہ رُوح المعانی ج ۹ پ ٢١ سورۃُ لقمان☆ مسند احمد ج ٥ ص ٢٦٤۔ و فی مثل هذا نزلت هذه الأية، و من الناس من يشتری لهو الحديث ليُضلَّ عن سبيل اللّٰه الأية۔ (لقمان:٦) هذا حديث غريب، انما يروی من حديث القاسم عن ابی امامة، والقاسم ثقة، و علی بن يزيد يضعف فی الحديث قاله محمد بن اسماعيل۔

(۱۲) ابنِ ابی الدنیا، ابنِ مردویہ، بحوالہ رُوح المعانی ج ۹ پ ٢١، سورۃُ لقمان۔

(۱۳) احکام القران لابن العربی ج ۳/ ١٤٩٣، سورۃُ لقمان۔

(١٤) ابو داؤد ج ۲، کتاب الطلاق، باب فی ادعاء ولد الزنا☆ المستدرک للحاکم ج ٤، کتاب الفرائض، باب لا مساعاة فی الإسلام☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ٦، کتاب الفرائض باب لا يرث ولد الزنا من الزانی ولا يرثه الزانی، عن ابن عباس۔

(١٥) مسلم ج ۲، کتاب المساقاة والمزارعة، باب تحريم ثمن الكلب و حلوان الكاهن۔ الخ۔

ابن خدیج کی ایک روایت میں مهر البغی خبيث کے الفاظ بھی ھیں۔☆مسند احمد ج ٤ ص ١٤٠۔

(١٦) مسلم ج ۲، کتاب المساقاة والمزارعة، باب تحريم ثمن الكلب و حلوان الكاهن و مهر البغیّ الخ۔☆ابو داؤد ج ۳، کتاب البیوع الاجارة باب فی كسب الحجّام۔ ابو داؤد نے كسب الحجام نقل کیا ھے۔

☆ترمذی ج ۱، ابواب النکاح، باب ما جاء فی كراهية مهر البغی، ابواب البیوع☆ نسائی ج ۷، کتاب البیوع، باب بیع الكلب☆ سنن دارمی کتاب البیوع باب ٧٨ فی النهی عن كسب الحجام☆ مسند احمد ج ۳ ص ٤٦٤ - ٤٦٥، ج ٤ ص ١٤١ ۔☆السنن الکبریٰ ج ٦، کتاب البیوع باب النهی عن ثمن الكلب۔

☆ بخاری ج ۲، کتاب اللباس باب من لعن المصور۔

(۱۷) مسند احمد ج ٤ ص ۳۰۸، مسند احمد کی روایت میں جو ج ٤ ص ۳۰۹، پر ھے انه اشتری غلاما حجاماً کے الفاظ بھی ھیں☆السنن الکبرٰی ج ٦، کتاب البیوع، باب النھی عن ثمن الکلب۔ امام بخاری نے ج ۱، کتاب الاجارة میں باب ما جاء فی کسب البغی والاماء باندھا ھے اس کے تحت مروی روایت میں کسب البغی کے بجائے مهر البغی نقل کیا ھے۔

(۱۸) بخاری ج ۱، کتاب الاجارة، باب ما جاء فی کسب البغی☆بخاری ج ۲، کتاب الطلاق، باب مهر البغی والنکاح الفاسد☆ مسلم ج ۲، کتاب المساقاة، باب تحریم ثمن الکلب و حلوان الکاھن۔ الخ☆ابو داؤد ج ۳، کتاب البیوع الاجارة باب فی حلوان الکاھن عن ابی مسعود☆ ترمذی ج ۱، ابواب النکاح، باب ما جاء فی کراھیة مهر البغیّ و فی الباب عن رافع بن خدیج، و ابی جحیفة و ابی ھریرة، و ابن عباس، و حدیث ابی مسعود حدیث حسن صحیح☆ نسائی ج ۷، کتاب البیوع، باب بیع الکلب عن ابی مسعود عقبة بن عمرو ☆ابنِ ماجه کتاب التجارات، باب ۹ النھی عن ثمن الکلب و مهر البغی و حلوان الکاھن و عسب الفحل ☆سنن دارمی ج ۲، کتاب البیوع، باب فی النھی عن ثمن الکلب☆مؤطا امام مالك ج ۲، کتاب البیوع باب ما جاء فی ثمن الکلب عن ابی مسعود☆ السنن الکبری ج ٦، کتاب البیوع باب النھی عن ثمن الکلب عن ابی مسعودؓ۔

(۱۹) ابو داؤد ج ۳، کتاب البیوع الاجارة باب فی کسب الاماء۔

(۲۰) ابو داؤد ج ۳، کتاب البیوع الاجارة باب فی کسب الاماء۔

(۲۱) بخاریج ۱، کتاب البیوع، باب ما جاء فی کسب البغی والاماء☆ ابو داؤد ج ۳، کتاب البیوع الاجارة باب فی کسب الاماء، عن ابی ھریرة☆ سنن دارمی کتاب البیوع، باب ۷۸☆ مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۷- ۳۸۲- ۴۳۸- ۴۵٤، ج ٤ ص ۳٤۱۔

(۲۲) بخاری ج ۱، کتاب البیوع باب ثمن الکلب۔

(۲۳) بخاری ج ۲، کتاب النکاح، باب من قال لا نکاح الا بولیٍّ الخ☆ ابو داؤد ج ۲، کتاب الطلاق، باب فی وجوه النکاح التی کان بها أھل الجاھلیة☆ سنن دار قطنی ج ۳، کتاب النکاح☆ نیل الأوطار ج ٦ ابواب انکحة الکفار، باب ذکر انکحة الکفار و اقرارھم علیھا☆ السنن الکبرٰی ج ۷، کتاب النکاح، باب لا نکاح الا بولیّ۔ عن عائشة۔

(۲٤) ابو داؤد ج ۲، کتاب النکاح، باب فی قوله تعالٰی "الزانی لا ینکح الا زانیة" ☆ ترمذی ج ۲، ابواب التفسیر، سورة النور۔ ترمذی نے اس واقعه کو زیادہ تفصیل سے نقل کیا ھے اور آخر میں کھا ھے ھذا حدیث غریب لا نعرفه الا من ھذا الوجه۔ ☆نسائی ج ٦، کتاب النکاح، باب تزویج الزانیة۔ نسائی نے ترمذی والی مفصل روایت بیان کی ھے۔☆ تفسیر ابنِ جریر ج ۹، پ ۱۸ سورة النور۔

(۲۵) بخاری ج ۱، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی البیعة۔ و قال عمر رضی اللّٰه عنه انا لا ندخل کنائسکم من اجل التماثیل التی فیها الصور، و کان ابن عباس یصلی فی البیعة الا بیعة فیها تماثیل☆ بخاری ج ۱، کتاب الجنائز باب بناء المسجد علی القبر☆ بخاری ج ۱، کتاب المناقب، باب ھجرة الحبشة☆مسلم ج ۱ کتاب المساجد باب النھی عن بناء المسجد علی القبور و اتخاذ الصور فیها الخ عن عائشة☆ نسائی ج ۲، کتاب المساجد باب النھی عن اتخاذ القبور مسجد عن عائشة۔

(۲۶) بخاری ج ۱، کتاب البیوع، باب موکل الربا الخ☆ بخاری ج ۲، کتاب الطلاق، باب مہر البغی والنکاح الفاسد۔ اس مقام پر ولعن المصورین ہے۔☆ بخاری ج ۲، کتاب اللباس، باب من لعن المصور۔
اس صفحہ پر والواشمۃ والمستوشِمۃ ہے۔☆ مسند احمد ج ٤ ص ۳۰۸ - ۳۰۹۔ عن عون بن ابی جحیفۃ۔

(۲۷) بخاری ج ۲، کتاب اللباس۔ باب نقض الصور۔☆ مسلم ج ۲، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان و تحریم اتخاذ فیہ صورة الخ عن ابی زرعۃ مسلم میں او لیخلقوا شعیرة بھی منقول ہے۔

(۲۸) مسند احمد ج ۱ ص ۸۷☆ مسلم ج ۱، کتاب الجنائز باب فی طمس التمثال و تسویۃ القبر المشرف☆ نسائی ج ٤، کتاب الجنائز باب تسویۃ القبور اذا رفعت۔
نسائی نے قال علی رضی اللّٰہ عنہ الا ابعثك علی ما بعثنی علیہ رسول اللّٰہ ﷺ لا تدعن قبرا مشرفا الا سویتہ ولا صورة فی بیت الا طمستھا۔ اور مسلم نے ان لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

(۲۹) بخاری ج ۲، کتاب اللباس باب...☆بخاری ج ۱، کتاب البیوع، باب بیع التصاویر التی لیس فیھا روح۔ ☆بخاری ج ۲، کتاب التعبیر باب من کذب فی حُلمہ☆ مسلم ج ۲، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان الخ☆ترمذی ج ۱، ابواب اللباس، باب ما جاء فی المصورین عن ابن عباس۔☆مسند احمد ج ۱ ص ۲۱٦، ۲٤۱، ۲٤٦، ۳۵۰۔ عن ابن عباس ج ۲، عن عبد اللّٰہ بن عمر☆ مسند احمد ج ۱ ص ۲۱٦ اور ص ۳۵۹۔☆نسائی ج ۸، کتاب الزینۃ، باب ذکر ما یکلف اصحاب الصور یوم القیامۃ۔ عن ابن عباس۔ ترمذی کی روایت میں لیس بنافخ فیھا کے بعد و من استمع اِلی حدیث قوم یفرون منہ صب فی اذنہ الانك یوم القیامۃ بھی منقول ہے۔ و فی الباب عن عبد اللّٰہ بن مسعودؓ و ابی ہریرةؓ، و ابی جحیفۃ، و عائشۃ وابن عمر۔ حدیث ابن عباس حدیث حسن صحیح۔☆ بخاری ج ۱ پر منقول روایت میں کلف یوم القیامۃ کے بجائے فان اللّٰہ معذبہ حتی ینفخ فیھا الروح و لیس بنافخ فیھا ابدا ہے۔

(۳۰) بخاری ج ۱، کتاب البیوع، باب بیع التصاویر التی لیس فیھا روح وما یکرہ من ذٰلك☆مسلم ج ۲، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان الخ۔☆ نسائی ج ۸، کتاب الزینۃ باب ذکر ما یکلف اصحاب الصور یوم القیامۃ۔ نسائی نے صرف من صور صورة عذب حتی ینفخ فیھا الروح و لیس بنافخ فیھا ہی نقل کیا ہے۔
☆مسند احمد ج ۱ ص ۲٤۱ - ۳۰۸ - ۳٦۰۔

(۳۱) بخاری ج ۲، کتاب اللباس، باب عذاب المصورون یوم القیامۃ☆ مسلم ج ۲، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان الخ☆ نسائی ج ۸، کتاب الزینۃ، باب ذکر اشد الناس عذابا۔ عن ابنِ عباس☆مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵ - ٤۲٦ - ج ۲، عن ابن عمر۔

(۳۲) بخاری ج ۲، کتاب اللباس، باب عذاب المصوّرین یوم القیامۃ☆ بخاری ج ۲ کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ بل ہو قران مجید☆ مسلم ج ۲، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان الخ☆ نسائی ج ۸۔ کتاب الزینۃ، باب ذکر ما یکلف اصحاب الصور یوم القیامۃ ☆مسند احمد ج ۲ ص ٤۔☆بخاری ج ۲ پر صرف یقال للمصورین احیوا ما خلقتم نقول ہے عن ابی ہریرة۔ اور یہی الفاظ بخاری ج ۲، پر بھی حضرت عائشہ سے مروی روایت میں مذکور ہیں۔

(۳۳) بخاری ج ۲، کتاب اللباس، باب من لم یدخل بیتاً فیہ صورةً☆ بخاری ج ۲، کتاب النکاح باب ہل یرجع اذا رأی منکرا فی الدعوة☆ مسلم ج ۲، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان اور نسائی ج ۸، کتاب

الزینة، باب ذکر ما یکلف اصحاب الصور یوم القیامة۔ ابنِ ماجه کتاب التجارات، باب ٥ الصناعات، عن عائشة
مؤطا امام مالك ج ٢ کتاب الجامع باب ما جاء فی الصور والتماثیل، عن عائشة۔

(٣٤) مسلم ج٢، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان الخ۔☆بخاری ج٢، کتاب اللباس، باب ما وطی عن التصاویر۔
بخاری اور مسلم دونوں نے ایك روایت میں یضاهون بخلق اللّٰه بھی نقل کیا ھے۔
☆نسائی ج٨، کتاب الزینة باب ذکر اشد الناس عذاباً۔ نسائی نے یشبھون نقل کیا ھے۔ بخاری نے کتاب الادب باب ما یجوز من الغضب والشدة لامر اللّٰه الخ کے تحت یشبھون بخلق اللّٰه کي جگه الذین یصورون ھذه الصور بھی بیان کیا ھے۔
☆ابن ماجه کتاب اللباس☆ مسند احمد ج٦ص ١٦۔ عن عائشة۔

(٣٥) مسلم ج٢، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان الخ☆ بخاری ج٢، کتاب اللباس، باب ما وطی عن التصاویر۔ بخاری میں سترت کی جگه عَلّقت نقل کیا ھے اور فیه الخیل ذوات الاجنحة کی جگه فیه تماثیل بیان کیا ھے۔
☆نسائی ج٨، کتاب الزینة، باب التصاویر۔

(٣٦) ترمذی ج١، ابواب اللباس، باب ما جاء فی الصورة۔ و فی الباب عن علی و ابی طلحة، و عائشة، و ابی ھریرة و ابی ایوب، حدیث جابر، حدیث حسن صحیح۔

(٣٧) بخاری ج١، کتاب بدأ الخلق، باب اذا قال احدکم امین والملائکة فی السماء۔☆بخاری ج٢، کتاب اللباس باب التصاویر، یهاں ولا تصاویر بیان ھوا۔☆بخاری ج٢، کتاب المغازی باب۔ ولا صورة کے بعد یرید صورة التماثیل فیها الارواح بھی مذکور ھے۔ ☆مسلم ج٢، کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورة الحیوان الخ۔
☆ابو داؤد ج٤، کتاب اللباس، باب فی الصور، عن علی اور کتاب الطهارت ج١، باب فی الجنب یؤخر الغسل۔
اس روایت میں ولا جنب کا اضافه بھی منقول ھے۔ ☆ترمذی ج٢، ابواب الادب، باب ما جاء ان الملائکة لا تدخل بیتاً فیه صورة ولا کلب۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔ ☆نسائی ج٨، کتاب الزینة، باب التصاویر☆سنن دارمی ج٢، کتاب الاستیذان باب لا تدخل الملائکة بیتا فیه تصاویر☆ ابنِ ماجه کتاب اللباس باب ٤٤ الصور فی البیت☆ مؤطا امام مالك ج ٢، کتاب الجامع باب ما جاء فی الصور والتماثیل عن ابی سعید خدری۔

(٣٨) بخاری ج٢، کتاب اللباس، باب لا تدخل الملائکة بیتا فیه صورةٌ☆ مسلم ج٢، کتاب اللباس۔ باب تحریم تصویر صورة الحیوان الخ☆ ابو داؤد ج٤، کتاب اللباس۔ باب فی الصور☆ ابنِ ماجه کتاب اللباس، باب ٤٤ الصور فی البیت عن عائشة۔ قال ابو عبد اللّٰه: ھو عمر بن محمد بن زید بن عبد اللّٰه بن عمر۔

(٣٩) بخاری ج٢، کتاب اللباس، باب من کره القعود علی الصور☆ مسلم ج٢، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان۔ الخ۔

(٤٠) مسلم ج٢، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورة الحیوان الخ۔☆ ابو داؤد ج ٤، کتاب اللباس، باب فی الصور۔

(٤١) مسند احمد ج٢ص ١٤٥۔

علم اور علماء

فضیلتِ علم اور علماء

٦٣–قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلاَ، لاَ خَیْرَ فِیْ عِبَادَةٍ لَیْسَ فِیْهَا تَفَقُّهٌ وَلاَ عِلْمَ لَیْسَ فِیْهَا تَفَهُّمٌ وَلاَ قِرَاءَ ةَ لَیْسَ فِیْهَا تَدَبُّرٌ۔ (عن علي رضی اللّٰه عنه)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سُن رکھو اس عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں تفقہ نہیں ہے، اور اس علم میں کوئی بھلائی نہیں جس میں سمجھ بوجھ نہیں ہے اور اس قرآن خوانی میں کوئی بھلائی نہیں جس میں تدبّر نہیں ہے۔“ (تفہیمات حصہ اوّل، اسلام ایک علمی وعقلی مذہب)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ یَحْیٰ وَ یَحْیَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالاَ: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِیْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَیَّانٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ مِسْکِیْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ عُقْبَةُ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ اُسَیْدٍ، عَنْ اَبِیْ مَالِکٍ، وَ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَلاَ اُنَبِّئُکُمْ بِالْفَقِیْهِ کُلَّ الْفَقِیْهِ؟ قَالُوْا: بَلٰی، قَالَ: مَنْ لَّمْ یَقْنَطِ النَّاسَ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ، وَلَمْ یُؤْیِسْهُمْ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ، وَلَمْ یُؤْمِنْهُمْ مِنْ مَکْرِ اللّٰهِ، وَلاَ یَدَعُ الْقُرْاٰنَ رَغْبَةً عَنْهُ اِلٰی مَا سِوَاهُ، اَلاَ، لاَ خَیْرَ فِیْ عِبَادَةٍ لَیْسَ فِیْهَا تَفَقُّهٌ، وَلاَ عِلْمَ لَیْسَ فِیْهِ تَفَهُّمٌ، وَلاَ قِرَاءَ ةَ لَیْسَ فِیْهَا تَدَبُّرٌ۔(۱)

ترجمہ: حضرت علی بن ابو طالبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے فقیہ عالم کی (علامتیں) نہ بتاؤں جو پورا علم رکھتا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں ضرور ارشاد فرمائیں، فرمایا جس نے لوگوں کو اللہ کی رحمت سے نا امید نہ کیا اور جس نے اللہ کی رحمت سے لوگوں کو مایوس نہ کیا اور جس نے اللہ کی چال سے لوگوں کو بے خوف نہ کیا ہو اور اس نے قرآن کو بے رغبتی سے چھوڑ کر دوسری کتاب کا رخ نہ کیا ہو۔ سن لو! ایسی عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں تفقہ نہیں اور اس علم میں کوئی بھلائی نہیں جس میں سمجھ بوجھ نہیں اور اس قرآن خوانی میں کوئی بھلائی نہیں جس میں تدبر نہیں۔

دین میں تفقہ کسے عطا کیا جاتا ہے

٦٤– مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْراً یُفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ۔

”اللہ جس کے لیے بہتری کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین میں تفقہ عطا کرتا ہے۔“

☆ترمذی ج۲، ابواب العلم، باب اذا اراد اللّٰہ بعبد خیرا الخ عن ابن عباسؓ اور ابواب القدر اور ابواب الزھد ☆موطا امام مالک ج ۲، کتاب الجامع باب جامع ما جاء فی اھل القدر☆ سنن دارمی ج۲، کتاب الرقاق، باب من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقہ فی الدین۔ عن ابن عباس☆ مسند احمد ج ٤ ص ۹۲، عن معاویہ بن ابی سفیان ☆ مجمع الزوائد ج ۱، کتاب العلم، باب منہ۔

(۳) جامع بیان العلم و فضلہ ج۲، حافظ عبد البر اندلسی☆ مجمع الزوائد ج ۱، کتاب العلم، باب ای الناس اعلم بحوالہ الطبرانی فی الأوسط والصغیر، و فیہ عقیل ابن الجعد، قال البخاری منکر الحدیث۔

(٤) جامع بیان العلم و فضلہ ج ۱، علامہ عبد البر النمری القرطبی۔

اصحابی کالنجوم

٦٧- اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ۔

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔''

تخریج:〈۱〉 عَنۡ عُمَرَ بۡنِ الۡخَطَّابِ، قَالَ: سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوۡلُ: سَأَلۡتُ رَبِّیۡ عَنِ اخۡتِلَافِ اَصۡحَابِیۡ مِنۡ بَعۡدِیۡ فَاَوۡحٰی اِلَیَّ: یَا مُحَمَّدُ، اِنَّ اَصۡحَابَکَ عِنۡدِیۡ بِمَنۡزِلَةِ النُّجُوۡمِ فِی السَّمَآءِ بَعۡضُهَا اَقۡوٰی مِنۡ بَعۡضٍ، وَ لِکُلٍّ نُوۡرٌ، فَمَنۡ اَخَذَ بِشَیۡءٍ مِمَّا هُمۡ عَلَیۡهِ مِنۡ اِخۡتِلَافِهِمۡ فَهُوَ عِنۡدِیۡ عَلٰی هُدًی، قَالَ: وَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ: اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ فَبِاَیِّهِمِ اقۡتَدَیۡتُمۡ اِهۡتَدَیۡتُمۡ۔ (۱)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے اپنے بعد اپنے صحابہ کے بارے میں اختلاف سے متعلق اپنے رب سے سوال کیا، تو میری طرف وحی فرمائی کہ اے محمدؐ میرے نزدیک تمہارے صحابہ آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں ایک دوسرے کے لیے باعث تقویت ہیں اور ہر ایک کے لیے روشنی ہے جس کسی نے ان کے اختلاف کے باوجود کوئی چیز ان سے اخذ کی۔ وہ میرے ہاں ہدایت یافتہ ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کسی کی اقتداء کرو گے ہدایت یافتہ ہو گے۔

〈۲〉 حَدَّثَنَا اَحۡمَدُ بۡنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبۡدُ بۡنُ اَحۡمَدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بۡنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الۡقَاضِیُّ اَحۡمَدُ بۡنُ کَامِلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ رَوۡحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَّامُ بۡنُ سُلَیۡمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الۡحَارِثُ بۡنُ غُصَیۡنٍ عَنِ الۡاَعۡمَشِ، عَنۡ اَبِیۡ سُفۡیَانَ، عَنۡ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ: اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ بِاَیِّهِمِ اقۡتَدَیۡتُمۡ اهۡتَدَیۡتُمۡ۔ (۲)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

تشریح: روایت ''اصحابی کالنجوم'' اور اس سے ملتے جلتے الفاظ پر مشتمل بعض دیگر روایات جو صحابہ کرامؓ اور اہل بیت کے حق

میں مروی ہیں، محدثین اورفنِ رجال کے ماہرین کے نزدیک ان سب کی سند نہایت کمزور ہے۔ صحاح ستہ یا حدیث کی کسی دوسری مستند کتاب میں ان کی تخریج نہیں کی گئی۔ حافظ ابن عبد البرؒ نے **جامع بیان العلم و فضله** میں روایت اصحابی کالنجوم...کی سند کے بارے میں لکھا ہے۔ **هذا الاسناد لا تقوم به حجة۔** ابن حزم نے الاحکام میں اس کے راویوں پر جرح کرنے کے بعد لکھا ہے **هذه رواية ساقط، خبر مکذوب موضوع، باطل لم يصح قط،** حافظ ابن حجر نے تخریج کشاف میں اس روایت اور دیگر **متقارب الالفاظ** روایات کی ساری سندوں کا ذکر کر کے انہیں ضعیف وواہی قرار دیا ہے۔ امام شوکانی نے ارشاد الفحول میں اجماع پر بحث کرتے ہوئے یہ حدیث نقل کی ہے۔ اور پھر لکھا ہے **فيه مقال معروف** اور تصریح کی ہے کہ اس کا ایک راوی نہایت ضعیف اور دوسرا کذّاب ہے۔ حافظ ابن قیّم نے بھی **اعلام المؤقعين** جلد ثانی، **القول فی التقلید** میں اس روایت کو غیر صحیح ثابت کیا ہے۔ (مکتوبات مودودیؒ، مکتوب بنام مولانا مظہر علی خاں)

اصحابی کالنجوم کا صحیح مفہوم

اصحابی کالنجوم والی حدیث کا اگر یہ مطلب لیا جائے کہ ہر صحابی کا ہر قول وفعل واجب الاتباع ہے تو سلف وخلف میں کوئی صاحب علم بھی اس کا قائل نہیں ملا۔ البتہ ساری امت اپنے دین کے ہر مسئلے میں بہر حال کسی نہ کسی صحابی کے ذریعے ہی سے رہ نمائی حاصل کرتی رہی ہے، اور یہی اس حدیث کا منشا ہو سکتا ہے۔ (رسائل ومسائل حصہ سوم، توضیح احادیث، ناروا تعصب)

سابقین اولین صحابہ کرامؓ کا مقام ومرتبہ

۶۸- لَوْ كَانَ لِاَحَدِهِمْ جَبَلٌ مِنْ ذَهَبٍ فَاَنْفَقَهُ مَا اَدْرَکَ مُدَّ اَحَدِكُمْ وَلَا نَصِيْفَهُ۔

”ان میں سے کسی کے پاس پہاڑ برابر بھی سونا ہو اور وہ سارا کا سارا خدا کی راہ میں خرچ کر دے تو وہ تمہارے دو رطل بلکہ ایک رطل خرچ کرنے کے برابر بھی نہ پہنچ سکے گا۔“ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابونعیم اصفہانی)

تخریج: ⟨ا⟩ حَدَّثَنِیْ يُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیّ قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ: يُوْشِکُ اَنْ يَّأْتِیْ قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ اَعْمَالَكُمْ مَعَ اَعْمَالِهِمْ، قُلْنَا: مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ اَقُرَيْشٌ هُمْ؟ قَالَ: لَا وَلٰكِنْ اَهْلَ الْيَمَنِ اَرَقُّ اَفْئِدَةً وَ اَلْيَنُ قُلُوْبًا، فَقُلْنَا: هُمْ خَيْرٌ مِنَّا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: لَوْ كَانَ لِاَحَدِهِمْ جَبَلٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَاَنْفَقَهُ مَا اَدْرَکَ مُدَّ اَحَدِكُمْ وَلَا نَصِيْفَهُ، اَلَا، اِنَّ هٰذَا فَصْلٌ مَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَ النَّاسِ اَلَا يَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ الْاٰيَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ (۳)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا۔ قریب ہے کہ ایسے لوگ آئیں گے جو تمہارے اعمال کو اپنے اعمال کے مقابلہ میں حقیر تصور کریں گے۔ ہم نے عرض کیا وہ کون لوگ ہیں؟ کیا وہ

قریش ہیں؟ فرمایا: نہیں، بلکہ یمنی لوگ ہیں نہایت رقیق القلب، نرم مزاج لوگ ہیں۔ ہم نے عرض کیا کیا وہ ہم سے بہتر ہیں؟ فرمایا ان میں سے کوئی پہاڑ بھر سونا خرچ کرے تب بھی تمہارے ایک مدّ یا آدھے مدّ (خرچ کے ثواب) کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ سنو: ہمارے اور لوگوں کے درمیان یہ فرق ہے کہ تم میں سے اس شخص کے برابر کوئی نہیں ہوسکتا جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا۔ (فی سبیل اللہ خرچ کیا)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِکِ، ثَنَا زُهَيْرٌ، ثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: کَانَ بَيْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ وَ بَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ کَلَامٌ، فَقَالَ خَالِدٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ تَسْتَطِيْلُوْنَ عَلَيْنَا بِاَيَّامٍ سَبَقْتُمُوْنَا بِهَا، فَبَلَغَنَا اَنَّ ذٰلِکَ ذُکِرَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: دَعُوْا لِیْ اَصْحَابِیْ، فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنْفَقْتُمْ مِثْلَ اُحُدٍ اَوْ مِثْلَ الْجِبَالِ ذَهَبًا مَا بَلَغْتُمْ اَعْمَالَهُمْ۔ (٤)

ترجمہ: امام احمدؒ نے حضرت انسؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ دوران نزاع میں حضرت خالدؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا ''تم لوگ اپنی پچھلی خدمات کی بنا پر ہم سے دُوں کی لیتے ہو۔'' یہ بات جب نبی ﷺ تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا ''اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم لوگ احد کے برابر، یا پہاڑوں کے برابر سونا بھی خرچ کرو تو ان لوگوں کے اعمال کو نہ پہنچ سکو گے۔''

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا اَبُوْ دَاوٗدَ، انبأنا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ، قَالَ: سَمِعْتُ ذَکْوَانَ اَبَا صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ، فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ، لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا اَدْرَکَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ۔ (٥)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہؓ کو گالی مت دو (برا بھلا نہ کہو) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کی مانند سونا (فی سبیل اللہ) خرچ کردے تب بھی ان کے (صحابہؓ کے) ایک مد یا نصف مد بھر خرچ کرنے کے (اجر وثواب) کو نہیں پہنچ سکتا۔

تشریح: یعنی اگرچہ اجر کے مستحق تو دونوں ہی ہیں لیکن ایک گروہ کا رتبہ دوسرے سے بلند ہے۔ کیوں کہ اُس نے زیادہ سخت حالات میں اللہ تعالیٰ کی خاطر وہ خطرات مول لیے جو دوسرے گروہ کو درپیش نہ تھے۔ اس نے ایسی حالت میں مال خرچ کیا جب دور دور کہیں یہ امکان نظر نہ آتا تھا کہ کبھی فتوحات سے اس خرچ کی تلافی ہوجائے گی اور اس نے ایسے نازک دور میں کفار سے جنگ کی جب ہر وقت یہ اندیشہ تھا کہ دشمن غالب آکر اسلام کا نام لینے والوں کو پیس ڈالیں گے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب کبھی اسلام پر ایسا کوئی وقت آجائے جس میں کفر اور کفار کا پلڑا بہت بھاری ہو اور بظاہر اسلام کے غلبہ کے آثار دور دور کہیں نظر نہ آتے ہوں، اُس وقت جو لوگ اسلام کی حمایت میں جانیں لڑائیں اور مال خرچ کریں ان کے مرتبے کو وہ لوگ نہیں پہنچ سکتے جو کفر و اسلام کی کشمکش کا فیصلہ اسلام کے حق میں ہوجانے کے بعد قربانیاں دیں۔ (تفہیم القرآن، ج۵، الحدید، حاشیہ: ۱۴)

۶۹- خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ۔

”تم میں جولوگ جاہلیت میں اچھے تھے، وہی اسلام میں اچھے ہیں۔“

تخریج: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، ثنی سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَتْقَاهُمْ، فَقَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ: فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ، قَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ: فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنَ؟ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوْا۔ (٦)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز و بزرگ کون ہے؟ فرمایا جو سب سے زیادہ خوف الٰہی رکھنے والا پرہیز گار ہو۔ لوگوں نے عرض کیا ہم آپ سے یہ نہیں پوچھ رہے۔ تو پھر آپؐ نے فرمایا اللہ کے نبی یوسف، بن نبی اللہ، بن خلیل اللہ ہیں۔ صحابہ نے پھر عرض کیا ہم آپ سے یہ بھی نہیں پوچھ رہے۔ تو پھر آپؐ نے فرمایا۔ اچھا تو تم عرب کے معدن (خاندانوں) کے بارے میں پوچھتے ہو۔ ان میں جو زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے وہی (اچھے تھے) اسلام میں بھی وہی بہتر ہیں بشرطے کہ (دین) کی سمجھ رکھتے ہوں۔

تشریح: یعنی زمانہ جاہلیت میں جو لوگ اپنے اندر جوہر قابل رکھتے تھے، وہی زمانہ اسلام میں مردانِ کار ثابت ہوئے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان کی قابلیتیں پہلے غلط راہوں میں صرف ہو رہی تھیں، اور اسلام نے آ کر انہیں صحیح راہ پر لگا دیا۔ مگر بہر حال ناکارہ انسان نہ جاہلیت کے کسی کام کے تھے، نہ اسلام کے۔ نبی ﷺ کو عرب میں جو زبردست کامیابی حاصل ہوئی، جس کے اثرات تھوڑی ہی مدّت گزرنے کے بعد دریائے سندھ سے لے کر اٹلانٹک کے ساحل تک دنیا کے ایک بڑے حصے نے محسوس کر لیے، اس کی وجہ یہی تو تھی کہ آپ کو عرب میں بہترین انسانی مواد مل گیا تھا، جس کے اندر کیریکٹر کی زبردست طاقت موجود تھی۔ اگر خدانخواستہ آپ کو بودے، کم ہمت، ضعیف الارادہ اور ناقابل اعتماد لوگوں کی بھیڑ مل جاتی تو کیا پھر بھی وہ نتائج نکل سکتے تھے۔ (اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، اخلاقی بنیادیں، بنیادی انسانی اخلاقیات)

آں حضورؐ کے لعاب سے (صحابہؓ کا) حصولِ برکت

۷۰- فَوَ اللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَ جِلْدَهُ۔ (باب الشروط فی الجهاد والمصالحة۔ حدیث نمبر ۱۲٦٦ عن عروةؓ)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَ مَرْوَانَ، يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدِيْثَ صَاحِبِهِ، قَالَا: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَّةِ... فَكُلَّمَا أَهْوٰى عُرْوَةُ بِيَدِهِ إِلَى

لِحيَةَ النَّبِيّ ﷺ ضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ وَ قَالَ: اَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَأْسَهُ فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا: الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَقَالَ: اَيْ غُدَرُ اَلَسْتُ اَسْعٰى فِيْ غَدْرَتِكَ، وَ كَانَ الْمُغِيْرَةُ صَحِبَ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَتَلَهُمْ وَ اَخَذَ اَمْوَالَهُمْ، ثُمَّ جَاءَ فَاَسْلَمَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَمَّا الْاِسْلَامُ فَاَقْبَلُ وَ اَمَّا الْمَالُ، فَلَسْتُ مِنْهُ فِيْ شَيْءٍ، ثُمَّ اِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَيْنَيْهِ، قَالَ: فَوَ اللّٰهِ، مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَ جِلْدَهُ، وَ اِذَا اَمَرَهُمْ، ابْتَدَرُوْا اَمْرَهُ، وَ اِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهِ، وَ اِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهُ۔ الحديث۔ (۷)

ترجمہ: مسور بن مخرمہ اور مروان دونوں کا بیان ہے کہ زمانہ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے... مسور کا بیان ہے کہ عروہ پھر نبی ﷺ سے گفتگو کرنے لگا۔ دوران گفتگو میں عروہ جب (از راہ خوشامد) آپؐ کی ریش مبارک کی طرف جھکا تو مغیرہ نے اپنا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر مار کر کہا عروہ اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک سے ہٹالے۔عروہ نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ صحابہؓ نے جواب دیا کہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔عروہ نے کہا اے بے وفا دھوکہ باز کیا میں نے تمہاری دغا بازی میں تیرے لیے کوشش نہیں کی تھی (اس کی صورت یہ تھی) کہ مغیرہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کے پاس اٹھتا بیٹھتا تھا انہوں نے کسی کو قتل کر دیا اور اس کا مال لے لیا۔ بعد میں مسلمان ہو گئے۔اس کے بعد عروہ کن انکھیوں سے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو دیکھنے لگا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس نے یہ کیفیت دیکھی کہ جب نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام لعاب دہن تھوکتے تو وہ صحابہؓ میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا اور جب آپ کوئی حکم ارشاد فرماتے تو صحابہ نہایت عجلت سے اس کی تعمیل کرتے اور جب آپ وضو فرماتے تو صحابہؓ آپ کے وضو کے غسالہ پر جھگڑتے کہ ایک کہتا کہ اسے ہم لیں گے اور دوسرے کا تقاضا ہوتا کہ ہم لیں گے اور آپؐ گفتگو فرماتے تو سب سرنگوں ہو کر ادب و احترام سے اپنی آوازیں دھیمی رکھتے۔ بوجہ تعظیم و تکریم آپ کی جانب بے دھڑک اور بے باکانہ نظر سے نہ دیکھتے۔ الخ۔

تشریح: معاملہ ایک نبی کا ہے اور ان لوگوں کا ہے جو سچے دل سے مان چکے تھے کہ حضور ﷺ نبی ہیں اور اپنے درمیان اس عظیم المرتبت ہستی کو موجود پا رہے تھے۔ اس مرتبے کی ہستیوں کا جو زبردست اثر لوگوں پر ہو سکتا ہے کہ جنہیں یقین ہو کہ ہمارے سامنے وہ شخص موجود ہے جسے اللہ سے مکالمہ کا شرف حاصل ہوتا ہے اس کا اندازہ آپ بخوبی کر سکتے ہیں، اگر تھوڑی دیر کے لیے آپ خود اپنے آپ کو ان لوگوں کی جگہ فرض کر لیں۔ یہ انبیاء کا غیر معمولی اثر ہی تو تھا جس کی بدولت ان کے معتقدین میں سے بکثرت لوگ حد پر نہ رُک سکے اور غلو کر کے انہیں خدا اور ابن اللہ اور اوتار اور نہ معلوم کیا کیا بنا بیٹھے۔ نبی ﷺ نے اس معاملے میں لوگوں کو حد اعتدال پر رکھنے کے لیے جو کوششیں فرمائیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ مگر اس کے ساتھ آپؐ نے انسانی فطرت کی رعایت بھی ملحوظ رکھی اور حد اعتدال کے اندر جہاں تک شدت عقیدت کو جانے کی اجازت دی جا سکتی تھی وہاں تک جانے سے لوگوں کو نہیں روکا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی وقت لوگوں نے حضور ﷺ کا تھوک زمین پر نہ گرنے

دیا اور آگے بڑھ کر اسے ہاتھوں پر لینے اور اپنے منہ اور جسم پر مل لینے کی کوشش کی تو آپ ﷺ نے منع نہ فرمایا۔ رہی یہ بات کہ خود لوگوں کو گھن کیوں نہ آتی تھی، تو میں کہوں گا کہ عام انسانوں کے تھوک سے ضرور گھن آسکتی ہے، مگر جس منہ پر خدا کا کلام اترتا ہو اس کے تھوک سے گھن آنا تو درکنار، اہل ایمان کی نگاہ میں تو عطر کی بھی اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

۷۱- دَعَا النَّبِیُّ ﷺ بِقَدَحٍ فِیْهِ مَاءٌ فَغَسَلَ یَدَیْهِ وَ وَجْهَهٗ فِیْهِ وَ مَجَّ فِیْهِ ثُمَّ قَالَ لَهُمَا اِشْرَبَا وَ اَفْرِغَا عَلٰی وُجُوْهِكُمَا وَ نُحُوْرِكُمَا....

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَیْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ وَ هُوَ نَازِلٌ بِالْجِعِرَّانَةِ بَیْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ وَ مَعَهٗ بِلَالٌ، فَاَتَی النَّبِیَّ ﷺ اَعْرَابِیٌّ، فَقَالَ: اَلَا تُنْجِزُ لِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ، فَقَالَ لَهٗ: اَبْشِرْ، فَقَالَ: قَدْ اَكْثَرْتَ عَلَیَّ مِنْ اَبْشِرْ، فَاَقْبَلَ عَلٰی اَبِیْ مُوْسٰی وَ بِلَالٍ كَهَیْئَةِ الْغَضْبَانِ، فَقَالَ: رَدَّ الْبُشْرٰی، فَاقْبَلَا اَنْتُمَا، قَالَا: قَبِلْنَا، ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِیْهِ مَاءٌ، فَغَسَلَ یَدَیْهِ وَ وَجْهَهٗ فِیْهِ وَمَجَّ فِیْهِ، ثُمَّ قَالَ: اِشْرَبَا مِنْهُ وَ اَفْرِغَا عَلٰی وُجُوْهِكُمَا وَ نُحُوْرِكُمَا وَ اَبْشِرَا، فَاَخَذَا الْقَدَحَ، فَفَعَلَا، فَنَادَتْ اُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَّرَآءِ السِّتْرِ اَنْ اَفْضِلَا لِاُمِّكُمَا، فَاَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً۔ (۸)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ میں اس موقعہ پر نبی ﷺ کے پاس تھا جب آپ مقام جعرانہ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے، میں قیام پذیر تھے۔ حضرت بلالؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ ایک بدو (اعرابی) نے خدمت میں آکر عرض کیا، کیا آپؐ مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا نہ فرمائیں گے۔ آپ نے اسے فرمایا بشارت قبول کرو۔ وہ بولا آپ نے بارہا بشارت قبول کرو بشارت قبول کرو فرمایا ہے (میں اس زبانی بشارت کا کیا کروں) آپ نے غصے کی سی کیفیت میں ابوموسیٰؓ اور بلالؓ کی طرف روئے سخن فرمایا کہ تم دونوں بشارت قبول کرو۔ اس بدوی نے تو بشارت کو ردّ کر دیا ہے تم دونوں اسے قبول کرلو۔ دونوں نے عرض کیا، ہم نے آپ کا جانفزا مژدہ قبول کیا پھر آپؐ نے پانی کا ایک پیالہ منگایا۔ اس میں اپنے دست مبارک اور رخ منور کو دھویا اور اس میں کلی کی۔ اس کے بعد فرمایا۔ اس پیالے میں سے دونوں پیو اور اپنے چہروں اور سینوں پر چھڑک لو۔ دونوں نے پیالہ لے کر ایسے ہی کیا۔ حضرت ام سلمہؓ نے پس پردہ سے آواز دی۔ اپنی ماں کے (میرے) لیے بھی کچھ بچار کھنا تو انہوں نے اس کے لیے کچھ پانی چھوڑ دیا۔

پس منظر: حضور ﷺ نے غزوۂ حنین کے غنائم برسرِ موقع تقسیم کرنے کے بجائے جعرّانہ پہنچ کر تقسیم کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا اور اس کی وجہ سے بعض نئے نئے ایمان لائے ہوئے لوگ بڑے بے صبر ہو رہے تھے۔ جب آپؐ جعرّانہ پہنچے تو ایک بدّو نے آکر اپنے حصّے کا مطالبہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''تجھے بشارت ہو'' (یعنی اس بات کی بشارت کہ عنقریب حصّے تقسیم ہوں گے اور اب تک جو تُو نے صبر کیا اس کا اجر ملے گا) اس نے تڑخ کر کہا: ''آپؐ کی یہ بشارتیں میں بہت سُن چکا ہوں'' حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت بلالؓ اس وقت حاضر تھے۔ حضور ﷺ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''اس نے میری

بشارت ردّ کردی۔ تم دونوں اسے قبول کرو‘ دونوں نے عرض کیا ”ہم نے قبول کی“ پھر آپؐ نے ایک پیالہ بھر پانی منگایا۔ اس میں ہاتھ اور منہ دھویا اور کلّی کی پھر دونوں صاحبوں سے فرمایا: تم اسے پی لو اور اپنے منہ اور سینے پر ڈالو اور بشارت لو۔ چناں چہ دونوں نے ایسا ہی کیا۔ پردے کے پیچھے ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ بیٹھی تھیں انہوں نے پکار کر دونوں صاحبوں سے کہا ”کچھ اپنی ماں کے لیے بھی بچالینا“ یہ سُن کر انہوں نے تھوڑا سا پانی بچالیا اور انہیں بھی دیا۔

تشریح: اس قصّہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضوؐر دراصل اس بدّو کو یہ سبق دینا چاہتے تھے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود اس نے جو اس بے بہا بشارت کو ردّ کردیا ہے یہ کیسی ناشکری اور بدبختی ہے اور سچّے اہل ایمان کا اپنے نبی کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت کا انداز اور پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اس پانی میں سے اپنا حصّہ طلب کرنا صاف بتاتا ہے کہ یہ حضرات اس مبارک پانی کو لے کر پینے اور منہ اور سینے پر ملنے میں کراہت محسوس کرنا تو درکنار، اسے اپنے لیے آبِ حیات سمجھتے تھے۔ اس کے لیے ایک دوسرے سے بڑھ کر مسابقت کرتے تھے اور انہیں فخر تھا کہ یہ نعمت انہیں نصیب ہوئی۔ (رسائل ومسائل حصہ سوم، توضیح احادیث، آں حضوؐر کے لعاب...)

صحابہ کرامؓ سے بغض رکھنے والے

۷۲- مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِىْ اَبْغَضَهُمْ۔

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْىٰ، نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ، نَا عُبَيْدَةُ بْنُ اَبِىْ رَائِطَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهَ! اَللّٰهَ فِىْ اَصْحَابِىْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِىْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّىْ اَحَبَّهُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِىْ اَبْغَضَهُمْ، وَ مَنْ اٰذَاهُمْ، فَقَدْ اٰذَانِىْ، وَ مَنْ اٰذَانِىْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ، وَ مَنْ اٰذَى اللّٰهَ يُوْشِكُ اَنْ يَّأْخُذَهٗ۔ (۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفّل سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو طعن وتشنیع اور سب وشتم کا نشانہ نہ بنالینا۔ پس جس کسی نے ان سے محبت کی، اس نے میرے ساتھ محبت کی وہ ان سے محبت کی اور جس کسی نے ان سے بغض وعداوت کی، اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی، اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی امید ہے کہ عنقریب اللہ اسے پکڑ لے۔

تشریح: صحابہ کرامؓ کو بُرا کہنے والا میرے نزدیک صرف فاسق ہی نہیں ہے، بلکہ اس کا ایمان بھی مشتبہ ہے۔

(رسائل ومسائل حصہ چہارم، تحریک سے متعلق...)

حضرت فاطمہؓ کی منقبت

۷۳- جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ حضرت فاطمہؓ کے ہاں بھوک میں تشریف لے گئے اور کچھ کھانے کو طلب کیا انہوں نے کہا واللہ میرے پاس کچھ نہیں ہے حضوؐر واپس تشریف لے گئے۔ اتنے میں فاطمہؓ کی ایک ہمسائی نے

دو روٹیاں اور کچھ گوشت بھیج دیا۔ حضرت فاطمہؓ نے فوراً اپنے بچوں میں سے ایک کو دوڑایا کہ حضورؐ کو واپس لائیں۔ جب حضورؐ تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ نے کھانا پیش کیا آپ نے پوچھا کہ بیٹی یہ کہاں سے آیا ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا **یَا اَبَتِ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ** ابا جان یہ اللہ کے ہاں سے آیا ہے'' اس پر حضورؐ نے فرمایا ''بیٹی خدا کا شکر ہے جس نے تجھے سیدۃ النساء نساء بنی اسرائیل (مریم علیہا السلام) کے مشابہ بنایا۔ ان کے پاس بھی جب خدا کی طرف سے رزق آتا اور ان سے پوچھا جاتا کہ یہ کہاں سے آیا ہے تو وہ کہتی تھیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

تخریج: قَالَ الْحَافِظُ اَبُوْ يَعْلٰى: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ زَنْجَلَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَقَامَ اَيَّامًا لَمْ يَطْعَمْ طَعَامًا حَتّٰى شَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ، فَطَافَ فِيْ مَنَازِلِ اَزْوَاجِهٖ فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ شَيْئًا، فَاَتٰى فَاطِمَةَ فَقَالَ: يَا بُنَيَّةُ، هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ آكُلُهٗ، فَاِنِّيْ جَائِعٌ؟ قَالَتْ: لَا وَاللّٰهِ، بِاَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ فَلَمَّا خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بَعَثَتْ اِلَيْهَا جَارَةٌ لَّهَا بِرَغِيْفَيْنِ وَ قِطْعَةِ لَحْمٍ، فَاَخَذَتْهُ مِنْهَا، فَوَضَعَتْهُ فِيْ جَفْنَةٍ لَّهَا وَ قَالَتْ: وَاللّٰهِ لَاُوْثِرَنَّ بِهٰذَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى نَفْسِيْ، وَ مَنْ عِنْدِيْ وَ كَانُوْا جَمِيْعًا مُحْتَاجِيْنَ اِلٰى شَبْعَةِ طَعَامٍ، فَبَعَثَتْ حَسَنًا اَوْ حُسَيْنًا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَرَجَعَ اِلَيْهَا، فَقَالَتْ: بِاَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ قَدْ اَتَى اللّٰهُ بِشَيْءٍ، فَخَبَاْتُهٗ لَكَ، قَالَ: هَلُمِّيْ يَا بُنَيَّةُ قَالَتْ: فَاَتَيْتُهٗ بِالْجَفْنَةِ، فَكَشَفْتُ عَنْهَا، فَاِذَا هِيَ مَمْلُوْءَةٌ خُبْزًا وَ لَحْمًا، فَلَمَّا نَظَرْتُ اِلَيْهَا بُهِتُّ وَ عَرَفْتُ اَنَّهَا بَرَكَةٌ مِّنَ اللّٰهِ، فَحَمِدْتُّ اللّٰهَ وَ صَلَّيْتُ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَ قَدَّمْتُهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا رَاٰهُ حَمِدَ اللّٰهَ وَ قَالَ: مِنْ اَيْنَ لَكِ هٰذَا يَا بُنَيَّةُ؟ قَالَتْ: يَا اَبَتِ، "هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ" فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَكِ يَا بُنَيَّةُ شَبِيْهَةً بِسَيِّدَةِ نِسَآءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ، فَاِنَّهَا كَانَتْ اِذَا رَزَقَهَا اللّٰهُ شَيْئًا وَ سُئِلَتْ عَنْهُ قَالَتْ "هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ" فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى عَلِيٍّ ثُمَّ اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ اَكَلَ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ حَسَنٌ وَ حُسَيْنٌ وَ جَمِيْعُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ وَ اَهْلُ بَيْتِهٖ حَتّٰى شَبِعُوْا جَمِيْعًا قَالَتْ: وَ بَقِيَتِ الْجَفْنَةُ كَمَا هِيَ قَالَتْ: فَاَوْسَعْتُ بِبَقِيَّتِهَا عَلٰى جَمِيْعِ الْجِيْرَانِ وَ جَعَلَ اللّٰهُ فِيْهَا بَرَكَةً وَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ (۱۰)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر کئی دن بغیر کچھ کھائے گزر گئے، یہاں تک کہ یہ حالت آں جنابؐ پر گراں ہوگئی۔ اپنی ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے ہاں تشریف لے گئے مگر کسی کے پاس کچھ کھانے کو نہ ملا۔ آخر میں حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا بیٹی، تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے کہ میں کھالوں مجھے بہت بھوک

لگ رہی ہے وہاں سے بھی یہی جواب ملا بخدا میرے ماں باپ قربان ہوں میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے۔ پس جونہی نبی ﷺ وہاں سے نکلے حضرت فاطمہؓ کی ہمسائی نے دو عدد روٹیاں اور گوشت ان کے ہاں بھیجا۔ آپ نے اسے لے کر لگن میں رکھ لیا اور فرمایا کہ گو میں، میرے شوہر اور بچے بھی بھوکے ہیں اور سبھی کھانے کے محتاج وضرورت مند ہیں مگر میں اس کھانے کے لیے نبی ﷺ کو ترجیح دوں گی۔ پھر انہوں نے حضرت حسنؓ یا حسینؓ کو آپؐ کی خدمت میں بھیجا کہ آپؐ کو واپس بلا لائیں۔ آں حضورؐ ابھی راستے ہی میں تھے کہ وہیں سے واپس تشریف لے آئے۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں اللہ تعالیٰ نے کچھ کھانا بھجوادیا ہے جسے میں نے آپ کے لیے چھپا رکھا ہے آپؐ نے فرمایا: بیٹی، اسے لے آؤ، اب جو فاطمہؓ نے بڑے پیالے کو کھولا تو کیا دیکھتی ہیں کہ وہ تو کھانے سے لبالب بھرا ہوا ہے اسے دیکھ کر حضرت فاطمہؓ حیران و ششدر رہ گئیں مگر فوراً سمجھ گئیں کہ اللہ کی طرف سے اس میں برکت نازل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، نبی ﷺ پر درود بھیجا اور لا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے بھی اسے دیکھ کر اللہ کی تعریف کی اور شکر ادا کیا اور دریافت فرمایا کہ بیٹی یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ جواب میں حضرت فاطمہؓ نے کہا ابا جان یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا ہے وہ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے آپؐ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے بیٹی تمہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تمام عورتوں کی سردار جیسا کر دیا۔ انہیں جب کبھی اللہ تعالیٰ کوئی چیز عطا فرماتا اور ان سے اس کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ یہی جواب دیا کرتی تھیں کہ اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ پھر حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بلایا آپؐ نے، حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حسنؓ اور حسینؓ کے ساتھ سب ازواج مطہرات اور اہل بیت نے خوب سیر ہو کھایا پھر بھی کھانا اتنا ہی باقی بچا رہا جتنا شروع میں موجود تھا جسے آس پاس کے ہمسایوں کے ہاں بھیج دیا گیا یہ تھی خیر کثیر اور برکت اللہ تعالیٰ کی جانب سے۔

تشریح: اس حدیث کو حجت بنا کر اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت مریم کے پاس پردہ غیب سے رزق نہیں اترتا تھا بلکہ اللہ نے ان کے لیے ایسا سامان کر دیا تھا کہ وہ بے سہارے اور بے وسیلہ ایک محراب میں بیٹھی ہوتی تھیں اور وقت پر کوئی نہ کوئی شخص ان کا کھانا پہنچا دیا کرتا تھا، تو کیا ایسی تاویل کرنے والے کو کافر ٹھہرایا جائے گا؟ پھر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ گرمی کا میوہ جاڑے میں اور جاڑے کا میوہ گرمی میں ملنا بجز خرق عادت کے اور کون سی خوبی اپنے اندر رکھتا ہے؟ اللہ نے جو میوہ جس موسم میں پیدا کیا ہے وہ اُسی موسم کے لیے نعمت ہے کیوں کہ وہ اس موسم کی طبیعت کے لحاظ سے پیدا کیا گیا ہے۔ دوسرے موسم میں اس میوے کا ملنا عجوبہ تو ہوسکتا ہے مگر نعمت نہیں۔ (تفہیمات حصہ دوم، بے اصل فتنے)

میری امت کے مومن شہید ہیں

۷۴- مُؤْمِنُوْا اُمَّتِیْ شُهَدَآءُ.

تخریج: حَدَّثَنِیْ صَالِحُ بْنُ حَرْبٍ اَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: ثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ يَحْيٰ، قَالَ: ثَنَا ابْنُ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مُؤْمِنُوْا اُمَّتِیْ شُهَدَآءُ، قَالَ: ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ ﷺ هٰذِهِ الْاٰيَةَ "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ (۱۱)

حضرت براء بن عازبؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو انہوں نے یہ فرماتے سنا ''میری امت کے مومن شہید ہیں'' پھر آپؐ نے سورۂ حدید کی آیت ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ وہی اپنے رب کے نزدیک صدّیق اور شہید ہیں، اُن کے لیے اُن کا اجر اور اُن کا نور ہے۔'' تلاوت فرمائی۔

۷۵-مَنْ فَرَّ بِدِيْنِهٖ مِنْ اَرْضٍ مَخَافَةَ الْفِتْنَةِ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ دِيْنِهٖ كُتِبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا فَاِذَا مَاتَ قَبَضَهُ اللّٰهُ شَهِيْدًا ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ۔

ترجمہ: ابن مردویہ نے اسی معنی میں حضرت ابوالدرداء سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اپنی جان اور اپنے دین کو فتنے سے بچانے کے لیے کسی سرزمین سے نکل جائے وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور جب مرتا ہے تو اللہ شہید کی حیثیت سے اُس کی روح قبض فرماتا ہے'' پھر یہ بات ارشاد فرمانے کے بعد حضورؐ نے وہی آیت پڑھی۔''

(تفہیم القرآن، ج۵، الحدید، حاشیہ: ۳۴)

تخریج: اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدُوْيَه، عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ فَرَّ بِدِيْنِهٖ مِنْ اَرْضٍ اِلٰى اَرْضٍ مَخَافَةَ الْفِتْنَةِ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ دِيْنِهٖ كُتِبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا۔ فَاِذَا مَاتَ قَبَضَهُ اللّٰهُ شَهِيْدًا وَ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ۔ ''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ۔'' (۱۲)

ماٰخذ

(۱) مشکوٰۃ باب مناقب الصحابة، فصل سوم۔

(۲) جامع بیان العلم و فضله ج۲ ص ۱۱۱۔

اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم موضوع، رواه ابن عبد البر فی جامع بیان العلم ج۲ ص ۹۶ اورص ۱۱۰ وابن حزم فی الاحکام ج ۲ من طریق سلام بن سلیم قال: حدثنا الحارث بن غصین، عن الاعمش، عن ابی سفیان عن جابر مرفوعاً به، و قال ابن عبد البر: هذا اسناد لا تقوم به حجة، لان الحارث بن غصین مجهول۔ و قال ابن حزم: هذه روایة ساقطة ابو سفیان ضعیف والحارث بن غصین هذا هو ابو وهب الثقفی، و سلام ابن سلیمان یروی الاحادیث الموضوعة، و هذا منها بلا شك۔ قلت: الحمل فی هذا الحدیث علی سلام بن سلیم۔ و یقال: ابن سلیمان و هو الطویل۔ اولی فانه مجمع علی ضعفه، بل قال ابن خراش: کذاب، و قال ابن حبان روی احادیث موضوعة۔ والحارث ابن غصین مجهول کما قال ابن حزم، و کذا قال ابن عبدِ البر، و ان ذکره ابن حبان فی الثقات، و لهذا قال احمد : لا یصح هذا الحدیث کما فی المنتخب لابن قدامة ج ۱۰ و اما قول الشعرانی فی المیزان ۱/۲۸) و هذا الحدیث و ان کان فیه مقال عند المحدثین، فهو صحیح عند اهل الکشف فباطل و هراء لا

يلتف اليه، ذلك لأن تصحيح الاحاديث من طريق الكشف بدعة صوفية مقيتة، والاعتماد عليها يؤدى الى تصحيح احاديث باطلة لا اصل لها كذا الحديث لان الكشف احسن احواله، ان صح، ان يكون كالرأى، و هو يخطىء و يصيب و هذا ان لم يداخله الهوى۔ نسأل اللّٰه السلامة منه و من كل مالا يرضيه۔ و روى نحوه عن ابن عباس و عمر بن الخطاب و ابنه عبد الله۔☆الأحاديث الضعيفة والموضوعة ۷۸- ۱/۷۹، حديث نمبر ۵۸۔ (محمد ناصر الدين البانی)

(۳) تفسیر ابن جریر ج ۱۱ ۔ پ ۲۷، سورۃ الحدید☆ تفسیر ابنِ کثیر ج ٤ سورة الحديد۔ هذا الحديث غريب بهذا السياق☆ ابنِ ابی حاتم، مردویہ ابو نعیم فی الدلائل بحوالہ رُوح المعانی ج ۱۱ پ ۲۷ سورۃ الحدید۔

(٤) مسندِ احمد ج۳ص ۲٦٦۔

(۵) ترمذی ج ۲، ابواب المناقب۔ هذا حديث حسن صحيح، و معنى قوله: نصيفه يعنى نصف مدّه۔

(٦) بخاری ج ۱، کتاب الانبیاء، باب قول اللّٰه عزوجل واتخذ اللّٰه ابراهيم خليلا اور ص ٤٧٩ کتاب الانبیاء ج ۱ باب قول اللّٰه عزوجل لقد كان فى يوسف و اخوته ايات للسائلين☆بخاری ج ۱، کتاب المناقب، باب المناقب۔☆بخاری ج ۲، کتاب التفسیر سورۃ یوسف، باب قوله لقد كان فى يوسف و اخوته ايات للسائلين عن ابی ہریرۃ۔☆مسلم ج ۲، کتاب الفضائل باب خيار الناس۔☆ مسند احمد ج ٤ ص ۱۰۱۔

(۷) بخاری ج ۱، کتاب الشروط۔ باب الشروط فى الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب و كتابة الشروط مع الناس بالقول۔

(۸) بخاری ج ۲، کتاب المغازی۔ باب غزوة الطائف فى شوال سنة ثمانٍ۔

(۹) ترمذی ج ۲، ابواب المناقب☆مسند احمد ج ٤ ص ۸۷، عن عبد اللّٰه بن مغفل المزنى☆ مسند احمد ج ۵ ص ۵۵-۵۷، عن عبد اللّٰه بن مغفل المزنى۔ قال ابو عيسى هذا حديث غريب، لا نعرفه الا من هذا الوجه۔

(۱۰) تفسیر ابن کثیر ج ۱، آل عمران :۳۷

(۱۱) تفسیر ابن جریر ج ۱۱ پ ۲۷ سورۃ الحدید☆ تفسیر ابنِ کثیر ج ٤ پ ۲۷ سورۃ الحدید، هذا حديث غريب ☆رُوح المعانی پ ۲۷ الحدید ان مومنی امتی شهداء هے۔

(۱۲) تفسیر رُوح المعانی جز ۲۵ پ ۲۷ سورۃ الحدید۔

بھلائی صرف بھلائی سے آتی ہے

۷۶- ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ''مجھے تمہارے حق میں سب سے زیادہ جس چیز کا خوف ہے وہ زمین کی برکات ہیں'' کسی نے پوچھا یا رسول اللہ زمین کی برکات سے کیا مراد ہے؟ حضورؐ نے جواب دیا ''دنیا کی زینت وشوکت'' اس پر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا بھلائی سے بھی بُرائی آتی ہے؟ حضورؐ سُن کر کچھ دیر خاموش رہے یہاں تک کہ لوگوں نے گمان کیا کہ کوئی چیز آپ پر اُتر رہی ہے، پھر آپؐ نے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھا اور فرمایا ''سائل کہاں ہیں؟ اس نے کہا میں حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا'' بھلائی سے بھلائی آتی ہے۔ اس دنیا کا مال بہت خوشنما اور شیریں ہے۔ فصل بہار میں جب یہ خوب پھلتی ہے تو اسے پیٹ بھر کر کھانے والا جانور بدہضمی سے مرجاتا ہے یا مرنے کے قریب جا لگتا ہے۔ البتہ وہ جانور بچ جاتا ہے جس نے دیکھا کہ کھاتے کھاتے کوکھیں پھول گئی ہیں تو کھانا چھوڑ دیا۔ دھوپ میں چلا پھرا، کچھ جگالی کی، کچھ بول و براز کی راہ سے نکالا اور جب پیٹ خالی ہوگیا تب دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس مال کو جو شخص حق کی راہ سے لے گا اور حق کی راہ میں نکال دے گا۔ اس کے لیے تو یہ بہترین مددگار ہے اور جو حق کے بغیر لے گا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھاتا چلا جائے اور شکم سیر نہ ہو۔'' (بخاری کتاب الرقاق، وکتاب الزکوٰۃ)

تخریج: حَدَّثَنَا اِسمَاعِیلُ، قَالَ: حَدَّثَنِی مَالِکٌ، عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ، عَنْ اَبِی سَعِیدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ اَکْبَرَ مَا اَخَافُ عَلَیکُم مَا یُخرِجُ اللّٰهُ لَکُم مِنْ بَرَکَاتِ الْاَرْضِ، قِیلَ: مَا بَرَکَاتُ الْاَرْضِ؟ قَالَ: زَهرَةُ الدُّنیَا، فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: هَلْ یَاْتِی الْخَیرُ بِالشَّرِّ؟ فَصَمَتَ النَّبِیُّ ﷺ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ یُنزَلُ عَلَیهِ، ثُمَّ جَعَلَ یَمسَحُ عَنْ جَبِینِهٖ، قَالَ: اَینَ السَّائِلُ؟ قَالَ: اَنَا، قَالَ اَبُو سَعِیدٍ: لَقَدْ حَمِدْنَاهُ حِینَ طَلَعَ ذٰلِکَ. قَالَ: لَا یَاْتِی الْخَیرُ اِلَّا بِالْخَیرِ، اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلوَةٌ، وَ اِنَّ کُلَّ مَا اَنْبَتَ الرَّبِیعُ یَقتُلُ حَبَطًا اَوْ یُلِمُّ اِلَّا اٰکِلَةَ الْخُضرَةِ تَاْکُلُ حَتّٰی اِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ، فَاجْتَرَّتْ وَ ثَلَطَتْ وَ بَالَتْ ثُمَّ عَادَتْ، فَاَکَلَتْ، وَ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ حُلوَةٌ، مَنْ اَخَذَهٗ بِحَقِّهٖ، وَوَضَعَهٗ فِی حَقِّهٖ فَنِعْمَ الْمَعُونَةُ هُوَ، وَ مَنْ اَخَذَهٗ بِغَیرِ حَقِّهٖ کَانَ کَالَّذِی یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ۔ (۱)

اموالِ غنیمت کی تقسیم کے طریق پر آپؐ کا توضیحی خطاب

۷۷- ''میں ایک شخص کو دیتا ہوں اور دوسرے کو نہیں دیتا۔ جس کو میں نہیں دیتا وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو میں

دیتا ہوں۔ ایک جماعت کو دیتا ہوں، جب کہ ان کے دلوں میں بیتابی اور بے چینی دیکھتا ہوں اور ایک جماعت کو اس کی بے نیازی اور نیکی کے حوالے کر دیتا ہوں جو اللہ نے ان کے دلوں میں پیدا کی ہے۔'' (بخاری)

تخریج: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَعْطٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَوْمًا وَ مَنَعَ اٰخَرِيْنَ فَكَأَنَّهُمْ عَتَبُوْا عَلَيْهِ، فَقَالَ: اِنِّیْ اُعْطِیْ قَوْمًا اَخَافُ ظَلَعَهُمْ وَ جَزَعَهُمْ، وَ اُوْكِلُ قَوْمًا اِلٰی مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْغِنٰی، مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ: مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُمْرَ النَّعَمِ۔ وَ زَادَ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ جَرِيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُتِیَ بِمَالٍ اَوْ بِسَبْیٍ فَقَسَمَهٗ بِهٰذَا۔ (۲)

پس منظر: عمرو بن تغلب کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ کے پاس کچھ مال آیا تھا جس کو آپؐ نے بعض لوگوں میں بانٹ دیا، اور بعض کو چھوڑ دیا۔ بعد میں آپ کو معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو چھوڑ دیا گیا ہے انہیں رنج ہے۔ اس پر آپؐ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ (تفہیمات حصہ دوم، نماز اور خطبۂ جمعہ کی زبان، چند خطب ماثورہ)

دنیا میں کسی قوم کے قائد آخرت میں بھی وہی قائد ہوں گے

۷۸۔ اِمْرَؤُ الْقَيْسِ حَامِلُ لِوَاءِ شُعَرَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ اِلَی النَّارِ۔

''یعنی قیامت کے روز جاہلیت کی شاعری کا جھنڈا امرؤ القیس کے ہاتھ میں ہوگا اور عرب جاہلیت کے تمام شعراء اسی کی پیشوائی میں دوزخ کی راہ لیں گے۔''

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا هُشَيْمٌ، ثَنَا اَبُو الْجُهَيْمِ الْوَاسِطِیُّ عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِمْرَؤُ الْقَيْسِ صَاحِبُ لِوَاءِ الشُّعَرَاءِ اِلَی النَّارِ۔ (۳)

ابن کثیر نے الفاظ مختلف نقل کیے ہیں:

﴿۲﴾ قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، ثَنَا اَبُو الْجُهَيْمِ عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِمْرَؤُ الْقَيْسِ حَامِلُ لِوَاءِ الشُّعَرَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ اِلَی النَّارِ۔ (۴)

تشریح: جو لوگ دنیا میں کسی قوم یا جماعت کے رہ نما ہوتے ہیں۔ وہی قیامت کے روز بھی اس کے رہ نما ہوں گے۔ اگر وہ دنیا میں نیکی اور سچائی اور حق کی طرف رہ نمائی کرتے ہیں تو جن لوگوں نے یہاں ان کی پیروی کی ہے وہ قیامت کے روز بھی

انہی کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے اور ان کی پیشوائی میں جنت کی طرف جائیں گے اور اگر وہ دنیا میں کسی ضلالت، کسی بداخلاقی یا کسی ایسی راہ کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں جو دین حق کی راہ نہیں ہے، تو جو لوگ یہاں ان کے پیچھے چل رہے ہیں وہ وہاں بھی ان کے پیچھے ہوں گے اور انہی کی سرکردگی میں جہنم کا رخ کریں گے۔

مندرجہ بالا حدیث میں جو منظر پیش کیا گیا ہے اس سے ہر شخص اپنا تخیل آنکھوں کے سامنے کھینچ سکتا ہے کہ یہ دونوں قسم کے جلوس کس شان سے اپنی منزل مقصود کی طرف جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ جن لیڈروں نے دنیا میں لوگوں کو گمراہ کیا اور خلاف حق راہوں پر چلایا ہے ان کے پیرو جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ یہ ظالم ہم کو کس خوفناک انجام کی طرف کھینچ لائے ہیں تو وہ اپنی ساری مصیبتوں کا ذمے دار انہی کو سمجھیں گے اور ان کا جلوس اس شان سے دوزخ کی راہ پر رواں ہوگا کہ آگے آگے وہ ہوں گے اور پیچھے پیچھے ان کے پیروؤں کا ہجوم ان کو گالیاں دیتا ہوا اور ان پر لعنتوں کی بوچھاڑ کرتا ہوا جا رہا ہوگا۔ بخلاف اس کے جن لوگوں کی رہ نمائی نے لوگوں کو جنت نعیم کا مستحق بنایا ہوگا ان کے پیرو اپنا یہ انجام خیر دیکھ کر اپنے لیڈروں کو دعائیں دیتے ہوئے اور ان پر مدح و تحسین کے پھول برساتے ہوئے چلیں گے۔ (تفہیم القرآن، ج ۲، ہود، حاشیہ: ۱۰۴)

قومِ نوح اور مشرکینِ عرب کی مشترکہ بُت

۷۹- ''ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ **ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر،** یہ سب صالحین کے نام ہیں جنہیں بعد کے لوگ بُت بنا بیٹھے۔''

تخریج: (۱) **حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى، قَالَ: اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَ قَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، صَارَتِ الْاَوْثَانُ الَّتِیْ كَانَتْ فِیْ قَوْمِ نُوْحٍ فِی الْعَرَبِ بَعْدُ، اَمَّا وُدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدُوْمَةِ الْجَنْدَلِ، وَ اَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ، وَ اَمَّا يَغُوْثُ فَكَانَتْ لِمُرَادٍ ثُمَّ لِبَنِیْ غُطَيْفٍ بِالْجُوْفِ عِنْدَ سَبَأٍ، وَ اَمَّا يَعُوْقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ، وَ اَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِآلِ ذِی الْكُلَاعِ اَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ، فَلَمَّا هَلَكُوْا، اَوْحَی الشَّيْطَانُ اِلٰی قَوْمِهِمْ اَنْ اَنْصِبُوْا اِلٰی مَجَالِسِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ اَنْصَابًا وَ سَمُّوْهَا بِاَسْمَآءِ هِمْ فَفَعَلُوْا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتّٰى اِذَا هَلَكَ اُولٰٓئِكَ وَ تَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ۔** (۵)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ بُت جو قوم نوح میں تھے وہی بعد میں عربوں میں پوجے جانے لگے، چناں چہ وُد قبیلۂ کلب کا بت تھا۔ جو دُومۃ الجندل کے مقام پر نصب تھا اور ''**سواع**، ہذیل اور **یغوث**'' مراد کا پھر بنی غطیف کا جو سبأ کے پاس مقام جوف پر نصب تھا اور ''**یعوق**'' ہمدان کا اور ''**نسر**'' حمیر کا جس کا تعلق ذی الکلاع کے خاندان سے تھا۔ یہ سب قوم نوح کے متقی لوگوں کے نام تھے جب یہ لوگ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ جہاں یہ لوگ بیٹھتے ہیں ان جگہوں پر ان کے بُت نصب کریں اور ان کا نام ان بزرگوں کے نام پر رکھیں چناں چہ لوگوں نے ایسا ہی کیا مگر انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی حتی کہ جب وہ لوگ بھی وفات پا گئے اور علم بھی اس کا جاتا رہا تو ان کی پوجا کی جانے لگی۔

﴿۲﴾ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ (وَ يَغُوثُ وَ يَعُوقُ وَ نَسْرٌ) قَالَ: كَانُوْا قَوْمًا صَالِحِيْنَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ وَكَانَ لَهُمْ اَتْبَاعٌ يَقْتَدُوْنَ بِهِمْ، فَلَمَّا مَاتُوْا، قَالَ اَصْحَابُهُمُ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَقْتَدُوْنَ بِهِمْ لَوْ صَوَّرْنَاهُمْ كَانَ اَشْوَقَ لَنَا اِلَى الْعِبَادَةِ اِذَا ذَكَرْنَا فَصَوَّرُوْهُمْ، فَلَمَّا مَاتُوْا وَ جَآءَ اٰخَرُوْنَ دَبَّ اِلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ فَقَالَ: اِنَّمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ وَ بِهِمْ يَسْقُوْنَ الْمَطَرَ فَعَبَدُوْهُمْ۔(۶)

ترجمہ: محمد بن قیس سے مروی ہے کہ یغوث، یعوق اور نسر آدم ونوح کے درمیان کے لوگوں میں نیک لوگ تھے۔ ان کے پیروکار بھی تھے۔ جب یہ صالح لوگ مر گئے تو ان کے پیروکاروں نے کہا کہ اگر ہم ان کی تصویر (مجسمے) بنالیں تو جب ہم ان کو یاد کریں گے اس وقت یہ تصویر کشی سے ہمارے لیے ان کی عبادت میں اشتیاق زیادہ پیدا ہوگا۔ چناں چہ انہوں نے ان کی تصویریں بنالیں جب وہ فوت ہوگئے اور ان کے بعد دوسرے لوگ آئے تو شیطان نے غیر محسوس طریقے سے ان کے دلوں میں دخل اندازی کی اور کہا کہ پہلے لوگ تو ان کی پوجا کرتے تھے اور ان کے وسیلہ سے باران رحمت طلب کرتے تھے لہٰذا بعد والے لوگوں نے بھی ان کی پوجا شروع کردی۔

۸۰– ’’حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ اَساف اور نائلہ دونوں انسان تھے۔‘‘

تخریج: قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ: حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ اَنَّهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ: مَا زِلْنَا نَسْمَعُ اَنَّ اِسَافًا وَ نَائِلَةَ كَانَا رَجُلًا وَامْرَأَةً مِنْ جُرْهَمَ، اَحْدَثَا فِی الْكَعْبَةِ، فَمَسَخَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی حَجَرَيْنِ۔(۷)

تشریح: عرب کے متعدد قبائل، رَبِیْعہ، غَسَّان، کَلْب، تَغْلِبْ، قُضَاعَہ، کِنَانَہ، حَرث، کَعْب، کِنْدَہ وغیرہ میں کثرت سے عیسائی اور یہودی پائے جاتے تھے، اور یہ دونوں مذاہب بری طرح انبیاء، اولیاء اور شہداء کی پرستش سے آلودہ تھے۔ مشرکین عرب کے اکثر نہیں تو بہت سے معبود وہ گزرے ہوئے انسان ہی تھے جنہیں بعد کی نسلوں نے خدا بنالیا تھا۔ مندرجہ بالا روایات کے علاوہ لات اور مناۃ اور عزّٰی کے بارے میں بھی ایسی روایات موجود ہیں اور مشرکین کا یہ عقیدہ بھی روایات میں آیا ہے کہ لات اور عزّٰی اللہ کے ایسے پیارے تھے کہ اللہ میاں جاڑا لات کے ہاں اور گرمی عزّٰی کے ہاں بسر کرتے تھے ’’سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی عَمَّا يَصِفُوْنَ۔‘‘

قرآن سورۃ النحل کی آیت نمبر ۲۱ میں اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ سے جن بناوٹی معبودوں کی تردید کی گئی ہے وہ فرشتے یا جن، یا شیاطین، یا لکڑی پتھر کی مورتیاں نہیں ہیں، بلکہ مندرجہ بالا قسم کے اصحاب قبور ہیں۔ اس لیے کہ فرشتے اور شیاطین تو زندہ ہیں، ان پر اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ کے الفاظ کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ اور لکڑی پتھر کی مورتوں کے معاملے میں بعث بعد الموت کا کوئی سوال نہیں ہے اس لیے وہ بھی خارج از بحث ہیں۔ اب لامحالہ اس آیت سے مراد وہ انبیاء، اولیاء، شہداء، صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہیں جن کو غالی معتقدین داتا، مشکل کشا، فریادرس، غریب نواز، گنج بخش، اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے کر اپنی حاجت روائی کے لیے پکارنا شروع کردیتے ہیں۔ اس کے جواب میں اگر کوئی یہ کہے کہ عرب میں اس

نوعیت کے معبود نہیں پائے جاتے تھے تو ہم عرض کریں گے کہ جاہلیت عرب کی تاریخ سے اس کی ناواقفیت کا ثبوت ہے۔
(تفہیم القرآن، ج ۲، النحل، حاشیہ:۱۹)

ماٰخذ

(۱) بخاری ج ۲، کتاب الرقاق، باب ما یحذّرُ من زهرة الدنیا والتنافس فیها☆ بخاری ج ۱ کتاب الزکوٰة باب الصدقة علی الیتامیٰ، کتاب الزکوٰة میں برکات الارض ما یفتح علیکم من زهرة الدنیا ہے☆ بخاری ج ۱، کتاب الجهاد، باب فضل الصدقة فی سبیل اللّٰه۔ اس مقام پر ما یفتح علیکم من برکات الارض ہے☆ مسلم ج ۱، کتاب الزکوٰة، باب التحذیر من الاغترار بزینة الدنیا وما یبسط منها۔
مسلم کی روایت میں من برکات الارض نہیں ہے بلکہ ایك روایت میں ما یفتح علیکم من زهرة الدنیا اور ایك روایت میں ما یخرج اللّٰه لکم من زهرة الدنیا ہے۔
☆ نسائی ج ۵، کتاب الزکوٰة باب الصدقة علی الیتیم۔ نسائی میں ما یفتح لکم من زهرة ہے۔☆ ابنِ ماجه کتاب الفتن باب ۱۸ فتنة المال۔ ابنِ ماجه نے ما اخشی علیکم ایها الناس الا ما یخرج اللّٰه لکم من زهرة الدنیا نقل کیا ہے☆ مسند احمد ج ۳ ص ۷ – ۲۱، ابو سعید الخدریؓ۔

(۲) بخاری ج ۱، کتاب الجهاد، باب ما کان النبی ﷺ یعطی المؤلفة قلوبهم و غیرهم من الخمس و نحوه۔ الخ۔
☆بخاری ج ۱، کتاب الجمعة، باب من قال فی خطبته بعد الثناء امّا بعد☆ بخاری ج ۲، کتاب التوحید، باب قوله ان الانسان خلق هلوعا☆ مسند احمد ج ۵ ص ۶۹، عمرو بن تغلب۔

(۳) مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۸۔

(٤) تفسیر ابنِ کثیر ج ۲، هود:۹۸

(۵) بخاری ج ۲، کتاب التفسیر سورة نوح، باب ودّا ولا سُواعا ولا یغوث ویعوق و نسراً☆ تفسیر ابنِ کثیر ج ٤، سورة نوح۔

(٦) تفسیر ابنِ جریر ج ۱۲ ۔ پ ۲۹ ۔ سورة نوح☆ تفسیر ابنِ کثیر ج ٤، سورة نوح۔

(۷) السیرة النبویة لابن هشام ج ۱ قصة عمرو بن لحي و ذکر اصنام العرب، إساف و نائلة و حدیث عائشة منهما۔

فصل: ۷

انبیاء علیہم السّلام

حضرت ابراہیمؑ کے تین جھوٹ کی حقیقت

۸۱– ''حدیث کی ایک روایت میں یہ بات آئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنی زندگی میں تین مرتبہ جھوٹ بولے ہیں۔ ان میں سے ایک ''جھوٹ'' یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے جب بت شکنی کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ سب کچھ ان کے اس سردار نے کیا ہے۔ دوسرا ''جھوٹ'' سورۂ صافات میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا قول ''انی سقیم'' ہے اور تیسرا ''جھوٹ'' ان کا اپنی بیوی کو بہن کہنا ہے جس کا ذکر قرآن میں نہیں بلکہ بائیبل کی کتاب پیدائش میں آیا ہے۔''

تخریج:(ا) حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ تَلِیْدِ الرُّعَیْنِیُّ، اَخْبَرَنِی ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِیْ جَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ اَیُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمْ یَکْذِبْ اِبْرَاهِیْمُ اِلَّا ثَلاَ ثًا۔ ح وَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ، عَنْ اَیُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: لَمْ یَکْذِبْ اِبْرَاهِیْمُ اِلَّا ثَلاَثَ کَذِبَاتٍ، ثِنْتَیْنِ مِنْهُنَّ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ، قَوْلُهٗ: اِنِّیْ سَقِیْمٌ وَ قَوْلُهٗ: بَلْ فَعَلَهٗ کَبِیْرُهُمْ هٰذَا، وَ قَالَ: بَیْنَا هُوَ ذَاتَ یَوْمٍ وَسَارَةُ اِذْ اَتٰی عَلٰی جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ، فَقِیْلَ لَهٗ: اِنَّ هٰهُنَا رَجُلاً مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ، فَاَرْسَلَ اِلَیْهِ فَسَاَلَهٗ عَنْهَا، قَالَ: مَنْ هٰذِهٖ؟ قَالَ: اُخْتِیْ، فَاَتٰی سَارَةَ فَقَالَ: یَا سَارَةُ، لَیْسَ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَیْرِیْ وَ غَیْرُکِ، وَ اِنَّ هٰذَا سَاَلَنِیْ، فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّکِ اُخْتِیْ، فَلاَ تُکَذِّبِیْنِیْ، فَاَرْسَلَ اِلَیْهَا، فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَیْهِ وَ ذَهَبَ یَتَنَاوَلُهَا بِیَدِهٖ، فَاُخِذَ، فَقَالَ: اُدْعِی اللّٰهَ لِیْ وَلاَ اَضُرُّکِ، فَدَعَتِ اللّٰهَ، فَاُطْلِقَ، ثُمَّ تَنَاوَلَهَا ثَانِیَةً، فَاُخِذَ مِثْلَهَا اَوْ اَشَدَّ، فَقَالَ: اُدْعِی اللّٰهَ لِیْ وَلاَ اَضُرُّکِ، فَدَعَتْ، فَاُطْلِقَ، فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهٖ، فَقَالَ: اِنَّکَ لَمْ تَاْتِنِیْ بِاِنْسَانٍ، اِنَّمَا اَتَیْتَنِیْ بِشَیْطَانٍ، فَاَخْدَمَهَا هَاجَرَ، فَاَتَتْهُ وَ هُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ، فَاَوْمَأَ بِیَدِهٖ مَهْیَا، قَالَتْ: رَدَّ اللّٰهُ کَیْدَ الْکَافِرِ اَوِ الْفَاجِرِ فِیْ نَحْرِهٖ، وَ اَخْدَمَ هَاجَرَ، قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ: فَتِلْکَ اُمُّکُمْ یَا بَنِیْ مَآءِ السَّمَآءِ۔(۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے صرف تین مرتبہ جھوٹ بولا۔ ان میں سے دو دفعہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے بارے میں ان کا یہ قول کہ ''میں بیمار ہوں'' اور یہ قول کہ یہ فعل (حرکت) تو ان کے اس بڑے نے کی ہے۔ اور فرمایا کہ ایک مرتبہ ابراہیم علیہ السّلام اور ان کی اہلیہ سارہ سفر کرتے ہوئے ایک جابر وظالم بادشاہ کے ہاں پہنچے۔ اس ظالم بادشاہ سے رپورٹ کی گئی کہ یہاں ایک ایسا شخص آیا ہے جس کے ہمراہ ایک نہایت ہی خوبصورت وحسین وجمیل عورت ہے اس بادشاہ نے اس آدمی کے پاس اپنا آدمی بھیج کر دریافت کیا یہ کون خاتون ہے؟ اس نے (ابراہیمؑ) نے کہا یہ میری بہن ہے۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السّلام سارہ کے پاس آئے اور کہا اے سارہ روئے زمین پر اس وقت میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں۔ اس بادشاہ نے مجھ سے دریافت کیا (کہ تمہارا میرے ساتھ کیا تعلق ہے) تو میں نے کہہ دیا کہ یہ میری بہن ہے پس اب مجھے جھوٹا نہ کرنا۔ اس ظالم نے سارہ کو بلوا بھیجا حضرت سارہ جیسے ہی اس کے ہاں داخل ہوئیں تو اسے اپنے ہاتھ سے پکڑنے کے لیے بڑھا تو فوراً پکڑ لیا گیا۔ (اللہ کی گرفت میں آگیا) معاً اس نے حضرت سارہ سے استدعا کی کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں میں تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ نے اللہ کی جناب میں دعا کی۔ اسے آزاد کر دیا گیا۔ مگر اس ظالم نے دوبارہ پھر ان کی طرف ہاتھ بڑھایا تو پہلے کی طرح یا اس سے بھی سخت گرفت میں پکڑا گیا۔ اس نے پھر درخواست کی کہ میرے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعا کریں (کہ مجھے اس گرفت سے چھٹکارا مل جائے) میں تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچاؤں گا۔ تو حضرت سارہ نے پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اسے آزادی مل گئی پھر اس نے اپنے ایک درباری کو بلا کر اس سے کہا کہ تم میرے پاس انسان کو نہیں کسی شیطان کو لائے ہو۔ یہ کہہ کر اس نے ہاجرہ کو اس کی خدمت کے لیے پیش کیا۔ سارہ ابراہیم علیہ السّلام کی خدمت میں واپس آئیں تو اس وقت حضرت ابراہیمؑ علیہ السّلام کھڑے نماز ادا کر رہے تھے انہوں نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر یا فاجر کے مکر وفریب کو اسی کے سینہ میں لوٹا دیا اور ہاجرہ کو خدمت کے لیے دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اے ماء السماء کی اولاد یہی تمہاری ماں ہے۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ، اَنَا شُعَیْبٌ، اَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ ھَاجَرَ اِبْرَاھِیْمُ بِسَارَۃَ، فَدَخَلَ بِھَا قَرْیَۃً، فِیْھَا مَلِکٌ مِنَ الْمُلُوْکِ اَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَۃِ، فَقِیْلَ: دَخَلَ اِبْرَاھِیْمُ بِامْرَاَۃٍ مِنْ اَحْسَنِ النِّسَآءِ، فَاَرْسَلَ اِلَیْہِ اَنْ یَا اِبْرَاھِیْمُ مَنْ ھٰذِہِ الَّتِیْ مَعَکَ؟ قَالَ: اُخْتِیْ، ثُمَّ رَجَعَ اِلَیْھَا، فَقَالَ: لَا تُکَذِّبِیْ حَدِیْثِیْ، فَاِنِّیْ اَخْبَرْتُھُمْ اَنَّکِ اُخْتِیْ وَ اللّٰہِ! اِنَّ عَلَی الْاَرْضِ مِنْ مُؤْمِنٍ غَیْرِیْ وَ غَیْرُکِ، فَاَرْسَلَ بِھَا اِلَیْہِ، فَقَامَ اِلَیْھَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَ تُصَلِّیْ، فَقَالَتْ: اَللّٰھُمَّ! اِنْ کُنْتُ اٰمَنْتُ بِکَ وَ بِرَسُوْلِکَ، وَ اَحْصَنْتُ فَرْجِیْ اِلَّا عَلٰی زَوْجِیْ، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَیَّ الْکَافِرَ، فَغُطَّ حَتّٰی رَکَضَ بِرِجْلِہٖ قَالَ الْاَعْرَجُ: قَالَ اَبُوْ سَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَتْ: اَللّٰھُمَّ اِنْ یَمُتْ یُقَلْ؟ ھِیَ قَتَلَتْہُ، فَاُرْسِلَ، ثُمَّ قَامَ اِلَیْھَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَ تُصَلِّیْ، وَ تَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ! اِنْ کُنْتُ اٰمَنْتُ

بِکَ وَ بِرَسُوْلِکَ، وَ اَحْصَنْتُ فَرْجِیْ اِلَّا عَلٰی زَوْجِیْ، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَیَّ هٰذَا الْکَافِرَ، فَغُطَّ، حَتّٰی رَکَضَ بِرِجْلِهٖ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ، قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ: فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ، اِنْ یَمُتْ یُقَلْ هِیَ قَتَلَتْهُ، فَاُرْسِلَ فِی الثَّانِیَةِ اَوْ فِی الثَّالِثَةِ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ، مَا اَرْسَلْتُمْ اِلَیَّ اِلَّا شَیْطَانًا، اِرْجِعُوْهَا اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ، وَ اَعْطُوْهَا اٰجَرَ فَرَجَعَتْ اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ، فَقَالَتْ: اَشَعَرْتَ اَنَّ اللّٰهَ کَبَتَ الْکَافِرَ وَ اَخْدَمَ وَلِیْدَةً۔(۲)

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی، ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، ثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ علیہ السلام لَمْ یَکْذِبْ قَطُّ اِلَّا ثَلَاثًا: ثِنْتَانِ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی: قَوْلُهٗ (اِنِّیْ سَقِیْمٌ) وَ قَوْلُهٗ (بَلْ فَعَلَهٗ کَبِیْرُهُمْ هٰذَا) وَ بَیْنَمَا هُوَ یَسِیْرُ فِیْ اَرْضِ جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ اِذْ نَزَلَ مَنْزِلًا، فَاُتِیَ الْجَبَّارُ، فَقِیْلَ لَهٗ: اِنَّهٗ نَزَلَ هٰهُنَا رَجُلٌ مَعَهُ امْرَأَةٌ هِیَ اَحْسَنُ النَّاسِ، قَالَ: فَاَرْسَلَ اِلَیْهِ، فَسَأَلَهٗ عَنْهَا، فَقَالَ: اِنَّهَا اُخْتِیْ، فَلَمَّا رَجَعَ اِلَیْهَا قَالَ: اِنَّ هٰذَا سَأَلَنِیْ عَنْکِ، فَاَنْبَاْتُهٗ اَنَّکِ اُخْتِیْ، وَاَنَّهٗ لَیْسَ الْیَوْمَ مُسْلِمٌ غَیْرِیْ وَ غَیْرُکِ، وَ اِنَّکِ اُخْتِیْ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ، فَلَا تُکَذِّبِیْنِیْ عِنْدَهٗ۔(۳)

تشریح: ایک گروہ روایت پرستی میں غلو کر کے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اسے بخاری و مسلم کے چند راویوں کی صداقت زیادہ عزیز ہے اور اس بات کی پروا نہیں ہے کہ اس سے ایک نبی پر جھوٹ کا الزام عائد ہوتا ہے، دوسرا گروہ اس ایک روایت کو لے کر پورے ذخیرہ حدیث پر حملہ آور ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ساری ہی حدیثوں کو اٹھا کر پھینک دو کیوں کہ ان میں ایسی ایسی روایتیں پائی جاتی ہیں حالاں کہ نہ ایک یا چند روایات میں کسی خرابی کے پائے جانے سے یہ لازم آتا ہے کہ ساری ہی روایات نا قابل اعتماد ہوں، اور نہ فن حدیث کے نقطۂ نظر سے کسی روایت کی سند کا مضبوط ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ اس کا متن خواہ کتنا ہی قابل اعتراض ہو مگر اسے ضرور آنکھیں بند کر کے صحیح مان لیا جائے۔ سند کے قوی اور قابل اعتماد ہونے کے باوجود بہت سے اسباب ایسے ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے ایک متن غلط صورت میں نقل ہو جاتا ہے اور ایسے مضامین پر مشتمل ہوتا ہے جن کی قباحت خود پکار رہی ہوتی ہے کہ یہ باتیں نبی ﷺ کی فرمائی ہوئی نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے سند کے ساتھ ساتھ متن کو دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر متن میں واقعی کوئی قباحت ہو تو پھر خواہ مخواہ اس کی صحت پر اصرار کرنا صحیح نہیں ہے۔

(تفہیم القرآن، ج ۳، الانبیاء، حاشیہ:۶۰)

یہ روایات بخاری کتاب الانبیاء، اور مسلم باب اثبات الشفاعہ میں موجود ہیں اس کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں بھی آئی ہیں۔ ان سب روایات کی اسناد کو، ان کے کثرت طرق کو دیکھنے کے بعد اس امر میں تو کوئی شبہ نہیں رہتا کہ حضرت ابو ہریرہؓ ہی ان کے راوی ہیں، کیوں کہ اتنے کثیر راویوں کے بارے میں خصوصاً جب کہ ان میں اکثر و بیشتر ثقہ تھے، یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے ایک صحابی کا نام لے کر قصداً ایک غلط روایت تصنیف کی ہوگی، رہے حضرت ابو ہریرہؓ تو ان پر ہم یہ شبہ تک نہیں کر سکتے کہ وہ نبی ﷺ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کریں گے۔ لیکن ہمارے لیے ان راویوں کو جھوٹا ماننا جس

قدر مشکل ہے اس سے بدرجہا زیادہ مشکل یہ باور کرنا ہے کہ ایک نبی نے جھوٹ بولا ہوگا، یا نبی ﷺ نے معاذ اللہ، ایک نبی پر دروغ گوئی کا جھوٹا الزام لگایا ہوگا۔ اس لیے لامحالہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ اس معاملے میں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے جس کی بنا پر نبی ﷺ کا ارشاد صحیح طور پر نقل نہیں ہوا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے جو ''تین جھوٹ'' اس روایت میں بیان ہوئے ان میں سے دو تو قطعاً جھوٹ نہیں ہیں، اور تیسرا جھوٹ دراصل بنی اسرائیل کا جھوٹ ہے جو انہوں نے بائیبل میں ایک جگہ نہیں، بلکہ دو مقامات پر حضرت ابراہیمؑ کی طرف منسوب کیا ہے۔

پہلے دو واقعات خود قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں، مگر نہ ان میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ نے جھوٹ قرار دیا اور نہ صورتِ واقعہ سے ان کے جھوٹ ہونے کا ثبوت ملتا ہے، پہلا واقعہ یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السّلام کے کنبے قبیلے کے لوگ اپنے ایک مشرکانہ میلے کے لیے شہر سے باہر جانے لگے تو آپ یہ عذر کر کے پیچھے ٹھہر گئے کہ **انی سقیم** (میں بیمار ہوں) اس کو جھوٹ قرار دینے کے لیے کسی مستند ذریعے سے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ ابراہیم علیہ السّلام اس وقت بالکل تندرست تھے، کسی قسم کی شکایت ان کو نہ تھی۔ لیکن یہ بات نہ اللہ نے بتائی نہ اس کے رسولؐ نے۔ پھر اسے آخر کس بنا پر جھوٹ کہا جائے؟ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنی قوم کے بُت خانے میں گھس کر بڑے بُت کے سوا باقی سارے بُت توڑ دیئے تو قوم کے لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ پر شبہ ظاہر کیا۔ چناں چہ وہ بلائے گئے اور ان سے پوچھا گیا کہ تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا **بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ** (الانبیاء: ۶۳) ''بلکہ یہ فعل ان کے اس بڑے نے کیا ہے، ان زخمی بتوں سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہیں، اس فقرے کے الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے یہ بات ایک جھوٹے بیان کی حیثیت سے نہیں بلکہ شرک کے خلاف ایک دلیل کی حیثیت سے فرمائی تھی۔ اُن کا مدّعا دراصل پوچھنے والوں کو اس حقیقت پر متنبہ کرنا تھا کہ تمہارے یہ کیسے خدا ہیں جو بیچارے اپنی داستان مصیبت تک نہیں سنا سکتے، اور تمہارا یہ بڑا خدا کیسا ہے جس کے متعلق تم خود جانتے ہو کہ یہ کسی فعل پر قادر نہیں ہے۔ اس بات کو تو کوئی معمولی سخن فہم آدمی بھی جھوٹ نہیں کہہ سکتا، کجا کہ ہم نبی ﷺ پر بدگمانی کریں کہ آپؐ نے اسے جھوٹ قرار دیا ہوگا۔

رہا تیسرا جھوٹ، تو وہ دراصل ان مہمل افسانوں میں سے ایک ہے جو بائیبل میں انبیاء کے نام پر گھڑے گئے ہیں، بائیبل کی کتاب پیدائش میں یہ واقعہ ایک جگہ نہیں بلکہ دو جگہ بیان کیا گیا ہے۔ پہلا واقعہ مصر کا ہے اور وہ بائیبل کے الفاظ میں یہ ہے:

> ''اس نے اپنی بیوی سارہ سے کہا کہ دیکھ میں جانتا ہوں کہ تو دیکھنے میں خوبصورت ہے، اور یوں ہوگا کہ مصری تجھے دیکھ کر کہیں گے کہ یہ اس کی بیوی ہے، سو وہ مجھے مار ڈالیں گے مگر تجھے زندہ رکھ لیں گے۔ سو تو یہ کہہ دینا کہ میں اس کی بہن ہوں۔ مصریوں نے اس عورت کو دیکھا کہ وہ نہایت خوبصورت ہے اور وہ عورت فرعون کے گھر میں پہنچائی گئی پر خداوند نے فرعون اور اس کے خاندان پر ابرام کی بیوی کے سبب سے بڑی بڑی بلائیں نازل کیں، تب فرعون نے ابرام کو بلا کر اس سے کہا کہ تو نے یہ مجھ سے کیا کیا؟ تو نے مجھے کیوں نہ بتایا کہ یہ تیری بیوی ہے۔ تو نے یہ کیوں کہا کہ وہ میری بہن ہے؟ اسی لیے میں نے اسے لیا کہ وہ میری بیوی بنے۔'' (باب ۱۲، آیات ۱۱ تا ۲۰)

لطف یہ ہے کہ خود بائیبل ہی کے بیان کے مطابق اس وقت حضرت سارہ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ اس کے بعد دوسرا

واقعہ فلسطین کے جنوبی علاقے کا بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے:

> ''ابراہام نے اپنی بیوی سارہ کے حق میں کہا کہ وہ میری بہن ہے (اور جرار کے بادشاہ ابی ملک نے سارہ کو بلوالیا۔ لیکن رات کو خدا ابی ملک کے پاس خواب میں آیا اور اسے کہا کہ دیکھ تو اس عورت کے سبب سے، جسے تو نے لیا ہے ہلاک ہوگا کیوں کہ وہ شوہر والی ہے اور ابی ملک نے ابراہام کو بلا کر اس سے کہا کہ تو نے ہم سے یہ کیا کیا۔ اور مجھ سے تیرا کیا قصور ہوا کہ تو مجھ پر اور میری بادشاہی پر ایک گناہِ عظیم لایا؟'' (باب ۲۰، آیات ۲ تا ۱۶)

بائیبل کے اپنے بیان کی رُو سے اس وقت حضرت سارہ کی عمر ۹۰ سال تھی۔ یہ دونوں قصّے خود بتا رہے کہ یہ سراسر جھوٹے ہیں، اور ہم کسی طرح یہ باور نہیں کر سکتے کہ نبی ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی ہوگی۔

اب ایک شخص یہ سوال کر سکتا ہے اگر یہ تینوں باتیں از روئے درایت غلط ہیں تو اہلِ روایت نے ان احادیث کو اپنی کتابوں میں درج ہی کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ درایت کا تعلق احادیث کے نفس مضمون سے ہے اور روایت کا تعلق تمام تر سند سے، اہلِ روایت نے جو خدمت اپنے ذمّے لی تھی۔ وہ دراصل یہ تھی کہ قابلِ اعتماد ذرائع سے نبی ﷺ کے عہد سے متعلق جتنا مواد ان کو بہم پہنچے اسے جمع کر دیں۔ چناں چہ یہ خدمت انہوں نے انجام دے دی۔ اس کے بعد یہ کام اہلِ درایت کا ہے کہ وہ نفس مضمون پر غور کر کے ان روایات سے کام کی باتیں اخذ کریں۔ اگر اہلِ روایت خود اپنی اپنی فہم کے مطابق درایت کا کام بھی کرتے اور مضامین پر تنقید کر کے ان ساری روایتوں کو ردّ کرتے جاتے جن کے مضمون ان کی انفرادی رائے میں مناسب نہ ہوتے، تو ہم اس بہت سے مواد سے محروم رہ جاتے جو مجموعہ احادیث مرتّب کرنے والوں کے نزدیک کام کا نہ ہوتا اور دوسرے بہت سے لوگوں کے نزدیک کام کا ہوتا۔ اس لیے یہ عین مناسب تھا کہ اہلِ روایت نے زیادہ تر تنقید اسناد تک اپنے کاموں کو محدود رکھا اور تنقید مضامین کی خدمت انجام دینے کے لیے معتبر اسناد سے بہم پہنچایا ہوا مواد جمع کر دیا۔

(رسائل ومسائل حصہ دوم، تاویلِ احادیث، چند احادیث پر اعتراض...)

(ایک دوسرے موقع پر کسی سائل کے جواب میں مولانا نے فرمایا)

آپ کے نزدیک حدیث کا مضمون اس لیے قابلِ قبول ہے کہ وہ قابلِ اعتماد سندوں سے نقل ہوا ہے اور بخاریؒ، مسلمؒ، نسائیؒ اور متعدد دوسرے اکابرِ محدّثین نے نقل کیا ہے۔ میرے نزدیک وہ اس لیے قابلِ قبول نہیں ہے کہ اس میں ایک نبی کی طرف جھوٹ کی نسبت ہوتی ہے، اور یہ کوئی ایسی معمولی بات نہیں ہے کہ چند راویوں کی روایت پر اسے قبول کر لیا جائے۔ اس معاملے میں میں اس حد تک نہیں جاتا جہاں تک امام رازی گئے ہیں۔ وہ تو کہتے ہیں کہ ''انبیاء کی طرف جھوٹ کو منسوب کرنے سے بدرجہا بہتر ہے کہ اس روایت کے راویوں کی طرف اسے منسوب کیا جائے (تفسیر کبیر، جلد ۶، صفحہ ۱۱۳) اور یہ کہ'' جب نبی اور راوی میں سے کسی ایک طرف جھوٹ کو منسوب کرنا پڑ جائے تو ضروری ہے کہ وہ نبی کے بجائے راوی کی طرف منسوب کیا جائے (تفسیر کبیر ۷/ ۱۴۵)۔ مگر میں اس روایت کے ثقہ راویوں میں سے کسی کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے جھوٹی روایت نقل کی ہے، بلکہ صرف یہ کہتا ہوں کہ کسی نہ کسی مرحلے پر اُس کو نقل کرنے میں کسی راوی سے بے احتیاطی ضرور ہوئی ہے۔ اس لیے اسے نبی ﷺ کا قول قرار دینا مناسب نہیں ہے۔ محض سند کے اعتبار پر ایسے مضمون کو آنکھیں بند کر کے ہم کیسے مان لیں جس کی زد انبیاء علیہم السّلام کے اعتماد پر پڑتی ہے؟۔

میں اُن دلائل سے بے خبر نہیں ہوں، جو اس روایت کی حمایت میں اکابرِ محدّثین نے پیش کیے ہیں، مگر میں نے ان

کو تشفی بخش نہیں پایا ہے۔ جہاں تک **بل فعلہ کبیرھم ھذا** اور **انی سقیم** کا تعلق ہے، ان دونوں کے متعلق تو تمام مفسرین و محدثین اس پر متفق ہیں کہ یہ حقیقتاً جھوٹ کی تعریف میں نہیں آتے۔ آپ تفسیر کی جس کتاب میں چاہیں اِن آیات کی تفسیر نکال کر دیکھ لیں اور ابن حجر عینی، عسقلانی وغیرہ شارحینِ حدیث کی شرحیں بھی ملاحظہ فرمالیں۔ کسی نے بھی یہ نہیں مانا ہے کہ یہ دونوں قول فی الواقع جھوٹ تھے، رہا بیوی کو بہن قرار دینے کا معاملہ تو یہ ایک ایسی بے ڈھب بات ہے کہ اسے بنانے کے لیے محدثین نے جتنی کوششیں بھی کی ہیں وہ ناکام ہوئی ہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے اس بحث کو جانے دیجیے کہ جس وقت کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس وقت حضرت سارہ کی عمر کم از کم ۶۵ سال تھی اور اس عمر کی خاتون پر کوئی شخص بھی فریفتہ نہیں ہوسکتا[1] سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بادشاہ حضرت سارہ کو حاصل کرنے کے درپے ہوا تو حضرت ابراہیمؑ نے آخر کس مصلحت سے کہا کہ یہ میری بہن ہیں؟ اس صورت حال میں بیوی کو بہن کہہ کر آخر کیا فائدہ حاصل ہوسکتا تھا؟ شارحین حدیث نے اس سوال کے جو جواب دیئے ہیں وہ ذرا ملاحظہ ہوں:

(۱) اُس بادشاہ کے دین میں یہ بات تھی کہ صرف شوہر والی عورتوں ہی سے تعرض کیا جائے، اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بیوی کو بہن اس امید پر کہا کہ وہ حضرت سارہ کو بے شوہر عورت سمجھ کر چھوڑ دے گا۔

(۲) حضرت براہیم علیہ السّلام نے بیوی کو بہن اس لیے کہا کہ بادشاہ عورت کو چھوڑنے والا تو ہے نہیں، اب اگر میں یہ کہوں کہ میں اس کا شوہر ہوں تو جان بھی جائے گی اور بیوی بھی، اور اگر بہن کہوں تو صرف بیوی ہی جائے گی، جان بچ رہے گی۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اندیشہ ہوا کہ سارہ کو بیوی بتاؤں گا تو یہ بادشاہ مجھ سے زبردستی طلاق دلوائے گا اور اس لیے انہوں نے کہا یہ میری بہن ہے۔

(۴) اس بادشاہ کے دین میں یہ بات تھی کہ بھائی اپنی بہن کا شوہر ہونے کے لیے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہے، اس لیے انہوں نے بیوی کو بہن اس امید پر بتایا کہ وہ سارہ کو میرے ہی لیے چھوڑ دے گا۔

(فتح الباری جلد ۶ ص ۲۴۷، عینی جلد ۱۵ ص ۲۴۹، قسطلانی جلد ۵ ص ۲۸۰)

خدارا غور کیجیے کہ ان توجیہات نے بات بنائی ہے یا کچھ اور بگاڑ دی ہے؟ آخر کس تاریخ سے یہ نادر معلومات حاصل ہوئی ہیں کہ دنیا میں کوئی دین ایسا بھی گزرا ہے جس میں بے شوہر عورت کو چھوڑ کر صرف شوہر دار عورت ہی سے تعرض کرنے کا قاعدہ مقرر ہو؟ اور یہ ایک نبی کی سیرت و شخصیت کا کیسا بلند تصوّر ہے کہ وہ جان بچانے کے لیے بیوی کی عصمت قربان کرنے پر راضی ہوجائے؟ اور یہ کس قدر معقول ہے کہ زبردستی طلاق دلوائے جانے کے اندیشے سے بیوی کو بہن کہہ کر

---

(۱) اگرچہ بائیبل کی کتاب پیدائش کا بیان ہے کہ مصر کے سفر کے وقت حضرت سارہ کی یہ عمر تھی، لیکن قرآن و حدیث سے بھی اسی کی تائید نکلتی ہے۔ ایک طرف حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی سفر کے موقع پر مصر کے بادشاہ نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم کی خدمت میں نذر کیا اور اُن سے حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔ دوسری طرف قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ جب والد ماجد کے ساتھ دوڑنے پھرنے کے قابل ہوگئے تو قربانی کا یادگار واقعہ پیش آیا اور اس سے متصل زمانے ہی میں حضرت ابراہیم کو حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی بشارت دی گئی، اور اس بشارت پر حضرت سارہ کو سخت اچنبھا ہوا، کیوں کہ وہ بہت بوڑھی (عجوزہ) تھیں۔ ان دونوں واقعات کے درمیان زیادہ سے زیادہ بارہ تیرہ سال کا فاصلہ ہوسکتا ہے۔ اب کیا یہ باور کیا جاسکتا ہے کہ ایک عجوزہ خاتون صرف دس بارہ سال پہلے ایسی حسین نوجوان تھی کہ مصر کا بادشاہ انہیں چھین لینے کے لیے بے چین ہوگیا؟

دوسرے کے حوالے کر دیا جائے تا کہ وہ بے طلاق ہی اس سے استفادہ کر لے؟ اور یہ کتنی دل لگتی بات ہے کہ بادشاہ بھائی کو تو بہن کا شوہر ہونے کے لیے زیادہ حق دار مان لے گا مگر خود شوہر کو شوہر ہونے کے لیے حق دار نہ مانے گا؟ اس طرح کی لاطائل سخن سازیوں سے ایک مہمل بات ٹھیک بٹھانے کی کوشش کرنے سے کیا یہ مان لینا زیادہ بہتر نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے ہرگز یہ بات نہ فرمائی ہوگی اور کسی غلط فہمی کی بنا پر یہ قصہ غلط طریقے سے نقل ہو گیا ہے۔

بعض حضرات اس موقع پر یہ خدشہ ظاہر کرتے ہیں کہ اگر اس طرح کے دلائل سے محدثین کی چھانی پھٹکی ہوئی ایک صحیح السند روایت کے مضمون کو مشکوک ٹھہرا دیا جائے تو پھر ساری ہی حدیثیں مشکوک قرار پا جائیں گی۔ لیکن یہ خدشہ اس لیے بے بنیاد ہے کہ متن کی صحت میں شک ہر روایت کے معاملے میں نہیں ہو سکتا، بلکہ صرف کسی ایسی روایت ہی میں ہو سکتا ہے جس میں کوئی بہت ہی نامناسب بات نبی ﷺ کی طرف منسوب ہوئی ہو اور وہ کسی توجیہ سے بھی ٹھیک نہ بیٹھتی ہو۔ اس طرح کی بعض روایتوں کے متن کو مشکوک ٹھہرانے سے آخر ساری روایتیں کیوں مشکوک ہو جائیں گی؟ پھر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ جن نامناسب باتوں کی کوئی معقول توجیہ ممکن نہ ہو ان کا نبی ﷺ کی طرف منسوب ہونا زیادہ خطرناک ہے؟ یا یہ مان لینا کہ محدثین کی چھان پھٹک میں بعض کوتاہیاں رہ گئی ہیں یا یہ کہ بعض ثقہ راویوں سے بھی نقل روایات میں کچھ غلطیاں ہو گئی ہیں؟ بتائیے، ایک صاحبِ ایمان آدمی ان دونوں باتوں میں سے کس بات کو قبول کرنا زیادہ پسند کرے گا؟۔

(رسائل و مسائل حصہ سوم، تفسیر آیات و توضیح احادیث، حضرت ابراہیمؑ اور کذبات ثلاثہ)

گرگٹ کے آگ پر پھونکنے کا قصّہ

۸۲- اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَلْوَزَغُ الْفُوَیْسِقُ وَلَمْ اَسْمَعْهُ اَمَرَ بِقَتْلِهٖ۔ (رواہ البخاری عن عائشہؓ)

"نبی ﷺ نے وزغ کو فویسق (موذی) فرمایا مگر میں نے نہیں سنا کہ آپؐ نے اسے مار ڈالنے کا بھی حکم دیا ہو۔"

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، ثنی یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، یُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِلْوَزَغِ الْفُوَیْسِقُ وَلَمْ اَسْمَعْهُ اَمَرَ بِقَتْلِهٖ، وَ زَعَمَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمَرَ بِقَتْلِهٖ۔ (٤)

ترجمہ: عُروہ نے حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے وزغ کو فویسق (موذی) فرمایا مگر میں نے نہیں سنا کہ آپؐ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم دیا ہو۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا خیال ہے کہ نبی کریمؐ نے اس کو مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا یَحْیَ بْنُ یَحْیٰ، قَالَ: اَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سُهَیْلٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِیْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ، فَلَهٗ كَذَا وَ كَذَا حَسَنَةً، وَ مَنْ قَتَلَهَا فِی الضَّرْبَةِ الثَّانِیَةِ، فَلَهٗ كَذَا وَ كَذَا حَسَنَةً لِدُوْنِ الْاُوْلٰی، وَ اِنْ قَتَلَهَا فِی الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ فَلَهٗ كَذَا وَ كَذَا حَسَنَةً لِدُوْنِ الثَّانِیَةِ۔ (٥)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کسی نے وزغ کو پہلی ضرب سے مار دیا اس کے

لیے یہ یہ نیکی ہے اور جس نے دوسری ضرب سے مارا اس کے لیے فلاں فلاں نیکی ہے پہلی سے کم اور اگر اس نے تیسری ضرب میں مارا تو اس کے لیے ایسی ایسی نیکی ہے دوسری سے کم۔

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى اَوِ ابْنُ سَلَامٍ عَنْهُ ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ، وَ قَالَ، وَكَانَ يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ (٦)

ترجمہ: اُمِّ شریک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وزغ کے مارنے کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر (آگ کو بھڑکانے کے لیے) پھونکیں مارتا تھا۔

ابنِ ماجہ میں یہ روایت قدرے تفصیل سے منقول ہوئی ہے:

﴿۴﴾ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سَائِبَةَ مَوْلَاةِ الْفَاكِهَةِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ اَنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰى عَائِشَةَ، فَرَأَتْ فِيْ بَيْتِهَا رُمْحًا مَوْضُوْعًا، فَقَالَتْ: يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ، مَا تَصْنَعِيْنَ بِهٰذَا؟ قَالَتْ: نَقْتُلُ بِهٖ هٰذِهِ الْاَوْزَاغَ، فَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ اَخْبَرَنَا اَنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَمَّا اُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَلَمْ تَكُنْ فِي الْاَرْضِ دَابَّةٌ اِلَّا اَطْفَأَتِ النَّارَ غَيْرُ الْوَزَغِ، فَاِنَّهَا كَانَتْ تَنْفُخُ عَلَيْهِ، فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِقَتْلِهٖ۔ (٧)

ترجمہ: فاکہہ بن مغیرہ کی آزاد کردہ لونڈی سائبہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئی ان کے حجرے میں ایک نیزہ رکھا ہوا دیکھا تو اس نے پوچھا اے ام المؤمنین اس کے ساتھ آپ کیا کرتی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا اس کے ساتھ ہم اوزاغ کو مارتے ہیں کیوں کہ نبی ﷺ نے ہمیں خبر دی کہ حضرت ابراہیمؑ کو جب آگ میں ڈالا گیا تو وزغ کے علاوہ روئے زمین میں کوئی جانور ایسا نہیں تھا جو آگ کو نہ بجھاتا تھا مگر یہ حضرت ابراہیمؑ پر آگ بھڑکانے کے لیے پھونکیں مارتا تھا۔ اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اسے مار ڈالنے کا حکم دیا۔

تشریح: یہ حدیث بخاری **کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم غنم یتّبع بھا شعف الجبال**، اور **کتاب احادیث الانبیاء، باب ما قال اللّٰہ تعالٰی و اتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلاً** میں آئی ہے۔ اس مضمون کی تمام احادیث کو جمع کرنے سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے "وزغ" (گرگٹ) کو موذی جانوروں میں سے قرار دیا تھا[1]

اور بعض روایات کی رُو سے یہ بھی فرمایا تھا کہ دوسرے موذی جانوروں کی طرح اسے بھی مار دیا جائے۔ چناں چہ حضرت عائشہؓ کی صحیح ترین روایت جو بخاری میں آئی ہے گزر چکی ہے۔ دوسری ایک روایت جو مسند احمد اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، اس میں مار دینے کا بھی ذکر ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر آگ پھونکنے کا بھی۔ مگر جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے **والّذی فی الصحیح اصحّ** یعنی صحیح بخاری والی روایت ہی زیادہ صحیح ہے۔

---

(۱) حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے چند جانوروں کو فواسق (موذی) قرار دے کر فرمایا تھا کہ انہیں حرم میں اور حالتِ احرام میں مار دینے کی بھی اجازت ہے۔ بچھو، باؤلا کتا اور چوہا بھی ان میں شامل ہے۔

پھر بخاری کی اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ **و زعم سعد بن ابی وقّاص ان النبی ﷺ امر بقتله** ''یعنی سعد بن ابی وقّاص کا دعویٰ یہ تھا کہ حضورؐ نے اسے مار ڈالنے کا حکم دیا'' لیکن اس روایت میں تصریح نہیں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقّاص نے یہ بات کس سے سنی، دار قطنی میں یہ روایت اس طرح ہے کہ عن ابن شہاب عن سعد بن ابی وقاص۔ مگر ابن شہاب نے حضرت سعدؓ کو نہیں دیکھا۔ اس لیے یہ روایت منقطع ہے۔

آخر میں اُمِ شریک کی روایت آتی ہے جس میں مار ڈالنے کے حکم کی بھی تصریح ہے اور اس کی وجہ کی بھی کہ یہ جانور حضرت ابراہیمؑ پر آگ پھونکتا تھا ممکن ہے اس میں دو چیزیں خلط ملط ہوگئی ہوں۔ ایک اس جانور کا موذی ہونا جو صحیح ترین روایت کی رُو سے حضورؐ نے فرمایا تھا۔ دوسرے اس کے بارے میں آگ پھونکنے کا وہ قصہ جو عوام میں مشہور تھا۔ تاہم اگر صحیح بات وہی ہو جو ام شریک والی روایت میں آئی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ گرگٹ کی پوری نسل کو اس لیے مار ڈالا جائے کہ اس کے ایک فرد نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر آگ بھڑکائی تھی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک موذی جانور ہے اور اس کو دوسرے موذی جانوروں کی طرح انسان سے دشمنی ہے۔ چناں چہ سارے جانوروں میں سے یہی وہ جانور تھا کہ جب ابراہیم علیہ السّلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اس نے اس آگ کو پھونکنے کی کوشش کی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ گرگٹ کی پھونک میں آگ بھڑکانے کی طاقت کہاں سے آئی ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں سرے سے یہ کہا ہی نہیں گیا ہے کہ وہ آگ اس کے بھڑکانے سے بھڑکی تھی۔ (رسائل و مسائل حصہ دوم تفسیر آیات و تاویل احادیث، چند احادیث پر اعتراض...)

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا ختنہ

۸۳– حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ ختنہ کرو تو انھوں نے (بڑھئی کے کام کا ایک آلہ) لے کر ختنہ کر لیا۔

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِيُّ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ النَّبِيُّ ﷺ وَ هُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً بِالْقَدُوْمِ۔ (۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیمؑ نبی نے بڑھئی کے کام کے ایک آلہ سے اسی برس کی عمر میں اپنا ختنہ خود کر لیا۔

〈۲〉 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ اِسْحَاقَ الْبَغَوِيُّ بِبَغْدَادَ، ثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُكَرَّمٍ الْبَزَّازُ، ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، انبأ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يَحْیَ بْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ ﷺ بَعْدَ عِشْرِيْنَ وَ مِائَةِ سَنَةٍ بِالْقَدُوْمِ، وَ مَاتَ وَ هُوَ ابْنُ مِائَتَیْ سَنَةٍ۔ (۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک سو بیس برس کی عمر کے بعد بڑھئی کے کام کے آلہ (قدوم) سے اپنا ختنہ خود کیا۔ اور وفات جب پائی تو اس وقت ان کی عمر دو سو برس کی تھی۔

---

(۱) بخاری کتاب العقیقۃ میں یہ روایت نہیں ملی۔ (مرتب)

تشریح: اس معنی کی روایات بخاری کی کتاب الانبیاء، کتاب الاستیذان اور کتاب العقیقہ[1] میں موجود ہیں مگر ہر جگہ اختتن کے الفاظ ہیں جو صریح طور پر اس مفہوم کے محتمل ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ختنے خود اپنے ہاتھ سے کر لیے اور جب کہ یہ کام ایک شخص خود بھی کر سکتا ہے تو آخر کیوں یہ معنی لیے جائیں کہ ۸۰ برس کی عمر کے شخص نے جراح کو بلا کر یہ کام کروایا ہوگا۔ پھر مسند ابی یعلیٰ کی روایت میں اس کی جو تفصیل آئی ہے وہ بالکل بات واضح کر دیتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کام خود کر لیا تھا۔ اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو جب اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ ختنہ کرو تو انہوں نے (بڑھئی کے کام کا ایک آلہ) لے کر ختنہ کر لیا۔ اس سے اُن کو سخت تکلیف ہوئی۔ اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ ابراہیمؑ تم نے جلدی کی۔ ورنہ ہم تمہیں خود اس کا آلہ بتا دیتے۔ انہوں نے عرض کیا، اے رب، میں نے پسند نہ کیا کہ تیرے حکم کی تعمیل میں دیر کروں۔ (فتح الباری ج ۶/ ۲۴۵) (رسائل و مسائل حصہ دوم تفسیر آیات و تاویل احادیث، چند احادیث پر...)

حضرت یوسفؑ کے بارے میں آپؐ کا ارشاد

۸۴- نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر یوسف علیہ السلام نے وہ بات نہ کہی ہوتی جو انہوں نے کہی تو وہ قید میں کئی سال نہ پڑے رہتے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا ابْنُ وَكِيعٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوعًا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَوْ لَمْ يَقُلْ يعنى يُوسُفُ الْكَلِمَةَ الَّتِي قَالَ، مَا لَبِثَ فِي السِّجْنِ طُولَ مَا لَبِثَ حَيْثُ يَبْتَغِي الْفَرَجَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ۔ (۱۰)

تشریح: علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جتنے طریقوں سے روایت کی گئی ہے وہ سب ضعیف ہیں۔ بعض طریقوں سے یہ مرفوعاً روایت کی گئی ہے اور ان میں سفیان بن وکیع اور ابراہیم ابن یزید راوی ہیں جو دونوں ناقابل اعتماد ہیں۔ اور بعض طریقوں سے یہ مرسلاً روایت ہوئی ہے اور ایسے معاملات میں مرسلات کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ بریں درایت کے اعتبار سے بھی یہ بات باور کرنے کے قابل نہیں ہے کہ ایک مظلوم شخص کا اپنی رہائی کے لیے دنیوی تدبیر کرنا خدا سے غفلت اور توکل کے فقدان کی دلیل قرار دیا گیا ہوگا۔ (تفہیم القرآن، ج ۲، یوسف، حاشیہ: ۳۵)

حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ کا واقعہ

۸۵- ''حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے (ایک قصے میں) موسیٰؑ سے مراد حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو بتایا ہے۔''

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ، قَالَ: ثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: ثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ يعنى ابْنَ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ ابْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوسَى، قَالَ

ابْنُ عَبَّاسٍ: هُوَ خَضِرٌ، فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: اِنِّي تَمَارَيْتُ اَنَا وَ صَاحِبِي هٰذَا فِي صَاحِبِ مُوسٰى الَّذِي سَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ اِلٰى لُقِيِّهِ، هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَذْكُرُ شَانَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: بَيْنَمَا مُوسٰى فِي مَلَاءٍ مِّنْ بَنِي اِسْرَائِيلَ، اِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمُ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ مُوسٰى: لَا، فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى مُوسٰى، بَلٰى، عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَأَلَ مُوسٰى السَّبِيلَ اِلَيْهِ، فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْحُوتَ اٰيَةً، وَ قِيلَ لَهُ: اِذَا فَقَدْتَّ الْحُوتَ، فَارْجِعْ، فَاِنَّكَ سَتَلْقَاهُ، فَكَانَ يَتْبَعُ اَثَرَ الْحُوتِ فِي الْبَحْرِ، فَقَالَ لِمُوسٰى فَتَاهُ اَرَأَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ، فَاِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا اَنْسَانِيهِ اِلَّا الشَّيْطَانُ اَنْ اَذْكُرَ، قَالَ: ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا، فَوَجَدَا(۱) خَضِرًا، فَكَانَ مِنْ شَانِهِمَا مَا قَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي كِتَابِهِ۔ (۱۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابن عباس اور حر بن قیس فزاری نے صاحب موسیٰؑ کے بارے میں اختلاف کیا۔ ابن عباس کی رائے میں وہ خضر ہیں اسی اثناء میں ابی بن کعب ان دونوں کے پاس سے گزرے تو ابن عباس نے انہیں بلالیا اور کہا کہ میرے اور میرے ساتھی حر بن قیس کے درمیان صاحب موسیٰ کے بارے میں جس سے ملاقات کے لیے موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے راستہ پوچھا تھا اختلاف رائے پیدا ہوگیا ہے۔ کیا آپ نے نبی ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک موقع پر موسیٰ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تشریف فرماتھے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ کیا آپ کے علم میں ایسا کوئی شخص بھی ہے جو آپ سے زیادہ صاحبِ علم ہو (عالم ہو) موسیٰؑ نے فرمایا ایسا کوئی آدمی میرے علم میں تو نہیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیج کر بتایا کہ ہاں ہمارا بندہ خضر ایسا ہے جو تم سے زیادہ صاحبِ علم ہے۔ تو حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے ان سے ملاقات کرنے کا راستہ دریافت کیا۔ اللہ نے مچھلی کو ان کے لیے نشانی قرار دیا اور ان سے کہہ دیا گیا کہ جب مچھلی کو گم پاؤ (آگے بڑھ جانے کی صورت میں) واپس لوٹ آنا ان سے تمہاری ملاقات ضرور ہو جائے گی۔ پس موسیٰؑ مچھلی کے دریا میں نشانات کا سارے راستہ میں انتظار کرتے رہے۔ ایک مقام پر پہنچ کر خادم موسیٰؑ نے عرض کیا کہ کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا جب کہ ہم فلاں پتھر کے پاس بیٹھے تھے تو اس وقت میں مچھلی کو بھول گیا۔ اور مجھے اس کا یاد رکھنا شیطان ہی نے بھلایا۔ موسیٰؑ نے فرمایا کہ وہ یہی مقام ہے جس کی تلاش ہمیں مطلوب ہے لہٰذا وہ دونوں اپنے نقش ہائے قدم پر واپس لوٹے، تب انہوں نے خضر کو پایا۔ ان دونوں کی حالت وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

تشریح: قرآن کی سورۃ الکھف میں حضرت موسیٰؑ کے بارے میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ جب موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا

---

(۱) **حدثنا محمد بن سعید بن الاصبهانی، ثنا ابن المبارک عن معمر، عن همام بن منبه عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال: انما سمی الخضر لانه جلس علی فروة بیضاء فاذا هی تهتز من خلفه خضراء۔**

☆ بخاری ج۱/ ۴۸۳، کتاب الانبیاء باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیہما السلام۔

تھا کہ ”میں اپنا سفر ختم نہ کروں گا جب تک کہ دونوں دریاؤں کے سنگم پر نہ پہنچ جاؤں، ورنہ میں ایک زمانۂ دراز تک چلتا ہی رہوں گا“ پس جب وہ ان کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی سے غافل ہوگئے اور وہ نکل کر اس طرح دریا میں چلی گئی جیسے کہ کوئی سرنگ لگی ہو۔ آگے جا کر موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا ”لاؤ ہمارا ناشتہ، آج کے سفر میں تو ہم بری طرح تھک گئے ہیں“ خادم نے کہا کہ ”آپ نے دیکھا نہیں کہ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے اس وقت کیا ماجرا پیش آیا؟ مجھے مچھلی کا خیال نہ رہا اور شیطان نے مجھ کو ایسا غافل کر دیا کہ میں اس کا ذکر (آپ سے کرنا) بھول گیا، مچھلی تو عجیب طریقے سے نکل کر دریا میں چلی گئی“ موسیٰؑ نے کہا ”یہی تو ہم چاہتے تھے“ چناں چہ وہ دونوں اپنے نقش قدم پر پھر واپس ہوئے اور وہاں انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا۔

بائیبل اس واقعے کے بارے میں بالکل خاموش ہے البتہ تلمود میں اس کا ذکر موجود ہے، مگر وہ اسے حضرت موسیٰؑ کے بجائے ربی یہوحانان بن لاوی کی طرف منسوب کرتی ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ ربی مذکور کو یہ واقعہ حضرت الیاسؑ کے ساتھ پیش آیا تھا جو دنیا سے زندہ اٹھائے جانے کے بعد فرشتوں میں شامل کر لیے گئے ہیں اور دنیا کے انتظام پر مامور ہیں۔ (The Talmud Selections By H Polano. PP313-16) ممکن ہے کہ خروج سے پہلے کے بہت سے واقعات کی طرح یہ واقعہ بھی بنی اسرائیل کے ہاں اپنی صحیح صورت میں محفوظ نہ رہا ہو اور صدیوں بعد انہوں نے قصّے کی کڑیاں کہیں سے کہیں جا کر جوڑ دی ہوں۔ تلمود کی اسی روایت سے متاثر ہو کر مسلمانوں میں سے بعض لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ قرآن میں اس مقام پر موسیٰ سے مراد حضرت موسیٰؑ نہیں بلکہ کوئی اور موسیٰ ہیں لیکن نہ تو تلمود کی ہر روایت لازماً صحیح تاریخ قرار دی جاسکتی ہے، نہ ہمارے لیے یہ گمان کرنے کی کوئی معقول وجہ ہے کہ قرآن میں کسی اور مجہول الحال موسیٰ کا ذکر اس طریقے سے کیا گیا ہوگا (اور پھر حدیث بالا کے بعد) تو کسی مسلمان کے لیے تلمود کا بیان لائق التفات نہیں رہتا۔ (تفہیم القرآن، ج ۳، الکہف حاشیہ: ۵۷)

اس لیے ان لوگوں کے اقوال کسی التفات کے مستحق نہیں ہیں جو اسرائیلی روایات سے متاثر ہو کر حضرت الیاسؑ کی طرف اس قصے کو منسوب کرتے ہیں۔ ان کا یہ قول نہ صرف اس بنا پر غلط ہے کہ نبی ﷺ کے ارشاد سے متصادم ہوتا ہے، بلکہ اس بنا پر بھی سراسر لغو ہے کہ حضرت الیاسؑ حضرت موسیٰؑ کے کئی سو برس بعد پیدا ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کے خادم کا نام بھی قرآن میں نہیں بتایا گیا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۳، الکہف، حاشیہ: ۵۹)

۸۶– حضورؐ نے فرمایا کہ ”وہاں انہوں نے ایک مرد کو پایا۔“

”بعض روایات میں بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے خادم حضرت یوشع بن نون تھے جو بعد میں حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ ہوئے اور انہیں ایک بندہ ملا جس کا نام معتبر احادیث میں خضر بتایا گیا ہے۔“

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِیُّ، قَالَ: ثَنَا سُفْیَانُ، قَالَ: ثَنَا عَمْرٌو، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: اَنَّ نَوْفًا الْبَکَالِیَّ یَزْعُمُ اَنَّ مُوْسٰی لَیْسَ مُوْسٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ، اِنَّمَا ھُوَ مُوْسٰی اٰخَرَ فَقَالَ: کَذَبَ عَدُوُّ اللّٰہِ، حَدَّثَنَا اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: قَامَ مُوْسَی النَّبِیُّ خَطِیْبًا فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ، فَسُئِلَ اَیُّ النَّاسِ اَعْلَمُ؟

فَقَالَ: اَنَا، فَعَتَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِ اِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَيْهِ، فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِیْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْکَ، قَالَ: يَا رَبِّ، وَ كَيْفَ بِهٖ، فَقِيْلَ لَهٗ احْمِلْ حُوْتًا فِیْ مِكْتَلٍ، فَاِذَا فَقَدْتَّهٗ فَهُوَ ثَمَّ، فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهٗ بِفَتَاهُ يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ، وَ حَمَلَا حُوْتًا فِیْ مِكْتَلٍ حَتّٰى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ، وَضَعَا رُؤُسَهُمَا، فَنَامَا، فَانْسَلَّ الْحُوْتُ مِنَ الْمِكْتَلِ، فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا، وَكَانَ لِمُوْسٰى وَفَتَاهُ عَجَبًا، فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَ يَوْمِهِمَا، فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ: اٰتِنَا غَدَاءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا، وَلَمْ يَجِدْ مُوْسٰى مَسًّا مِنَ النَّصَبِ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِیْ اُمِرَ بِهٖ، فَقَالَ لَهٗ فَتَاهُ: اَرَأَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ، قَالَ مُوْسٰى: ذٰلِکَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا، فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَى الصَّخْرَةِ اِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ اَوْ قَالَ: تَسَجّٰى بِثَوْبِهٖ، فَسَلَّمَ مُوْسٰى فَقَالَ الْخَضِرُ: وَ اَنّٰى بِاَرْضِکَ السَّلَامُ؟ فَقَالَ: اَنَا مُوْسٰى فَقَالَ: مُوْسٰى بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِیْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا، قَالَ: اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِیَ صَبْرًا يَا مُوْسٰى اِنِّیْ اَعْلَمُ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ لَا تَعْلَمُهٗ اَنْتَ، وَ اَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ، عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ لَا اَعْلَمُهٗ، قَالَ: سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَلَا اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا، فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهَا سَفِيْنَةٌ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ، فَكَلَّمُوْهُمْ اَنْ يَحْمِلُوْهُمَا، فَعُرِفَ الْخَضِرُ، فَحَمَلُوْهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، فَجَاءَ عُصْفُوْرٌ، فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ، فَنَقَرَ نَقْرَةً اَوْ نَقْرَتَيْنِ فِی الْبَحْرِ، فَقَالَ الْخَضِرُ: يَا مُوْسٰى، مَا نَقَصَ عِلْمِیْ وَ عِلْمِکَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلَّا كَنَقْرَةِ هٰذِهِ الْعُصْفُوْرِ فِی الْبَحْرِ، فَعَمَدَ الْخَضِرُ اِلٰى لَوْحٍ مِنْ اَلْوَاحِ السَّفِيْنَةِ، فَنَزَعَهٗ فَقَالَ مُوْسٰى: قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، عَمَدْتَّ اِلٰى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا، قَالَ: اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِیَ صَبْرًا، قَالَ: لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا، قَالَ: فَكَانَتِ الْاُوْلٰى مِنْ مُوْسٰى نِسْيَانًا، فَانْطَلَقَا، فَاِذَا غُلَامٌ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ، فَاَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهٖ مِنْ اَعْلَاهُ، فَاقْتَلَعَ رَأْسَهٗ بِيَدِهٖ، فَقَالَ مُوْسٰى: اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ، قَالَ: اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِیَ صَبْرًا، قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: وَ هٰذَا اَوْكَدُ، فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا اَتَيَا اَهْلَ قَرْيَةٍ، اسْتَطْعَمَهَا اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُضَيِّفُوْهُمَا، فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ، قَالَ الْخَضِرُ: بِيَدِهٖ فَاَقَامَهٗ فَقَالَ لَهٗ مُوْسٰى لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا، قَالَ: هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِیْ وَ بَيْنِکَ، قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتّٰى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ اَمْرِهِمَا۔ (۱۲)

ترجمہ: سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ نوف بکالی کہتا ہے کہ خضر سے ملاقات کرنے والے موسیٰؑ، بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں تھے، وہ کوئی اور موسیٰ تھے، ابن عباسؓ نے کہا (اس) اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔ ہمیں اُبی بن کعب نے نبی ﷺ کے حوالہ سے بیان کیا ہے آپ نے فرمایا کہ موسیٰ نبی ایک روز بنی اسرائیل میں خطاب (خطبہ دینے) کے لیے کھڑے ہوئے تو ان سے استفسار کیا گیا کہ سب سے زیادہ صاحبِ علم کون ہے؟ انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا زیادہ علم میں رکھتا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی سرزنش کی (خفگی کا اظہار فرمایا) کہ انہوں نے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں نہ لوٹایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب وحی بھیجی کہ مجمع البحرین میں میرا ایک بندہ ہے وہ تم سے زیادہ عالم ہے۔ موسیٰؑ نے عرض کیا، الٰہی ان سے ملاقات کیسے ممکن ہے؟ جواب میں ان سے کہا گیا کہ زنبیل (ٹوکری) میں مچھلی رکھ لو اور مجمع البحرین کی جانب چل پڑو۔ جس مقام پر مچھلی کو گم پاؤ تو سمجھ لینا کہ وہ بندہ اسی جگہ ہے۔ چناں چہ موسیٰؑ چلے اور اپنے ساتھ اپنے خادم یوشع بن نون کو لے لیا۔ دونوں نے ایک مچھلی زنبیل میں رکھ لی۔ (چلتے رہے) کہ پتھر کے پاس پہنچ گئے۔ دونوں نے اس پتھر (چٹان) پر اپنے سر رکھے اور سو گئے۔ مچھلی نے ٹوکری سے نکل کر دریا میں سرنگ کی طرح راستہ بنا لیا۔ اس پر موسیٰؑ اور ان کے خادم کو تعجب ہوا اس کے بعد دونوں بقیہ رات اور دن چلتے رہے جب صبح ہوئی تو موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ۔ ہم نے اپنے اس سفر میں بلا شبہ مشقت و تھکاوٹ اٹھائی ہے۔ اور موسیٰؑ نے اس وقت تک یہ تکلیف محسوس نہیں کی جب تک کہ وہ اس مقام سے آگے نہ نکل گئے جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا (ان کے خادم نے دیکھا تو مچھلی غائب تھی) تب اس نے عرض کیا آپ کے علم میں ہے کہ جب ہم پتھر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے (مچھلی زنبیل سے نکل کر دریا میں سرنگ بناتی ہوئی داخل ہو گئی تھی) اور میں یہ واقعہ بیان کرنا بھول گیا تھا۔ موسیٰؑ نے فرمایا یہی وہ مقام ہے جس کی ہمیں تلاش تھی۔ پھر دونوں اپنے نقش ہائے قدم پر واپس لوٹے۔ جب اس پتھر کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک آدمی کپڑا اوڑھے ہوئے یا کہا کہ اس نے کپڑا اوڑھ لیا تھا، بیٹھا ہوا ہے۔ موسیٰؑ نے سلام کیا تو خضر نے کہا تیری زمین میں سلام کہاں؟ موسیٰؑ نے کہا: میں موسیٰ ہوں، پوچھا بنی اسرائیل کے موسیٰؑ؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ موسیٰؑ نے کہا کیا میں اس (امید) پر آپ کے ہمراہ رہوں کہ جو کچھ ہدایت آپ کو سکھائی گئی ہے وہ مجھے بھی سکھا دیں۔ خضر نے کہا میری رفاقت میں رہ کر تم میرے افعال پر ہرگز صبر نہ کر سکو گے، اے موسیٰؑ میں اللہ کے علم میں سے ایک ایسے علم کا زیادہ علم رکھتا ہوں جس کی تعلیم مجھے اللہ نے دی ہے، اس کا تمہیں علم نہیں، اور تم اللہ کے عطا کردہ ایسے علم پر حاوی ہو جس کا مجھے علم نہیں۔ موسیٰؑ نے فرمایا ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ میں کسی معاملے میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر وہ دونوں دریا کے کنارے کنارے چلے، ان کے پاس کوئی کچھ کشتی نہ تھی۔ اتنے میں ایک کشتی ان کے پاس سے گزری تو کشتی والوں سے انہوں نے کہا کہ ہمیں بھی اس میں بٹھا لو خضر کو پہچان لیا گیا۔ کشتی والوں نے انہیں بغیر کرایہ کے سوار کر لیا اسی اثنا میں ایک چڑیا آ کر کشتی کے کنارے بیٹھ گئی اور اس نے ایک یا دو چونچیں پانی میں ماریں اس پر خضر نے کہا اے موسیٰؑ میرے اور آپ کے علم نے اللہ کے علم میں سے اس چڑیا کی چونچ کی بقدر بھی کم نہیں کیا۔ پھر خضر کشتی کے تختوں میں سے ایک تختے کی جانب متوجہ ہوا اور اسے اپنی جگہ سے اکھاڑ دیا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ ان حضرات نے تو ہمیں بغیر کرایہ لیے کشتی میں سوار کر لیا اور تم نے ان کی کشتی میں شگاف ڈال دیا تاکہ کشتی میں سوار سب لوگوں کو غرق کر دیں۔ خضر نے جواب دیا کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر میرے افعال پر صبر نہ کر سکو گے۔ موسیٰؑ نے کہا میری بھول چوک پر مجھ سے مؤاخذہ نہ کریں اور میرے معاملے کی وجہ سے مجھ پر تنگی نہ کریں۔

راوی کا بیان ہے پہلی مرتبہ موسیٰؑ نے بھول کر یہ اعتراض کیا ہوگا۔ پھر کشتی سے اتر کر پیدل چلے تو اچانک ایک لڑکے کو جو دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا خضر نے اس کا سر اوپر سے پکڑ کر اپنے ہاتھ سے اسے تن سے جدا کر دیا۔ اس پر موسیٰؑ نے کہا تم نے بلا وجہ ایک بے گناہ بچے کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ خضر نے جواب دیا کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میری مصاحبت میں رہ کر میرے افعال پر صبر نہ کر سکو گے۔ ابن عیینہ کا بیان ہے کہ (پہلے سے) یہ زیادہ پختہ ہے پھر دونوں آگے روانہ ہوئے اور ایک گاؤں والوں کے ہاں پہنچے ان سے کھانا طلب کیا مگر ان لوگوں نے مہمان نوازی سے صاف انکار کر دیا۔ وہاں انہوں نے ایک دیوار ایسی دیکھی جو گرا چاہتی تھی، خضر نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں کے سہارے سیدھا کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس کا معاوضہ لے سکتے تھے۔ اس کے بعد خضر نے کہا بس اب میرے اور تمہارے مابین جدائی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ موسیٰؑ پر رحم فرمائے ہماری خواہش تھی کہ موسیٰؑ صبر سے کام لیتے تو اللہ تعالیٰ پورا قصہ ہم سے بیان فرما دیتے۔

تشریح: قرآن و حدیث میں اس سلسلے میں جو الفاظ آئے ہیں ان سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ خضر ضرور انسان تھے یا کوئی اور مخلوق۔ قرآن میں ''عبد'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور حدیث میں رجل کا لفظ ہے یہ الفاظ اس بندے کے انسان ہونے کو مستلزم نہیں ہیں۔ پھر کسی حدیث میں نبیؐ سے بھی کوئی ایسا ارشاد منقول نہیں ہے جس میں صراحت کے ساتھ حضرت خضر کو نوعِ انسانی کا ایک فرد قرار دیا گیا ہو۔ اس باب میں مستند ترین روایات وہ ہیں جو سعید بن جبیر، عن ابن عباس، عن ابی بن کعب، عن رسول اللہ ﷺ کی سند سے ائمہ حدیث کو پہنچی ہیں۔ ان میں حضرت خَضِر کے لیے صرف رَجُل کا لفظ آیا ہے، جو اگر چہ مرد انسانوں کے لیے استعمال ہوتا ہے مگر انسانوں کے لیے مخصوص نہیں ہے چناں چہ خود قرآن میں یہ لفظ جنوں کے لیے مستعمل ہو چکا ہے جیسا کہ سورۂ جن میں ارشاد ہوا ہے **وَ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ** (آیت:٦) نیز یہ ظاہر ہے کہ جن یا فرشتہ یا کوئی اور غیر مرئی وجود جب انسانوں کے سامنے آئے گا تو انسانی شکل ہی میں آئے گا، اور اس حالت میں اس کو بشر یا انسان ہی کہا جائے گا حضرت مریم کے سامنے جب فرشتہ آیا تھا تو قرآن اس واقعہ کو یوں بیان کرتا کہ **فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا** (مریم:١٧) نبیؐ کا ارشاد بالا حضرت خضر کے انسان ہونے پر صریح دلالت نہیں کرتا۔ اس کے بعد ہمارے لیے اس پیچیدگی کو رفع کرنے کی صرف یہی ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم ''خضر'' کو انسان نہ مانیں بلکہ فرشتوں میں سے، یا اللہ کی کسی اور ایسی مخلوق میں سے سمجھیں جو شرائع کی مکلّف نہیں ہے بلکہ کارگاہ مشیت کی کارکن ہے۔ متقدمین میں سے بھی بعض لوگوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے جسے ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ماوَردی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۳، الکہف حاشیہ:٦٠)

۸۷- (حضورؐ نے فرمایا کہ) قَضٰى مُوْسٰى اَتَمَّ الْاَجَلَيْنِ وَ اَطْيَبَهُمَا عَشْرَ سِنِيْنَ۔

''موسیٰ علیہ السّلام نے دونوں مدتوں میں سے وہ مدت پوری کی جو زیادہ کامل اور ان کے خسر کے لیے زیادہ خوشگوار تھی یعنی دس سال۔''

تخریج:〈ا〉 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ، ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، ثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ، عَنْ سَالِمِ الْاَفْطَسِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَاَلَنِیْ يَهُوْدِیٌّ مِنْ اَهْلِ الْحِيْرَةِ اَیَّ

الْاَجَلَیْنِ قَضٰی مُوْسٰی؟ قُلْتُ: لَا اَدْرِیْ حَتّٰی اَقْدُمَ عَلٰی حِبْرِ الْعَرَبِ، فَاَسْأَلَهٗ، فَقَدِمْتُ، فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: قَضٰی اَكْثَرَهُمَا وَ اَطْیَبَهُمَا، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا قَالَ فَعَلَ۔ (۱۳)

ترجمہ: سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حیرہ کے ایک یہودی باشندے نے مجھ سے سوال کیا کہ موسیٰؑ نے دونوں مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی تھی۔ میں نے کہا مجھے اس کا علم نہیں تاوقتیکہ میں عالمِ عرب کے پاس نہ جاؤں اور ان سے اس کے متعلق دریافت نہ کروں، چناں چہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے ابن عباسؓ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا موسیٰ علیہ السّلام نے دونوں میں سے وہ مدت پوری کی جو زیادہ کامل اور ان کے لیے زیادہ خوشگوار تھی (دس سال) اللہ کے رسول جب کہتے ہیں تو اسے کرتے بھی ہیں۔

﴿۲﴾ اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدُوْیَه مِنْ طَرِیْقِ عَلِیِّ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ اَبِیْ هَارُوْنَ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ، اَنَّ رَجُلًا سَأَلَهٗ اَیَّ الْاَجَلَیْنِ قَضٰی مُوْسٰی؟ فَقَالَ لَا اَدْرِیْ حَتّٰی اَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ: لَا اَدْرِیْ حَتّٰی اَسْأَلَ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ، فَسَأَلَ جِبْرِیْلَ، فَقَالَ: لَا اَدْرِیْ حَتّٰی اَسْأَلَ مِیْكَائِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ، فَسَأَلَ مِیْكَائِیْلَ، فَقَالَ: لَا اَدْرِیْ حَتّٰی اَسْأَلَ الرَّفِیْعَ فَسَأَلَ الرَّفِیْعَ، فَقَالَ:لَا اَدْرِیْ حَتّٰی اَسْأَلَ اِسْرَافِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ، فَسَأَلَ اِسْرَافِیْلَ۔ فَقَالَ: لَا اَدْرِیْ حَتّٰی اَسْأَلَ ذَا الْعِزَّةِ جَلَّ جَلَالُهٗ، فَنَادٰی اِسْرَافِیْلُ بِصَوْتِهِ الْاَشَدِّ: یَا ذَا الْعِزَّةِ۔ اَیَّ الْاَجَلَیْنِ قَضٰی مُوْسٰی؟ قَالَ: اَتَمَّ الْاَجَلَیْنِ وَ اَطْیَبَهُمَا عَشْرَ سِنِیْنَ– قَالَ: عَلِیُّ بْنُ عَاصِمٍ، فَكَانَ اَبُوْ هَارُوْنَ۔ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ یَقُوْلُ: حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ عَنْ جِبْرِیْلَ، عَنْ مِیْكَائِیْلَ، عَنِ الرَّفِیْعِ، عَنْ اِسْرَافِیْلَ، عَنْ ذِی الْعِزَّةِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی اَنَّ مُوْسٰی قَضٰی اَتَمَّ الْاَجَلَیْنِ وَ اَطْیَبَهُمَا عَشْرَ سِنِیْنَ۔ (۱۴)

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان سے دریافت کیا کہ موسیٰؑ نے دونوں مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی تھی۔ انہوں نے کہا میں جب تک جبریلؑ سے نہ پوچھ لوں اس وقت تک کچھ نہیں بتا سکتا۔ انہوں نے جبریل سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں جب تک میکائیل سے نہ پوچھ لوں اس وقت تک کچھ نہیں بتا سکتا۔ میکائیل سے انہوں نے پوچھا تو میکائیل نے جواب دیا میں نہیں جانتا تاوقتیکہ میں رفیع سے پوچھ نہ لوں، چناں چہ میکائیل نے رفیع سے دریافت کیا۔ اس نے کہا مجھے بھی اس کا علم نہیں تاوقتیکہ میں اسرافیل سے نہ پوچھ لوں۔ اسرافیل سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ مجھے بھی اس کا علم نہیں جب تک کہ میں اللہ جل جلالہ سے نہ پوچھ لوں۔ پس پھر اسرافیل نے بآواز بلند پکارا اے عزت واقتدار کے مالک موسیٰؑ نے دونوں مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی ارشاد ہوا وہ مدت پوری کی جو دونوں میں کامل اور خوشگوار تھی۔

علی بن عاصم کا بیان ہے کہ ابو ہارون جب یہ حدیث بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ مجھے یہ حدیث ابوسعید خدریؓ نے نبی ﷺ سے۔ جبریل کے حوالہ، میکائیل سے، رفیع سے اور اسرافیل سے صاحب عزہ (اللہ تعالیٰ) سے بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰؑ نے دونوں مدتوں میں سے کامل اور خوشگوار مدت پوری کی (دس سال)

تشریح: حضرت حسن ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے آٹھ کے بجائے دس سال کی مدّت پوری کی تھی۔ (تفہیم القرآن، ج ۳، القصص، حاشیہ: ۴۰)

حضرت مریم کو ہارون کی بہن کہنے پر اعتراض کا جواب

۸۸- ''حضورؐ نے (حضرت مغیرہ سے) فرمایا کہ تم نے یہ جواب کیوں نہ دے دیا کہ بنی اسرائیل اپنے نام انبیاء اور صلحاء کے نام پر رکھتے تھے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نُمَیْرٍ، وَ اَبُوْ سَعِیْدِ الْاَشَجُّ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی الْعَنَزِیُّ وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَیْرٍ، قَالُوْا نَا ابْنُ اِدْرِیْسَ عَنْ اَبِیْہِ، عَنْ سِمَاکِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ وَائِلٍ، عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَ: لَمَّا قَدِمْتُ نَجْرَانَ سَأَلُوْنِیْ، فَقَالُوْا: اِنَّکُمْ تَقْرَؤُوْنَ یَا اُخْتَ ہَارُوْنَ وَ مُوْسٰی قَبْلَ عِیْسٰی بِکَذَا وَ کَذَا، فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ سَأَلْتُہٗ عَنْ ذٰلِکَ، فَقَالَ: اِنَّھُمْ کَانُوْا یُسَمُّوْنَ بِاَنْبِیَآئِھِمْ وَالصَّالِحِیْنَ قَبْلَھُمْ۔ (۱۵)

تشریح: مغیرہ بن شعبہ کی روایت میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ نجران کے عیسائیوں نے حضرت مغیرہ کے سامنے یہ اعتراض پیش کیا کہ قرآن میں حضرت مریم کو ہارون کی بہن کہا گیا ہے، حالاں کہ حضرت ہارون ان سے سینکڑوں برس پہلے گزر چکے تھے۔ حضرت مغیرہ ان کے اس اعتراض کا جواب نہ دے سکے اور انہوں نے آکر نبی ﷺ کے سامنے یہ ماجرا عرض کیا۔ اس پر حضورؐ نے (مندرجہ بالا الفاظ فرمائے) حضورؐ کے اس ارشاد سے صرف یہ بات نکلتی ہے کہ لاجواب ہونے کے بجائے یہ جواب دے کر اعتراض رفع کیا جاسکتا تھا۔

(قرآن میں **یا اُخت ھارون** فرمایا گیا ہے) اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ انہیں ظاہری معنی میں لیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ حضرت مریم کا کوئی بھائی ہارون نامی ہو۔ دوسرے یہ کہ عربی محاورے کے مطابق **اُخت ھارون** کے معنی ''ہارون کے خاندان کی لڑکی'' لیے جائیں۔ کیوں کہ عربی میں یہ ایک معروف طرزِ بیان ہے مثلاً قبیلہ مضر کے آدمی کو **یا اخا مضر** (اے مضر کے بھائی) اور قبیلۂ ہمدان کے آدمی کو **یا اخا ھمدان** (اے ہمدان کے بھائی) کہہ کر پکارتے ہیں۔ پہلے معنی کے حق میں دلیل ترجیح یہ ہے کہ بعض روایات میں خود نبیؐ سے یہ معنی منقول ہوئے ہیں اور دوسرے معنی کی تائید میں دلیل یہ ہے کہ موقع و محل اس معنی کا تقاضا کرتا ہے۔ کیوں کہ اس واقعہ سے قوم میں جو ہیجان برپا ہوا تھا اس کی وجہ بظاہر یہ نہیں معلوم ہوتی کہ ہارون نامی ایک گمنام شخص کی کنواری بہن گود میں بچہ لیے ہوئے آئی تھی، بلکہ جس چیز نے لوگوں کا ایک ہجوم

حضرت مریم کے گرد جمع کردیا تھا وہ یہی ہوسکتی تھی کہ بنی اسرائیل کے مقدس ترین گھرانے، خانوادۂ ہارون کی ایک لڑکی اس حالت میں پائی گئی۔ اگرچہ ایک حدیث مرفوع کی موجودگی میں کوئی دوسری تاویل اصولاً قابلِ لحاظ نہیں ہوسکتی۔ لیکن مسلم، نسائی اور ترمذی وغیرہ میں یہ حدیث جن الفاظ میں نقل ہوئی ہے اس سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ ان الفاظ کے معنی لازماً ہارون کی بہن ہی ہیں۔ (تفہیم القرآن، ج ۳، مریم حاشیہ:۱۹)

حضرت سلیمان علیہ السّلام

۸۹۔ ''مختلف احادیث میں سے کسی میں حضرت سلیمان کی بیویوں کی تعداد ۶۰ کسی میں ۷۰، کسی میں ۹۰، کسی میں ۹۹ اور کسی میں ۱۰۰ بیان کی گئی ہے۔''

تخریج: ﴿۱﴾ **حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، ثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ: لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَبْعِيْنَ امْرَأَةً تَحْمِلُ كُلُّ امْرَأَةٍ فَارِسًا، يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ: اِنْ شَآءَ اللّٰهُ، فَلَمْ يَقُلْ، فَلَمْ تَحْمِلْ شَيْئًا اِلَّا وَاحِدًا سَاقِطًا اَحَدَ شِقَّيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَوْ قَالَهَا، لَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔** (١٦)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن سلیمانؑ نے قسم کھائی کہ میں آج رات ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا۔ ہر ایک کو ایک شاہسوار اور مجاہد فی سبیل اللہ کا حمل ٹھہر جائے گا۔ ان کے ایک ساتھی نے کہا ان شاء اللہ کہیے۔ مگر سلیمانؑ نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ پس کوئی بھی حاملہ نہ ہوئی بجز ایک کے۔ مگر اس کے ہاں جس بچہ نے جنم لیا اس کی ایک جانب گری ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو سب بچے پیدا ہوکر فی سبیل اللہ جہاد کرتے۔

﴿۲﴾ **حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ: لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ بِمِائَةِ امْرَأَةٍ تَلِدُ كُلُّ امْرَأَةٍ غُلَامًا يُقَاتِلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَقَالَ لَهُ الْمَلَكُ: قُلْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ، فَلَمْ يَقُلْ، وَ نَسِیَ، فَاَطَافَ بِهِنَّ، وَلَمْ تَلِدْ مِنْهُنَّ اِلَّا امْرَأَةٌ نِصْفَ اِنْسَانٍ، قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: لَوْ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ، لَمْ يَحْنَثْ وَكَانَ اَرْجٰى لِحَاجَتِهٖ۔** (١٧)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ سلیمانؑ بن داؤد نے کہا کہ میں آج رات سو بیویوں کے پاس جاؤں گا۔ ہر بیوی ایسا بچہ جنم دے گی جو فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں) جہاد کرے گا، فرشتہ نے ان سے کہا ان شاء اللہ کہیے۔ مگر انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا اور کہنا بھول گئے۔ چناں چہ وہ رات کو سب بیویوں کے پاس گئے۔ ان میں سوائے ایک کے کسی نے بچہ نہیں جنا۔ جس نے جنا تھا وہ آدھا انسان تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا اگر سلیمانؑ ان شاء اللہ کہہ لیتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی اور حاجت پوری ہونے کی توقع بھی زیادہ ہوتی۔

﴿۳﴾ وَ قَالَ اللَّيْثُ: ثني جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ: لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى مِائَةِ امْرَأَةٍ اَوْ تِسْعٍ وَ تِسْعِيْنَ كُلُّهُنَّ تَأْتِيْ بِفَارِسٍ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ: قُلْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ، فَلَمْ يَقُلْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ، فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ اِلَّا امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ، جَآءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ۔ (۱۸)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ہرمز سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو رسول اللہ ﷺ سے یہ بیان فرماتے سنا ہے کہ سلیمانؑ بن داؤد علیہما السّلام نے ایک روز کہا کہ میں آج رات ایک سو یا کہا ننانوے بیویوں کے پاس جاؤں گا۔ وہ سب ایک ایک شاہسوار کو جنم دے گی جو راہِ خدا میں جہاد کرے گا تو ان کے ساتھی نے ان سے کہا ان شاء اللہ، مگر خود انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ ان میں سے صرف ایک حاملہ ہوئی اس نے بھی ادھورا بچہ جنم دیا۔ قسم ہے اس ذاتِ گرامی کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر سلیمانؑ ان شاء اللہ کہہ لیتے (تو سب کے ہاں مجاہد جنم لیتے) وہ سب بہادر و جانباز مجاہد ہوتے لازماً اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: قَالَ سُلَيْمَانُ: لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى تِسْعِيْنَ امْرَأَةً كُلُّهُنَّ تَأْتِيْ بِفَارِسٍ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ: قُلْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ، فَطَافَ عَلَيْهِنَّ جَمِيْعًا۔ فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ اِلَّا امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ، جَآءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ، وَ اَيْمُ الَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَوْ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ۔ (۱۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سلیمانؑ نے کہا کہ میں آج رات اپنی نوے بیویوں کے پاس جاؤں گا۔ سب ایک ایک مجاہد کو جنم دے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ اس موقع پر ان کے ساتھی نے کہا ان شاء اللہ کہیں مگر انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ اس رات وہ اپنی سب بیویوں کے پاس گئے مگر ان میں سے صرف ایک حاملہ ہوئی اور اس نے بھی ادھورا بچہ جنا۔ قسم ہے اس ذاتِ اقدس کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر وہ ان شاء اللہ کہہ لیتے (تو سب کے ہاں مجاہد بچے پیدا ہوتے) وہ سب شاہسوار و بہادر ہوتے اور لازماً اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔

﴿۵﴾ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حُجَيْرٍ، عَنْ طَاوٗسٍ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ سُلَيْمَانُ: لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ بِتِسْعِيْنَ امْرَأَةً، كُلٌّ تَلِدُ غُلَامًا، يُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ: قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِى الْمَلَكَ، قُلْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ، فَنَسِيَ، فَطَافَ بِهِنَّ، فَلَمْ تَأْتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ بِوَلَدٍ اِلَّا وَاحِدَةٌ بِشِقِّ غُلَامٍ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: يَرْوِيْهِ، لَوْ

قَالَ: اِنْ شَآءَ اللّٰہُ لَمْ یَحْنَثْ وَ کَانَ دَرَکًا لَہٗ فِیْ حَاجَتِہٖ، وَ قَالَ: مَرَّۃً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لَوِ اسْتَثْنٰی، قَالَ: وَ حَدَّثَنَا عَنِ الْاَعْرَجِ مِثْلَ حَدِیْثِ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔ (۲۰)

ترجمہ: طاؤس سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا کہ سلیمان علیہ السّلام نے کہا کہ میں ایک رات میں نوّے بیویوں میں سے ہر ایک کے پاس جاؤں گا۔ ہر ایک ایسا بچہ جنے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان کے ساتھی یعنی بقول سفیان فرشتے نے کہا کہ آپ ان شاء اللہ کہہ لیں۔ لیکن وہ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے اور اپنی تمام بیویوں کے پاس چلے گئے۔ ان میں سے کسی کے ہاں بچہ پیدا نہیں ہوا۔ بجز ایک کے، جس نے ادھورے نا تمام بچے کو جنم دیا۔ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ ان شاء اللہ کہہ لیتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی اور اپنی حاجت بھی پا لیتے۔ ایک بار انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ استثناء کرتے یعنی ان شاء اللہ کہہ لیتے (تو اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہو جاتے) اور ہمیں ابو الزناد نے اعرج کے واسطہ سے ابو ہریرہؓ کی طرح حدیث بیان کی۔

〈۶〉 حَدَّثَنِیْ اَبُو الرَّبِیْعِ الْعَتَکِیُّ، وَ اَبُوْ کَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ، فُضَیْلُ بْنُ حُسَیْنٍ، وَاللَّفْظُ لِاَبِی الرَّبِیْعِ، قَالَا: نَا حَمَّادٌ وَ ھُوَ ابْنُ زَیْدٍ، قَالَ: نَا اَیُّوْبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، قَالَ: کَانَ لِسُلَیْمَانَ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ سِتُّوْنَ امْرَاَۃً، فَقَالَ: لَاَطُوْفَنَّ عَلَیْھِنَّ اللَّیْلَۃَ فَتَحْمِلُ کُلُّ وَاحِدَۃٍ مِنْھُنَّ، فَتَلِدُ کُلُّ وَاحِدَۃٍ مِنْھُنَّ غُلَامًا فَارِسًا یُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْھُنَّ اِلَّا وَاحِدَۃٌ، فَوَلَدَتْ نِصْفَ اِنْسَانٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لَوْ کَانَ اسْتَثْنٰی، لَوَلَدَتْ کُلُّ وَاحِدَۃٍ مِنْھُنَّ غُلَامًا فَارِسًا یُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (۲۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کی ساٹھ بیویاں تھیں۔ ایک روز انہوں نے کہا کہ میں ان میں سے ہر ایک کے پاس جاؤں گا پس پھر ان میں سے ہر ایک حاملہ ہو جائے گی اور ہر ایک ایسا بہادر بچہ جنے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ مگر ان میں سے بجز ایک کے کسی نے بچہ نہ جنا اور وہ بھی آدھا انسان۔ نبی ﷺ نے فرمایا اور سلیمان علیہ السّلام استثناء کر لیتے یعنی ان شاء اللہ کہہ لیتے تو ان کی بیویوں میں سے ہر ایک ایسا بچہ جنم دیتی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا۔

〈۷〉 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِیْ عُمَرَ، قَالَا: نَا سُفْیَانُ، عَنْ ھِشَامِ بْنِ حُجَیْرٍ، عَنْ طَاءٗ وْسٍ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: قَالَ سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ نَبِیُّ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ: لَاَطِیْفَنَّ اللَّیْلَۃَ عَلٰی سَبْعِیْنَ امْرَاَۃً کُلُّھُنَّ تَاْتِیْ بِغُلَامٍ یُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، فَقَالَ لَہٗ صَاحِبُہٗ اَوِ الْمَلَکُ قُلْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ، فَلَمْ یَقُلْ وَ نَسِیَ، فَلَمْ تَاْتِ وَاحِدَۃٌ مِنْ نِّسَآئِہٖ اِلَّا وَاحِدَۃٌ، جَآءَ تْ بِشِقِّ غُلَامٍ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: وَ لَوْ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ لَمْ یَحْنَثْ، وَ کَانَ دَرَکًا لَہٗ فِیْ حَاجَتِہٖ۔ (۲۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا سلیمان علیہ السّلام نے کہا میں ایک رات میں اپنی ستر

بیویوں کے پاس جاؤں گا۔ ہر ایک ایسا جانباز بچہ جنے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان کے ساتھی نے یا فرشتہ نے کہا ان شاء اللہ کہہ لیں۔ مگر وہ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے، تو ان کی بیویوں میں سے بجز ایک کے کسی نے بچہ نہ جنا۔ وہ بھی ادھورا (ناتمام)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر سلیمان علیہ السّلام ان شاء اللہ کہہ لیتے تو حانث بھی نہ ہوتے اور اپنی حاجت بھی پوری کر لیتے۔

﴿۸﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ، قَالَ: اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاءُوْسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ: لَاَطِيْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَبْعِيْنَ امْرَاَةً تَلِدُ كُلُّ امْرَاَةٍ مِنْهُنَّ غُلَامًا يُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقِيْلَ لَهٗ: قُلْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ، فَلَمْ يَقُلْ، فَاطَافَ بِهِنَّ، فَلَمْ تَلِدْ مِنْهُنَّ اِلَّا امْرَاَةٌ وَاحِدَةٌ نِصْفَ اِنْسَانٍ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَوْ قَالَ: اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمْ يَحْنَثْ وَ كَانَ دَرَكًا لِحَاجَتِهٖ۔ (۲۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سلیمان بن داوٗد علیہما السّلام نے کہا میں ایک رات اپنی ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا۔ ان میں سے ہر ایک ایسا بہادر بچہ جنے گی جو اللہ کی راہ میں قتال کرے گا۔ ان سے کہا کہ آپ ان شاء اللہ کہہ لیں مگر انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا اور اپنی بیویوں کے پاس گئے۔ ان میں سے سوائے ایک کے کسی نے بچہ نہ جنا۔ اور جس نے جنا وہ بھی نصف انسان۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ ان شاء اللہ کہہ لیتے تو حانث بھی نہ ہوتے اور اپنی حاجت بھی پوری کر لیتے۔

تشریح: اس مضمون کی احادیث بخاری کتاب الانبیاء، کتاب الجہاد، اور کتاب الایمان والنذور میں موجود ہیں۔ اور سب کی سندیں مختلف ہیں۔ اتنی مختلف سندوں سے جو بات محدّثین کو پہنچی ہو، اس کے متعلق یہ کہنا تو مشکل ہے کہ وہ بالکل ہی بے اصل ہوگی، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو نبی ﷺ کے بیان کو سمجھنے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے کوئی غلطی ہوئی ہے، یا وہ پوری بات سُن نہیں سکے ہوں گے۔ ممکن ہے حضورؐ نے فرمایا ہو کہ حضرت سلیمانؑ کی بہت سی بیویاں تھیں، جن کی تعداد یہودی ۶۰، ۷۰، ۹۰، ۹۹، اور ۱۰۰ تک بیان کرتے ہیں، اور حضرت ابو ہریرہؓ نے سمجھا ہو کہ یہ حضورؐ کا اپنا بیان ہے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ حضورؐ نے حضرت سلیمانؑ کے قول کو اس طرح بیان کیا ہو کہ ”میں اپنی بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر بیوی سے ایک مجاہد پیدا ہوگا۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سمجھے ہوں کہ ایک رات میں جاؤں گا“ اس طرح کی غلط فہمیوں کی مثالیں متعدّد روایات میں ملتی ہیں جن میں سے بعض کو دوسری روایتوں نے صاف کر دیا۔ اور بعض صاف ہونے سے رہ گئیں۔ زبانی روایتوں میں ایسا ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اور اس طرح کی چند مثالوں کو لے کر پورے ذخیرۂ حدیث کو ساقط الاعتبار قرار دینا کسی معقول آدمی کا کام نہیں ہوسکتا۔

رہا ان شاء اللہ کا معاملہ، تو یہ کسی روایت میں بھی نہیں کہا گیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جان بوجھ کر ان شاء اللہ کہنے سے احتراز کیا تھا۔ اس لیے اس میں توہین انبیاء کا کوئی پہلو نہیں ہے یہ الفاظ آپ نے آخر کس روایت میں دیکھے ہیں، ”کسی نے کہا ان شاء اللہ بھی ساتھ کہیے۔ لیکن آپ نے پروا نہ کی“؟ حدیث میں جو الفاظ آئے ہیں وہ یہ ہیں کہ ”**فقال له صاحبه**

ان شاء اللّٰه فلم يقل'' ان کے ساتھی نے ان سے کہا ان شاء اللہ، مگر انہوں نے نہ کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ کے منہ سے یہ بات نکلی تو پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے خود کہا'' ان شاء اللہ'' اور حضرت سلیمانؑ نے اس کے کہہ دینے کو کافی سمجھ لیا اور اپنی زبان سے اس کا اعادہ نہ کیا۔ (رسائل ومسائل حصہ دوم، تفسیر آیات وتاویل احادیث، چند احادیث پر اعتراضات...)

جہاں تک اسناد کا تعلق ہے۔ ان میں سے اکثر روایات کی سند قوی ہے اور باعتبار روایت اس کی صحت میں کلام نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن حدیث کا مضمون صریح عقل کے خلاف ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ بات نبی ﷺ نے اس طرح ہرگز نہ فرمائی ہوگی جس طرح وہ نقل ہوئی ہے۔ بلکہ آپ نے غالباً یہود کی یاوہ گوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے کسی موقع پر اسے بطور مثال بیان فرمایا ہوگا اور سامع کو یہ غلط فہمی لاحق ہوگئی کہ اس بات کو حضورؐ خود بطور واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔ ایسی روایات کو محض صحتِ سند کے زور پر لوگوں کے حلق سے اتروانے کی کوشش کرنا دین کو مضحکہ بنانا ہے۔ ہر شخص خود حساب لگا کر دیکھ سکتا ہے کہ جاڑے کی طویل ترین رات میں بھی عشا اور فجر کے درمیان دس گیارہ گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں ہوتا۔ اگر بیویوں کی کم سے کم تعداد ساٹھ ہی مان لی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام اس رات بغیر دم لیے فی گھنٹہ ۶ بیوی کے حساب سے مسلسل دس گھنٹے یا گیارہ گھنٹے مباشرت کرتے چلے گئے، کیا یہ عملاً ممکن بھی ہے؟ اور کیا یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ حضورؐ نے یہ بات واقعہ کے طور پر بیان کی ہوگی؟ (تفہیم القرآن، ج ۴، حاشیہ: ۳۶)

قومِ سبا

۹۰— امام احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن عبد البر اور ترمذی نے رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ'' سبا عرب کے ایک شخص کا نام تھا جس کی نسل سے عرب میں حسب ذیل قبیلے پیدا ہوئے: کندہ، حمیر، ازد، اشعریین، مذحج، انمار (جس کی دو شاخیں ہیں، خثعم اور بجیلہ) عاملہ، جذام، لخم اور غسّان۔''

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ، قَالَ: ثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اَبِىْ حَيَّانَ الْكَلْبِيِّ، عَنْ يَحْىَ بْنِ هَانِئٍ، عَنْ عُرْوَةَ الْمُرَادِيِّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ، يُقَالُ لَهُ فَرْوَةُ بْنُ مِسَيْكٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَخْبِرْنِىْ عَنْ سَبَا مَا كَانَ رَجُلاً كَانَ اَوِ امْرَأَةً، اَوْ جَبَلاً، اَوْ دَوَابَّ؟ فَقَالَ: لاَ، كَانَ رَجُلاً مِنَ الْعَرَبِ، وَ لَهُ عَشَرَةُ اَوْلَادٍ، فَتَيَمَّنَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ، وَ تَشَأَمَ اَرْبَعَةٌ، فَاَمَّا الَّذِيْنَ تَيَمَّنُوْا مِنْهُمْ: فَكِنْدَةٌ، وَ حِمْيَرُ، وَالْاَزْدُ، وَالْاَشْعَرِيُّوْنَ، وَ مَذْحِجٌ، وَ اَنْمَارٌ الَّذِيْنَ مِنْهَا: خَثْعَمٌ، وَ بِجِيْلَةٌ، وَ اَمَّا الَّذِيْنَ تَشَأَمُوْا، فَعَامِلَةُ وَ جُذَامٌ، وَ لَخْمٌ، وَ غَسَّانٌ۔

ترجمہ: فروہ بن مسیک کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ مجھے سبا کے متعلق بتائیں کہ وہ مرد تھا یا عورت، پہاڑ کا نام ہے یا کوئی چوپایہ؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، وہ تو عرب کا ایک آدمی تھا۔ اس کے دس لڑکے تھے، ان میں سے چھ یمن میں رہائش پذیر ہوئے اور چار شام میں۔ جو یمن میں آباد ہوئے ان میں کندہ، حمیر، ازد، اشعریون، اور مذحج اور انمار، خثعم اور بجیلہ۔ انمار کی شاخیں ہیں۔ اور جو شام میں آباد ہوئے، وہ عاملہ، جذام، لخم اور غسّان ہیں۔

ایک دوسری روایت جسے فروہ بن مسیک قطیعی نے کسی نامعلوم شخص کے حوالہ سے بیان کی ہے، میں منقول ہے:

قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَخْبِرْنِىْ عَنْ سَبَأٍ، مَا هُوَ؟ اَرْضٌ، اَوِ امْرَأَةٌ، قَالَ: لَيْسَ بِأَرْضٍ وَلَا امْرَأَةٍ۔ الخ۔(۲٤)

تاریخ کی رُو سے ''سبا'' جنوبی عرب کی ایک بہت بڑی قوم کا نام ہے جو چند بڑے بڑے قبائل پر مشتمل تھی۔(جن کا ذکر اوپر کی سطور میں ہو چکا ہے)۔ بہت قدیم زمانے سے دنیا میں عرب کی اس قوم کا شہرہ تھا ۲۵۰۰ قبل مسیح میں اُر کے کتبات اس کا ذکر سابوم کے نام سے کرتے ہیں۔ اس کے بعد بابل اور آشور (اسیریا) کے کتبات میں اور اسی طرح بائیبل میں بھی کثرت سے اس کا ذکر آیا ہے، مثال کے طور پر ملاحظہ ہو، زبور، ۷۲: ۱۵۔ یرمیاہ ۶: ۲۰۔ حزقی ایل ۲۷: ۲۲-۳۸: ۳۱ ایوب ۶: ۱۹۔ یونان و روم کے مؤرخین و جغرافیہ نویس تھیوفراسٹس (۲۸۸ قبل مسیح) کے وقت سے مسیح کے بعد کی صدیوں تک مسلسل اس کا ذکر کرتے چلے گئے ہیں۔

سبا کا وطن

اس کا وطن عرب کا جنوبی مغربی کونہ تھا جو آج یمن کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے عروج کا دَور گیارہ سو برس قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت داؤد و سلیمان علیہما السّلام کے زمانے میں ایک دولت مند قوم کی حیثیت سے اس کا شہرہ آفاق میں پھیل چکا تھا۔ آغاز میں یہ ایک آفتاب پرست قوم تھی۔ پھر جب اس کی ملکہ حضرت سلیمانؑ (۹۶۵-۹۲۶ ق م) کے ہاتھ پر ایمان لے آئی تو اغلب یہ ہے کہ اس کی غالب اکثریت مسلمان ہوگئی تھی لیکن بعد میں نہ معلوم کس وقت اس کے اندر شرک و بت پرستی کا پھر زور ہو گیا۔ اور اس نے المقہ (چاند دیوتا) عشتر (زُہرہ) ذات حمیم اور ذات بعدان (سورج دیوی) ہوبس۔ حرمتم یا حریمت اور ایسے ہی دوسرے بہت سے دیوتاؤں اور دیویوں کو پوجنا شروع کر دیا۔ المقہ اس قوم کا سب سے بڑا دیوتا تھا، اور اس کے بادشاہ اپنے آپ کو اس دیوتا کے وکیل کی حیثیت سے اطاعت کا حق دار قرار دیتے۔ یمن میں بکثرت کتبات ملے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا ملک ان دیوتاؤں، اور خصوصاً المقہ کے مندروں سے بھرا ہوا تھا اور ہر اہم واقعہ پر ان کے شکریے ادا کیے جاتے تھے۔

آثارِ قدیمہ کی جدید تحقیقات کے سلسلے میں یمن سے تقریباً ۳ ہزار کتبات فراہم ہوئے ہیں جو اس قوم کی تاریخ پر اہم روشنی ڈالتے ہیں۔ اس کے ساتھ عربی روایات اور رومی و یونانی تواریخ کی فراہم کردہ معلومات کو اگر جمع کر لیا جائے تو اچھی خاصی تفصیل کے ساتھ اس کی تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔ ان معلومات کی رُو سے اس کی تاریخ کے اہم ادوار حسب ذیل ہیں۔

(۱) ۶۵۰ ق م سے پہلے کا دَور: اس زمانے میں ملوک سبا کا لقب مکرب سبا تھا۔ اغلب یہ ہے کہ یہ لفظ مقرب کا ہم معنی تھا اور اس کا مطلب یہ تھا کہ بادشاہ انسانوں اور خداؤں کے درمیان اپنے آپ کو واسطہ قرار دیتے تھے، یا دوسرے الفاظ میں یہ کاہن بادشاہ (Priest Kings) تھے۔ اِس زمانے میں ان کا پایۂ تخت صرواح تھا جس کے کھنڈر آج بھی مارِب سے مغرب کی جانب ایک دن کی راہ پر پائے جاتے ہیں اور خربیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اسی دور میں مارِب کے مشہور بند کی بنا رکھی گئی اور وقتاً فوقتاً مختلف بادشاہوں نے اسے وسیع کیا۔

(۲) ۶۵۰ ق م سے ۱۱۵ ق م تک کا دَور: اس دَور میں سبا کے بادشاہوں نے مُکَرِّب کا لقب چھوڑ کر مَلِک (بادشاہ) کا لقب اختیار کرلیا، جس کے معنی یہ ہیں کہ حکومت میں مذہبیت کی جگہ سیاست اور سیکولرزم کا رنگ غالب ہوگیا۔ اس زمانے میں ملوک سبا نے صرواح کو چھوڑ کر مارِب کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور اسے غیر معمولی ترقی دی۔ یہ مقام سمندر سے ۳۹۰۰ فٹ کی بلندی پر صنعا سے ۶۰ میل جانب مشرق واقع ہے اور آج تک اس کے کھنڈر شہادت دے رہے ہیں کہ یہ کبھی ایک بڑی متمدّن قوم کا مرکز تھا۔

(۳) ۱۱۵ ق م سے ۳۰۰ ء تک کا دور: اس زمانے میں سبا کی مملکت پر حمیر کا قبیلہ غالب ہوگیا جو قوم سبا ہی کا ایک قبیلہ تھا اور تعداد میں دوسرے قبائل سے بڑھا ہوا تھا۔ اس دور میں مآرِب کو اجاڑ کر رَیدان پایۂ تخت بنایا گیا جو قبیلۂ حمیر کا مرکز تھا۔ بعد میں یہ شہر ظفار کے نام سے موسوم ہوا۔ آج کل موجودہ شہر یریم کے قریب ایک مدوّر پہاڑی پر اس کے کھنڈر ملتے ہیں اور اسی کے قریب علاقہ میں ایک چھوٹا سا قبیلہ حمیر کے نام سے آباد ہے جسے دیکھ کر کوئی تصور تک نہیں کرسکتا کہ یہ اُسی قوم کی یادگار ہے جس کے ڈنکے کبھی دنیا بھر میں بجتے تھے۔ اسی زمانے میں سلطنت کے ایک حصہ کی حیثیت سے پہلی مرتبہ لفظ یمنت اور یمنات کا استعمال ہونا شروع ہوا اور رفتہ رفتہ یمن اس پورے علاقے کا نام ہوگیا جو عرب کے جنوبی مغربی کونے پر عسیر سے عدن تک اور باب المندب سے حضر موت تک واقع ہے۔ یہی دَور ہے جس میں سبائیوں کا زوال شروع ہوا۔

(۴) ۳۰۰ء کے بعد سے آغاز اسلام تک کا دَور: یہ قوم سبا کی تباہی کا دور ہے۔ اس دَور میں ان کے ہاں مسلسل خانہ جنگیاں ہوئیں۔ بیرونی قوموں کی مداخلت شروع ہوئی تجارت برباد ہوئی۔ زراعت نے دم توڑا۔ اور آخر کار آزادی تک ختم ہوگئی۔ پہلے رَیدانیوں، حمریوں، اور ہمدانیوں کی باہمی نزاعات سے فائدہ اٹھا کر ۳۴۰ء سے ۳۷۸ء تک یمن پر حبشیوں کا قبضہ رہا۔ پھر آزادی تو بحال ہوگئی مگر مارِب کے مشہور بند میں رخنے پڑنے شروع ہوگئے۔ یہاں تک کہ آخر کار ۴۵۰ء یا ۴۵۱ء میں بند کے ٹوٹنے سے وہ عظیم سیلاب آیا جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ سبا آیات (۱۶، ۱۷، ۱۸ وغیرہ) میں کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس کے بعد ابرھہ کے زمانے تک اس بند کی مسلسل مرمتیں ہوتی رہیں، لیکن جو آبادی منتشر ہوچکی تھی وہ پھر جمع نہ ہوسکی اور نہ آبپاشی اور زراعت کا وہ نظام جو درہم برہم ہوچکا تھا، دوبارہ بحال ہوسکا۔ ۵۲۳ء میں یمن کے یہودی بادشاہ ذونواس نے نجران کے عیسائیوں پر وہ ظلم وستم برپا کیا جس کا ذکر قرآن مجید میں اصحاب الاخدود کے نام سے کیا گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں حبش کی عیسائی سلطنت یمن پر انتقاماً حملہ آور ہوگئی اور اس نے سارا ملک فتح کرلیا اس کے بعد یمن کے حبشی وائسرائے ابرہہ نے کعبہ کی مرکزیت ختم کرنے اور عرب کے پورے مغربی علاقے کو رومی حبشی اثر میں لانے کے لیے ۵۷۰ء یا ۵۷۱ء میں (نبی ﷺ کی پیدائش سے چندروز قبل) مکہ معظّمہ پر حملہ کیا اور اس کی پوری فوج پر وہ تباہی آئی جسے قرآن مجید میں اصحاب الفیل کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ آخر کار ۵۷۵ء میں یمن پر ایرانیوں کا قبضہ ہوا اور اس کا خاتمہ اس وقت ہوا جب ۶۲۸ء میں ایرانی گورنر باذان نے اسلام قبول کرلیا۔

قومِ سبا کا عروج دراصل دو بنیادوں پر قائم تھا۔ ایک زراعت۔ دوسرے تجارت، زراعت کو انہوں نے آبپاشی کے

ایک بہترین نظام کے ذریعے سے ترقی دی تھی جس کے مثل کوئی دوسرا نظامِ آبپاشی بابل کے سوا قدیم زمانے میں کہیں نہ پایا جاتا تھا، ان کی سرزمین میں قدرتی دریا نہ تھے۔ بارش کے زمانے میں پہاڑوں سے برساتی نالے بہہ نکلتے تھے۔ انہی نالوں پر سارے ملک میں جگہ جگہ بند باندھ کر انہوں نے تالاب بنا لیے تھے اور ان سے نہریں نکال نکال کر پورے ملک کو اس طرح سیراب کر دیا تھا کہ قرآن مجید کی تعبیر کے مطابق ہر طرف ایک باغ ہی باغ نظر آتا تھا۔ اس نظامِ آبپاشی کا سب سے بڑا مخزن آب وہ تالاب تھا جو شہر مارِب کے قریب کوہ بلق کی درمیانی وادی پر بند باندھ کر تیار کیا گیا تھا۔ مگر جب اللہ کی نظرِ عنایت اُن سے پھر گئی تو پانچویں صدی عیسوی کے وسط میں یہ عظیم الشان بند ٹوٹ گیا اور اس سے نکلنے والا سیلاب راستے میں بند پر بند توڑتا چلا گیا یہاں تک کہ ملک کا پورا نظامِ آبپاشی تباہ ہو کر رہ گیا پھر کوئی اسے بحال نہ کر سکا۔

تجارت کے لیے اس قوم کو خدا نے بہترین جغرافیائی مقام عطا کیا تھا جس سے اس نے خوب فائدہ اٹھایا۔ ایک ہزار برس سے زیادہ مدت تک یہی قوم مشرق اور مغرب کے درمیان تجارت کا واسطہ بنی رہی۔ ایک طرف ان کے بندرگاہوں میں چین کا ریشم، انڈونیشیا اور مالابار کے گرم مسالے، ہندستان کے کپڑے اور تلواریں، مشرقی افریقہ کے زنگی غلام، بندر، شتر مرغ کے پر اور ہاتھی دانت پہنچتے تھے اور دوسری طرف یہ ان چیزوں کو مصر اور شام کی منڈیوں میں پہنچاتے تھے جہاں سے روم و یونان تک یہ مال روانہ کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ خود ان کے علاقے میں لوبان، عود، عنبر، مشک، مر، قرفہ، قصب الذریرہ، سلیخہ اور دوسری اُن خوشبودار چیزوں کی بڑی پیداوار تھی جنہیں مصر و شام اور روم و یونان کے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے۔

اس عظیم الشان تجارت کے دو بڑے راستے تھے۔ ایک بحری، دوسرا برّی۔ بحری تجارت کا اجارہ ہزار سال تک انہی سبائیوں کے ہاتھ میں تھا، کیوں کہ بحرِ احمر کی موسمی ہواؤں، زیرِ آب چٹانوں، اور لنگر اندازی کے مقامات کا راز یہی لوگ جانتے تھے اور دوسری کوئی قوم اس خطرناک سمندر میں جہاز چلانے کی ہمت نہ رکھتی تھی۔ اس بحری راستے سے یہ لوگ اردن اور مصر کی بندرگاہوں تک اپنا مال پہنچایا کرتے تھے۔ برّی راستے عدن اور حضرموت سے مارِب پر جا کر ملتے تھے اور پھر وہاں سے ایک شاہراہ مکّہ، جدّہ، یثرب، العُلاء، تبوک اور ایلہ سے گزرتی ہوئی پٹیرا تک پہنچتی تھی۔ اس کے بعد ایک راستہ مصر کی طرف اور دوسرا راستہ شام کی طرف چلا جاتا تھا۔ اس برّی راستے پر، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے، یمن سے حدودِ شام تک سبائیوں کی نو آبادیاں مسلسل قائم تھیں اور شب و روز اُن کے تجارتی قافلے یہاں سے گزرتے رہتے تھے۔ آج تک ان میں سے بہت سی نو آبادیوں کے آثار اس علاقے میں موجود ہیں اور وہاں سبائی و حمیری زبان کے کتبات مل رہے ہیں۔

پہلی صدی عیسوی کے لگ بھگ زمانے میں اس تجارت پر زوال آنا شروع ہو گیا۔ مشرقِ اوسط میں جب یونانیوں اور پھر رومیوں کی طاقتور سلطنتیں قائم ہوئیں تو شور مچنا شروع ہوا کہ عرب تاجر اپنی اجارہ داری کے باعث مشرق کے اموالِ تجارت کی من مانی قیمتیں وصول کر رہے ہیں اور ضرورت ہے کہ ہم خود اس میدان میں آگے بڑھ کر اس تجارت پر قبضہ کریں۔ اس غرض کے لیے سب سے پہلے مصر کے یونانی الاصل فرماں روا بطلیموس ثانی (۲۸۵-۲۴۶ ق م) نے اُس قدیم نہر کو پھر سے کھولا جو ۱۷ سو برس پہلے فرعون، سسوستریس نے دریائے نیل کو بحرِ احمر سے ملانے کے لیے کھدوائی تھی۔ اس نہر کے ذریعے سے مصر کا بحری بیڑا پہلی مرتبہ بحرِ احمر میں داخل ہوا۔ لیکن سبائیوں کے مقابلے میں یہ کوشش زیادہ کارگر نہ ہو سکی۔ پھر جب مصر پر روم کا قبضہ ہوا تو رومی زیادہ طاقت ور تجارتی بیڑا بحرِ احمر میں لے آئے اور اس کی پشت پر انہوں نے ایک جنگی بیڑا بھی لا کر ڈال دیا۔

اس طاقت کا مقابلہ سبائیوں کے بس میں نہ تھا۔ رومیوں نے جگہ جگہ بندرگاہوں پر اپنی تجارتی نوآبادیاں قائم کیں، ان میں جہازوں کی ضروریات فراہم کرنے کا انتظام کیا، اور جہاں ممکن ہوا وہاں اپنے فوجی دستے بھی رکھ دیئے۔ حتیٰ کہ ایک وقت وہ آ گیا کہ عدن پر رومیوں کا فوجی تسلّط قائم ہو گیا۔ اسی سلسلے میں رومی اور حبشی سلطنتوں نے سبائیوں کے مقابلے میں باہم ساز باز بھی کر لیا جس کی بدولت بالآخر اس قوم کی آزادی تک ختم ہو گئی۔

بحری تجارت ہاتھ سے نکل جانے کے بعد صرف برّی تجارت سبائیوں کے پاس رہ گئی تھی۔ مگر بہت سے اسباب نے رفتہ رفتہ اس کی کمر بھی توڑ دی۔ پہلے نبطیوں نے پٹیرا سے العُلا تک بالائی حجاز اور اُردن کی تمام نوآبادیوں سے سبائیوں کو نکال باہر کیا۔ پھر ۱۰۶ء میں رومیوں نے نبطی سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور حجاز کی سرحد تک شام واُردن کے تمام علاقے ان کے مضبوط ہاتھوں میں چلے گئے۔ اس کے بعد حبش اور روم کی متحدہ کوشش یہ رہی کہ سبائیوں کی باہمی کشمکش سے فائدہ اٹھا کر ان کی تجارت کو بالکل تباہ کر دیا جائے۔ اسی بنا پر حبشی بار باریمن میں مداخلت کرتے رہے یہاں تک کہ آخر کار انہوں نے پورے ملک پر قبضہ کر لیا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کے غضب نے اس قوم کو انتہائی عروج سے گرا کر اُس گڑھے میں پھینک دیا جہاں سے پھر کوئی مغضوب قوم کبھی سر نہیں نکال سکی ہے۔ ایک وقت تھا کہ اس کی دولت کے افسانے سُن سُن کر یونان وروم والوں کے منہ میں پانی بھر آتا تھا۔ اسٹرابو لکھتا ہے کہ یہ لوگ سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرتے تھے، اور ان کے مکانوں کی چھتوں، دیواروں اور دروازوں تک میں ہاتھی دانت، سونے چاندی اور جواہر کا کام بنا ہوا ہوتا تھا۔ پلینی کہتا ہے کہ روم اور فارس کی دولت ان کی طرف بہی چلی جا رہی ہے، یہ اس وقت دنیا کی سب سے زیادہ مالدار قوم ہیں، اور ان کا سرسبز وشاداب ملک باغات، کھیتوں اور مویشی سے بھرا ہوا ہے۔ آرٹی میڈورس کہتا ہے کہ یہ لوگ عیش میں مست ہو رہے ہیں اور جلانے کی لکڑی کے بجائے دارچینی، صندل اور دوسری خوشبودار لکڑیاں جلاتے ہیں، اسی طرح دوسرے یونانی مؤرخین روایت کرتے ہیں کہ ان کے علاقے کے قریب سواحل سے گزرتے ہوئے تجارتی جہازوں تک خوشبو کی لپٹیں پہنچتی ہیں۔ انہوں نے تاریخ میں پہلی مرتبہ صنعا کے بلند پہاڑی مقام پر وہ فلک شگاف عمارت "Sky scraper" تعمیر کی جو قصر غُمدان کے نام سے صدیوں تک مشہور رہی ہے۔ عرب مؤرخین کا بیان ہے کہ اس کی ۲۰ منزلیں تھی اور ہر منزل ۳۶ فٹ بلند تھی۔ یہ سب کچھ بس اسی وقت تک رہا جب تک اللہ کا فضل ان کے شاملِ حال رہا۔ آخر کار جب انہوں نے کفرانِ نعمت کی حد کر دی تو ربِّ قدیر کی نظرِ عنایت ہمیشہ کے لیے ان سے پھر گئی اور ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ (تفہیم القرآن، ج ۴، سبا، حاشیہ: ۳۷)

فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ۔ (سبا: ۱۹) ''آخر کار ہم نے انہیں افسانہ بنا کر رکھ دیا اور انہیں بالکل تتر بتر کر ڈالا۔''

سبا کی قوم ایسی منتشر ہوئی کہ اس کی پراگندگی ضرب المثل ہو گئی۔ آج بھی اہل عرب اگر کسی گروہ کے انتشار کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ **تفرقوا ایدی سبا** '' وہ تو ایسے پراگندہ ہو گئے جیسے سبا کی قوم پراگندہ ہوئی تھی'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب زوالِ نعمت کا دور شروع ہوا تو سبا کے مختلف قبیلے اپنا وطن چھوڑ چھوڑ کر عرب کے مختلف علاقوں میں چلے گئے۔ غسّانیوں نے اُردن اور شام کا رخ کیا۔ اَوس وخزرج کے قبیلے یثرب میں جا بسے۔ خزاعہ نے جدّے کے قریب تہامہ کے

علاقے میں سکونت اختیار کی۔ ازد کا قبیلہ عُمان میں جا کر آباد ہوا۔ لخم اور جذام اور کندہ بھی نکلنے پر مجبور ہو گئے۔ حتیٰ کہ ''سبا'' نام کی کوئی قوم ہی دنیا میں باقی نہ رہی۔ صرف اس کا ذکر افسانوں میں رہ گیا۔ (تفہیم القرآن، ج ۴، سبا، حاشیہ: ۳۳)

وَ لَقَدۡ صَدَّقَ عَلَیۡهِمۡ اِبۡلِیۡسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوۡهُ اِلَّا فَرِیۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔ (سبا: ۲۰) ''ان کے معاملے میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پایا اور انہوں نے اُسی کی پیروی کی، بجز ایک تھوڑے سے گروہ کے جو مومن تھا۔''

تاریخ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قدیم زمانے میں قوم سبا میں ایک عنصر ایسا موجود تھا جو دوسرے معبودوں کو ماننے کے بجائے خدائے واحد کو مانتا تھا، موجودہ زمانے کی اثری تحقیقات کے سلسلے میں یمن کے کھنڈروں سے جو کتبات ملے ہیں ان میں سے بعض اس قلیل عنصر کی نشان دہی کرتے ہیں۔ ۶۵۰ ق م کے لگ بھگ زمانے کے بعض کتبات بتاتے ہیں کہ مملکت سبا کے متعدد مقامات پر ایسی عبادت گاہیں بنی ہوئی تھیں جو ذسموی یا ذو سماوی (یعنی رب السماء) کی عبادت کے لیے مخصوص تھیں۔ بعض مقامات پر اس معبود کا نام ملکن ذُسَموی (وہ بادشاہ جو آسمانوں کا مالک ہے) لکھا گیا ہے۔ یہ عنصر مسلسل صدیوں تک یمن میں موجود رہا۔ چناں چہ ۳۷۸ء کے ایک کتبے میں بھی الٰہ ذُوسموی کے نام سے ایک عبادت گاہ کی تعمیر کا ذکر ملتا ہے پھر ۴۶۵ء کے ایک کتبے میں یہ الفاظ پائے جاتے ہیں: بنصر وردا الھن بعل سمین وارضین (یعنی اس خدا کی مدد اور تائید سے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے) اسی زمانے کے ایک اور کتبے میں جس کی تاریخ ۴۵۸ء ہے اسی خدا کے لیے رحمان کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اصل الفاظ ہیں بردار حمتن (یعنی رحمان کی مدد سے)۔

(تفہیم القرآن، ج ۴، سبا، حاشیہ: ۳۵)

ماٰخذ

(۱) بخاری ج ۱، کتاب الانبیاء، باب قول اللّٰہ عزوجل واتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلا الخ☆ بخاری ج ۲، کتاب النکاح باب اتخاذ السَّرارِیِّ و من اعتق جاریة۔ اس مقام پر مختصر روایت ہے☆ مسلم ج ۲، کتاب الفضائل، باب من فضائل ابراھیم الخلیل ﷺ مسلم کی روایت میں قام ابراھیم الی الصلاۃ ہے۔

(۲) بخاری ج ۱، کتاب البیوع، باب شری المملوك من الحربی وھبته و عتقه الخ☆ مسند احمد ج ۲/ ۴۰۴ عن ابی ھریرۃ☆ ترمذی ج ۲، ابواب التفسیر سورۃ الانبیاء۔ ترمذی نے صرف عن ابی ھریرۃ، قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لم یکذب ابراھیم فی شیء قط الا فی ثلاث قوله: انی سقیم، ولم یکن سقیماً و قوله لسارۃ، اختی و قوله: بل فعله کبیرھم ھذا۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔

(۳) ابو داؤد ج ۲، کتاب الطلاق باب فی الرجل یقول لامرأته یا اختی۔ وَ سَاقَ الحدیث، قال ابو داؤد: روی ھذا الخبر شعیب ابن ابی حمزۃ عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ نحوہ۔

(۴) بخاری ج ۱ کتاب بدء الخلق، باب خیر مال المسلم غنمٌ یتبع بها شعف الجبال۔ اسی صفحہ پر عن سعید بن المسیب ان ام شریك، اخبرته ان النبی ﷺ امرھا بقتل الاوزاغ بھی مذکور ہے۔☆مسلم ج ۲، کتاب قتل الحیات و غیرھا باب استحباب قتل الوزغ۔ مسلم نے بھی ام شریك والی روایت نقل کی ہے۔ ☆ابو داؤد ج ۴

کتاب الادب باب فی قتل الاوزاغ۔ ابو داؤد نے امر رسول اللّٰہ ﷺ بقتل الوزغ و سماہ فویسقا۔ بیان کیا ھے۔ ☆نسائی ج ٥ کتاب المناسك۔ قتل الوزغ عن ام شریك☆ ابنِ ماجہ کتاب الصید باب قتل الوزغ۔☆سنن دارمی ج ۲، کتاب الاضاحی باب ۲۷ باب فی قتل الوزغ☆ مسند احمد ج ۱ ص ۱۷٦، ج٦ ص ٤۲۱ - ٤٦۲۔

(۵) مسلم ج ۱، کتاب قتل الحیات و غیرھا باب استحباب قتل الوزغ☆ ابو داؤد ج ٤، کتاب الادب، باب فی قتل الوزغ☆ ترمذی ج ۱، ابواب الصید، باب فی قتل الوزغ☆ ابنِ ماجہ کتاب الصید، باب قتل الوزغ☆ مسند احمد ج ۱ ص ٤۲۰، ج ۲ ص ۳۵۵۔

(٦) بخاری ج ۱ کتاب الانبیاء باب قول اللّٰہ عزوجل واتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلاً۔ الخ۔

(۷) ابنِ ماجہ کتاب الصید، باب قتل الوزغ☆ مسند احمد ج ٦ ص ۸۳، ۱۰۹ - ۲۱۷۔

(۸) بخاری ج ۱، کتاب الانبیاء، باب قول اللّٰہ عزوجل: واتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلاً الخ☆ بخاری ج ۲، کتاب الاستیذان، باب الختان بعد ما کبر و نتف الابط☆ مسلم ج ۲، کتاب الفضائل، باب من فضائل ابراھیم الخلیل ﷺ۔ بخاری نے کتاب الاستیذان میں بِالْقَدُّوْمِ کو دال کی تشدید سے لکھا ھے اور اسے و ھو موضع کھہ کر جگہ قرار دیا ھے۔ ☆مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲، عن ابی ھریرۃؓ۔ تابعہ عبد الرحمن بن اسحاق عن ابی الزناد، و تابعہ عجلان عن ابی ھریرۃ و رواہ محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ۔ حدثنا ابو الیمان، ثنا شعیب، ثنا ابو الزناد، و قال بِالْقَدُوْمِ مُخَفَّفَۃً۔

(۹) المستدرك للحاکم ج ۲، کتاب التاریخ مات ابراھیم علیہ السلام و ھو ابن مائتی سنۃ۔ فی غیر ھذا الموطن۔ واللّٰہ اعلم۔

(۱۰) تفسیر ابن کثیر ج ۲، یوسف: ٤۲۔ و ھذا الحدیث ضعیف جداً لان سفیان بن وکیع ضعیف و ابراھیم بن یزید ھو الجوزی اضعف منہ ایضاً و قد روی عن الحسن و قتادۃ مرسلاً عن کل منھما و ھذہ المرسلات ھھنا لا تقبل، لو قبل المرسل من حیث ھو۔

(۱۱) بخاری ج ۱، کتاب العلم، باب ما ذکر فی ذھاب موسیٰ فی البحر الی الخضر و قولہ تبارك و تعالیٰ: ھل اتبعك علی ان تعلّمنی الاٰیۃ☆ بخاری ج ۱، کتاب العلم، باب الخروج فی طلب العلم و رحل جابر بن عبد اللّٰہ مسیرۃ شھر الی عبد اللّٰہ بن اُنیس فی حدیث واحد☆ بخاری ج ۱، کتاب الانبیاء، باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیھما السّلام۔

(۱۲) بخاری ج ۱، کتاب العلم، باب ما یستحب للعالم اذا سئل ایّ النّاس اعلم فیکل العلم الی اللّٰہ تعالیٰ☆بخاری ج ۱، کتاب الانبیاء باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیہ السّلام۔ امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں فاتخذ سبیلہ فی البحر سربا کے بعد فامسك اللّٰہ عن الحوت جریۃ الماء فصار فی مثل الطاق۔ فقال: ھکذا مثل الطاق بیان کیا ھے؟ اور بھی قدرے لفظی فرق ھے۔ قَالَ محمد بن یوسف، ثنا بہ علی بن خشرم، قَالَ سفیان بن عینیۃ بطولہ۔

(۱۳) بخاری ج ۱، کتاب الشھادات، باب من امر بانجاز الوعد☆ رُوح المعانی جز ۱۹ پ ۲۰، القصص☆ ابن کثیر ج ۳، سورۃ القصص☆ تفسیر ابنِ جریر ج ۱۰ پ ۲۰، سورۃ القصص۔ ابنِ جریر نے اتمھما و اخیرھما اور اتمھما واوفاھما اور اکثرھما و اطیبھما، اور اتمھما و اکملھما اور ابرھما واوفاھما الفاظ نقل کیے ھیں۔

(۱٤) تفسیر رُوح المعانی جزء ۱۹ سورۃ القصص: ۲۹۔ ترمذی نے کھا ھے ھذا حدیث صحیح غریب لا نعرفہ الا من حدیث ابن ادریس۔ ترمذی نے قدمت نجران کے بجائے بعثنی رسول اللّٰہ ﷺ الی نجران روایت کیا ھے۔

(۱۵) مسلم ج ۲، کتاب الادب، باب کراھة التسمیة بالاسماء القبیحة الخ☆ ترمذی ج ۲، ابواب التفسیر القراٰن، سورۂ مریم☆ مسند احمد ج ٤ ص ۲۵۲☆ ابنِ کثیر ج ۳ ۔ ، قَالَ شعیب وابن ابی الزناء: تسعین و ھو اصح۔

(۱٦) بخاری ج ۱، کتاب الانبیاء، باب قول اللّٰہ عزوجل و وھبنا لداؤد سلیمٰن نعم العبد الخ☆ مسلم ج ۲، کتاب الایمان۔ باب الاستثناء فی الیمین و غیرھا☆ ترمذی ج ۱ ابواب النذور، باب فی الاستثناء فی الیمین۔

(۱۷) بخاری ج ۲، کتاب النکاح، باب قول الرجل لاطوفن اللیلة علی نسائه☆ مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۹-۲۷۵-۵۰٦۔

(۱۸) بخاری ج ۱، کتاب الجهاد، باب من طلب الولد للجهاد☆مسلم ج ۲، کتاب الایمان، باب الاستثناء فی الیمین وغیرھا☆ نسائی ج ۷، کتاب الایمان، باب اذا حلف فقال له رجل ان شاء اللّٰہ ھل له استثناء؟ ☆مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۹۔ عن ابی ھریرة اور ص ۲۷۵ پر اس روایت میں نصف انسان کے الفاظ ھیں۔

(۱۹) بخاری ج ۲، کتاب الایمان والنذور بابٌ۔

(۲۰) بخاری ج ۲، کتاب الایمان والنذور، باب الاستثناء فی الایمان۔

(۲۱) مسلم ج ۲، کتاب الایمان، باب الاستثناء فی الیمن وغیرھا۔

(۲۲) مسلم ج ۲، کتاب الایمان، باب الاستثناء فی الیمن وغیرھا۔

(۲۳) مسلم ج ۲، کتاب الایمان، باب الاستثناء فی الیمن وغیرھا۔

(۲٤) تفسیر ابن جریر ج ۱۰، سورۂ سبا☆ ترمذی ج ۲، ابواب التفسیر، سورۂ سبا۔

ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ھے۔☆ابن کثیر ج ۳، سورۂ سبا اور ابنِ ابی حاتم بحواله ابنِ کثیر ج ۳۔

فصل: ۸

پیشین گوئیاں اور معجزۂ شق القمر

یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر چلنے کی پیشین گوئی

۹۱- ''مسلمان آخر کار یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر چل پڑیں گے اور جہاں جہاں انہوں نے قدم رکھا ہے یہ بھی قدم رکھیں گے، حتیٰ کہ اگر ان میں کسی نے اپنی ماں سے زنا کی ہو تو مسلمانوں میں بھی کوئی شخص اُٹھے گا جو اس فعل کا ارتکاب کرے گا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا اَبُوْ دَاوٗدَ الْحَفْرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ اَنْعَمِ الْاِفْرِيْقِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: لَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً، لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ وَ اِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَ تَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَ سَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً، قَالُوْا: مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ۔ (۱)

تشریح: اگر اس پیشین گوئی سے استدلال کر کے کوئی شخص یہود و نصاریٰ کی پیروی شروع کر دے اور کہے حضورؐ خود یہ فرما گئے ہیں، لہٰذا آپ کا یہ قول تو بہر حال ہم پر صادق آنا ہی ہے تو ایسے شخص کے جاہل اور خوفِ خدا سے عاری اور گمراہ ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے؟ حضورؐ نے آنے والے بدتر حالات کی جتنی خبریں بھی دی ہیں ان سے آپ کا مدّعا یہ نہ تھا کہ لوگ ان حالات پر قانع ہو کر اصلاح کی کوشش چھوڑ دیں، بلکہ اصل مدّعا یہ تھا کہ لوگ پہلے سے متنبّہ رہیں اور اصلاح کی فکر کریں۔

(رسائل و مسائل حصہ اوّل، تاویل احادیث، بہانہ جوئی کے لیے روایات...)

۷۲ فرقوں میں بٹ جانے کی پیشین گوئی

۹۲- ''عنقریب میری امت ۷۲ فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے صرف ایک ناجی ہوگا، جو میری اور میرے اصحاب کی پیروی کرے گا۔''

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اِفْتَرَقَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى اِحْدٰى اَوْ ثِنْتَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ

فِرْقَةً، وَ تَفَرَّقَتِ النَّصَارٰی عَلٰی اِحْدٰی اَوْثِنْتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ فِرْقَةً، وَ تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَ سَبْعِیْنَ فِرْقَةً۔ (۲)

ابوداؤد نے معاویہ بن ابوسفیان سے بھی ایک روایت نقل کی ہے:

﴿۲﴾ عَنْ مُعَاوِیَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ اَنَّهٗ قَامَ (فِیْنَا) فَقَالَ: اَلَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ فِیْنَا فَقَالَ: اَلَا اِنَّ مَنْ قَبْلَکُمْ مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ افْتَرَقُوْا عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّةً، وَ اِنَّ هٰذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَ سَبْعِیْنَ ثِنْتَانِ وَ سَبْعُوْنَ فِی النَّارِ، وَ وَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ، وَ هِیَ الْجَمَاعَةُ۔ (۳)

تشریح: احادیث میں مسلمانوں کے اندر بہت سے فتنے پیدا ہونے کی خبر دی گئی ہے جس سے مقصود اہل ایمان کو فتنوں پر متنبہ کرنا اور ان سے بچنے کے لیے تاکید کرنا تھا، لیکن وہ شخص کس قدر گمراہ ہوگا جو صرف اس لیے فتنہ برپا کرنا، یا فتنوں میں مبتلا رہنا ضروری سمجھے کہ احادیث میں جو خبر دی گئی ہے اس کا مصداق بننا ضروری ہے، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے قرآن میں کہا گیا ہے کہ بہت سے انسان جہنمی ہیں۔ تو کیا اب کچھ لوگ جان بوجھ کر اپنے آپ کو جہنم کا مستحق بنائیں تاکہ یہ خبر ان کے حق میں سچی نکلے؟ (رسائل و مسائل حصہ اوّل، تاویل احادیث، بہانہ جوئی کے لیے روایات...)

جمعیت قریش کی شکست کی پیشین گوئی

۹۳- ''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد عِکرِمہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جب سورۂ قمر کی یہ آیت (سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ آیت: ۴۵) نازل ہوئی تو میں حیران تھا کہ آخر یہ کون سی جمعیت ہے جو شکست کھائے گی؟ مگر جب جنگِ بدر میں کفار شکست کھا کر بھاگ رہے تھے اُس وقت میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ زرہ پہنے ہوئے آگے کی طرف جھپٹ رہے ہیں اور آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہیں کہ (سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ)، تب میری سمجھ میں آیا کہ یہ تھی وہ ہزیمت جس کی خبر دی گئی تھی۔'' (ابن جریر، ابن ابی حاتم)

تخریج:﴿۱﴾ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی، قَالَ: ثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ اَیُّوْبَ، قَالَ: لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا عَنْ عِکْرِمَةَ، اَنَّ عُمَرَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ جَعَلْتُ اَقُوْلُ: اَیُّ جَمْعٍ یُهْزَمُ؟ فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ بَدْرٍ، رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَثِبُ فِی الدِّرْعِ وَ یَقُوْلُ: سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ (۴)

﴿۲﴾ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِکْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ح وَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ وُهَیْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِکْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَ هُوَ فِیْ قُبَّةٍ یَوْمَ بَدْرٍ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَنْشُدُکَ عَهْدَکَ وَ وَعْدَکَ، اَللّٰهُمَّ اِنْ تَشَآءُ لَا تُعْبَدُ بَعْدَ الْیَوْمِ

فَاَخَذَ اَبُو بَکْرٍ بِیَدِہٖ، فَقَالَ: حَسْبُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلْحَتَّ عَلٰی رَبِّکَ وَ ھُوَ یَثِبُ فِی الدِّرْعِ، فَخَرَجَ وَ ھُوَ یَقُوْلُ: سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَۃُ مَوْعِدُھُمْ وَالسَّاعَۃُ اَدْھٰی وَ اَمَرُّ۔ (۵)

تشریح: سورۂ قمر کی یہ صریح پیشین گوئی جو ہجرت سے پانچ سال پہلے کردی گئی تھی کہ قریش کی جمعیت، جس کی طاقت کا انہیں بڑا زعم تھا، عنقریب مسلمانوں سے شکست کھا جائے گی۔ اُس وقت کوئی شخص یہ تصور تک نہ کرسکتا تھا کہ مستقبل قریب میں یہ انقلاب کیسے ہوگا۔ مسلمانوں کی بے بسی کا حال یہ تھا کہ ان میں سے ایک گروہ ملک چھوڑ کر حبش میں پناہ گزین ہو چکا تھا اور باقی ماندہ اہلِ ایمان شعب ابوطالب میں محصور تھے جنہیں قریش کے مقاطعہ اور محاصرہ نے بھوکوں مار دیا تھا اس حالت میں کون یہ سمجھ سکتا تھا کہ سات ہی برس کے اندر نقشہ بدل جانے والا ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ۵، القمر، حاشیہ: ۲۴)

رومیوں کی فتح کی پیشین گوئی

۹۴۔ ”جب سورۂ روم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو کفارِ مکہ نے ان کا خوب مذاق اڑایا۔ اور ابی بن خلف نے حضرت ابوبکرؓ سے شرط بدی کہ اگر تین سال کے اندر رومی غالب آ گئے تو دس اونٹ میں دوں گا ورنہ دس اونٹ تم کو دینے ہوں گے۔ نبی ﷺ کو اس شرط کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ قرآن میں (فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ) کے الفاظ آئے ہیں، اور عربی زبان میں بضع کا اطلاق دس سے کم پر ہوتا ہے، اس لیے دس سال کے اندر کی شرط کرو اور اونٹوں کی تعداد بڑھا کر سو کردو۔ چناں چہ حضرت ابوبکرؓ نے اُبیّ سے پھر بات کی اور نئے سرے سے یہ شرط طے ہوئی کہ دس سال کے اندر فریقین میں سے جس کی بات غلط ثابت ہوگی وہ سو اونٹ دے گا۔“

تخریج: ⟨ا⟩ قَالَ عِکْرِمَۃُ: وَ لَقِیَ الْمُشْرِکُوْنَ اَصْحَابَ النَّبِیِّ ﷺ وَ قَالُوْا: اِنَّکُمْ اَھْلُ کِتَابٍ وَالنَّصَارٰی اَھْلُ کِتَابٍ، وَ نَحْنُ اُمِّیُّوْنَ وَ قَدْ ظَھَرَ اِخْوَانُنَا مِنْ اَھْلِ فَارِسَ عَلٰی اِخْوَانِکُمْ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ، وَ اِنَّکُمْ اِنْ قَاتَلْتُمُوْنَا لَنَظْھَرَنَّ عَلَیْکُمْ، فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی ”الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ – اِلٰی قَوْلِہٖ – یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ“ فَخَرَجَ اَبُوْ بَکْرِ ِالصِّدِّیْقُ اِلَی الْکُفَّارِ، فَقَالَ: أَفَرِحْتُمْ بِظُھُوْرِ اِخْوَانِکُمْ عَلٰی اِخْوَانِنَا فَلَا تَفْرَحُوْا وَلَا یَقِرَّنَّ اللّٰہُ اَعْیُنَکُمْ، فَوَ اللّٰہِ لَیُظْھِرَنَّ اللّٰہُ الرُّوْمَ عَلٰی فَارِسَ، اَخْبَرَنَا بِذٰلِکَ نَبِیُّنَا ﷺ، فَقَامَ اِلَیْہِ اُبَیُّ بْنُ خَلَفٍ فَقَالَ: کَذَبْتَ یَا اَبَا فُضَیْلٍ، فَقَالَ لَہٗ: اَنْتَ اَکْذَبُ یَا عَدُوَّ اللّٰہِ، فَقَالَ: اَنَا حبک عَشْرَ قَلَائِصَ مِنْکَ وَ عَشْرَ قَلَائِصَ مِنِّیْ۔ فَاِنْ ظَھَرَتِ الرُّوْمُ عَلٰی فَارِسَ غَرِمْتُ، وَ اِنْ ظَھَرَتْ فَارِسُ غَرِمْتَ اِلٰی ثَلَاثِ سِنِیْنَ، ثُمَّ جَآءَ اَبُوْ بَکْرٍ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَاَخْبَرَہٗ، فَقَالَ: مَا ھٰکَذَا ذَکَرْتَ اِنَّمَا الْبِضْعُ مَا بَیْنَ الثَّلَاثِ اِلَی التِّسْعِ، فَزَایِدْہُ فِی الْخَطَرِ وَ مَادَّہٗ فِی الْاَجَلِ فَخَرَجَ اَبُوْ بَکْرٍ فَلَقِیَ اُبَیًّا، فَقَالَ: لَعَلَّکَ نَدِمْتَ؟ فَقَالَ: لَا، تَعَالَ، اُزَایِدُکَ

فِی الْخَطَرِ وَ اَمَادُّکَ فِی الْاَجَلِ، فَاجْعَلْهَا مِائَةَ قُلُوْصٍ اِلٰی تِسْعِ سِنِیْنَ– قَالَ: قَدْ فَعَلْتُ، فَظَهَرَتِ الرُّوْمُ عَلٰی فَارِسَ قَبْلَ ذٰلِکَ، فَغَلَبَهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ۔(٦)

﴿۲﴾ قَالَ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ، حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ الْوَکِیْعِیُّ، حَدَّثَنَا مُؤْمِنٌ عَنْ اِسْرَائِیْلَ، عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ "الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ" قَالَ الْمُشْرِکُوْنَ لِاَبِیْ بَکْرٍ: اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا یَقُوْلُ صَاحِبُکَ یَزْعُمُ اَنَّ الرُّوْمَ تَغْلِبُ فَارِسَ؟ قَالَ: صَدَقَ صَاحِبِیْ، قَالُوْا: هَلْ لَّکَ اَنْ نُخَاطِرَکَ؟ فَجَعَلَ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَهُمْ اَجَلًا، فَحَلَّ الْاَجَلُ قَبْلَ اَنْ تَغْلِبَ الرُّوْمُ فَارِسَ، فَبَلَغَ ذٰلِکَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَ سَاءَهٗ ذٰلِکَ وَ کَرِهَهٗ وَ قَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ: مَا دَعَاکَ اِلٰی هٰذَا؟ قَالَ: تَصْدِیْقًا لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهٖ، قَالَ: تعرض لَهُمْ واعظم لَهُمُ الْخَطَرَ وَاجْعَلْهُ اِلٰی بِضْعِ سِنِیْنَ، فَاَتَاهُمْ اَبُوْ بَکْرٍ، فَقَالَ: هَلْ لَّکُمْ فِی الْعَوْدِ فَاِنَّ الْعَوْدَ اَحْمَدُ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، فَلَمْ تَمْضِ تِلْکَ السِّنِیْنَ حَتّٰی غَلَبَتِ الرُّوْمُ فَارِسَ، وَ رَبَطُوْا خُیُوْلَهُمْ بِالْمَدَائِنِ وَ بَنُوا الرُّوْمِیَّةِ، فَجَآءَ اَبُوْ بَکْرٍ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: هٰذَا السُّحْتُ قَالَ تَصَدَّقْ بِهٖ۔(٧)

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا مُعَاوِیَةُ، ثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ سُفْیَانَ، عَنْ حَبِیْبِ بْنِ اَبِیْ عَمْرَةَ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: کَانَ الْمُسْلِمُوْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَظْهَرَ الرُّوْمُ عَلٰی فَارِسَ لِاَنَّهُمْ اَهْلُ کِتَابٍ، وَ کَانَ الْمُشْرِکُوْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَظْهَرَ فَارِسُ عَلَی الرُّوْمِ لِاَنَّهُمْ اَهْلُ اَوْثَانٍ، فَذَکَرَ ذٰلِکَ الْمُسلِمُوْنَ لِاَبِیْ بَکْرٍ، فَذَکَرَ اَبُوْ بَکْرٍ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ، اَمَّا اَنَّهُمْ سَیُهْزَمُوْنَ، فَذَکَرَ ذٰلِکَ اَبُوْ بَکْرٍ لَهُمْ، فَقَالُوْا: اجْعَلْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکَ اَجَلًا، فَاِنْ ظَهَرُوْا کَانَ لَکَ کَذَا وَ کَذَا، وَ اِنْ ظَهَرْنَا کَانَ لَنَا کَذَا وَ کَذَا، فَجَعَلَ بَیْنَهُمْ اَجَلًا خَمْسَ سِنِیْنَ، فَلَمْ یَظْهَرُوْا، فَذَکَرَ ذٰلِکَ اَبُوْ بَکْرٍ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: اَلَا جَعَلْتَهٗ اُرَاهُ قَالَ: دُوْنَ الْعَشْرِ، قَالَ: وَ قَالَ سَعِیْدٌ: الْبِضْعُ مَا دُوْنَ الْعَشْرِ، قَالَ: فَظَهَرَتِ الرُّوْمُ بَعْدَ ذٰلِکَ. فَذٰلِکَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی "الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ، وَ هُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ، قَالَ: فَغُلِبَتِ الرُّوْمُ ثُمَّ غَلَبَتْ بَعْدُ قَالَ: لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ وَ یَوْمَئِذٍ یَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ۔(٨)

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، نَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اُوَیْسٍ، ثنی ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ وَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ، عَنْ نِیَارِ بْنِ مُکْرَمٍ الْاَسْلَمِیِّ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ "الٓمّٓ، غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ" فَکَانَتْ

فَارِسٌ یَوْمَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ قَاهِرِیْنَ لِلرُّوْمِ، وَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ یُحِبُّوْنَ ظُهُوْرَ الرُّوْمِ عَلَیْهِمْ لِاَنَّهُمْ وَ اِیَّاهُمْ اَهْلُ كِتَابٍ، وَ فِیْ ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی "وَ یَوْمَئِذٍ یَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ، وَ كَانَتْ قُرَیْشٌ تُحِبُّ ظُهُوْرَ فَارِسَ لِاَنَّهُمْ وَ اِیَّاهُمْ لَیْسُوْا بِاَهْلِ كِتَابٍ وَلَا اِیْمَانٍ بِبَعْثٍ، فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰیَةَ، خَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّیْقُ یَصِیْحُ فِیْ نَوَاحِیْ مَكَّةَ الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ، قَالَ نَاسٌ مِنْ قُرَیْشٍ لِاَبِیْ بَكْرٍ، فَذٰلِكَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ. زَعَمَ صَاحِبُكَ اَنَّ الرُّوْمَ سَتَغْلِبُ فَارِسًا فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ، اَفَلَا نُرَاهِنُكَ عَلٰی ذٰلِكَ؟ قَالَ: بَلٰی وَ ذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِیْمِ الرِّهَانِ، فَارْتَهَنَ اَبُوْ بَكْرٍ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَ تَوَاضَعُوا الرِّهَانَ. وَ قَالُوْا لِاَبِیْ بَكْرٍ: كَمْ تَجْعَلُ الْبِضْعَ ثَلَاثَ سِنِیْنَ اِلٰی تِسْعِ سِنِیْنَ فَسَمِّ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكَ وَسَطًا تَنْتَهِیْ اِلَیْهِ، قَالَ: فَسَمَّوْا بَیْنَهُمْ سِتَّ سِنِیْنَ، قَالَ: فَمَضَتِ السِّتُّ سِنِیْنَ قَبْلَ اَنْ یَظْهَرُوْا، فَاَخَذَ الْمُشْرِكُوْنَ رَهْنَ اَبِیْ بَكْرٍ، فَلَمَّا دَخَلَتِ السَّنَةُ السَّابِعَةُ ظَهَرَتِ الرُّوْمُ عَلٰی فَارِسَ، فَعَابَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَبِیْ بَكْرٍ تَسْمِیَةَ سِتِّ سِنِیْنَ، قَالَ: لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ: فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ، قَالَ: وَ اَسْلَمَ عِنْدَ ذٰلِكَ نَاسٌ كَثِیْرٌ. (۹)

تشریح: دراصل سورۂ روم کی ابتدا میں ایک پیشین گوئی کی گئی تھی جو قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے اور محمد ﷺ کے رسول برحق ہونے کی نمایاں ترین شہادتوں میں سے ایک تھی۔

نبی ﷺ کی نبوت سے آٹھ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ قیصر روم ماریس (Maurice) کے خلاف بغاوت ہوئی اور ایک شخص فوکاس (Phocas) تختِ سلطنت پر قابض ہوگیا۔ اس شخص نے پہلے تو قیصر کی آنکھوں کے سامنے اس کے پانچ بیٹوں کو قتل کرایا، پھر خود قیصر کو قتل کرا کے باپ بیٹوں کے سر قسطنطنیہ میں برسرِ عام لٹکوا دیئے، اور اس کے چند روز بعد اس کی بیوی اور تین لڑکیوں کو بھی مروا ڈالا۔ اس واقعہ سے ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کو روم پر حملہ آور ہونے کے لیے بہترین اخلاقی بہانہ ہاتھ آ گیا۔ قیصر ماریس اس کا محسن تھا اسی کی مدد سے پرویز کو ایران کا تخت نصیب ہوا تھا۔ اسے وہ اپنا باپ کہتا تھا۔ اس بنا پر اس نے اعلان کیا کہ میں غاصب فوکاس سے اس ظلم کا بدلہ لوں گا جو اس نے میرے مجازی باپ اور اس کی اولاد پر ڈھایا ہے۔ ۶۰۳ء میں اس نے سلطنت روم کے خلاف جنگ کا آغاز کیا اور چند سال کے اندر وہ فوکاس کی فوجوں کو پے در پے شکستیں دیتا ہوا ایک طرف ایشیائے کوچک میں ایڈیسا (موجودہ اورفا) تک اور دوسری طرف شام میں حلب اور انطاکیہ تک پہنچ گیا۔ روم کے اعیانِ سلطنت یہ دیکھ کر کہ فوکاس ملک کو نہیں بچا سکتا، افریقہ کے گورنر سے مدد کے طالب ہوئے۔ اس نے اپنے بیٹے ہرقل (Heraclius) کو ایک طاقت ور بیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ بھیج دیا۔ اس کے پہنچتے ہی فوکاس معزول کر دیا گیا، اس کی جگہ ہرقل قیصر بنایا گیا، اور اس نے برسرِ اقتدار آ کر فوکاس کے ساتھ وہی کچھ کیا جو اس نے ماریس کے ساتھ کیا تھا۔ یہ ۶۱۰ء کا واقعہ ہے، اور یہ وہی سال ہے جس میں نبی ﷺ اللہ کی طرف سے منصب نبوت پر سرفراز ہوئے۔

خسرو پرویز نے جس اخلاقی بہانے کو بنیاد بنا کر جنگ چھیڑی تھی، فوکاس کے عزل اور قتل کے بعد وہ ختم ہو چکا تھا اگر واقعی اس کی جنگ کا مقصد غاصب فوکاس سے اس کے ظلم کا بدلہ لینا ہوتا تو اس کے مارے جانے پر اسے نئے قیصر سے صلح کر لینی چاہیے تھی۔ مگر اس نے پھر بھی جنگ جاری رکھی، اور اب اس جنگ کو اس نے مجوسیت اور مسیحیت کی مذہبی جنگ کا رنگ دے دیا۔ عیسائیوں کے جن فرقوں کو رومی سلطنت کے سرکاری کلیسا نے ملحد قرار دے کر سالہا سال سے تختۂ مشق ستم بنا رکھا تھا۔ (یعنی نسطوری اور یعقوبی وغیرہ) ان کی ساری ہمدردیاں بھی مجوسی حملہ آوروں کے ساتھ ہو گئیں۔ اور یہودیوں نے بھی مجوسیوں کا ساتھ دیا۔ حتیٰ کہ خسرو پرویز کی فوج میں بھرتی ہونے والے یہودیوں کی تعداد ۲۶ ہزار تک پہنچ گئی۔

ہرقل آ کر اس سیلاب کو نہ روک سکا۔ تخت نشین ہوتے ہی پہلی اطلاع جو اسے مشرق سے ملی وہ انطاکیہ پر ایرانی قبضے کی تھی۔ اس کے بعد ۶۱۳ء میں دمشق فتح ہوا۔ پھر ۶۱۴ء میں بیت المقدس پر قبضہ کر کے ایرانیوں نے مسیحی دنیا پر قیامت ڈھادی۔ ۹۰ ہزار عیسائی اس شہر میں قتل کیے گئے۔ ان کا سب سے زیادہ مقدس کلیسا، کنیسۃ القیامہ (Holy Sepulchre) برباد کر دیا گیا۔ اصلی صلیب جس کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ اسی پر مسیحؑ نے جان دی تھی، مجوسیوں نے چھین کر مدائن پہنچا دی۔ لاٹ پادری زکریا کو بھی وہ پکڑ لے گئے اور شہر کے تمام بڑے بڑے گرجوں کو انھوں نے مسمار کر دیا۔ اس فتح کا نشہ جس بری طرح خسرو پرویز پر چڑھا تھا۔ اس کا اندازہ اُس خط سے ہوتا ہے جو اس نے بیت المقدس سے ہرقل کو لکھا تھا۔ اس میں وہ کہتا ہے کہ ”سب خداؤں سے بڑے خدا، تمام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینہ اور بے شعور بندے ہرقل کے نام“ ”تو کہتا ہے کہ تجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے۔ لیکن کیوں نہ تیرے رب نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچا لیا؟“

اس فتح کے بعد ایک سال کے اندر اندر ایرانی فوجیں اُردن، فلسطین اور جزیرہ نمائے سینا کے پورے علاقے پر قابض ہو کر حدودِ مصر تک پہنچ گئیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مکہ معظمہ میں ایک اور اس سے بدرجہا زیادہ تاریخی اہمیت رکھنے والی جنگ برپا تھی۔ یہاں توحید کے علم بردار سیدنا محمد ﷺ کی قیادت میں، اور شرک کے پیرو کار سرداران قریش کی رہ نمائی میں ایک دوسرے سے برسرِ جنگ تھے، اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ۶۱۵ء میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنا گھر بار چھوڑ کر حبش کی عیسائی سلطنت میں (جو روم کی حلیف تھی) پناہ لینی پڑی۔ اس وقت سلطنتِ روم پر ایران کے غلبے کا چرچا ہر زبان پر تھا۔ مکّے کے مشرکین اس پر بغلیں بجا رہے تھے اور مسلمانوں سے کہتے تھے کہ دیکھو ایران کے آتش پرست فتح پا رہے ہیں اور وحی و رسالت کے ماننے والے عیسائی شکست کھاتے چلے جا رہے ہیں۔ اس طرح ہم عرب کے بت پرست بھی تمہیں اور تمہارے دین کو مٹا کر رکھ دیں گے۔

ان حالات میں قرآن مجید کی یہ سورۂ (الروم) نازل ہوئی اور اس میں یہ پیشین گوئی کی گئی کہ ”قریب کی سرزمین میں رومی مغلوب ہو گئے ہیں، مگر اس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر ہی وہ غالب آ جائیں گے، اور وہ دن وہ ہوگا جب کہ اللہ کی دی ہوئی فتح سے اہلِ ایمان خوش ہو رہے ہوں گے۔“ اس میں ایک کے بجائے دو پیشین گوئیاں تھیں۔ ایک یہ کہ رومیوں کو غلبہ نصیب ہوگا۔ دوسری یہ کہ مسلمانوں کو بھی اسی زمانے میں فتح حاصل ہوگی۔ بظاہر دور دور تک کہیں اس کے آثار موجود نہ تھے کہ ان میں سے کوئی ایک پیشین گوئی بھی چند سال کے اندر پوری ہو جائے گی۔ ایک طرف مٹھی بھر مسلمان تھے جو مکّے میں مارے اور کھدیڑے جا رہے تھے اور اس پیشین گوئی کے بعد بھی آٹھ سال تک ان کے لیے غلبہ و فتح کا کوئی امکان کسی

کو نظر نہ آتا تھا۔ دوسری طرف روم کی مغلوبیت روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ ۶۱۹ء تک پورا مصر ایران کے قبضے میں چلا گیا اور مجوسی فوجوں نے طرابلس کے قریب پہنچ کر اپنے جھنڈے گاڑ دیے۔ ایشیائے کوچک میں ایرانی فوجیں رومیوں کو مارتی دباتی باسفورس کے کنارے تک پہنچ گئیں اور ۶۱۷ء میں انہوں نے عین قسطنطنیہ کے سامنے خلق دون (Khalcedon) (موجودہ قاضی کوئی) پر قبضہ کر لیا۔ قیصر نے خسرو کے پاس ایلچی بھیج کر نہایت عاجزی سے درخواست کی کہ میں ہر قیمت پر صلح کرنے کو تیار ہوں۔ مگر اس نے جواب دیا کہ "اب میں قیصر کو اس وقت تک امان نہ دوں گا جب تک وہ پابہ زنجیر میرے سامنے حاضر نہ ہو اور اپنے خدائے مصلوب کو چھوڑ کر خداوند آتش کی بندگی نہ اختیار کر لے۔" آخر کار قیصر اس حد تک شکست خوردہ ہو گیا کہ اس نے قسطنطنیہ چھوڑ کر قرطاجنہ (Carthage موجودہ تیونس) منتقل ہو جانے کا ارادہ کر لیا۔ غرض انگریز مؤرخ گبن کے بقول، قرآن مجید کی اس پیشین گوئی کے بعد بھی سات آٹھ برس تک حالات ایسے تھے کہ کوئی شخص یہ تصور تک نہ کر سکتا تھا کہ رومی سلطنت ایران پر غالب آجائے گی۔ بلکہ غلبہ تو درکنار اس وقت تو کسی کو یہ امید بھی نہ تھی کہ اب یہ سلطنت زندہ رہ جائے گی۔(۱)

۶۲۲ء میں ادھر نبی ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور ادھر قیصر ہرقل خاموشی کے ساتھ قسطنطنیہ سے بحر اسود کے راستے طرابزون کی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے ایران پر پشت کی طرف سے حملہ کرنے کی تیاری کی۔ اس جوابی حملے کی تیاری کے لیے قیصر نے کلیسا سے روپیہ مانگا اور مسیحی کلیسا کے اسقف اعظم سرجیس (Sergius) نے مسیحیت کو مجوسیت سے بچانے کے لیے گرجاؤں کے نذرانوں کی جمع شدہ دولت سود پر قرض دی۔ ہرقل نے اپنا حملہ ۶۲۳ء میں آرمینیا سے شروع کیا اور دوسرے سال ۶۲۴ء میں اس نے آذربیجان میں گھس کر زرتشت کے مقام پیدائش ارمیاہ (Clorumia) کو تباہ کر دیا اور ایرانیوں کے سب سے بڑے آتش کدے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھیے کہ یہی وہ سال تھا جس میں مسلمانوں کو بدر کے مقام پر پہلی مرتبہ مشرکین کے مقابلے میں فیصلہ کن فتح نصیب ہوئی۔ اس طرح وہ دونوں پیشین گوئیاں جو سورۂ روم میں کی گئی تھیں دس سال کی مدت ختم ہونے سے پہلے بیک وقت پوری ہو گئیں۔

پھر روم کی فوجیں ایرانیوں کو مسلسل دباتی چلی گئیں۔ نینوی کی فیصلہ کن لڑائی ۶۲۷ء میں انہوں نے سلطنت ایران کی کمر توڑ دی۔ اس کے بعد شاہان ایران کی قیام گاہ دستگرد (دَسکرۃ الملک) کو تباہ کر دیا گیا اور آگے بڑھ کر ہرقل کے لشکر عین طیسفون (Ctesiphon) کے سامنے پہنچ گئے جو اس وقت ایران کا دار السلطنت تھا ۶۲۸ء میں خسرو پرویز کے خلاف گھر میں بغاوت رونما ہوئی۔ وہ قید کیا گیا، اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے ۱۸ بیٹے قتل کر دیئے گئے، اور چند روز بعد خود قید کی سختیوں سے ہلاک ہو گیا۔ یہی سال تھا جس میں صلح حدیبیہ واقع ہوئی جسے قرآن "فتح عظیم" کے نام سے تعبیر کرتا ہے اور یہی سال تھا جس میں خسرو کے بیٹے قباد ثانی نے تمام رومی مقبوضات سے دست بردار ہو کر اور اصلی صلیب واپس کر کے روم سے صلح کر لی۔ ۶۲۹ء میں قیصر "مقدس صلیب" کو اس کی جگہ رکھنے کے لیے خود بیت المقدس گیا اور اس سال نبی ﷺ عمرۃ القضا ادا کرنے کے لیے ہجرت کے بعد پہلی مرتبہ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔

اس کے بعد کسی کے لیے بھی اس امر میں شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی کہ قرآن کی پیشین گوئی بالکل سچی تھی۔ عرب کے بکثرت مشرکین اس پر ایمان لے آئے۔ ابی بن خلف کے وارثوں کو ہار مان کر شرط کے اونٹ ابوبکر صدیقؓ کے حوالے کرنے

(1) Gibbon, Decline and fall of the Roman Empire vol, ii.p,788 - Modern Library, New York.

پڑے۔ وہ انہیں لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے حکم دیا کہ انہیں صدقہ کر دیا جائے کیوں کہ شرط اس وقت ہوئی تھی جب شریعت میں جوئے کی حرمت کا حکم نہیں آیا تھا، مگر اب حرمت کا حکم آچکا تھا اس لیے حربی کافروں سے شرط کا مال تو لے لینے کی اجازت دے دی گئی مگر یہ ہدایت کی گئی کہ اسے خود استعمال کرنے کے بجائے صدقہ کر دیا جائے۔

(تفہیم القرآن، ج ۳، الروم۔ تاریخی پس منظر)

تجدید واحیائے دین کی پیشین گوئی

۹۵۔اِنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِأَةِ سَنَةٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا۔

(رواہ ابو داؤد عن ابی ہریرۃؓ)

''اللہ ہر صدی کے سر پر اس امت کے لیے ایسے لوگ اٹھاتا رہے گا جو اس کے لیے اس کے دین کو تازہ کریں گے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ الْمَهْرِیُّ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ اَیُّوْبَ عَنْ شَرَاحِیْلَ بْنِ یَزِیْدَ الْمُعَافِرِیِّ، عَنْ اَبِیْ عَلْقَمَةَ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فِیْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا۔ (۱۰)

تشریح: اس حدیث سے بعض لوگوں نے تجدید اور مجدّدِین کا بالکل ہی ایک غلط تصوّر اخذ کر لیا۔ انہوں نے عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِأَةٍ سے صدی کا آغاز یا اختتام مراد لے لیا، اور **من یجدّد لها** کا مطلب یہ سمجھا کہ اس سے مراد لازماً کوئی ایک ہی شخص ہے۔ اس بنا پر انہوں نے تلاش کرنا شروع کر دیا کہ اسلام کی پچھلی تاریخوں میں کون کون ایسے اشخاص ملتے ہیں جو ایک ایک صدی کے آغاز یا اختتام پر پیدا ہوئے یا مرے ہوں۔ اور انہوں نے تجدیدِ دین کا کام بھی کیا ہو۔ حالاں کہ نہ رأس کے معنی ''سر'' کے ہیں اور صدی کے سر پر کسی شخص یا گروہ کے اٹھائے جانے کا مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ وہ اپنے دور کے علوم، افکار اور رفتارِ عمل پر نمایاں اثر ڈالے گا اور مَن کا لفظ عربی میں واحد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے مَن سے مراد ایک شخص بھی ہو سکتا ہے، بہت سے اشخاص بھی ہو سکتے ہیں، اور پورے پورے ادارے اور گروہ بھی ہو سکتے ہیں۔ حضورؐ نے جو خبر دی ہے اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ ان شاء اللہ اسلامی تاریخ کی کوئی صدی ایسے لوگوں سے خالی نہ گزرے گی جو طوفانِ جاہلیت کے مقابلے میں اُٹھیں گے اور اسلام کو اس کی اصلی روح اور صورت میں از سرِ نو قائم کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ ضروری نہیں کہ ایک صدی کا مجدّد ایک ہی شخص ہو ایک صدی میں متعدد اشخاص اور گروہ یہ خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ تمام دنیائے اسلام کے لیے ایک ہی مجدّد ہو۔ ایک وقت میں بہت سے ملکوں میں بہت سے آدمی تجدیدِ دین کے لیے سعی کرنے والے ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ شخص جو اس سلسلے کی کوئی خدمت انجام دے ''مجدّد'' کے خطاب سے نوازا جائے۔ یہ خطاب تو صرف ایسے اشخاص ہی کو دیا جا سکتا ہے جنہوں نے تجدیدِ دین کے لیے کوئی بہت بڑا اور نمایاں کارنامہ انجام دیا ہو۔

(تجدید واحیائے دین، شرح حدیث مَنْ یجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا)

تجدید کسی دینی منصب کا کام نہیں ہے جس پر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے بامرِ شرعی مامور ہوتا ہو اور اس کو مجدّد

ماننے یا نہ ماننے سے کسی شخص کے عقیدۂ دینی پر کوئی اچھا یا بُرا اثر پڑتا ہو۔ یہ تو ایک لقب ہے جو کسی آدمی کو اس کے کارنامے کے لحاظ سے دیا جاتا ہے۔ ہمارے علم میں جس شخص نے بھی دین کو از سرِ نو تازہ کرنے کی کوئی خدمت انجام دی ہو ہم اُسے مجدّد کہہ سکتے ہیں۔ اور دوسرے شخص کی رائے میں اگر اس کا کارنامہ اس مرتبے کا نہ ہو تو وہ اسے اس لقب کا مستحق ٹھیرانے سے انکار کر سکتا ہے۔ نادان لوگوں نے اس معاملے کو خواہ مخواہ اہم بنا دیا ہے۔ نبی ﷺ نے جو خبر دی تھی وہ صرف یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو مٹنے نہیں دے گا، بلکہ ہر صدی کے سر پر ایسے شخص یا اشخاص کو اٹھاتا رہے گا جو اس کے دھندلے ہوتے ہوئے آثار کو پھر سے تازہ کر دے گا یا کر دیں گے۔ حدیث میں مَن کا لفظ عربیّت کے لحاظ سے اس بات کا متقاضی نہیں ہے کہ ضرور وہ کوئی ایک ہی شخص ہو۔ اس کا اطلاق متعدّد اشخاص پر ہو سکتا ہے۔ اور حدیث میں کوئی لفظ ایسا بھی نہیں جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ مجدّد کو اپنے مجدّد نہ ہونے کا شعور بھی ہونا چاہیے یا یہ کہ لوگوں کے لیے مجدّد کا پہچاننا بھی ضروری ہے۔

کسی شخص کے مجدّد ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ ہر لحاظ سے مردِ کامل ہے اور اس کا کام نقائص سے پاک ہے۔ اس کو مجدّد قرار دینے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ اس کا مجموعی کارنامہ تجدیدی خدمت کی شہادت دیتا ہو۔ لیکن ہم سخت غلطی کریں گے اگر کسی کو مجدّد قرار دینے کے بعد اس کو بے خطا سمجھ لیں اور اس کی ہر بات پر ایمان لے آئیں۔ نبی کی طرح مجدّد معصوم نہیں ہوتا۔ (تجدید و احیائے دین، منصب تجدید اور امام مہدی)

۹۶- اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰهِ۔

تخریج: عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اِنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ، یَاوِیْ اِلَیْهِ کُلُّ مَظْلُوْمٍ مِنْ عِبَادِهٖ، فَاِذَا عَدَلَ کَانَ لَهُ الْاَجْرُ وَ عَلَی الرَّعِیَّةِ الشُّکْرُ، وَ اِذَا جَارَ کَانَ عَلَیْهِ الْاِصْرُ وَ عَلَی الرَّعِیَّةِ الصَّبْرُ۔ (۱۱)

تشریح: اس میں شک نہیں کہ حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں مگر لوگوں نے ان کا بالکل غلط مفہوم لیا ہے۔ عربی زبان میں سلطان کے اصل معنی اقتدار کے ہیں۔ صاحبِ اقتدار کے لیے تو یہ لفظ مجازاً استعمال ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے اس لفظ کو اس کے اصل معنی میں استعمال کیا ہے نہ کہ مجازی معنی میں۔ حضورؐ کے ارشاد کا منشا یہ ہے کہ حکومت و اقتدار درحقیقت اللہ تعالیٰ کے اقتدار کا ایک پرتو ہے۔ جس شخص پر یہ پرتو ڈالا جائے وہ اگر اس کی عزت کو ملحوظ رکھے گا۔ یعنی حق اور انصاف کے مطابق حکومت کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے عزت دے گا۔ اور جو شخص اس سایہ الٰہی کی اہانت کرے گا یعنی ظلم اور نفس پرستی کے ساتھ حکومت کرے گا، اللہ اس کو ذلیل کر دے گا، نبی ﷺ کے اس حکیمانہ ارشاد کو توڑ مروڑ کر لوگوں نے بادشاہوں کو ظلّ اللہ قرار دے دیا اور حضورؐ کے منشا کے بالکل خلاف اسے بادشاہ پرستی کے لیے ایک مذہبی بنیاد بنا ڈالا۔ (تجدید و احیائے دین، جاہلیت کا حملہ)

امام مہدی کے متعلق پیشین گوئیاں

۹۷- اِنَّ اَوَّلَ دِیْنِکُمْ نُبُوَّةٌ وَ رَحْمَةٌ وَ تَکُوْنُ فِیْکُمْ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ

جَلَّ جَلَالُہٗ۔ ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکاً عَاضًا فَیَکُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُہُ اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ۔ ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا جَبْرِیَّۃً فَتَکُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُہُ اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ۔ ثُمَّ تَکُوْنُ خَلَافَۃٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ تَعْمَلُ فِی النَّاسِ بِسُنَّۃِ النَّبِیِّ وَ یُلْقِی الْاِسْلَامُ بِجِرَانِہٖ فِی الْاَرْضِ یَرْضیٰ عَنْھَا سَاکِنُ السَّمَآءِ وَ سَاکِنُ الْاَرْضِ۔ لَا تَدَعُ النَّاسُ مِنْ قِطْرٍ اِلَّا صَبَّبَہٗ مِدْرَارًا وَلَا تَدَعُ الْاَرْضَ مِنْ نَبَاتِھَا وَ بَرَکَاتِھَا شَیْئًا اِلَّا اَخْرَجَتْہٗ۔[۱]

’’تمہارے دین کی ابتدا نبوّت اور رحمت سے ہے۔ اور وہ تمہارے درمیان رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ جلّ جلالہ اس کو اُٹھالے گا۔ پھر نبوّت کے طریقہ پر خلافت ہوگی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ اسے بھی اُٹھالے گا۔

پھر بد اطوار بادشاہی ہوگی اور جب تک اللہ چاہے گا رہے گی پھر اللہ اسے بھی اٹھالے گا۔ پھر جبر کی فرماں روائی ہوگی اور وہ بھی جب تک اللہ چاہے گا رہے گی پھر اللہ تعالیٰ اُسے بھی اُٹھائے گا۔

پھر وہی خلافت بطریقِ نبوّت ہوگی جو لوگوں کے درمیان نبی کی سنّت کے مطابق عمل کرے گی اور اسلام زمین میں پاؤں جمائے گا۔ اس حکومت سے آسمان والے بھی خوش ہوں گے اور زمین والے بھی۔ آسمان دل کھول کر اپنی برکتوں کی بارش کرے گا اور زمین اپنے پیٹ کے سارے خزانے اُگل دے گی۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ الطَّیَالِسِیُّ، حَدَّثَنِیْ دَاوٗدُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ الْوَاسِطِیُّ، حَدَّثَنِیْ حَبِیْبُ بْنُ سَالِمٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ، قَالَ: کُنَّا قُعُوْدًا فِی الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَ کَانَ بَشِیْرٌ رَجُلًا یَکُفُّ حَدِیْثَہٗ، فَجَآءَ اَبُوْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیُّ، فَقَالَ: یَا بَشِیْرَ بْنَ سَعْدٍ، أَ تَحْفَظُ حَدِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِی الْاُمَرَاءِ؟ فَقَالَ حُذَیْفَۃُ: اَنَا اَحْفَظُ خُطْبَتَہٗ، فَجَلَسَ اَبُوْ ثَعْلَبَۃَ فَقَالَ حُذَیْفَۃُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ تَکُوْنُ النُّبُوَّۃُ فِیْکُمْ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ، ثُمَّ یَرْفَعُھَا اِذَا شَآءَ اَنْ یَرْفَعَھَا، ثُمَّ تَکُوْنُ خَلَافَۃٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ فِیْکُمْ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اِذَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَرْفَعَھَا، ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا عَاضًا فَیَکُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَّکُوْنَ، ثُمَّ یَرْفَعُھَا اِذَا شَآءَ اَنْ یَّرْفَعَھَا، ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا جَبْرِیَّۃً فَتَکُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ، ثُمَّ یَرْفَعُھَا اِذَا شَآءَ اَنْ یَرْفَعَھَا، ثُمَّ تَکُوْنُ خَلَافَۃٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ ثُمَّ سَکَتَ۔ الخ۔ (۱۲)

تشریح: عقل چاہتی ہے فطرت مطالبہ کرتی ہے، اور دنیا کے حالات کی رفتار متقاضی ہے کہ ایسا لیڈر (مجدّدِ کامل) پیدا ہو، خواہ اس دَور میں پیدا ہو، یا زمانے کی ہزاروں گردشوں کے بعد پیدا ہو۔ اسی کا نام امام المہدی ہوگا جس کے بارے میں صاف پیشین گوئیاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے کلام میں موجود ہیں۔

---

(۱) منصب امامت ص ۵۲ - ۸۳ از محمد اسماعیل شاہ صاحب۔ (الموافقات للشاطبی ج اول ص ۹۷۔ (مختصر روایت)

اگر چہ یہ پیشین گوئیاں مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک وغیرہ کتابوں میں کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ مگر یہاں اوپر وہ روایت نقل کی گئی ہے جو امام شاطبی نے موافقات میں اور مولانا اسماعیل شہید نے منصب امامت میں نقل کی ہے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ اسناد کے اعتبار سے اس روایت کا کیا مرتبہ ہے مگر معناً یہ ان تمام روایت سے مطابقت رکھتی ہے جو اس معنی میں وارد ہوئی ہیں۔ اس میں تاریخ کے پانچ مرحلوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن میں سے تین گزر چکے ہیں اور چوتھا اب گزر رہا ہے آخر میں جس پانچویں مرحلے کی پیشین گوئی کی گئی ہے، تمام قرائن بتا رہے ہیں کہ انسانی تاریخ تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہی ہے۔ انسانی ساخت کے سارے ''ازم'' آزمائے جا چکے ہیں اور بُری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ آدمی کے لیے اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ تھک ہار کر اسلام کی طرف رجوع کرے۔

آج کل نادانی کی وجہ سے اس نام (امام مہدی) کو سُن کر ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ اُن کو شکایت ہے کہ کسی آنے والے مردِ کامل کے انتظار نے جاہل مسلمانوں کے قوائے عمل کو سرد کر دیا ہے، اس لیے ان کی رائے یہ ہے کہ جس حقیقت کا غلط مفہوم لے کر جاہل لوگ بے عمل ہو جائیں وہ سرے سے حقیقت ہی نہ ہونی چاہیے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ تمام مذہبی قوموں میں کسی مَردے از غیب کی آمد کا عقیدہ پایا جاتا ہے، لہٰذا یہ محض ایک وہم ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ خاتم النبین ﷺ کی طرح پچھلے انبیاء نے بھی اگر اپنی قوموں کو یہ خوش خبری دی ہو کہ نوع انسان کی دنیوی زندگی ختم ہونے سے پہلے ایک دفعہ اسلام ساری دنیا کا دین بنے گا۔ اور انسان کے بنے ہوئے سارے ''ازموں'' کی ناکامی کے بعد آخر کار تباہیوں کا مارا ہوا انسان اس ازم کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوگا، جسے خدا نے بنایا ہے، اور یہ نعمت انسان کو ایک ایسے عظیم الشان لیڈر کی بدولت نصیب ہوگی جو انبیاء کے طریقے پر کام کر کے اسلام کو اس کی صحیح صورت میں پوری طرح نافذ کر دے گا، تو آخر اس میں وہم کی کون سی بات ہے؟ بہت ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے کلام سے نکل کر یہ چیز دنیا کی دوسری قوموں میں بھی پھیلی ہو اور جہالت نے اس کی روح نکال کر اوہام کے لبادے اس کے گرد لپیٹ دیئے ہوں۔

الامام المہدی

مسلمانوں میں جو لوگ الامام المہدی کی آمد کے قائل ہیں وہ بھی اُن متجدّدین سے، جو اس کے قائل نہیں ہیں، اپنی غلط فہمیوں میں کچھ پیچھے نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امام مہدی کوئی اگلے وقتوں کے مولویانہ وصوفیانہ وضع قطع کے آدمی ہوں گے۔ تسبیح ہاتھ میں لیے یکا یک کسی مدرسے یا خانقاہ کے حجرے سے برآمد ہوں گے۔ آتے ہی انا المہدی کا اعلان کریں گے۔ علماء اور مشائخ کتابیں لیے ہوئے پہنچ جائیں گے۔ اور لکھی ہوئی علامتوں سے ان کے جسم کی ساخت وغیرہ کا مقابلہ کر کے انہیں شناخت کر لیں گے۔ پھر بیعت ہوگی اور اعلان جہاد کر دیا جائے گا۔ چلّہ کھینچے ہوئے درویش اور سب پرانے طرز کے ''بقية السلف'' ان کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ تلوار تو محض شرط پوری کرنے کے لیے برائے نام چلانی پڑے گی۔ اصل میں سارا کام برکت اور روحانی تصرف سے ہوگا۔ پھونکوں اور وظیفوں کے زور سے میدان جیتے جائیں گے۔ جس کافر پر نظر ماردیں گے تڑپ کر بے ہوش ہو جائے گا۔ اور محض بددعا کی تاثیر سے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں میں کیڑے پڑ جائیں گے۔

عقیدۂ ظہور مہدی کے متعلق عام لوگوں کے تصوّرات کچھ اسی قسم کے ہیں مگر میں جو سمجھا ہوں، اس سے مجھ کو معاملہ

بالکل برعکس نظر آتا ہے میرا اندازہ یہ ہے کہ آنے والا اپنے زمانے میں بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا۔ وقت کے تمام علومِ جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگی۔ زندگی کے سارے مسائل مہمّہ کو وہ خوب سمجھتا ہوگا۔ عقلی و ذہنی ریاست، سیاسی تدبّر اور جنگی مہارت کے اعتبار سے وہ تمام دنیا پر سکّہ جمادے گا۔ اور اپنے عہد کے تمام جدیدوں سے بڑھ کر جدید ثابت ہوگا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی ''جدتوں'' کے خلاف مولوی اور صوفی صاحبان ہی سب سے پہلے شورش برپا کردیں گے۔ پھر مجھے یہ بھی امید ہے کہ اپنی جسمانی ساخت میں وہ عام انسانوں سے کچھ بہت مختلف ہوگا، کہ اس کی علامتوں سے اس کو تاڑ لیا جائے، نہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنے مہدی ہونے کا اعلان کرے گا۔ بلکہ شاید اسے خود بھی اپنے مہدی موعود ہونے کی خبر نہ ہوگی، اور اس کی موت کے بعد اس کے کارناموں سے دنیا کو معلوم ہوگا کہ یہی تھا وہ خلافت کو منہاج النبوّۃ پر قائم کرنے والا جس کی آمد کا مژدہ سنایا گیا تھا جیسا کہ میں پہلے اشارہ کرچکا ہوں، نبی کے سوا کسی کا یہ منصب نہیں ہے کہ دعوے سے کام کا آغاز کرے اور نہ نبی کے سوا کسی کو یقینی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس خدمت پر مامور ہوا ہے۔ مہدویّت کرنے کی چیز نہیں، کرکے دکھا جانے کی چیز ہے۔

اس قسم کے دعوے جو لوگ کرتے ہیں اور جو ان پر ایمان لاتے ہیں، میرے نزدیک دونوں اپنے علم کی کمی اور ذہن کی پستی کا ثبوت دیتے ہیں۔

مہدی کے کام کی نوعیّت کا جو تصوّر میرے ذہن میں ہے وہ بھی ان حضرات کے تصوّر سے بالکل مختلف ہے۔ مجھے اس کے کاموں میں کرامات، خوارق، کشوف و الہامات اور چلّوں اور ''مجاہدوں'' کی کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ انقلابی لیڈر کو دنیا میں جس طرح شدید جدوجہد اور کشمکش کے مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے انہی مرحلوں سے مہدی کو بھی گزرنا ہوگا۔ وہ خالص اسلام کی بنیادوں پر ایک نیا مذہب فکر پیدا کرے گا۔ ذہنیتوں (School of Thought) کو بدلے گا، ایک زبردست تحریک اُٹھائے گا جو بیک وقت تہذیبی بھی ہوگی اور سیاسی بھی، جاہلیّت اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس کو کچلنے کی کوشش کرے گی، مگر بالآخر وہ جاہلی اقتدار کو اُلٹ کر پھینک دے گا، اور ایک ایسا زبردست اسلامی اسٹیٹ قائم کرے گا جس میں ایک طرف اسلام کی پوری روح کارفرما ہوگی، اور دوسری طرف سائینٹیفک ترقی اوجِ کمال پر پہنچ جائے گی جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے ''اس کی حکومت سے آسمان والے بھی راضی ہوں گے اور زمین والے بھی، آسمان دل کھول کر اپنی برکتوں کی بارش کرے گا، اور زمین اپنے پیٹ کے سارے خزانے اُگل دے گی۔''

اگر یہ توقّع صحیح ہے کہ ایک وقت میں اسلام تمام دنیا کے افکار، تمدّن اور سیاست پر چھا جانے والا ہے تو ایسے ایک عظیم الشان لیڈر کی پیدائش بھی یقینی ہے جس کی ہمہ گیر و پُرزور قیادت میں یہ انقلاب رونما ہوگا۔ جن لوگوں کو ایسے لیڈر کے ظہور کا خیال سُن کر حیرت ہوتی ہے، مجھے اُن کی عقل پر حیرت ہوتی ہے جب خدا کی اس خدائی میں لینن اور ہٹلر جیسے ائمہ ضلالت کا ظہور ہوسکتا ہے تو آخر ایک امام ہدایت کا ظہور کیوں مستبعد ہو؟ (تجدید و احیائے دین، کار تجدید کی نوعیت، الامام المہدی)

ظہورِ مہدی کے متعلق روایات پر تنقید

ظہورِ مہدی کے متعلق جو روایات ہیں، ان کے متعلق ناقدین حدیث نے اس قدر سخت تنقید کی ہے کہ ایک گروہ سرے سے اس بات کا قائل ہی نہیں رہا ہے کہ امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ اسماء الرجال کی تنقید سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان

احادیث کے اکثر رواۃ شیعہ ہیں۔ تاریخ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر گروہ نے سیاسی و مذہبی اغراض کے لیے ان احادیث کو استعمال کیا ہے۔ اور اپنے کسی آدمی پر اُن کی مندرجہ علامات کو چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان وجوہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نفسِ ظہورِ مہدی کی خبر کی حد تک تو یہ روایات صحیح ہیں لیکن تفصیلی علامات کا بیشتر بیان غالباً وضعی ہے۔ اور اہلِ غرض نے شاید بعد میں ان چیزوں کو اصل ارشاد نبویؐ پر اضافہ کیا ہے۔ مختلف زمانوں میں جن لوگوں نے مہدیٔ موعود ہونے کے جھوٹے دعوے کیے ہیں، اُن کے لٹریچر میں بھی آپ دیکھیں گے کہ ان کی ساری فتنہ پردازی کے لیے مواد انہی روایات نے بہم پہنچایا ہے۔

میں نے جہاں تک نبی ﷺ کی پیشین گوئیوں پر غور کیا ہے اُن کا انداز یہ نہیں ہوتا کہ کسی آنے والی چیز کی علامات و تفصیلات اس طریقے سے کبھی آپ نے بیان کی ہوں، جس طرح ظہور مہدی کی احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ آپؐ بڑی بڑی اصولی علامات تو ضرور بیان فرمادیا کرتے تھے، لیکن جزئی تفصیلات بیان کرنا آپ ﷺ کا طریقہ نہ تھا۔

(تجدید واحیائے دین، المہدی کی علامات)

اوّل تو خود لفظ ''مہدی'' پر غور کرنا چاہیے جو حدیث میں استعمال کیا گیا ہے۔ حضورؐ نے مہدی کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کے معنی ہیں ''ہدایت یافتہ'' کے ''ہادی'' کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ مہدی ہر وہ سردار، لیڈر اور امیر ہوسکتا ہے جو راہِ راست پر ہو۔ ''المہدی'' زیادہ سے زیادہ خصوصیت کے لیے استعمال ہوگا۔ جس سے آنے والے کی کسی خاص امتیازی شان کا اظہار مقصود ہے۔ اور وہ امتیازی شان حدیث میں اس طرح بیان کردی گئی ہے کہ آنے والا خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نظام درہم برہم ہوجانے اور ظلم وجور سے زمین کے بھر جانے کے بعد ازسرِنو خلافت کو منہاج نبوت پر قائم کرے گا اور زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ بس یہی چیز ہے جس کی وجہ سے اس کو مختص وممتاز کرنے کے لیے ''المہدی'' پر ''ال'' داخل کیا گیا ہے۔ لیکن یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ مہدی کے نام سے دین میں کوئی خاص منصب قائم کیا گیا ہے جس پر ایمان لانا اور جس کی معرفت حاصل کرنا ویسا ہی ضروری ہو جیسا انبیاء پر ایمان لانا۔ اور اس کی اطاعت بھی شرطِ نجات اور شرطِ اسلام وایمان ہو۔ نیز اس خیال کے لیے بھی حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے کہ مہدی کوئی امام معصوم ہوگا۔ دراصل یہ معصومیت غیر انبیاء کا تخیّل ایک خالص شیعی تخیّل ہے جس کی کوئی سند کتاب وسنت میں موجود نہیں ہے۔

یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ جن چیزوں پر کفر واسلام کا مدار ہے، اور جن امور پر انسان کی نجات موقوف ہے، انہیں بیان کرنے کا اللہ تعالیٰ نے خود ذمّہ لیا ہے وہ سب قرآن میں بیان کی گئی ہیں۔ اور قرآن میں بھی ان کو کچھ اشارتاً وکنایتاً بیان نہیں کیا گیا ہے بلکہ پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ ان کو کھول دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے **اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى** (اللیل:۱۲) لہٰذا جو مسئلہ بھی دین میں یہ نوعیت رکھتا ہو، اس کا ثبوت لازماً قرآن ہی سے ملنا چاہیے۔ مجرّد حدیث پر ایسی کسی چیز کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔ جسے مدار کفر وایمان قرار دیا جائے۔ احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتی ہوئی آئی ہیں جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمان صحت ہے نہ کہ علم یقین۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس خطرے میں ڈالنا ہرگز پسند نہیں کرسکتا کہ جو امور اس کے دین میں اتنے اہم ہوں کہ ان سے کفر وایمان کا فرق واقع ہوتا ہو انہیں صرف چند آدمیوں کی روایت پر منحصر کردیا جائے۔ ایسے امور کی نوعیّت ہی اس امر کی متقاضی ہے کہ اللہ تعالیٰ

ان کو صاف صاف اپنی کتاب میں بیان فرمائے، اللہ کا رسول انہیں پیغمبرانہ مشن کا اصل کام سمجھتے ہوئے ان کی تبلیغ عام کرے اور وہ بالکل غیر مشتبہ طریقے سے ہر ہر مسلمان تک پہنچا دیئے گئے ہوں۔

اب ''مہدی'' کے متعلق خواہ کتنی ہی کھینچ تان کی جائے۔ بہر حال ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اسلام میں اس کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ اس کے جاننے اور ماننے پر کسی کے مسلمان ہونے اور نجات پانے کا انحصار ہو۔ یہ حیثیت اگر اس کی ہوتی تو قرآن میں پوری صراحت کے ساتھ اس کا ذکر کیا جاتا اور نبی ﷺ بھی دو چار آدمیوں سے اس کو بیان کر دینے پر اکتفا نہ فرماتے۔ بلکہ پوری اُمّت تک اسے پہنچانے کی سعی بلیغ فرماتے۔ اور اس کی تبلیغ میں آپ کی سعی کا یہ عالم ہوتا جو ہمیں توحید اور آخرت کی تبلیغ کے معاملے میں نظر آتا ہے۔ درحقیقت جو شخص بھی علوم دینی میں کچھ بھی نظر اور بصیرت رکھتا ہو وہ ایک لمحہ کے لیے بھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ جس مسئلے کی دین میں اتنی بڑی اہمیت ہو اُسے محض اخبارِ آحاد پر چھوڑا جا سکتا تھا، اور اخبارِ آحاد بھی اس درجہ کی کہ امام مالک اور امام بخاری اور امام مسلم جیسے محدثین نے اپنے حدیث کے مجموعوں میں سرے سے اُن کا لینا ہی پسند نہ کیا ہو۔

(تجدید و احیائے دین، المہدی کی علامات)

جو لوگ امام مہدی کے متعلق کسی روایت کو ماننے کے لیے اتنی بات کو کافی سمجھتے ہیں کہ وہ حدیث کی کس کتاب میں درج ہے، یا تحقیق کا حق ادا کرنے کے لیے صرف اس مرحلہ تک پہنچ سکتے ہیں کہ راویوں کے متعلق یہ معلوم کر لیں کہ وہ ثقہ ہیں یا نہیں، ان کے لیے یہ درست ہے کہ اپنا وہی عقیدہ رکھیں جو انہوں نے روایات میں پایا ہے، لیکن جو لوگ ان روایات کو جمع کر کے ان کا باہمی مقابلہ کرتے ہیں اور ان میں بکثرت تعارضات پاتے ہیں، نیز جن کے سامنے بنی فاطمہ اور بنی عباس اور بنی امیّہ کی کشمکش کی پوری تاریخ ہے اور وہ صریح طور پر دیکھتے ہیں کہ اس کشمکش کے فریقوں میں سے ہر ایک کے حق میں متعدّد روایات موجود ہیں اور راویوں میں سے بھی اکثر و بیشتر وہ لوگ ہیں جن کا ایک نہ ایک فریق سے کھلا ہوا تعلق تھا، اُن کے لیے یہ بہت مشکل ہے کہ ان روایات کی ساری تفصیلات کو صحیح تسلیم کر لیں۔ احادیث کے اندر بھی ''رایات السود'' یعنی کالے جھنڈوں کا ذکر موجود ہے، اور تاریخ سے معلوم ہے کہ کالے جھنڈے بنی عبّاس کا شعار تھے۔ نیز یہ بھی تاریخ سے معلوم ہے کہ اس قسم کی احادیث کو پیش کر کے خلیفہ مہدی عباسی کو مہدی موعود ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔ اب اگر کسی کو ان چیزوں کے ماننے پر اصرار ہے تو وہ مانے اور ''تجدید و احیائے دین'' میں جس رائے کا میں نے اظہار کیا ہے اس کو ردّ کر دے۔

میں نے یہ بات جو کہی ہے کہ مہدی موعود جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ داڑھی منڈوائے گا، کوٹ پتلون پہنے گا، اور اپٹوڈیٹ فیشن میں رہے گا۔ بلکہ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ وہ جس زمانے میں بھی پیدا ہوگا، اس زمانے کے علوم سے، حالات سے، اور ضروریات سے پوری طرح واقف ہوگا، اپنے زمانے کے مطابق عملی تدابیر اختیار کرے گا، اور ان تمام آلات و وسائل سے کام لے گا جو اس کے دور میں سائنٹیفک تحقیقات سے دریافت ہوئے ہوں۔ یہ تو ایک صریح عقلی بات ہے جس کے لیے کسی سند کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر نبی ﷺ اپنے زمانے کی تدابیر مثلاً خندق، منجنیق وغیرہ استعمال فرماتے تھے تو کوئی وجہ نہیں کہ آئندہ کسی دور میں جو شخص حضوؐر کی جانشینی کا حق ادا کرنے اُٹھے گا وہ ٹینک اور ہوائی جہاز سے، سائنٹیفک معلومات سے اور اپنے زمانے کے احوال و معاملات سے بے تعلق ہو کر کام کرے گا۔ کسی جماعت کے حصولِ مقصد اور کسی تحریک کے غلبہ کا فطری راستہ ہی یہی ہے کہ وہ قوت کے تمام جدید ترین رسائل کو قابو میں لائے اور اپنا اثر پھیلانے کے لیے جدید ترین علوم و فنون اور طریقہ ہائے کار کو استعمال کرے۔

کتاب علامات قیامت میں جس روایت کا ذکر ہے اس کے متعلق میں نفیاً یا اثباتاً کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر وہ صحیح ہے اور فی الواقع حضورؐ نے یہ خبر دی ہے کہ مہدی کی بیعت کے وقت آسمان سے ندا آئے گی کہ (**هذا خليفة الله المهدى فاستمعوا له و اطيعوا**) تو یقیناً میری وہ رائے غلط ہے کہ جو تجدید واحیائے دین میں مَیں نے ظاہر کی ہے لیکن مجھے یہ توقع نہیں ہے کہ حضورؐ نے یہ بات فرمائی ہوگی۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نبی کی آمد پر بھی آسمان سے ایسی ندا نہیں آئی۔ خود حضور نبی کریم ﷺ، جو آخری نبی تھے اور نوع انسانی کے لیے جن کے بعد کفر وایمان کے فیصلہ کا کوئی دوسرا موقع آنے والا نہ تھا، آپ کی آمد پر بھی کوئی ندا آسمان سے نہ سنی گئی۔ مشرکین مکہ مطالبہ کرتے ہی رہے کہ آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ ہونا چاہیے، جو ہمیں خبردار کرے کہ آپ خدا کے نبی ہیں یا کوئی اور صریح بات ایسی ہونی چاہیے جس سے یقینی اور غیر مشتبہ طور پر ہمیں آپ کا نبی ہونا معلوم ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سارے مطالبوں کو رد فرمادیا اور انہیں قبول نہ کرنے کی یہ وجہ متعدد مقامات پر قرآن میں ظاہر کردی۔ کہ حقیقت کو بالکل بے نقاب کردینا جس سے عقلی آزمائش وامتحان کا کوئی موقع باقی نہ رہے، حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے۔ اب یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس سنّت کو صرف امام مہدی کے معاملے ہی میں بدل دے گا۔ اور ان کی بیعت کے وقت آسمان سے منادی کرائے گا کہ لوگو! یہ ہمارا خلیفہ مہدی ہے اس کی سنو اور اطاعت کرو۔ (تجدید واحیائے دین، مسئلہ مہدی)

دجّال کے خروج کی پیشین گوئی

۹۸-اِنْ يَخْرُجْ وَ اَنَا فِيْكُمْ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ دُوْنَكُمْ وَ اِنْ يَخْرُجْ وَ لَسْتُ فِيْكُمْ فَامْرَءٌ حَجِيْجُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهِ خَلِيْفَتِىْ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ (مسلم، ذکر الدجّال)

”اگر وہ میری موجودگی میں نکلے تو تمہاری طرف سے میں اس کا مقابلہ کروں گا، اور اگر وہ ایسے زمانے میں نکلے جب میں تمہارے درمیان موجود نہ ہوں تو ہر آدمی اپنی طرف سے خود ہی اس کا مقابلہ کرے اور اللہ میرے پیچھے ہر مسلم کا نگہبان ہے۔“

تخریج: حَدَّثَنِىْ اَبُوْ خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنِىْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ، حَدَّثَنِىْ يَحْىَ بْنُ جَابِرٍ الطَّائِىُّ قَاضِىْ حِمْصَ، حَدَّثَنِىْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِىِّ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكِلَابِىَّ، ح وَ حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِىُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ، نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ يَحْىَ بْنِ جَابِرٍ الطَّائِىِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ اَبِيْهِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ: ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ فَخَفَّضَ فِيْهِ وَ رَفَّعَ فِيْهِ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِىْ طَائِفَةِ النَّخْلِ، فَلَمَّا رُحْنَا اِلَيْهِ عرف ذٰلِكَ فِيْنَا، فَقَالَ: مَا شَاْنُكُمْ؟ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ غَدَاةً، فَخَفَضْتَ فِيْهِ وَ رَفَّعْتَ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِىْ طَائِفَةِ النَّخْلِ، فَقَالَ: غَيْرُ الدَّجَّالِ اَخْوَفُنِىْ عَلَيْكُمْ اِنْ يَخْرُجْ وَ اَنَا فِيْكُمْ فَاَنَا

حَجِیْجُهٗ دُوْنَکُمْ، وَ اِنْ یَخْرُجْ وَ لَسْتُ فِیْکُمْ فَامْرُءٌ حَجِیْجُ نَفْسِهٖ، وَاللّٰهُ خَلِیْفَتِیْ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔ الحدیث۔ (۱۳)

۹۹— وہ احادیث جو دجّال کے متعلق وارد ہوئی ہیں، ان میں یہ بات حضوؐر کی اپنی ہی تصریحات سے معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ کو اس کے مقام، زمانے اور شخصیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم نہیں دیا گیا تھا۔ ابن صیاد کے متعلق آپؐ کو اتنا قوی شبہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے آپؐ کی موجودگی میں قسم کھا کر اسے دجّال قرار دیا اور آپؐ نے اس کی تردید نہ کی، مگر جب انہوں نے اس کے قتل کی اجازت مانگی تو آپؐ نے فرمایا: اِنْ یَّکُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَیْهِ وَ اِنْ لَّمْ یَکُنْهُ فَلَا خَیْرَ لَکَ فِیْ قَتْلِهٖ ”اگر یہ وہی ہے تو تم اس پر قابو نہ پاسکو گے اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو اس کے قتل میں تمہارے لیے کوئی بھلائی نہیں۔“ (مسلم ذکر ابن صیاد)

تخریج: حَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ التُّجِیْبِیُّ، اَخْبَرَنِیْ ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، اَخْبَرَهٗ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ انْطَلَقَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ رَهْطٍ قِبَلَ ابْنِ صَیَّادٍ حَتّٰی وَجَدَهٗ یَلْعَبُ مَعَ الصِّبْیَانِ عِنْدَ اُطُمِ بَنِیْ مَغَالَةَ وَ قَدْ قَارَبَ ابْنُ صَیَّادٍ یَوْمَئِذٍ الْحُلُمَ فَلَمْ یَشْعُرْ حَتّٰی ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ظَهْرَهٗ بِیَدِهٖ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِابْنِ صَیَّادٍ: أَ تَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ فَنَظَرَ اِلَیْهِ ابْنُ صَیَّادٍ، فَقَالَ: اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ الْاُمِّیِّیْنَ فَقَالَ ابْنُ صَیَّادٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: أَ تَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ فَرَفَضَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ بِرُسُلِهٖ، ثُمَّ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَاذَا تَرٰی؟ قَالَ ابْنُ صَیَّادٍ: یَاْتِیْنِیْ صَادِقٌ وَکَاذِبٌ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: خُلِّطَ عَلَیْکَ الْاَمْرُ، ثُمَّ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنِّیْ قَدْ خَبَاْتُ لَکَ خَبِیْئًا، فَقَالَ ابْنُ صَیَّادٍ: هُوَ الدُّخُّ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِخْسَاْ فَلَنْ تَعْدُ وَ قَدْرَکَ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: ذَرْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَضْرِبْ عُنُقَهٗ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنْ یَکُنْهُ، فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَیْهِ، وَ اِنْ لَّمْ یَکُنْهُ فَلَا خَیْرَ لَکَ فِیْ قَتْلِهٖ الحدیث۔ (۱۴)

۱۰۰— تمیم داری نے اپنے ایک بحری سفر میں دجّال سے اپنی ملاقات کا قصہ جب آپؐ کو سنایا تو اس کی بھی آپؐ نے تصدیق یا تکذیب نہیں فرمائی۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اَعْجَبَنِیْ حَدِیْثُ تَمِیْمٍ اَنَّهٗ وَافَقَ بِالَّذِیْ کُنْتُ اُحَدِّثُکُمْ عَنْهُ ”مجھے تمیم کا بیان پسند آیا، وہ موافقت رکھتا ہے اس بات سے جو میں دجّال کے متعلق تم سے بیان کرتا تھا“ پھر آپؐ نے اس پر مزید اضافہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اَلَا اَنَّهٗ فِیْ بَحْرِ الشَّامِ اَوْ بَحْرِ الْیَمَنِ، لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ ”مگر وہ بحرِ شام یا بحرِ یمن میں ہے نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب ہے۔“ (مسلم، قصۃ الجساسۃ)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ کِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ، وَاللَّفْظُ لِعَبْدِ الْوَارِثِ بْنِ عَبْدِ الصَّمَدِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ ذَكْوَانَ، نَا ابْنُ بُرَيْدَةَ، حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ شَرَاحِيلَ الشَّعْبِيُّ شَعْبُ هَمْدَانَ أَنَّهُ سَأَلَ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ أُخْتَ الضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسٍ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ، فَقَالَ: حَدِّثِينِي حَدِيثًا سَمِعْتِهِ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ لَا تُسْنِدِيهِ إِلَى أَحَدٍ غَيْرِهِ، فَقَالَتْ: لَئِنْ شِئْتَ لَأَفْعَلَنَّ، فَقَالَ لَهَا: أَجَلْ حَدِّثِينِي فَقَالَتْ...فَلَمَّا انْقَضَتْ عِدَّتِي سَمِعْتُ نِدَاءَ الْمُنَادِي مُنَادِي رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يُنَادِي الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ، فَخَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ النِّسَاءِ الَّذِي يَلِي ظُهُورَ الْقَوْمِ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاتَهُ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَ هُوَ يَضْحَكُ، فَقَالَ: لِيَلْزَمْ كُلُّ إِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ ثُمَّ قَالَ: أَ تَدْرُونَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ؟ قَالُوا: اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: إِنِّي وَاللّٰهِ مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ، وَ لٰكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِأَنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا، فَجَاءَ فَبَايَعَ وَ أَسْلَمَ وَ حَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْ مَسِيحِ الدَّجَّالِ...فَإِنَّهُ أَعْجَبَنِي حَدِيثُ تَمِيمٍ أَنَّهُ وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْهُ وَ عَنِ الْمَدِينَةِ وَ مَكَّةَ أَلَا إِنَّهُ فِي بَحْرِ الشَّامِ أَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ، لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، مَا هُوَ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ؟ وَ أَوْمَى بِيَدِهِ إِلَى الْمَشْرِقِ، قَالَتْ: فَحَفِظْتُ هٰذَا مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ۔ (۱۵)

تشریح: دجّال کے متعلق جتنی احادیث نبی ﷺ سے مروی ہیں، ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضورؐ کو اللہ کی طرف سے اس معاملے میں جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ ایک بڑا دجّال ظاہر ہونے والا ہے اس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی، اور وہ ان ان خصوصیات کا حامل ہوگا۔ لیکن یہ آپ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہوگا، کہاں ظاہر ہوگا، اور یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعید زمانے میں پیدا ہونے والا ہے۔

ان امور کے متعلق جو مختلف باتیں حضورؐ سے احادیث میں منقول ہیں ان کا اختلافِ مضمون خود بھی یہ ظاہر کرتا ہے اور حضورؐ کے طرزِ کلام سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ وہ آپ نے بر بنائے وحی نہیں، بلکہ بر بنائے ظن و قیاس ارشاد فرمائی ہیں۔ کبھی آپ نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ دجّال خراسان سے اُٹھے گا، کبھی یہ کہ اصفہان سے، اور کبھی یہ کہ شام و عراق کے درمیانی علاقے سے، پھر کبھی آپؐ نے ابن صیّاد نامی اس یہودی بچے پہ جو مدینہ میں (غالباً ۲ یا ۳ھ) پیدا ہوا تھا یہ شبہ کیا کہ شاید یہی دجّال ہو، اور آخری روایت یہ ہے کہ ۹ھ میں جب فلسطین کے ایک عیسائی راہب (تمیم داری) نے آ کر اسلام قبول کیا اور آپ کو یہ قصّہ سنایا کہ ایک مرتبہ وہ سمندر میں (غالباً بحرِ روم یا بحرِ عرب میں) سفر کرتے ہوئے ایک غیر آباد جزیرے میں پہنچے اور وہاں ان کی ملاقات ایک عجیب شخص سے ہوئی اور اس نے انہیں بتایا کہ وہ خود ہی دجّال ہے، تو آپؐ نے اُن کے بیان کو بھی غلط باور کرنے کی کوئی وجہ نہ سمجھی، البتہ اس پر اپنے شک کا اظہار فرمایا کہ اس بیان کی رو سے دجّال بحرِ روم یا بحرِ عرب میں ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا۔

ان مختلف روایات پر جو شخص بھی مجموعی نظر ڈالے گا وہ اگر علمِ حدیث اور اصولِ دین سے کچھ بھی واقف ہو تو اسے یہ

سمجھنے میں کوئی زحمت پیش نہ آئے گی کہ اس معاملے میں حضورؐ کے ارشادات دو اجزا پر مشتمل ہیں:

جز اوّل یہ کہ دجّال آئے گا، ان صفات کا حامل ہوگا اور یہ فتنے برپا کرے گا یہ بالکل یقینی خبریں ہیں جو آپؐ نے اللہ کی طرف سے دی ہیں۔ ان میں کوئی روایت دوسری روایت سے مختلف نہیں ہے۔

جز دوم یہ کہ دجّال کب اور کہاں ظاہر ہوگا اور وہ کون شخص ہے اس میں نہ صرف یہ کہ روایات مختلف ہیں بلکہ اکثر روایات میں شک اور شبہ اور گمان پر دلالت کرنے والے الفاظ بھی مروی ہیں۔ مثلاً ابن صیّاد کے متعلق آپؐ کا حضرت عمرؓ سے یہ فرمانا کہ ''اگر دجّال یہی ہے تو اس کے قتل کرنے والے تم نہیں ہو۔ اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو تمہیں ایک معاہد کو قتل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے'' یا مثلاً ایک حدیث میں آپؐ کا یہ ارشاد کہ اگر وہ میری زندگی میں آ گیا تو میں حجت سے اس کا مقابلہ کروں گا ورنہ میرے بعد میرا رب تو ہر مومن کا حامی و ناصر ہے ہی۔''

اس دوسرے جُز کی دینی اور اصولی حیثیت ظاہر ہے کہ وہ نہیں ہے اور نہیں ہوسکتی جو پہلے جُز کی ہے۔ جو شخص اس کی تمام تفصیلات کو اسلامی عقائد میں شمار کرتا ہے وہ غلطی کرتا ہے بلکہ اس کے ہر حصّے کی صحت کا دعویٰ کرنا بھی درست نہیں ہے۔ ابن صِیّاد پر آپ کو شبہ ہوا تھا کہ شاید وہی دجّال ہو، اور حضرت عمرؓ نے تو قسم تک کھالی تھی کہ یہی دجّال ہے، مگر بعد میں وہ مسلمان ہوا، حرمین میں رہا، حالتِ اسلام میں مرا اور اس کی نماز جنازہ مسلمانوں نے پڑھی۔ اب اس کی کیا گنجائش باقی رہ گئی کہ آج تک ابن صیّاد پر دجّال ہونے کا شبہ کیا جاتا ہے۔ تمیم داری کے بیان کو حضورؐ نے اُس وقت تقریباً صحیح سمجھا تھا، مگر کیا ساڑھے تیرہ سو برس تک بھی اس شخص کا ظاہر نہ ہونا جسے حضرت تمیم نے جزیرے میں محبوس دیکھا تھا یہ ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہے کہ اس نے اپنے دجّال ہونے کی جو خبر حضرت تمیم کو دی تھی وہ صحیح نہ تھی؟ حضورؐ کو اپنے زمانے میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجّال آپ کے عہد میں ہی ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانے میں ظاہر ہو، لیکن کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ساڑھے تیرہ سو برس گزر چکے ہیں اور ابھی تک دجّال نہیں آیا ہے؟ اب ان چیزوں کو اس طرح نقل و روایت کیے جانا کہ گویا یہ بھی اسلامی عقائد ہیں، نہ تو اسلام کی صحیح نمائندگی ہے اور نہ اسے حدیث ہی کا صحیح فہم کہا جا سکتا ہے جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں، اس قسم کے معاملات میں اگر کوئی بات نبی کے قیاس یا گمان یا اندیشے کے مطابق ظاہر نہ ہو تو یہ اس کے منصبِ نبوت میں ہرگز قادح نہیں ہے۔ نہ اس سے عصمتِ انبیاء کے عقیدے پر کوئی حرف آتا ہے اور نہ ایسی چیزوں پر ایمان لانے کے لیے شریعت نے ہم کو مکلّف کیا ہے۔ اس اصولی حقیقت کو تابیرِ نخل والی حدیث میں نبی ﷺ خود واضح فرما چکے ہیں۔

(رسائل و مسائل حصہ اوّل، تاویل احادیث، تحقیق حدیث دجّال)

عمار بن یاسر کے قتل کیے جانے کی پیشین گوئی

۱۰۱- تَقْتُلُکَ الْفِئَةُ الْبَاغِیَةُ.

''تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔''

تخریج: حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ. ح و حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُکْرَمٍ الْعَمِّیُّ وَ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ عُقْبَةُ: نَا، وَ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ: اَنَا غُنْدَرٌ، نَا شُعْبَةُ، قَالَ:

سَمِعْتُ خَالِدَ الْحَذَّاءَ يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ، عَنْ اُمِّهٖ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِعَمَّارٍ: تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ۔ (١٦)

تشریح: مسند احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، طبرانی، بیہقی، مسند ابی داؤد طیالسی، وغیرہ کتب حدیث میں حضرت ابوسعید خُدری، ابوقتادہ انصاری، ام سلمہ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابو ہریرہ، عثمان بن عفان، حُذیفہ، ابوایوب انصاری، ابورافع، خزیمہ بن ثابت، عمرو بن العاص، ابوالیُسر، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اور متعدد دوسرے صحابہ سے اس مضمون کی روایات منقول ہوئی ہیں۔ ابن سعد نے طبقات میں بھی یہ حدیث کئی سندوں سے نقل کی ہے (ابن سعد، ۳/۲۵۱، ۲۵۳، ۲۵۹) متعدد صحابہ و تابعین نے، جو حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی جنگ میں مذبذب تھے، حضرت عمار کی شہادت کو یہ معلوم کرنے کے لیے ایک علامت قرار دے لیا تھا کہ فریقین میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون۔

خود نبی ﷺ نے حضرت عمار سے فرمایا تھا کہ تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا یہ ایک ایسی خبر ہے جو تواتر کے ساتھ منقول ہوئی ہے اور عام طور پر صحیح مانی گئی ہے۔ (خلافت و ملوکیت، خلافت راشدہ سے ملوکیت تک، چوتھا مرحلہ)

معجزۂ شقّ القمر

۱۰۲۔ ''شق القمر کا واقعہ ہجرت سے کوئی ۵ سال پہلے کا واقعہ ہے، قمری مہینے کی چودھویں شب تھی۔ چاند ابھی ابھی طلوع ہوا تھا۔ یکا یک وہ پھٹا اور اس کا ایک ٹکڑا سامنے کی پہاڑی کے ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف نظر آیا۔ یہ کیفیت بس ایک ہی لحظہ رہی اور پھر دونوں ٹکڑے باہم جڑ گئے۔ نبی ﷺ اس وقت منیٰ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا دیکھو اور گواہ رہو۔ کفار نے کہا محمد (ﷺ) نے ہم پر جادو کر دیا تھا اس لیے ہماری آنکھوں نے دھوکا کھایا۔ دوسرے لوگ بولے کہ محمدؐ ہم پر جادو کر سکتے تھے، تمام لوگوں پر تو نہیں کر سکتے تھے، باہر کے لوگوں کو آنے دو۔ اُن سے پوچھیں گے کہ یہ واقعہ انہوں نے بھی دیکھا ہے یا نہیں۔ باہر سے جب کچھ لوگ آئے تو انہوں نے بھی شہادت دی کہ وہ بھی یہ منظر دیکھ چکے ہیں۔''

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰ عَنْ شُعْبَةَ وَ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِرْقَتَيْنِ، فِرْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ وَ فِرْقَةٌ دُوْنَهٗ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اشْهَدُوْا۔ (١٧)

〈۲〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِمِنًى اِذَا انْفَلَقَ الْقَمَرُ فِلْقَتَيْنِ فَكَانَتْ فِلْقَةٌ وَرَاءَ الْجَبَلِ وَ فِلْقَةٌ دُوْنَهٗ، فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اشْهَدُوْا۔ (١٨)

ترمذی اور المستدرک للحاکم نے عبداللہ بن عمرؓ سے بھی روایت بیان کی ہے:

〈۳〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: انْفَلَقَ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اشْهَدُوْا۔ (١٩)

〈۴〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ الْقَمَرَ مُنْشَقًّا بِشِقَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ بِمَكَّةَ

قَبلَ مَخرَجِ النبیِّ ﷺ شِقَّةٌ عَلٰی اَبِی قُبَیسٍ وَ شِقَّةٌ عَلَی السُّوَیدَاءِ۔ فَقَالُوا: سُحِرَ الْقَمَرُ، فَنَزَلَتْ اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ یَقُولُ کَمَا رَأَیتُمُ الْقَمَرَ مُنشَقًّا فَاِنَّ الَّذِی اَخبَرتُکُم عَنْ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ حَقٌّ۔

مسند ابی داؤد الطیالسی نے جزءاول ص ۳۸ پر عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک روایت بایں الفاظ نقل کی ہے:

عَنْ عَبدِ اللّٰهِ، قَالَ: انشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ قُرَیشٌ: هٰذَا سِحرُ ابْنُ اَبِی کَبْشَةَ، قَالَ: فَقَالُوا: انظُرُوا مَا یَأْتِیکُم بِهِ السُّفَّارُ، فَاِنَّ مُحَمَّدًا لَا یَستَطِیعُ اَن یَّسحَرَ النَّاسَ کُلَّهُم قَالَ: فَجَآءَ السُّفَّارُ، فَقَالُوا: ذٰلِکَ۔ (۲۰)

السنن الکبریٰ للبیہقی نے بھی عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت نقل کی ہے اور ابن جریر نے بھی ج ۱۱، پ ۲۷ سورۃ القمر میں اس روایت کا ذکر کیا ہے:

﴿۵﴾ قَالَ الْبَیْهَقِیُّ: اَخبَرَنَا اَبُو عَبدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، اَخبَرَنَا اَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ یَعقُوبَ، حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِیُّ، حَدَّثَنا سَعِیدُ بْنُ سُلَیمَانَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنا مُغِیرَةُ عَنْ اَبِی الضُّحٰی، عَنْ مَسرُوقٍ، عَنْ عَبدِ اللّٰهِ، قَالَ: انشَقَّ الْقَمَرُ بِمَکَّةَ حَتّٰی صَارَ فِرْقَتَینِ، فَقَالَ کُفَّارُ قُرَیشٍ اَهلِ مَکَّةَ: هٰذَا سِحرٌ سَحَرَکُم بِهِ ابْنُ اَبِی کَبْشَةَ، اُنظُرُوا السُّفَّارَ، فَاِنْ کَانُوا رَأَوْا مَا رَأَیتُم فَقَدْ صَدَقَ، وَ اِنْ کَانُوا لَمْ یَرَوْا مِثْلَ مَا رَأَیتُم فَهُوَ سِحرٌ سَحَرَکُم بِهِ قَالَ: فَسُئِلَ السُّفَّارُ قَالَ: وَ قَدِمُوا مِنْ کُلِّ وِجهَةٍ، فَقَالُوا: رَأَینَا۔

تشریح: اس واقعہ سے متعلق روایات بخاری، مسلم، ترمذی، احمد، ابوعوانہ، ابوداؤد طیالسی، عبدالرزاق، ابن جریر، بیہقی، طبرانی، ابن مردویہ اور ابونُعیم اصفہانی نے بکثرت سندوں کے ساتھ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت جبیر بن مطعمؓ تصریح کرتے ہیں کہ وہ اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں۔ اور دو بزرگ ایسے ہیں جو اس کے عینی شاہد نہیں ہوسکتے۔ کیوں کہ یہ ان میں سے ایک (یعنی عبداللہ بن عباسؓ) کی پیدائش سے پہلے کا واقعہ ہے، اور دوسرے (انس بن مالکؓ) اس وقت بچے تھے۔ لیکن چوں کہ یہ دونوں حضرات صحابی ہیں اس لیے ظاہر ہے کہ انہوں نے ایسے سن رسیدہ صحابیوں سے سُن کر ہی اسے روایت کیا ہوگا جو اس واقعہ کا براہِ راست علم رکھتے تھے۔

بعض روایات جو حضرت انسؓ سے مروی ہیں ان کی بنا پر یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ شق القمر کا واقعہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبہ پیش آیا تھا۔ لیکن اوّل تو صحابہ میں سے کسی اور نے یہ بات بیان نہیں کی ہے دوسرے خود حضرت انسؓ کی بھی بعض روایات میں مرتین (دو مرتبہ) کے الفاظ ہیں اور بعض فرقتین اور شقتین (دو ٹکڑے) کے الفاظ۔ تیسرے یہ کہ قرآن مجید میں صرف ایک انشقاق کا ذکر آتا ہے۔ اس بنا پر صحیح بات یہی ہے کہ یہ واقعہ صرف ایک مرتبہ پیش آیا تھا۔ رہے وہ قصے جو عوام میں مشہور ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلی سے چاند کی طرف اشارہ کیا اور وہ دو ٹکڑے ہوگیا اور یہ کہ چاند کا ایک ٹکڑا حضورؐ کے گریبان میں داخل ہو کر آپؐ کی آستین سے نکل گیا۔ تو یہ بالکل ہی بے اصل ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی حقیقی نوعیت کیا تھی؟ کیا یہ ایک معجزہ تھا جو کفار مکہ کے مطالبہ پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی رسالت کے ثبوت میں دکھایا تھا؟ یا یہ ایک حادثہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چاند میں پیش آیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اس کی طرف توجہ صرف اس غرض کے لیے دلائی کہ یہ امکان قیامت اور قرب قیامت کی ایک نشانی ہے؟ علماء اسلام کا ایک بڑا گروہ اِسے حضوؐر کے معجزات میں شمار کرتا ہے اور ان کا خیال یہ ہے کہ کفار کے مطالبہ پر یہ معجزہ دکھایا گیا تھا لیکن اس رائے کا مدار صرف بعض ان روایات پر ہے جو حضرت انسؓ سے مروی ہیں ان کے سوا کسی صحابی نے بھی یہ بات بیان نہیں کی ہے۔ فتح الباری میں ابن حجر کہتے ہیں کہ ''یہ قصہ جتنے طریقوں سے منقول ہوا ہے اس میں سے کسی میں بھی حضرت انسؓ کی حدیث کے سوا یہ مضمون میری نگاہ سے نہیں گزرا کہ شق القمر کا واقعہ مشرکین کے مطالبہ پر ہوا تھا۔

ایک روایت ابونعیم اصفہانی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی اس مضمون کی نقل کی ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے اور قوی سندوں سے جتنی روایات کتب حدیث میں ابن عباسؓ سے منقول ہوئی ہیں ان میں سے کسی میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ علاوہ بریں حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ دونوں اس واقعہ کے ہم عصر نہیں ہیں۔ بخلاف اس کے جو صحابہ اس زمانے میں موجود تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت جبیر بن مطعمؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمران میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا ہے کہ مشرکین مکہ نے حضوؐر کی صداقت کے ثبوت میں کسی نشانی کا مطالبہ کیا تھا اور اس پر شق القمر کا یہ معجزہ ان کو دکھایا گیا۔ البتہ یہ اس لحاظ سے حضوؐر کی صداقت کا ایک نمایاں ثبوت ضرور تھا کہ آپ نے قیامت کے آنے کی جو خبریں لوگوں کو دی تھیں یہ واقعہ ان کی تصدیق کر رہا تھا۔

معترضین اس پر دو طرح کے اعتراضات کرتے ہیں۔ اوّل تو ان کے نزدیک ایسا ہونا ممکن ہی نہیں ہے کہ چاند جیسے عظیم کُرے کے دو ٹکڑے پھٹ کر الگ ہو جائیں اور سینکڑوں میل کے فاصلے تک ایک دوسرے سے دور جانے کے بعد پھر باہم جڑ جائیں۔ دوسرے وہ کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہوا ہوتا تو یہ واقعہ دنیا میں مشہور ہو جاتا، تاریخوں میں اس کا ذکر آتا اور علم نجوم کی کتابوں میں اسے بیان کیا جاتا۔ لیکن درحقیقت یہ دونوں اعتراضات بے وزن ہیں۔ جہاں تک اس کے امکان کی بحث ہے، قدیم زمانے میں تو شاید وہ چل بھی سکتی تھی، لیکن موجودہ دور میں سیّاروں کی ساخت کے متعلق انسان کو جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کی بنا پر یہ بات بالکل ممکن ہے کہ ایک کرہ اپنے اندر آتش فشانی کے باعث پھٹ جائے اور اس زبردست انفجار سے اس کے دو ٹکڑے دور تک چلے جائیں اور پھر اپنے مرکز کی مقناطیسی قوت کے سبب سے وہ ایک دوسرے کے ساتھ آملیں۔ رہا دوسرا اعتراض تو وہ اس لیے بے وزن ہے کہ یہ واقعہ اچانک بس ایک لحظہ کے لیے پیش آیا تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ اُس خاص لمحے میں دنیا بھر کی نگاہیں چاند کی طرف لگی ہوئی ہوں۔ اس سے کوئی دھماکہ نہیں ہوا تھا کہ لوگوں کی توجہ اس کی طرف منعطف ہوتی۔ پہلے سے کوئی اطلاع اس کی نہ تھی کہ لوگ اس کے منتظر ہو کر آسمان کی طرف دیکھ رہے ہوتے۔ پوری روئے زمین پر اسے دیکھا بھی نہیں جا سکتا تھا، بلکہ صرف عرب اور اس کے مشرقی جانب کے ممالک ہی میں اس وقت چاند نکلا ہوا تھا تاریخ نگاری کا ذوق اور فن بھی اس وقت تک اتنا ترقی یافتہ نہ تھا کہ مشرقی ممالک میں جن لوگوں نے اسے دیکھا ہوتا وہ اسے ثبت کر لیتے اور کسی مورخ کے پاس شہادتیں جمع ہوتیں اور وہ تاریخ کی کسی کتاب میں ان کو درج کر لیتا۔ تاہم مالا بار کی تاریخوں میں یہ ذکر آیا ہے کہ اس رات وہاں ایک راجہ نے یہ منظر دیکھا تھا۔ رہیں علم نجوم کی کتابیں اور جنتریاں، تو ان میں اس کا ذکر آنا صرف

اُس حالت میں ضروری تھا جب کہ چاند کی رفتار، اور اس کی گردش کے راستے اور اس کے طلوع وغروب کے اوقات میں اس سے کوئی فرق واقع ہوا ہوتا۔ یہ صورت چوں کہ پیش نہیں آئی اس لیے قدیم زمانے کے اہل تنجیم کی توجہ اس کی طرف منعطف نہیں ہوئی۔ اس زمانے میں رصدگاہیں اس حد تک ترقی یافتہ نہ تھیں کہ افلاک میں پیش آنے والے ہر واقعہ کا نوٹس لیتیں اور اس کو ریکارڈ پر محفوظ کر لیتیں۔ (تفہیم القرآن، ج ۵، القمر، حاشیہ:۱)

ماٰخذ

(۱) ترمذی ج ۲، کتاب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ☆ المستدرک ج ۱، کتاب العلم باب تفترق ھذہ الامۃ علی ثلاث و سبعین ملۃ کلھا فی النار الا واحدۃ۔ امام حاکم نے کہا ھے ھذہ اسانید تقام بھا الحجۃ فی تصحیح ھذا الحدیث۔ و قد روی ھذا الحدیث عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص و عمرو بن عوف المزنی باسنادین تفرد باحدھما عبد الرحمن بن زیاد الافریقی والآخر کثیر بن عبد اللّٰہ المزنی ولا تقوم بھما الحجۃ۔☆کنز العمال ج ۱، حدیث نمبر ۱۰۶۰، عن ابنِ عمرو بحوالہ ابنِ عساکر۔ ھذا حدیث حسن غریب مفسر، لا نعرفہ مثل ھذا الا من ھذا الوجہ۔

(۲) ابو داؤد ج ٤، کتاب السنۃ، باب فی شرح السنۃ۔

(۳) ابو داؤد ج ٤، کتاب السنۃ، باب فی شرح السنۃ۔ ☆ترمذی نے ابواب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ کے تحت عبد اللّٰہ بن عمرو کی روایت نقل کی ھے اس میں و ھی الجماعۃ کی جگہ ما انا علیہ و اصحابی بیان کیا ھے اور ساتھ ھی ھذا حدیث حسن غریب کہا ھے اور لا نعرفہ مثل ھذا الا من ھذا الوجہ۔ ☆سنن دارمی ج ۲، کتاب السیر باب ۷۵ فی افتراق ھذہ الامۃ۔ عن معاویۃ بن ابی سفیان☆ ابنِ ماجہ کتاب الفتن باب ۱۷ افتراق الامم، عن عوف بن مالک اور انس بن مالک☆ مسند احمد ج ۳ ص ۱٤۵، عن انس بن مالک۔ مسند احمد میں الجماعۃ الجماعۃ دو مرتبہ منقول ھے۔

☆المستدرک للحاکم ج ٤، کتاب الفتن والملاحم باب قال النبی ﷺ ستفترق امتی علی بضع و سبعین فرقۃ عن عوف بن مالک☆ ابنِ کثیر ج ۲۔

☆المستدرک ج ۱، کتاب العلم، باب تفترق ھذہ الامۃ علی ثلاث و سبعین ملۃ کلھا فی النار الا واحدۃ۔ عن ابی ھریرۃ۔ مستدرک حاکم نے بھی ما انا علیہ و اصحابی بیان کیا ھے۔☆ کنز العمال ج ۱، حدیث نمبر ۱۰۵٤ - ۱۰۵۵ - ۱۰۵٦ وغیرہ۔

(٤) تفسیر ابنِ جریر ج ۱۱، پ ۲۷، سورۃ القمر۔☆ ابنِ کثیر ج ٤، سورۃ القمر۔☆ ابنِ ابی حاتم بحوالہ ابنِ کثیر ج ٤۔ سورۃ القمر۔

(۵) بخاری ج ۲، کتاب التفسیر سورۃ القمر۔ باب قولہ سیھزم الجمع و یولون الدبر۔☆ بخاری ج ۱، کتاب الجھاد باب ما قیل فی درعِ النبی ﷺ الخ عن ابن عباس۔

(٦) تفسیر ابنِ کثیر ج ۳، سورۃ الروم۔

(۷) تفسیر ابنِ کثیر ج ۳، سورۃ الروم۔

(۸) مسند احمد ج ۱ ص ۳۰۴۔ ☆ابنِ کثیر ج ۳، سورۃ الروم۔

(۹) ترمذی ابواب التفسیر سورۃ الروم۔ ☆ المستدرك للحاکم ج ۲، کتاب التفسیر سورۃ الروم۔ ☆ابنِ جریر ج ۱۰، سورۃ الروم۔ ☆ابنِ کثیر ج ۳، سورۃ الروم۔ ھذا حدیث حسن صحیح غریب۔ لا نعرفه الا من حدیث عبد الرحمن بن ابی الزناد۔

(۱۰) ابو داؤد ج ٤، کتاب الملاحم، باب ما یذکر فی قرن المائة۔

☆المستدرك ج ٤، کتاب الفتن والملاحم باب ذکر بعض المجددین فی ھذہ الامة عن ابی ھریرۃ۔

مستدرك میں ابو ھریرہ سے مروی ایك دوسری روایت میں لھذہ الامة کی جگه الی ھذہ الامة بھی مروی ھے۔

(۱۱) مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء ۃ۔ "فصل ثالث السلطان ظل اللّٰہ فی الارض" کا جمله کنز العمال میں ج٦، پر کتاب الامارۃ کے تحت مندرجه ذیل احادیث میں منقول ھے حدیث نمبر ١٤٥٨٠ بحواله ابن النجار عن ابی ھریرۃ۔ حدیث نمبر ١٤٥٨٣ بحواله بیھقی عن انس حدیث نمبر ١٤٥٨٤ بحواله ابو الشیخ عن انس، اور دیلمی کی مسند الفردوس میں عن ابن عمر السلطان ظلّ الرحمن فی الارض بھی مروی ھے جو کنز العمال کی حدیث نمبر ١٤٥٨٥ میں مذکور ھے۔ اور ص ١١ پر حدیث نمبر ١٤٦١٦ میں بحواله دیلمی عن انس السلطان ظل اللّٰہ فی الارض بھی مذکور ھے۔ کنز العمال ج٦ پر حدیث نمبر ١٤٨٦٨ میں ابو نعیم نے المعرفة میں عن ابی عبید لا تسبوا السلطان فانه ظل اللّٰہ فی أرضه۔

(۱۲) مسند احمد ج٤ ص ٢٧٣۔ ☆کنز العمال ج٦، حدیث نمبر ١٥١١٤ ☆ مشکوٰۃ، باب الانذار والتحذیر ☆مجمع الزوائد ج ٥، عن حذیفة۔ الموافقات للشاطبی ج ١، پر مندرجه ذیل الفاظ منقول ھیں۔

روی عن النبی ﷺ اول دینکم نبوۃ و رحمة، ثم ملك و رحمة، ثم ملكٌ و جبریّةٌ، ثم ملكٌ عضوض، و لایکون ھذا الامع قلة الخیر و تکاثر الشر شیئاً بعد شیء۔

☆مجمع الزوائد للھیثمی ج ٥، کتاب الخلافة، باب کیف بدأت الامامة وما تصیر الیه والخلافة والملك۔ اس صفحه پر رواہ ابو یعلی والبزار عن ابی عبیدۃ وحدہ، قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ ان اول دینکم بدأ نبوۃ و رحمة الخ۔

(۱۳) مسلم ج ۲، کتاب الفتن، باب ذکر الرجال ☆ ابو داؤد ج ٤، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال۔ ابو داؤد نے مختصر روایت نقل کی ھے۔ ☆ترمذی ج ۲، ابواب الفتن، باب ما جاء فی فتنة الدجال۔ ھذا حدیث غریب حسن صحیح لا نعرفه الا من حدیث عبد الرحمن بن یزید بن جابر۔ ☆ ابنِ ماجه کتاب الفتن، باب فتنة الدجال۔

(۱٤) مسلم ج ۲، کتاب الفتن باب ذکر ابن صیاد ☆ بخاری کتاب الجھاد ج ۱، باب کیف یعرض الاسلام علی الصبی ☆ بخاری ج ۱، کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلّٰی علیه و ھل یعرض علی الصبی الاسلام۔ ☆ ابو داؤد ج ٤، کتاب الملاحم باب فی خبر ابن الصائد ☆ ترمذی ج ۲، ابواب الفتن، باب ما جاء فی ذکر ابن صیاد۔

(۱۵) مسلم ج ۲، کتاب الفتن باب قصه الجسّاسة۔

(۱٦) مسلم ج ۲، کتاب الفتن باب فی قوله ﷺ لعمار تقتلك الفئة الباغیة کے الفاظ بھی ھیں۔ اور ص ۳۹٦ پر تقتل عمارًا الفئة الباغیة ☆ بخاری ج ۱، کتاب الجھاد، باب مسح الغبار عن الرأس فی سبیل اللّٰہ ☆ بخاری ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب بنیان المسجد، عن ابی سعید خدری۔ دونوں جگه ویح عمّار تقتلهُ الفِئة الباغیة منقول ھے۔

☆ترمذی ج ۲، ابواب المناقب، مناقب عمّار بن یاسر۔ ترمذی نے حضرت ابو هریرة سے ابشر یا عمار تقتلك الفئة الباغية روایت کیا ھے، هذا حديث حسن صحيح غريب من حديث العلاء بن عبد الرحمن۔☆ابو داؤد الطيالسی جزء ۹ ص ۲۸۸ ما روی ابو سعيد الخدری عن رسول الله ﷺ۔ اس نے ويحك ابن سمية تقتلك الفئة الباغية نقل کیا ھے۔

☆السنن الكبرى، کتاب قتال اهل البغی باب الخلاف فی قتال اهل البغی عن ابی سعید خدری☆ مسند احمد ج ۲ ص ۱٦۱، اور ۱٦٤، ۲۰٦ پر تقتله ھے۔☆ مسند احمد ج ۳ ص ٥ اور ۲۲ - ۹۱، پر تقتله ھے، عن ابی سعید خدری☆ مسند احمد ج ٤ ص ۱۹۷، ۱۹۹ پر تقتله☆ مسند احمد ج ٥ ص ۲۱٥، تقتل عمار الفئة الباغية عن خزیمه بن ثابت☆ مسند احمد ج ٥ ص ۳۰٦، پر بؤس بن سمية الخ اور ص ۳۰۷ پر تقتلك الفئة الباغية ھے۔

☆مُسند احمد ج ٦ ص ۲۸۹ پر عن ام سلمة۔ ويحه ابنِ سمية الخ ھے☆ مسند احمد ج ٥ ص ۳۱٥ - ۳۱۱ - ۳۰۰ پر تقتلك الفئة الباغية عن ام سلمة☆ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۷، عن عبد الله بن عمر۔

(۱۷) بخاری ج ۲، كتاب التفسير سورة اقتربت الساعة۔ باب قوله وانشق القمر و ان يروا اٰية يعرضوا۔ بخاری کی ایک روایت میں جس کے راوی عبد الله بن مسعودؓ ھی ھیں مندرجہ ذیل الفاظ ھیں:

قال: انشق القمر و نحن مع النبی ﷺ فصار فرقتين، فقال لنا: اشهدوا، اشهدوا۔

مسلم نے عبد اللّٰہ بن مسعودؓ سے جو روایت نقل کی ھے اس کے الفاظ ھیں:

قال انشق القمر على عهد رسول الله ﷺ فلقتين، فستر الجبل فلقة، و كانت فلقة فوق الجبل فقال رسول الله ﷺ: اللهم اشهد۔

مسلم کی ایک روایت میں شقتين کے الفاظ بھی منقول ھیں:

(۱۸) مسلم ج ۲، كتاب صفة المنافقين و احكامهم باب انشقاق القمر۔

(۱۹) ترمذی ج ۲، ابواب التفسير، سورة القمر۔ هذا حديث حسن صحيح۔

(۲۰) ابن جریر ج ۱۱ پ ۲۷، سورة القمر☆ ابنِ کثیر ج ٤، سورة القمر۔ ابنِ کثیر نے مجاھد سے نقل کیا ھے۔ انشق القمر على عهد رسول الله ﷺ فصار فرقتين، فقال النبی ﷺ لابی بكر: اشهد ابا بكر، فقال المشركون: سحر القمر حتى انشق اور ابنِ جریر ج ۱۱، پ ۲۷، سورة القمر۔ هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه۔